[illegible]

صبح صادق یا انوار حقیقت

جس میں روح یا آتما کی دس ذاتی صفات پر بالکل فلسفیانہ طریق سے بحث کی گئی ہے. بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ روح کی حقیقت ہی بیان کر دی گئی ہے

از

[illegible] شیو برت لال ورمن [illegible] مصنف [illegible] اول و سابق ایڈیٹر رسالہ "زبان" دہلی

چھاپک

[illegible] منڈل [illegible]

[illegible] ۱۹۲۳ء [illegible]

[illegible]

اثر عشق و خوبی کی صورت [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

عرضِ مصنّف



میرے دوستو! "حسنِ اوّل" سے پہلے میں نے ایک چھوٹی سی کتاب "صبحِ صادق
یا انوارِ حقیقت" کے نام سے شائع کی تھی۔ جس میں روح کی دس ذاتی صفات پر
محض فلسفیانہ طریق سے بحث کی گئی تھی۔ اور قریب قریب جین فلاسفی کا تمام لب لباب بیان کر دیا
گیا تھا۔

اس قسم کا مضمون اردو میں لکھنے سے مدِ نظر یہ امر تھا کہ جین لوگوں کے علاوہ عام پبلک
بھی جین فلاسفی کے اوصاف خیال سے واقف ہو جائے اور جو غلط فہمی عام میں پھیلی ہوئی ہے
وہ ایک حد تک رفع ہو جائے۔ مگر دقت یہ واقع ہوئی کہ ایک تو فلسفیانہ مضمون۔ دوسرے اس کا
اصل ماخذ سنسکرت جیسی مکمل اور جامع زبان۔ پھر اس کے لئے اردو جیسی بے بضاعت
زبان میں مترادف لفظ آئیں تو کہاں سے آئیں۔ ناچار عربی اور فارسی کے خزائن
سے رئیسوں کی منتیں قرض لیکر اس کمی کو پورا کرنا پڑا۔ کہیں اپنے منشا کے موافق ترتیب
دیکر نئے نئے مرکب الفاظ اور جملے پیدا کئے۔ کہیں مفرد الفاظ کو نئے نئے معنی پہنائے
مگر پھر بھی ؎

حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

اسکے ساتھ یہ خیال بھی دامنگیر رہا کہ جو ترکیب ہو صاف اور عام فہم ہو مضمون ایک چیستان یا پہیلی نہ بن جائے۔ تاہم میں خوش ہوں کہ اپنی کوشش میں کامیاب ہوا۔ اور بہت زیادہ کامیاب ہوا لیکن پھر بھی ایسے مضامین سمجھنے کے لئے تھوڑی بہت علمی لیاقت بہت ضروری ہے۔ مگر افسوس آجکل اکثر ابنائے جنس کے دماغی ظرف اس سے خالی ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ بالکل عامیانہ مضامین ہوں اور سودے سلف کی زبان میں بیان کئے جائیں۔ جو قریب قریب مجھ سے ناممکن ہے۔

اِس سے پہلے یہ چھوٹی سی کتاب ٹریکٹ کی صورت میں شائع ہو چکی ہے۔ اُسکے بعد رسالہ زبان میں شائع ہوئی۔ اور اب تیسری مرتبہ پھر ایک چھوٹی سی کتاب بنکر نکلتی ہے۔ اگر دیکھا جائے تو یہ کچھ کم قدر افزائی نہیں ہے۔ مگر جب میرے احباب مجھ سے یہ شکایت کرتے ہیں کہ وہ الفاظ ذرا مشکل ہیں مطلب سمجھ میں نہیں آتا تو پھر میرا جی ٹوٹ جاتا ہے۔ بلکہ بعض اوقات تو دل ہی دل میں یہ کہنے لگتا ہوں ؎

نہ گُلِ نغمہ ہوں نہ پردۂ ساز
میں ہوں اپنی شکست کی آواز

فقیر مائل عفی عنہ دہلوی

ذاتِ الکشن یعنی روح کی ذاتی صفات

مثال

سالہا دل طلبِ جامِ جم از ما می کرد — آنچہ خود داشت زبیگانہ تمنا می کرد
گوہرے کز صدفِ کون و مکان بیرون است — طلب از گم شدگانِ لبِ دریا می کرد

جامِ جم اس پیالے کو کہتے ہیں جسے جمشید بادشاہ کے وقت میں حکمائے دربار نے ہیئت، ہندسہ۔ اور نجوم وغیرہ علوم کے قاعدے سے ترتیب دیا تھا۔ اور جس میں ضرورت کے وقت خاص طور پر استعمال کرنے سے غائب کا حال نظر آتا تھا۔ چنانچہ یہاں بھی "جامِ جم" سے غائب بینی۔ روشن ضمیری۔ اور ہمہ دانی مراد ہے۔ بلبلِ شیراز یا لسان الغیب فرماتے ہیں۔

کہ برسوں میرے دل[1] نے مجھ[2] سے غیب دانی۔ روشن ضمیری اور صفائی قلب کی خواہش کی لیکن یہ اسکی غلطی اور نادانی تھی کہ جو خود آدمی کی ذاتی صفت ہو اُسے وہ اغیار اور بیگانوں سے طلب کرتا تھا۔

پھر ارشاد ہوتا ہے کہ وہ علم کا موتی جسکی ضو کون و مکان کی صدف سے

---

[1] دل روح کا صدر مقام یا جلوہ گاہ خاص ہے۔ اور خواہشات کا مخزن ہے۔ لہذا طلب کرنے کے بجائے روح لفظِ دل کا استعمال ہی مناسب تھا۔

[2] اور مجھ سے یہ کالبد خاکی یا ہیئت انسانی مراد ہے۔

نکل کر ہر طرف پھیل چکی ہے۔ اُس گوہر علم کو اپنی نادانی سے وہ ایسے لوگوں سے طلب کرتا تھا۔ جو گو دریا کے کنارے پر کھڑے ہیں۔ مگر راستہ بھولے ہوئے ہیں۔

میرے دوستو! جین کے مقابل رشیوں نے جو فی الحقیقت جوہر روح کے بے مثل مبصر اور محقق گذرے ہیں۔ روح کی دس ذاتی اور حقیقی صفتیں مانی ہیں اور وہ یہ ہیں۔

کشما (عفو) مارد و (انکسار) آرجو (بے ریائی) شوچ (صفا) ستیہ (صدق) سنیم (زہد و انضباط) تپ (ریاضت) تیاگ (ترک و بے نوائی) آکنچن (بے لوثی و استغنا) برہمچریہ (پارسائی و عمل الروح)

انکے متضاد دس جذبات نفسانی یعنے غصہ۔ غرور۔ ریا۔ آلودگی۔ کذب۔ نفس پروری۔ غفلت۔ بوالہوسی۔ طلب دنیا۔ اور شہوت پرستی ہیں۔ جن کے زائل و معدوم ہونے سے ہی متذکرہ بالا صفات روحانی ظہور میں آتی ہیں۔ بلکہ یوں سمجھنا چاہیئے کہ ہر ایک عرض عارضی یا جذبہ کے دور ہونے سے جوہر روح کی جو اصلی حالت ذات ظہور میں آتی ہے اُس کا علیحدہ علیحدہ ایک نام قائم کر کے بالترتیب روح کی یہ دس صفتیں مانی گئی ہیں۔ جن کو دنیوی اخلاق اور روح کی نجات دونوں باتوں کے خیال سے اتنا ضروری اور لازمی سمجھا ہے کہ ہم جیسے ناقابل لوگوں کے لئے بھی جنھیں نہ روح کی ذات

وصفات کا ہی علم و یقین ہے اور نہ کچھ طریق و عمل ہی جن کا درست ہے۔ جین آچاریوں نے اُنکے نام و دس پرب یا تیوھار قائم کر دیئے ہیں۔ جو اگھ۔ چیت اور بھادوں مہینے کی دس آخری تاریخوں میں مانے جاتے ہیں۔ یہ دن سال بھر میں تین مرتبہ آتے ہیں۔ اور بڑے باعظمت خیال کئے جاتے ہیں۔ لیکن افسوس آجکل صرف بھادوں ہی میں مانے جاتے ہیں اور وہ بھی ایک میلے کے طور پر۔

مدعا اس سے یہ ہے کہ دُنیادار لوگ جن کو اُنکے واقعات اور تعلقات ہمیشہ ایک صورت اور ایک حالت پر قائم نہیں رہنے دیتے وہ کم از کم سال بھر میں تین بار توضرور اپنے مقصد اور فرض کی یاد تازہ کر لیا کریں۔

اِن دس روز میں ہر ایک جینی نہیں بلکہ ہر ایک انسان کا یہ فرض ہے کہ وہ روزمرہ ایک ایک صفت مذکورالصدر کی تعریف شاستر میں سے پڑھے پڑھائے۔ سُنے سُنائے۔ اور حتیٰ المقدور شاستر کے حکم کے موافق اُس پر عمل بھی کرے۔ بلکہ اِن صفاتِ عشرہ کو اس طرح دل سے پیار کرے اور ان کا ایسا خیال رکھے کہ جیسا ایک سچا عاشق اپنے معشوق کا۔ سوتے بیٹھتے۔ چلتے۔ پھرتے۔ ہر وقت خیال رکھتا ہے اور اُسے اپنی جان سے زیادہ پیار کرتا ہے۔

بزرگ بھی اس قدر جانے کہ دس روز تک برابر صبح اُٹھکر اُنہی اوصافِ عشرہ کی جل۔ چندن۔ اکشت۔ پشپ۔ نیویدیہ۔ دیپ۔ دھوپ۔ اور پھل شیرینی۔ اِن آٹھ چیزوں سے پوجا کرے۔ استتی یعنے حمد و ثنا کرے۔ کیونکہ خیال۔ یقین اور عمل ہی ایک ایسی زبردست قوت ہے جس سے ناممکن باتیں۔ ممکن ہو جاتی ہیں۔ اور ایسا کرنے سے یہی منشا ہے کہ خیال اور عمل کی قوت ممکن ہے اسی جنم میں روح کو اتنا پاک کر دے کہ وہ اپنی ذاتی اور حقیقی صفات میں بالکل قائم اور ساکن ہو جائے۔ ورنہ ایک یا دو جنم

کے بعد تو ضروری ہو جائے گی۔

اِس تیوہار کا نام دس لکشنی پرب ہے۔ اور دس لکشن دہرم بھی کہا جاتا ہے۔ دہرم سنسکرت زبان میں شے کی خاصیت بالذات کو کہتے ہیں۔ کسی طریق یا مشرب کا نام دہرم نہیں ہے۔ مثلاً روشنی اور گرمی۔ آگ کا ذاتی خاصہ ہے۔ بس یہی اُس کا دہرم ہے۔ اِسی طرح پانی کی خاصیت ہے سردی اور سیال پن۔ چنانچہ اُس کا وہی دہرم ہے لیکن عارضی صفتوں کو کبھی دہرم کے نام سے موسوم نہیں کر سکتے۔ کیونکہ وہ تبدیل ہوتی رہتی ہے۔ اگر پانی کو تھوڑی دیر آگ پر رکھدیں اور وہ گرم ہو جائے تو گرمی اُس کا خاصہ یا دہرم ہرگز نہیں ہو سکتی۔

اِس کائنات میں اگرچہ لاکھوں کروڑوں بلکہ لاتعداد اشکالِ مختلفہ ہم دیکھتے ہیں مگر اُن سب کی اصل صرف چھ اشیا یا چھ جوہر ہیں۔ جو خود اپنی ذات سے قائم ہیں کسی فاعلی یا دوسری علت کے محتاج نہیں ہیں۔ واجب الوجود ہیں اور ہر حالت اور ہر صورت میں اپنی اپنی صفات سے متصف ہیں۔ بلکہ اُن سے ظہور میں آنے والی یہ لاتعداد شکلیں بھی اپنی اپنی ہستی میں کبھی ذاتی اور عارضی صفات سے جُدا نہیں ہوتیں۔ جیسا کہ میں نے ابھی آگ اور پانی ایک ہی مادے کی دو شکلوں کو مثال میں پیش کیا ہے۔

پس جب یہ ثابت ہو گیا کہ اس عالم اسباب میں ذرے سے لیکر آفتاب تک اور کاہ سے لے کر کوہ تک کوئی شے اور اُسکی کوئی شکل اوصاف سے خالی نہیں ہے تو مان لیا گیا کہ عارضی صفات سے قطع نظر کر کے جس شے کی جو ذاتی اور حقیقی صفت ہے وہی اُس کا دہرم ہے ٭

ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ فی زمانہ غیر ممالک کے محقق اور فلاسفروں نے منجملہ چھہ کے ایک مادّے اور اسکی بہت سی مختلف اشکال کے خواص یا دھرم اپنی سعی بلیغ اور کوشش جانکاہ سے معلوم کرلئے ہیں۔ لہذا اُن سے انواع واقسام کے تجربے کئے گئے ہیں۔ اور عجیب عجیب کام لئے جاتے ہیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا اور کسی جوہر یا اُسکی کسی شکل سے ذاتی صفات زائل ہوجایا کرتیں تو آج جو حیرت انگیز کرشمے نظر آتے ہیں ایک بھی ظہور میں نہ آتا ؀

ہندوستان اور اُس کے باشندے چونکہ پہلے اپنی ترقی کے زمانے میں بھی حریص۔ طامع۔ اور بندہ زر نہیں تھے۔ لہذا یہاں کے رشیوں۔ اور سادھوں اور خصوصًا جین فلاسفروں نے گو چھوں جوہر اور اُن کے جملہ حالات اور اشکال کو کماحقہٗ دریافت کیا۔ مگر پانچ کو تو صرف اسقدر کام لے کر چھوڑ دیا کہ جس سے ملک اور اہل ملک کی جسمانی اور روحانی زندگی کے متعلق تمام ضرورتیں پوری ہوجائیں۔ مگر ایک روح کی حقیقت۔ ماہیت اور ذاتی صفات معلوم کرنے میں اپنی پوری طاقت صرف کردی۔ اُنھوں نے اِس جوہر لطیف کو یہاں تک دریافت کیا۔ اور اسقدر دریافت کیا کہ انتہا کو پہنچا دیا۔ کیونکہ چھہ میں سے پانچ تو بالکل جیس وبے ہوش ہی ہیں۔ صرف روح صاحب علم وہوش ہے یہی اپنے نفع ونقصان کو محسوس کرتی ہے۔ اِسی کو اپنے دکھ سکھ کی خبر ہوتی ہے۔ اور یہی خود اپنے علم اور لاعلمی سے اپنے لئے بہتر اور بدتر ذرایع پیدا کرسکتی ہے۔ اِس لئے لازم آیا کہ یہ خود ہی اپنی ذاتی صفت علم سے اپنے وجود

کی ماہیت معلوم کرے۔ رنج و راحت کے اسباب پر قادر ہو۔ بدتری کے اسباب سے بچے۔ اور بہتری کے سامان مہیا کرے۔ پس ایسی صورت میں ہندوستانی محققوں کا فقط جوہر روح کی ہی حقیقت دریافت کرنے میں حد سے زیادہ کوشاں ہونا نہایت ضروری اور واجبات سے تھا۔ بلکہ اُنکی یہی کوشش اُنکے خیال کی صفائی۔ پاکیزگی اور اُنکے علم و عمل کی بزرگی ثابت کرتی ہے۔

چنانچہ جین فلوسفی کا پہلا مصنف جو فی الحقیقت ہمہ داں اور واقف کل تھا۔ بڑے زور اور وثوق کے ساتھ دعوے کرتا ہے کہ روح کی اصلی اور ذاتی صفتیں چار ہیں علم کل۔ نظر کل۔ سرور کل۔ اور طاقت کُل۔ یہ اوصاف روح میں سے کبھی اور کسی حالت میں بھی زائل یا معدوم نہیں ہوتے۔ ان کی فنا گویا اصل جوہر کا عدم ہو جانا ہے۔ اور روح ازلی و ابدی ہے۔ اُس کا عدم کبھی ہوا ہے ہوتا ہے۔ اور نہ ہوگا۔ اور یہی صفات۔ گویا روح کی علامات ہیں۔ یعنے یہ چاروں بہیئت مجموعی یا جُدا جدا سوائے روح کے کسی اور جوہر میں کبھی نہیں پائی جاتیں اور جہاں یہ چاروں یا ان میں سے کوئی ایک بھی ظاہر ہو۔ وہاں روح ضرور ہے۔ یا دوسرے لفظوں میں یوں سمجھ لیجئے کہ انہی صفاتِ اربع کے اجتماعِ حقیقی کا نام۔ روح ہے جو رنگ۔ بو۔ ذائقے۔ اور لمس والے پدگل۔ یا مادے سے بالکل جدا ہے۔ اور بجائے خود لاتعداد پرِ[1]دیش والا ایک اور ہی غیر متشکل[2] جوہر ہے۔

---

[1] پردیش خلا کے اُس حصہ خفی کو کہتے ہیں جس پر پرمانو یا مادے کا صرف ایک جزو لایتجزی آ سکے۔ اور روح ایک ایسی چیز ہے جو خفیف سے خفیف ہو کر بھی خلا کے لاتعداد پردیشوں کو گھیر لیتی ہے۔ اِس لئے اُس کو بھی لاتعداد پردیش والی کہا گیا ہے۔ [2] غیر متشکل اس لئے کہا گیا ہے کہ مادے کی طرح چونکہ اُس میں (بقیہ آئندہ)

روح کی صفات اربعہ ذاتی اور حقیقی ہونے کی وجہ سے گو کبھی فنا نہیں ہوتیں مگر بیرونی اسباب سے محجوب اور متغیر ضرور ہوتی ہیں۔ جس طرح شمع کی روشنی لالٹین کے شیشوں کی وجہ سے رنگ برنگ کی ہو جاتی ہے۔ اُس وقت اُس روشنی میں تمام چیزیں اَور کی اور نظر آنے لگتی ہیں۔ سفید کپڑا بالکل نیلا۔ سُرخ اور سبز معلوم ہوتا ہے۔

اسی طرح بیچ میں جب کوئی گہرا پردہ حائل ہوتا ہے تو قطعی اندھیرا ہو جاتا ہے۔ پھر دیکھنے والی نگاہوں کو کچھ بھی نظر نہیں آتا۔ نہ خود شمع دکھائی دیتی ہے نہ کوئی اور ہی چیز سوجھتی ہے۔ مگر شمع کا شعلہ اُس وقت بھی اپنی جگہ اور اپنی ہستی میں تمام رنگوں سے علیٰحدہ۔ تمام حجابوں سے پاک اُسی طرح روشن اور منور رہتا ہے۔ اُسکی ذات اور حالت میں کبھی ایک پرکس کے برابر بھی فرق نہیں آتا۔

پس رُوح کی بھی یہی کیفیت ہے کہ جب اُسکو خود اُسی کے اعمالِ حسنہ و قبیحہ کی کثافت اُسے گھیر لیتی ہے تو اُسکے گرد اُس آلایش کا ایک جسم سا بن جاتا ہے اور وہ چونکہ مختلف جذبات و عوارض کی کشش سے بنتا ہے۔ لہذا اُس میں مختلف اقسام اور مختلف خواص کے مادی ذرات جمع ہوتے ہیں۔ جن کی وجہ سے روح پر بے انتہا حالتیں طاری ہوتی ہیں۔ اور صفات علم و نظر پر اک حجاب سا آ جاتا ہے۔ حجاب علم جس قدر ہلکا یا بھاری ہوتا ہے اُسی قدر علم کی ضو بھی صاف۔ یا دھندلی ہو جاتی ہے۔ رغبت۔ نفرت۔ غصہ۔ غرور۔ فریب اور لالچ۔ حسد یا

(بقیہ صفحہ ۸) رنگ و بو و ذائقہ اور لمس نہیں ہے۔ اس لئے حواس خمسہ اُسے محسوس نہیں کر سکتے ورنہ بغیر ہیئت کے کوئی چیز ہو ہی نہیں سکتی۔ اور علم کل کی آنکھ سے وہ صاف و صریح نظر آسکتی ہے۔ بلکہ آتی ہے۔

جذبات کثیف و لطیف پیدا ہو جاتے ہیں۔ جن سے علم مجوب کی جسقدر صاف یا دھندلی روشنی قائم رہتی ہے اُس میں بھی یہ خرابی واقع ہوتی ہے کہ معلومات کی شکلیں انواع واقسام کے تغیر و تبادل کے ساتھ منعکس ہوتی ہیں اور روح اُنکو کچھ اَور کا اور سمجھ لیتی ہے۔ طرح طرح کے رنج اور جھوٹی راحتیں محسوس کرتی ہے۔ اور لحہ بہ لحہ عذاب و ثواب کی آلایش و آلودگی کو بڑھاتی ہے۔ انسانی۔ حیوانی۔ نوری۔ ناری۔ ہزار ہا جسم کے قالب تبدیل کرتی ہے۔ مرنے اور جنم لینے کی ایسی ایسی تکلیفیں اُٹھاتی ہے کہ جو ناگفتہ بہ ہیں۔ بلکہ جیتے جی بھی کبھی آرام نہیں ملتا۔ کیونکہ اصلی اور ذاتی سرور تو اس آلودگی اور آواگون کی پریشانی میں کسی طرح ممکن ہی نہیں ہے۔ مگر وہ جھوٹی راحتیں بھی مطلوب و منظور کی جدائی اور زشت و ناگوار کے ملاپ میں بار بار و شاید ہی میسر آتی ہیں۔

جو روحیں۔ جسم اعمالی سے آزاد اور کثافت عمل سے پاک ہو چکی ہیں۔ اُن کا تو ذکر ہی کیا؟ وہ تو سب سے الگ اپنی ہی خاصیت و حالتِ بالذات میں قائم۔ و ساکن ہیں۔ لیکن جو ابھی آلودہ و آغشتہ ہیں وہ سلسلۂ تناسخ کی گردش میں مبتلا ہیں عذاب و ثواب اور اعمالِ حسنہ و قبیحہ جو عارضی صفات کی بدولت ہمیشہ سرزد ہوتے رہتے ہیں۔ اُن سے آلایش اور آلودگی کا سلسلہ آمد و رفت برابر جاری رہتا ہے۔ جو روح کے ساتھ ازل سے لگا ہوا ہے۔ یعنی جس کی کوئی ابتدا ہی نہیں ہے۔ مگر انتہا ضرور ہے۔ جس طرح سونا کان سے مٹی میں ملا ہوا نکلتا ہے اور جب سے وہ سونا ہے مٹی اُسکے ساتھ ہے لیکن جب وہ نیاریئے کے ہاتھ میں آتا ہے تو آگ میں تپ کر۔ تیزاب اور مصالحوں میں غوطہ کھا کر مٹی سے بالکل

علیحدہ ہو جاتا ہے۔ پھر اُسکی تمام صفاتِ ذاتی پورے طور سے ظہور میں آجاتی ہیں۔ اور ہر شخص دیکھتے ہی پہچان لیتا ہے کہ یہ سونا ہے۔ اسی طرح روح گو ازل سے آلودہ و آغشتہ ہے تاہم جب **مرشدِ کامل** جیسے نیاریئے کے حلقۂ مُریدی میں آتی ہے۔ تلقین و ہدایت کے پانی اور مصالحوں سے دُھلتی ہے۔ ریاضت۔ نفس کشی۔ اور انضباط کی آگ میں تپتی ہے۔ صادق النظری۔ صادق العلمی۔ صادق العملی۔ اور تصور ذات کے تیزاب میں غوطہ کھاتی ہے تو ایسی صاف و پاک ہوتی ہے کہ بالکل زرِ خالص بنجاتی ہے۔ پھر کبھی آلودہ اور آغشتہ نہیں ہوتی۔ اور چاروں صفاتِ حقیقی اپنی لامحدود حالت میں اس طرح روشن و ہویدا ہو جاتی ہیں کہ روح اپنے ہی سُرور کل۔ اور ذاتی صفتوں میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے قائم و ساکن ہو جاتی ہے۔ بس اِسی کا نام مکتی یا نجات ہے۔

یہ عظیم الشان تبدیلی اس طرح ظہور میں آتی ہے کہ جب مرشدِ کامل کی ہدایت سے روح کو صفتِ علم کی بدولت خود اپنی ہستی اور حقیقت کا صحیح صحیح علم و یقین ہوتا ہے تو اُس میں خود بخود ذاتی صفات کی طرف رغبت اور رجوعیت پیدا ہوتی ہے اِسی رجوعیت۔ رغبت۔ علم اور یقین کا نام **صادق العلمی۔ صادق العملی** اور **صادق النظری** ہے۔ بلکہ ان ہی تینوں صفات کی مجموعی حالت کو جین فلاسفی کے مصنف **موکش مارگ** یا راہِ نجات کہتے ہیں۔ کیونکہ روح کو جب اپنی ذات اور ہستی کے متعلق۔ سچا یقین۔ سچا علم۔ اور سچا عمل حاصل ہو جاتا ہے تو وہ رغبت۔ نفرت۔ غصے۔ غرور۔ لالچ۔ فریب اور عداوت وغیرہ تمام عارضی صفات

وجذبات سے۔ اُن کے عمل سے۔ اور اُن سے پیدا ہونے والی آلایش یعنے جسم اعمالی سے بالکل اپنی توجہ ہٹالیتی ہے۔ حتیٰ کہ چشم ظاہر نظر آنے والے اس کالبدِ خاکی یعنے جسم نظری تک سے بھی خود کو بالکل علحدہ۔ بالکل پاک۔ اور مہہ تن علمِ محض خیال کرتی ہے۔ حتیٰ المقدور ان سب سے بچتی ہے۔ اور اپنی ہی حالت وذات میں ٹھیرنے کی کوشش کرتی ہے۔ جذبات اور اُنکے عمل سے بچنے کا نام ریاضت۔ نفس کشی۔ یا انضباط ہے۔ اور سب سے علحدگی کے خیال با اپنی ہی حالت وذات میں ٹھیرنے کا نام تصور ذات ہے۔ یہ عمل جس زور اور پختگی کے ساتھ جاری ہوتا ہے اُسی قدر صفائی بھی جلدی ظہور میں آتی ہے۔ کیونکہ جذبات سے بچنے اور تصورِ ذات میں ساکن ہونے سے دل۔ زبان۔ اور جسم سب رُکجاتے ہیں۔ اِنکے رُکنے سے نئے اعمال سرزد نہیں ہوتے۔ جس سے روح بالکل پاک وصاف ہوجاتی ہے۔

چنانچہ جین کے رشیوں اور تیرتھنکروں[۱] نے اپنی سعی بلیغ اور کوشش جانکاہ سے پہلے خود روح کی حقیقت اور ماہیت کو صحیح طور سے معلوم کیا۔ پھر پورے یقین کے ساتھ جذبات اور عوارض سے قطع نظر کرکے اپنے خاصۂ بالذات کی

[۱] لفظ تیرتھنکر سنسکرت کی گرامر کے قاعدے سے تیرتھ اور کر۔ دو لفظوں سے بنا ہے۔ تیرتھ کشتی کو کہتے ہیں جو خود پانی میں تیرتی ہے۔ اور دوسروں کو تیرا کر پار کردیتی ہے۔ اور تیرتھنکر کشتی بنانے والے کو کہتے ہیں۔ مگر مراد ہے ایسی کشتی بنانے والے سے جو سنسار ساگر یا ظہور آت کے سمندر میں روز ازل سے غوطے کھانے والی روح کو ساحل نجات تک پہنچائے۔ وہ کشتی لوہے اور لکڑی سے نہیں بنتی۔ بلکہ دہرم یا صفات روحی کے میٹر سے بنتی ہے۔ اور یہی کشتی روح کو اُسکی منزل مقصود تک پہنچا سکتی ہے۔

طرف رجوع ہوئے اور ترقی کرتے کرتے حجاب وعلم ونظر کو تو بالکل دور کر دیا مگر قطعی طور سے صفائی اور پاکیزگی مطلق حاصل کرنے سے پہلے وہ بہادر دوسری روحوں کے لیئے آفتابِ ہدایت بن کر چمکے۔ اور اپنے کروڑہا ہم جنسوں کو غلط بینی غلط فہمی و عملِ غلط کی تاریکی سے نکالکر صداقت کی راہِ راست پر لگا دیا۔ بلکہ آیندہ کے لیئے بھی تصنیفات کے ایسے صدہا ذخیرے چھوڑ گئے جو آج تک ہمارے کام آرہے ہیں۔

اُنھوں نے بتایا ہے کہ روح کی صفاتِ اربعہ میں سے صرف علم و نظر ہی کے حجاب و تغیر سے سارا کام خراب ہوتا ہے۔ کیونکہ اِن ہر دو صفات پر جب آلایش و آلودگی سے حجاب طاری ہو جاتا ہے۔ تو روح جو کچھ دیکھتی ہے یا جانتی ہے۔ بالکل دھندلا اور ایک حد تک دیکھتی جانتی ہے۔ پھر وہ بھی جذبہ محبت کی کثافت سے بالکل غلط اور کچھ اور کا اور ہی محسوس کرتی ہے۔ بس یہی غلطی تمام جذبات اور عوارض کا بڑا سبب ہے۔ اسی سے آیندہ کی صدہا خرابیاں۔ اور دائرہ تناسخ میں لاتعداد زمانے تک گردش کرنا مقدر ہوتا ہے۔ لہٰذا جین کے اچاریہ جن کو فی الحقیقت رحم اور نیکی کا سمندر کہنا چاہیئے وہ اپنی تلقین سے ایک آلودہ و آغشتہ روح کو اُسکی اور اُسکے جملہ تعلقات کی اصلیت بتا کر سمیک گیانی یا صادق العلم بنا دیتے ہیں۔ اِس کے بعد وہ خود اپنے وجود میں اپنے آپ کو دیکھنے کی کوشش کرتی ہے۔ یہ کوشش غور و خوض اور تصور پر منحصر ہے۔ جو دل ہی دل میں لفظ و معنی کے ہیر پھیر اور سوچ و بچار سے ہوئی رہتی ہے۔ اِس عمل سے رفتہ رفتہ فہم یا مکاشفہ حاصل ہو جاتا ہے۔ یعنی علم لفظ و معنی میں ہی آتما کا پرتی بھاس یا بہ الفاظ دیگر

روح کا دیدار میسر آتا ہے۔ جسکو سنسکرت زبان میں سنوا بھوتی کہتے ہیں۔ گو یہ دیدار بالکل صاف و صریح نہیں ہوتا۔ کیونکہ غیر متشکل جوہر کا صاف و صریح دیدار تو علم کل ہی میں ہوتا ہے۔ تاہم دیدار کہہ سکتے ہیں۔ اور دیکھی ہوئی چیز کا یقین چونکہ ایسا زبردست ہوتا ہے کہ کسی صورت اور کسی اُفتاد سے بدل نہیں سکتا۔ جس طرح آب تلوار اور آب گوہر ایسا قائم و ساکن ہوتا ہے کہ کوئی تیز سے تیز ہوا بھی اُسے متحرک نہیں کر سکتی۔ لہٰذا اسی صادق الیقینی کو سمیک درشن یا صادق النظری کہتے ہیں۔ اور ایک صادق النظر روح میں وہ رجوعیت جس کا ذکر میں پہلے کر چکا ہوں اک لازمی امر ہے۔ پس وہی سمیک چارتر یا صادق العلی ہے۔

پاک روح اِن تینوں اوصاف ذاتی سے متصف ہو کر خیال کرتی ہے۔ کہ میں جب دراصل بالکل پاک ہوں۔ خالص ہوں۔ اور جو کچھ ہوں وہی ہوں۔ یا لفظوں میں کہیے تو سراپا علم و ہوش ہوں۔ سرور۔ اور نظر کل ہوں۔ اپنی ہستی میں خود اپنی لامحدود طاقت سے بے انتہا مسرور ہوں۔ تمام معلومات کا عکس مجھ میں ہے۔ میرے علم کی ضو جملہ معلومات پر حاوی ہے۔ مگر نہ میں معلومات میں ہوں۔ نہ معلومات مجھ میں ہیں۔ سب سے الگ۔ سب سے جُدا۔ اپنی حالت اپنے روپ اور اپنی کیفیت ذات میں آپ محو ہوں۔ تو پھر یہ عارضی تعلقات اور این و آں کی چپقلش کیوں پیدا ہوئی؟ اور کہاں سے آئی؟ تو کسی قدر سکوت کے بعد خود ہی جواب دیتی ہے کہ اس کا بڑا سبب صرف میری ہی غلط بینی۔ غلط فہمی اور رغبت و نفرت ہے۔ جو میرے ہی اعمال حسنہ اور قبیحہ کی وجہ سے مجھ میں پیدا ہوئی اور یہ سلسلۂ عمل انادی یا ازلی ہے۔ مگر اب حسن اتفاق سے حجاب علم و

ونظر کسی قدر ہلکا ہوا ہے۔ اور موہ۔ مد یا نشۂ محبت بھی ایک حد تک اُتر گیا ہے جس سے
رغبت ونفرت پیدا ہوتی تھی۔ معلومات کی شکلیں کچھ اَور کی اور دکھائی دیتی تھیں
ا سوا اسکے مرشدِ کامل بھی ایسا مِل گیا ہے کہ جو سالک بھی ہے اور ہادی طریقت بھی
اب مجھے چاہیئے کہ میں جسقدر جلد ممکن ہو اس باقیماندہ آلایش کا بھی قصہ پاک کروں
اور اس گردشِ مسلسل سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے چھٹکارا حاصل کرلوں"۔ ......
...... پھر کسی قدر سکوت کے بعد)" اسکی تدبیر یہ ہے کہ پہلے جذبات کثیف
کی آلایش اپنے دامن سے چھڑاؤں۔ اور جذبات لطیف سے اپنی کوشش میں
مدد لوں۔ اس کے بعد جذبات لطیف کی آلودگی بھی دھو ڈالوں اور قائم بالذات
ہوجاؤں جس میں علم ویقین کے ساتھ عمل کی اشد ضرورت ہے۔ جو دو قسم کا ہے
ایک باطنی اور دوسرا ظاہری۔ باطنی عمل تو وہی رجوعیت مذکور الصدر ہے۔ اسے
تو اپنا مقصد اعلیٰ بناکر دل میں رکھوں۔ اور عملِ ظاہری یہی ہے کہ جذبات کثیف
سے بچوں اور لطیف سے مدد لوں۔ لہٰذا اس پہ کاربند ہوتا ہوں اور سب سے پہلے
کرودھ یا غصے جیسے دشمن قوی کو اپنی اُتم کشما۔ یا اعلیٰ عفو کی مدد سے مقابلہ کرتا ہوں
کیونکہ یہ میری ہی ذاتی صفت ہے۔ اِس لیئے یہ کبھی میرا ساتھ نہیں چھوڑے گی
اور مجھے اسی کی بدولت کامل اطمینان حاصل ہوگا۔

اُوتم کشما یا اعلیٰ عفو

میرے دوستو! یہ سمجھ لو کہ جوہر روح ایک نہایت صاف آئینہ ہے جسکی

ذرات یا سطح ہر قسم کے زنگ و کدورت سے پاک اور شفاف ہے۔ جو چیز جس ہیئت اور صورت سے اُس میں عکس فگن ہوتی ہے۔ بس وہی صورت وہی رنگت اور وہی ہیئت اُسکے ایک ایک پردیش[1] سے جھلکنے لگتی ہے۔ اصلیت کچھ ایسی چھپ جاتی ہے کہ پہچان تک نہیں ہو سکتی۔ اور جب تک وہ ہیئت یا سبب دُور نہیں ہوتا۔ اُسکی حالت ذرا بھی نہیں بدل سکتی۔ چنانچہ اس وقت فرض کریجیے کہ آئینۂ روح پر چار تر موہنی کی پرکرتیوں میں سے کرودھ پرکرتی یا آلایش اعمال میں سے وہ مادی ذرات جن میں بالخاصیت غصہ پیدا کرنے کی صفت موجود ہے اپنا عکس ڈال رہے ہیں۔ جسکی وجہ سے روح کی بالکل وہی کیفیت ہے جو آئینہ کی شعلۂ آتش کے عکس سے ہوتی ہے۔ یعنی وہ بھی دیکھنے والی نگاہوں کو سر سے پاؤں تک جلتا ہوا آگ کا شعلہ ہی دکھائی دیتا ہے اور یہ بھی آتشِ غضب سے ہمہ تن بھڑک اُٹھتی ہے۔ پھر صفتِ علم میں بھی ایک اور نقص واقع ہوا ہے کہ وہ مخواہ مخواہ بہت سی چیزوں کو جو اُس سے بالکل علٰحدہ اور بے واسطہ ہیں۔ اپنی بہتری اور بدتری کا ذریعہ سمجھنے لگی ہے۔ کسی کو حق و ناحق اپنا دوست سمجھ لیتی ہے۔ کسی کو دشمن خیال کرتی ہے۔ اور خود ہی اپنے جھوٹے خیال سے غصے کی آگ میں جلی جاتی ہے۔

روح کی اس حالت کا اثر اُس کے کالبد خاکی یا جسمِ نظری پر اس قدر زبردست پڑا ہے کہ آنکھیں بالکل سُرخ ہو گئی ہیں۔ بدن تمام جلنے لگا ہے۔ بار بار خود ہی اپنے ہونٹ چبائے جاتے ہیں۔ ہاتھ کانپتے ہیں۔ کبھی دونوں ہاتھوں سے مٹھیاں باندھی جاتی ہیں۔ اور کبھی ایک ہاتھ تلوار کی طرف بڑھتا ہے۔ جسم اعمالی سے

[1] یہی خفیف سے خفیف حصہ

اجزا میں بھی ایک قسم کی کشش پیدا ہو گئی ہے اور وہ ہر ہر لمحے میں دیگر لا تعداد مادی ذرات کو کھینچ کر اپنی قوت بڑھا رہا ہے۔ نئے ذرات پرانی آلائش میں شامل ہو کر بالکل وہی اور ویسی ہی خاصیت اختیار کر رہے ہیں جیسی کہ اس وقت روح کی حالت ہے۔

لیکن اس روح کو چونکہ مرشد کامل کی ہدایت سے اپنی اصلی ذات حالت کا علم و یقین ہو چکا ہے۔ اور اس نے اس گردش مسلسل سے نجات حاصل کرنے کے لئے ظاہری و باطنی عمل بھی شروع کر دیا ہے۔ لہٰذا ادھر تو غصے نے اسکے آئینے پر اپنا عکس ڈالا۔ اور ادھر اس کی صادق العلمی نے اُسے اس طرح دفع کرنا شروع کر دیا میں غصہ نہیں ہوں غصہ بالخاصیت مجھ میں نہیں ہے" میں غصہ کیوں کروں" میں سراپا علم و ہوش ہوں یہی میری ہستی ہے یہی میرا روپ ہے۔ اسی میں بس ہوں وہی مجھ میں ہیں۔ میں ہمیشہ سے ہوں ہمیشہ رہونگی، میں نہ کسی سے پیدا ہوئی۔ نہ کوئی مجھ سے پیدا ہوتا ہے، نہ کوئی مجھے مارتا ہے۔ نہ جلاتا ہے۔ نہ میں کسیکو مارتی جلاتی ہوں"

"میں کٹتی نہیں — میں چھدتی نہیں۔ میں جلتی نہیں۔ میں سوکھتی نہیں جیسی تھی ویسی ہوں۔ اور ویسی ہی رہونگی۔ یہی خاکی پتلا کٹتا ہے۔ یہی چھدتا ہے یہی جلتا ہے۔ یہی سوکھتا ہے۔ اسی میں تمام بیماریاں ہوتی ہیں۔ یہی سڑتا گلتا ہے۔ اسی کو لوگ گاتے ہیں۔ اسی کو پکارتے ہیں۔ میرا اس سے کوئی تعلق نہیں، یہ اک عارضی گھر ہے۔ جس میں بہت تھوڑی مدت کے لئے مسافرانہ فروکش ہوئی ہوں۔ یہ نہیں اور سہی۔ اور نہیں اور سہی۔" جب تک اس گردش کے تسلسل میں پھنسی ہوں اچھا یا برا گھر رہنے کو ضرور ملے گا پھر میں خواہ مخواہ غصہ کیوں

کروں جس سے میری گردش میں اور اضافہ ہو۔ علاوہ ازیں غصہ کروں تو کس پر کروں۔؟ میرا کچھ نقصان بھی کیا ہے تو خود میرے ہی اعمال نے کیا ہے۔ جو صرف میری ہی کم علمی اور کوتہ نظری سے نشہ محبت کی ترنگ میں سرزد ہوئے ہیں۔ اب اگر غصہ بھی کروں تو خود اپنے اوپر کروں۔ جس کا کوئی نتیجہ نہیں ہے۔

یہ دنیا کے لوگ جو بچشم ظاہر مجھے بُرائی بھلائی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں اِن میں سے کوئی میرا دوست یا دشمن نہیں ہے۔ محض اِک اسباب متعلقہ ہیں اور میری طرح یہ بیچارے بھی جسم عمل کی قید اور گردشِ مسلسل کے چکر میں پھنسے ہوئے ہیں۔ "بقول شخصے مرنے کو ماریں شاہ مدار"۔ اِن غریبوں پر غصّہ کرنا ہی کون مردانگی ہے" میں پھر بھی صادق العلم۔ صادق النظر۔ صادق العمل ہوں۔ اور یہ بھی غلط فہمی غلط بینی۔ اور غلط کاری کے ہاتھوں خراب اور سرگرداں ہیں۔ لہٰذا اِن پر تو اُلٹا مجھے رحم کرنا چاہیئے۔ نہ کہ غصّہ کروں۔

اِن خیالات کے آتے ہی غصے کا عکس بالکل نیست و نابود ہو گیا۔ اور صادق النظری کے ساتھ اُتم کشما یا اعلیٰ عفو اپنی پوری شان سے روح کے آئینے میں نمودار ہوا جس سے روح نے بے انتہا شانتی یا اطمینان محسوس کیا۔ دل کو فرحت نصیب ہوئی۔ پیشانی پر فتحمندی کی ایک چمک سی آگئی۔ اور غصہ کرنے سے جو آیندہ کے لئے جذبات کثیف کی آلایش بڑھتی تھی وہ رُک گئی بلکہ جو پرانی اور مجتمع آلایش تھی ایمین جو ذرات اپنا عکس ڈالنے کے لئے سامنے آئے تھے وہ بھی یونہی ضائع ہوئے۔ (یہ سب سے زیادہ فائدہ ہوا)

———— (✢) ————

اونتم مائرڈ ویا اعلیٰ درجے کا انکسار

ابھی اِک سچے علم ویقین والی روح میں سے غصّہ رفع ہوا ہی تھا کہ مان یا
غرور نے اسکے آئینے پر اپنا عکس ڈالنا شروع کیا۔ اطمینان میں پھر اضطراب
پیدا ہوا۔ اپنی پاکبازی اپنے علم۔ اپنی عزت۔ اپنے خاندان۔ اپنی ذات۔ اپنی
طاقت، اپنی دولت، وثروت، اپنی ریاضت، اور اپنے حسن کے سامنے دوسرے
آدمی بھنگے نظر آنے لگے۔ جسم پر یہ اثر پڑا کہ سر و بے ثمر کی طرح بالکل تن گیا۔ زبان
اور لفظوں میں سے حلاوت جاتی رہی۔ بزرگوں کا ادب اور خردوں کی محبت یک قلم
رخصت ہوئی۔ کسیکو تعظیم دینا یا سلام کے لئے جھکنا ننگ و عار ہو گیا۔ اور علم کی
دولت جو روحانی طاقت بڑھانے یا دوسروں کو نیک ہدایت کرنے میں خرچ کرنی
چاہیئے تھی وہ فضول بحث و مباحثوں میں صرف ہونے لگی۔ ادھر جسم اعمالی کی
کشش نے بھی اپنا کام شروع کر دیا۔ غصے سے اگر غصّہ پیدا کرنے والے ذرات
جمع ہوتے تھے تو غرور سے غرور پیدا کرنے والے ذرّے کھنچنے لگے۔ اور آئندہ کے
لئے جسم عمل کی قوت بڑھنی شروع ہو گئی۔
مگر سچے علم اور حقیقی آگہی نے بھی فوراً اپنا کام شروع کر دیا۔ اور روح خیال
کرنے لگی۔ کہ
"میں غرور نہیں ہوں۔ غرور بالخاصیت مجھ میں نہیں ہے۔ میں آخر کس بات
کا غرور کروں۔ میں اپنی ذات سے جیسی ہوں۔ اور جو کچھ ہوں سب روحیں ویسی ہی

ہیں۔ اور وہی ہیں، ذات ایک۔ صفات ایک۔ البتہ حالات مختلف ہیں۔ جو فی الحقیقت تو مختلف نہیں ہیں۔ مگر ایک غیر جنس کی اور میری یکجائی سے مختلف معلوم ہوتے ہیں پھر میں کس بات پر ناز کروں۔ مانا کہ میری پاکبازی مجھ ہی میں ہے۔ اور میں بے انتہا پاک ہوں، مگر دوسری روحیں بھی سب اپنی اپنی ہستی میں اِسی طرح پاک ہیں اور خالص ہیں۔ اسی عارضی آغشتگی کی وجہ سے کمی اور بیشی معلوم ہوتی ہے۔ تاہم شرکتِ عنصری سب میں موجود ہے۔ تو پھر یہ شرم کا مقام ہے نہ کہ غرور کا۔ جس طرح کسی ساہوکار کی تمام دولت بہت سے قزاق مل کر لوٹ لیں۔ اور پھر ایک لنگوٹ بندھوا کر اُسے چھوڑ دیں پس بالکل وہی حالت اِس تغیرات کی دنیا میں ہم سب روحوں کی ہے۔ فرق صرف اتنا ہی کہ کسیکو محض لنگوٹ بندھوا کر چھوڑا ہے تو کسیکو ایک کرتہ یا دوپٹہ بھی وید یا ہے۔ اب کرتے والا اگر لنگوٹ باز سے اپنے آپ کو بہتر و افضل جانکر غرور کرے۔ اور اپنی شان پر نازاں ہو تو اس ناز کو سوائے حماقت کے اور کیا سمجھنا چاہیئے۔

"میری صفت علم کی بھی یہی کیفیت ہے کہ جسکی رُو تو تمام معلومات خفی و جلی پر حاوی ہونی چاہیئے تھی۔ اب محجوب و مستور ہو کر صرف چند قسم کی الفیبٹ (الف بے تے) اور ہزار دو ہزار الفاظ یا اُنکے معنے تک محدود ہے۔ وہ بھی براہ راست نہیں۔ دل اور حواسِ خمسہ کے وسیلے سے ظہور میں آتی ہے۔ پھر لطف یہ کہ اس میں بھی ایک سے ایک زیادہ ہے کسی پر اسکی انتہا نہیں ہو گئی ہے۔ تو غرور کس برتے پر؟ عزت! جسکو میں عزت سمجھتا ہوں وہ میری عزت نہیں۔ بلکہ فضیحت ہے۔

اور غرض کے بندے اپنی اپنی خواہشات پوری کرنے کے لئے خواہ مخواہ

جھوٹی تعریفیں اور بے جا خوشامدیں کرکے میرا دماغ چلانا چاہتے ہیں۔ اب اگر میں بھی انکے بہکاوے سے بہک جاؤں تو یہ میری ہی سمجھ کا قصور ہوگا۔

"خاندانی اعزاز"؟ یہ بھی ایک دنیوی رسم و رواج ہے میرا سوائے علم و نظر اور طاقت اور سرور کل کے اور کوئی خاندان نہیں ہے۔ میں ان کا ہوں اور یہ میرے ہیں۔ لیکن ان کا تو کوئی ذکر بھی نہیں کرتا۔ اور دنیا میں میں نے بارہا ادنیٰ سے ادنیٰ اور اعلیٰ سے اعلیٰ خاندانوں میں جنم لیا ہے۔ بلکہ جب تک اس گردش میں ہوں نہیں معلوم کیسے کیسے نیچ اور اونچ گھرانوں میں میرا آئندہ جنم ہوگا۔ پھر غرور کاہے کا کروں میری ذات بھی میری صفات سے جدا نہیں۔ اور یہ دنیا کی تو می تقسیم بالکل ویسی ہی ہے جیسا کہ میرا خاندانی اعزاز ثابت ہوا۔ لہٰذا غرور کس بات کا؟

طاقت شجاعت۔ اور حوصلہ؟ انکی بھی عجب کیفیت ہے۔ کیونکہ جو طاقت میری اصلی اور ذاتی صفت ہے وہ تو لاانتہا اور لامحدود ہے اس کا پرورتن یعنی عمل بھی مجھ میں اور میری ہی صفات میں ہوتا ہے۔ مگر جو طاقت یا شجاعت میں اس وقت محسوس کر رہی ہوں وہ جسم نظری کی قوت اور آلایش عمل کی آمیزش سے بگڑی ہوئی اُسی قوت کی اک عارضی حالت ہے جو ہمیشہ ایک صورت پر کبھی قائم نہیں رہ سکتی۔ بچپن میں میری کچھ اور حالت تھی۔ جوانی میں کچھ اور ہے۔ بڑھاپے میں کچھ اور ہوگی۔ اُس پر بھی یہ کیفیت ہے کہ چار دن بخار آیا اور اُٹھنے بیٹھنے تک سے عاجز ہوگئی۔ پھر ایسی ذلیل چیز پر ناز کرنا اگر نادانی نہیں تو اور کیا ہے؟

رہی دولت و ثروت؟ یہ تو بچشم ظاہر ہی بالکل مجھ سے جدا ہے۔ اور آج ہے کل نہیں ہے۔ اِس پر کیا غرور کروں۔ یہ میری ذات نہیں۔ صفات نہیں۔ شبہہ کرم

سکے ادو سے یا اعمال نیک کے طالع ہونے سے مجھے مل گئی ہے۔ جس وقت اعمالِ بد طالع ہونگے۔ یہ اس طرح جاتی رہیگی جس طرح بجلی چمک کر چھپ جاتی ہے اسلیئے مجھے چاہیئے کہ جب تک یہ میرے پاس ہے اسے نیک کاموں میں لگاؤں۔ اپنے اور دوسروں کے آرام پہنچانے میں صرف کروں۔ غریب مفلس۔ مظلوم اور دردرسیدہ لوگوں کو اس سے مدد دوں۔ نہ کہ اس پر مغرور ہو کر اُلٹا غریبوں اور بیکسوں کی دل آزاری کروں؟"

"ہاں! ریاضت؟ بیشک میرے بڑے کام کی چیز ہے۔ اِس سے البتہ میری رُوح آلایش عمل سے پاک ہوتی ہے۔ اِس پر اگر میں غرور بھی کروں تو بجا ہے لیکن غرور کے دماغ میں آتے ہی ریاضت ریاضت نہیں رہتی۔ بلکہ ریاکاری ہو جاتی ہے۔ جو روح کو پاک کرنے کی بجائے دوگنا۔ چوگنا آلودہ و آغشتہ کرتی ہے گویا کشت ریاضت کے لئے غرور ژالہ کا حکم رکھتا ہے۔ یا یوں سمجھنا چاہیئے کہ زندگی کے ساتھ موت جو کچھ کر سکتی ہے وہ ریاضت کے ساتھ غرور کرتا ہے۔ پس ایسے جوہر نایاب کو تکبر کی آگ میں جلا کر خاک کر دینا کون عقلمندی ہے۔

اب ایک حسن باقی رہا، اِس پر مجھے اکثر غرور آجاتا ہے۔ اور جب میں دیکھتی ہوں کہ میری پیاری صورت موہنی مورت بڑے بڑے بہادروں اور شجاعوں کے دلوں پر فتح پا سکتی ہے۔ جن کے فولادی دست و بازو میدان جنگ میں پہاڑ کے جگر کو چھلنی کر دیتے ہیں۔ جو توپ کے گولے اور تیر و تلوار کے سامنے بے دغدغہ سینہ سپر ہو جاتے ہیں۔ زندہ شیروں کو گوش گرفتہ جنگل سے پکڑ لاتے ہیں اور بڑے بڑے شعلہ نفس اژدروں کو پاؤں سے کچل ڈالتے ہیں۔ اُن کو میری نظر

کا ایک ہی تیر آنِ واحد میں مرغِ بسمل کی طرح تڑپا دیتا ہے۔ اور پھر اپنے مجروح پر جب تک میں خود ہی رحم نہ کروں یا اُسکے گھائل دل پر تسلی اور تشفی کے مرہم کا پھاہا نہ رکھوں وہ زخم تمام عمر مندمل نہیں ہوتا ہے۔ میری ایک ہی نگاہ لطف و رحم سے سینکڑوں دل گویا آبِ حیات میں ڈوب جاتے ہیں۔ اور ذرا سی خفگی سے مارِ دم بریدہ کی طرح پیچ و تاب کھانے لگتے ہیں۔ میں نے بڑے بڑے عابدوں۔ زاہدوں۔ رشیوں اور منیوں کا زہد و تقویٰ صرف ایک ہی نگاہِ غلط انداز کے عوض اکثر خرید لیا ہے۔ اور انھیں تمام عمر وادیٔ محبت کی ٹھوکریں کھلوائی ہیں۔ پھر ایسی زبردست اور باا‌ثر چیز پر اگر میں ناز بھی کروں تو میرا حق بجانب ہے .... لیکن نہیں! یہ حسن بھی میرا حسن نہیں ہے۔ میرا حسن تو وہی میری ذاتی صفتیں ہیں۔ جو نہ کسی کا دل کھینچتی ہیں۔ نہ کسی پر لطف و ستم کرتی ہیں۔ اور نہ کبھی زائل ہوتی ہیں۔ نمائشی حسن اسی خاک کے پتلے کا ہے۔ جس کا اندرونی حصہ تو سر سے پاؤں تک پیخانے۔ پیشاب اور بلغم وغیرہ گندی چیزوں سے بھرا ہوا ہے جسکے اندر کروڑہا امراض اور لاتعداد کیڑے رہتے ہیں جس کے ایک ایک روئیں اور اک اک جزو میں بے انتہا غلاظت بھری ہے۔ اور جو ایڑی سے چوٹی تک بالکل قابل نفرت ہے۔

ہاں! صرف خون کی زیادتی اور اسکی گردش سے وہ چمڑے کی چادر البتہ ذرا چمکدار معلوم ہوتی ہے۔ جس سے یہ ہڈیوں کا ڈھانچہ منڈھا ہوا ہے۔ لیکن ذرا بھی کہیں سے اُس میں ایک سوراخ ہو جائے تو ابھی اِس حسن کی ساری حقیقت کھلجاتی ہے کہ اُس میں کونسی چیز ایسی ہے جسے کوئی عقلمند رغبت کی نگاہ سے دیکھے اور اُسے پیار کرنا چاہے۔ لیکن خیر جو کچھ بھی ہے اُس میں بھی میری ملکیت کیا ہے؟ کچھ بھی نہیں۔ میں

اس مکان میں محض ایک مکین کی حیثیت سے آباد ہوں۔ اور اپنی ہی ذات وصفات کی مالک ہوں پھر پرائی چیز پر میں غرور کیوں کروں۔ اور وہ پرائی چیز بھی جو کچھ ہے۔ اسکی حقیقت ظاہر ہے۔ اس حقیقت پر بھی اتنی ناپائیدار ہے کہ اس سے زیادہ ناپائدار دنیا میں اور کوئی چیز نہیں ہو سکتی۔ پھر جس وقت اس کا رنگ و روغن پھیکا پڑ جاتا ہے تو کوئی سیدھے منہ بات تک نہیں کرتا۔ وہی مطلوب و منظور جسکو دیکھے بغیر چاہنے والے کو اک لمحہ چین نہیں پڑتا۔ اتنا زشت و ذلیل ہو جاتا ہے کہ معمولی نگاہوں میں ذرا بھی نہیں جچتا۔ لہذا اس کا غرور کرنا سب سے زیادہ حماقت ہے۔

غرض اس طرح علم صادق اور یقین واثق کے نور نے غرور کی ظلمت کو چشم زدن میں سہو و محو کر دیا۔ اور صادق النظری کے پہلو بہ پہلو اتم مار دو دہرم یا اعلیٰ درجہ کا انکسار آئینہ روح میں اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ جلوہ نما ہونے لگا جس کی ایک ایک ادا سے اطمینان اور فرحت کی ٹپکتی ہے۔ عضو عضو سے روحانی سرور عیاں ہے اور جسکی حقیقی پاکبازی کا رعب و جلال اپنی پوری قوت سے آلایش کبر و ناز کی بلیات کو روح پر اپنا عکس ڈالنے سے روکتا ہے۔

اتم آر یو دہرم یا بے ریائی

اب اسی روح کی شفاف سطح پر انتہا کی مسکینی کے ساتھ رفتہ رفتہ ریا نے اپنا بد نما عکس ڈالنا شروع کیا جو اپنی صفا و ضیائے ذاتی میں سے غصے اور غرور ان دونوں جذبات کثیف کے نقش بالکل مٹا چکی تھی جس نمایش کو خفیف سے خفیف

سے خیال نے اطمینان میں پھر اک بے چینی پیدا کردی۔ اور اپنی تعریفوں سے دل ہی دل میں کچھ خوشی سی محسوس ہونے لگی۔ دکھاوے کی پرہیزگاری بڑھنی شروع ہوئی اور بڑے زور سے ریاضتِ شاقہ و نفس کشی کا عمل جاری ہوا۔ مگر کچھ اس پہلو سے کہ دیکھنے والی نگاہیں بھی ذرا اُس کا امتیاز کرلیں۔ یا ہماری یہ طرز و روش ہماری دیگر کمزوریوں کی پردہ پوش رہے۔ لہٰذا چہرے پہ ضرورت سے زیادہ مسکینی چھاگئی۔ جسم تعظیماً جھکتے جھکتے کمان کی طرح خمیدہ ہوگیا۔ اور لفظوں میں کچھ ایسی غیر ضروری حلاوت و شیرینی آگئی کہ بے انتہا دلکشی پیدا ہوگئی۔ اُدھر جسم اعمالی نے بھی فوراً اپنا کام شروع کردیا۔ اور لمحہ بہ لمحہ آلائشِ عمل بڑھنے لگی۔ چونکہ یہ جذبہ پہلے دونوں جذبات سے بہت زیادہ ذلیل اور رکیک ہے۔ اِس لئے اِس کی کشش سے بھی انتہا کے کثیف ذرات کھنچنے شروع ہوئے۔ اور صفاتِ روحی پہ پھر اک گہرا حجاب طاری ہونے لگا۔ مگر عین الیقینی اور حق آگہی کی تجلی بھی پے در پے چمکنے لگی۔ اندھیرے میں اِک اُجالا سا ہوا اور وہی روح دل کے وسیلے سے اِس طرح سوچنے لگی۔

"میں ریا نہیں ہوں۔ ریاکار نہیں ہوں۔ اور ریا بالخاصیت بھی مجھ میں نہیں ہے پھر میں کیا دکھلاتی ہوں اور کیا چھپاتی ہوں؟ کسے دکھلاتی ہوں اور کس سے چھپاتی ہوں؟" یہ چند سوالات نہایت ضروری ہیں۔ جو ہر وقت مجھے پیش نظر رکھنے چاہئیں میں جو کچھ دکھلاتی ہوں وہ خود میری ہی تباہ شدہ صفتیں ہیں۔ جو اب خوش قسمتی سے کسیقدر روشن ہوئی ہیں۔ مگر وہ بھی پوری طرح نہیں۔ اور جس قدر کثافت دور ہوئی ہے۔ وہ اِس طرح دور نہیں ہوئی ہے کہ پھر کچھ میل آہی نہ سکے۔ لہٰذا ممکن ہے کہ اس روشنی پر دوبارہ اندھیرا آجائے۔ اور مجھے بجائے عزت کے اُلٹی ذلت نصیب ہو۔ اِس لئے جو کچھ

میں دکھلاتی ہوں وہ ہرگز دکھلانے کے قابل نہیں ہے" اور جو کچھ میں چھپاتی ہوں
وہ اگر میرے عیب ہیں تو اُنکو چھپانا میرے مقصد کے خلاف ہے۔ کیونکہ عیوب سے تو میں
پاک ہونا چاہتی ہوں۔ پھر اُنکی حفاظت کرنا یا چھپانا کیا معنی؟ اور اگر خوبیاں ہیں
تو کیوں چھپاؤں اور کیوں دکھاؤں؟ کیونکہ خوبیوں کا چھپانا یا دکھانا دونوں فعل
اک قسم کی نمائش میں داخل ہیں۔ اور نمائش محض شہرت کی خواہش یا دوسروں کو
دھوکا دینے کی غرض سے ہوتی ہے۔ اسی غرض کا نام ریا ہے۔ اور یہی ناپاک
خواہش مجھے آلودہ و آغشتہ کرتی ہے۔ لہذا جبکہ میں پاک ہونا چاہتی ہوں تو مجھے
اِس سے بہت زیادہ احتیاط برتنی چاہیئے ورنہ میرا مدعا کبھی پورا نہیں ہوسکتا۔
" میں جنہیں دکھاتی ہوں یا جن سے چھپاتی ہوں۔ وہ اگر مجھ سے اِن صفات
میں بہتر و افضل ہیں تو اُنکی نظر میں میری خوبیاں کچھ تعریف کے قابل نہیں ہیں اور
جو مساوی ہے تو اُن پر مجھے کچھ شرف حاصل نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ وہ بہرکیف برابر
ہیں۔ اور جو روحیں مجھ سے ان صفات میں ادنی ہیں وہ میری خوبیوں کو سمجھ نہیں
سکتیں۔ اُنکے نزدیک میں بالکل اک تماشہ ہوں۔ اور عجیب تماشہ ہوں۔ لہذا اُن کی
تعریف بھی محض سنی سنائی اور دیکھا دیکھی کی ہے۔ جسکے کچھ معنے نہیں ہیں اور عقلمند
کے ذہن میں ہجو سے بدتر ہے۔
بس! اسی تحسین ناشناس کے لئے اگر میں اپنے جوہر روح کو غلاظت میں
ملاتی ہوں تو اِس سے بڑھکر اور بیوقوفی کیا ہوسکتی ہے۔
یہ خیالات گویا ایک قسم کی جلا تھی کہ چشم زدن میں روح کا ایک ایک پردیش رہا
اور مکر زنگ و کدورت سے پاک ہوکر چمکنے لگا۔ اصلیت کی نورانی سطح پر اتم آریہ

دہرم یا اعلیٰ درجے کی بے ریائی نمودار ہوئی۔ آلائش عمل کی ترقی رکی اور روح اپنے ذاتی امن و اطمینان کے سرور میں ہمہ تن محو ہو گئی۔

اُتم ستیہ دہرم یا اعلیٰ درجے کی صداقت

جب روح۔ غصے۔ غرور اور ریا تینوں جذبات کثیف کو مٹا چکی تو جھوٹ اور کذب کی جڑ خود بخود کٹ گئی۔ کیونکہ **کذب** ۔ ریا کا ہرکارہ تھا۔ جب ریا کا خاتمہ ہوا تو کذب کی تمام خدمات بھی بیکار ہو گئیں۔ اور روحانیت کے نور میں صفائے باطن کے ساتھ اُتم ستیہ دہرم یا اعلیٰ درجے کی صداقت بھی رُونما ہوئی۔ اب زبان سے جو لفظ ادا ہوتے ہیں۔ بلا تصنع نہایت شیریں۔ انتہا کے سودمند اور بالکل سچائی پر مبنی ہوتے ہیں۔ کیونکہ صداقت کی یہی تین علامتیں ہیں۔ اگر الفاظ میں فقط شیرینی ہے فائدہ اور حقیقت کچھ بھی نہیں ہے تو وہ نہ سچے ہیں نہ کارآمد اور نہ اُن میں روحانیت کا کوئی جزو شامل ہے۔ ہاں اگر وہ مفید بھی ہیں تو کارآمد ضرور ہیں لیکن سچائی سے چونکہ خالی ہیں اور کبھی لطیف یا کثیف جذبے سے مجبور ہو کر اپنی غرض پوری کرنے کے لئے بولے گئے ہیں اسلئے روحانیت بھی ان میں نہیں ہے۔ اور جو تینوں خوبیاں موجود ہیں تو بے شک عین روحانیت کے ساتھ ادا ہوئے ہیں۔ کیونکہ جہاں کوئی غرض نہیں وہاں فضول تلخی سے کیوں کام لیا جائے۔ اور شیرینی میں تصنع کی ضرورت نہیں ہے جو لفظ مفید ہیں سچے ہیں وہ شیریں ضرور ہی ہونگے۔ لہذا روحانی صفات کے شمار میں جس صداقت کو پیش کیا گیا ہے۔ اس میں بھی تین خوبیاں مجموعی طور پر ہونی چاہئیں۔

ورنہ صداقت نہیں اک قسم کا کذب ہے۔ اور یہی وہ صداقت ہے جو عفو۔ انکساری اور بے ریائی کے بعد خود بخود ظہور میں آتی ہے جس سے روح کو اپنی چوتھی حقیقی او ذاتی صفت کے متعلق اعلیٰ درجے کا امن۔ اطمینان اور سرور میسر آتا ہے۔ علاوہ ازیں کذب کا چونکہ نام ونشان بھی نہیں رہتا۔ اسلئے اُسکی وجہ سے جو کثافت عمل جمع ہوتی تھی وہ بالکل رک جاتی ہے۔

اُتم شوچ یا اعلےٰ درجے کی طہارت

اب یہ مقدس روح غصے۔ غرور۔ ریا اور کذب چاروں کثیف او اسفل جذبات سے پاک ہو کر اپنی روحانیت یا ذاتی امن واطمینان میں ذرا قائم ہوئی تھی۔ کہ دفعتہً کراہیت نے پھر اسے مضطرب کر دیا۔ کیونکہ ابھی بہت کچھ جسمانی اور روحانی آلودگی باقی ہے اور اس نے پہلے ہی سے اپنے ذہن میں اکثر مادی شکلوں کو پاک وناپاک سمجھ رکھا ہے۔ لہذا خیالات میں تنگی۔ دل میں نفرت اور خواہ مخواہ کا امتیاز واجتناب پیدا ہو گیا۔ جسنے روحانیت سے کوسوں دور پھینک دیا۔ اور جسم اعمالی میں جذبات کی کشش نے پھر مادی ذرات کو کثافت عمل بنا بنا کر جمع کرنا شروع کیا۔ لیکن ساتھ ہی **علم صادق** کے آفتاب نے بھی اس پر اپنی صاف اور پاک روشنی ڈالنی شروع کی اور یہ حق بینی کی عینک لگا کر اپنی ذات اور ماسوا کی حقیقت بہ نظر غور دیکھنے لگی تو معلوم ہوا کہ۔

میں کراہیت نہیں ہوں۔ مجھ میں کراہیت بالخاصیت نہیں ہے اور ماسوا میں کوئی چیز پاک یا ناپاک نہیں ہے۔ پھر پاک اور ناپاک کے معنے کیا ہیں؟ یہی کہ جو شے شرکت غیری سے بری ہے۔ خالص ہے اور

قائم بالذات ہے وہ شدھ ہے۔ پوتر ہے۔ پاک ہے۔ اور مقدس ہے۔ جیسے کندن
یا دوسرے لفظوں میں زر خالص۔ اور جو آلودہ ہے۔ آغشتہ ہے۔ یا قائم بالذات
غیر ہے وہ اشدھ ہے۔ اپوتر ہے۔ ناپاک ہے۔ اور ذلیل ہے۔ مثلاً کھوٹا سونا کھوٹی
چاندی یا پھرت اور کانسی وغیرہ۔"
اِس لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو سب سے زیادہ میں خود ناپاک ہوں۔ کہ ازل
سے آج تک کثافت عمل میں لپٹی ہوئی ہوں میری صفت علم کی ضو بھی خالص نہیں ہے
اُس میں بھی جسم اعمالی کے اثر اور عکس سے لمحہ بہ لمحہ معکوس ہونے والے جذبات
لطیف وکثیف شامل ہیں۔ کیونکہ میری صفت محض دیکھنا اور جاننا ہے۔ لیکن میں کسیکو
رغبت سے دیکھتی ہوں۔ اور کسیکو نفرت سے۔ کبھی اس میں محبت کا رنگ جھلکتا ہے
اور کبھی کدورت کا کسی کو دوست جانتی ہوں اور کسیکو دشمن۔ میں قائم بالذات
بھی نہیں ہوں۔ کیونکہ بغیر اس کالبد خاکی کے دنیا میں ہرگز نہیں رہ سکتی۔ اور کوئی
مجھے عورت کہتا ہے کوئی مرد۔ میں کبھی ان دونوں کے علاوہ مخنث بھی کہلاتی ہوں۔
حالانکہ یہ سب اسی جسم نظری اور کالبد خاکی کی حالتیں ہیں۔ اور میری ذات ہر قسم کے
امتیاز و تفریق سے پاک ہے لہذا مجھ سے زیادہ ناپاک اور کیا چیز ہو سکتی ہے سو مجھے
چاہیئے کہ میں خود پاک ہو کر قائم بالذات ہو جاؤں۔ ماسوا کی پاکی اور ناپاکی سے مجھے
کیا بحث ہے۔ میں اس جنجال میں پھنسکر اپنے آپ کو کیوں زیادہ ناپاک بناؤں۔ میرا
جسم بھی مادی ذرات سے بنا ہے اور نہایت ناپاک ہے۔ کیونکہ یہ بھی میری ذات
سے قائم ہے۔ اور فقط میرے ہی دم سے انسان۔ حیوان۔ عورت۔ مرد۔ یا فرشتہ وغیرہ
کہلاتا ہے۔ ورنہ محض ایک خاک کا ڈھیر ہے۔ اور جو کچھ اس میں بھرا ہوا ہے وہ بھی

وہی ہے۔ دنیا اور اہل دنیا جو اپنی غلط بینی اور غلط فہمی کیوجہ سے پیخانے۔ پیشاب
تھوک۔ سنک۔ اور ہڈی چمڑے۔ وغیرہ کو ناپاک قرار دیتے ہیں یہ فقط دنیا کی
رسم اور انتظام ہے۔ لیکن اسکی پابندی بقدر امکان و بقدر ضرورت ہو رہی ہے وہ
اِس لئے کہ سوسائٹی مجھے ذلیل نہ سمجھے اور میری وجہ سے کوئی اُس میں خرابی
واقع نہو۔ بلکہ خود میری طبیعت بھی اتنی کثیف اور نفرت کے قابل نہ ہو جائے۔ کہ
بالکل نفاست مٹ ہی جائے۔ مگر نہ اتنی کہ میں اپنی روحانیت سے جُدا ہو کر اسی
میں محو ہو جاؤں۔ اور میری رغبت و نفرت دوگنی چوگنی ہو جائے۔ بلکہ اتنی
پابندی بھی میرے دیے اور خیال کے موافق ہونی چاہئے۔ یعنی گھر میں رہکر گھر والوں
کی سی اور تارک الدنیا ہو کر اسقدر کہ جسقدر بے علایق لوگ پابندی گوارا کر سکتے ہیں۔ یا
اُنکے لئے موزوں ہے۔ مگر محو لقصور الذات ہو کر مجھے اس کا خیال بالکل اپنے
دل سے ہٹا دینا ہی واجب ہے۔ کیونکہ یہ مجھ میں بالخاصیت نہیں ہے اور نہ ہونی چاہیئے
اِن خیالات نے بالکل صابون کا کام دیا اور آن واحد میں جسم و روح دونوں
کو سر سے پاؤں تک دھو دھاکر صاف و پاک کر دیا۔ جسکی صفائی میں اُتم شوچ
دہرم یا اعلیٰ درجے کی طہارت ظاہر ہوئی۔ کیونکہ شوچ یا طہارت محض رفع کراہیت
ہی کا نام ہے۔ چنانچہ اسکے ظاہر ہوتے ہی جسم عمل کی ترقی بھی اُسی وقت مسدود ہو گئی

اُتم تپ۔ یا اعلےٰ درجے کی ریاضت

غصے۔ غرور۔ ریا۔ اور کذب کی وجہ سے جو اس مقدس روح کے جسم عمل کی لمحہ بہ لمحہ

ترقی ہوتی تھی - وہ تو عفو - انکسار - صفا - اور صداقت وغیرہ ذاتی اوصاف کے پیدا ہونے سے قطعاً مسدود ہو گئی - مگر جب تک پرانی کثافت و آلائش بھی تمام و کمال دور ہو کر جسم اعمالی ہی بالکل نیست و نابود نہ ہو جائے - روح ہمیشہ اپنی ذات وصفات میں قائم و ساکن نہیں رہ سکتی - کیونکہ لمحے لمحے میں نیک و بد اعمال کے مادی ذرے طالع ہوتے رہتے ہیں اور اپنا اپنا عکس روح پر ڈالکر جدا ہوتے جاتے ہیں - مگر انکے طلوع ہونے سے جو کیفیت روح پر طاری ہوتی ہے اسکی کشش سے اسی وقت اسی قدر یا اس سے کم یا زیادہ ذرے اور کھنچ آتے ہیں - اور یہ سلسلہ یونہی جاری رہتا ہے - جب تک یہ منقطع نہ ہو روح کبھی آزاد نہیں ہو سکتی -

اعمالی ذرات کی دوری یا جدائی دو قسم کی ہوتی ہے - ایک باثمر اور دوسری بے ثمر - باثمر دوری تو ہمیشہ وقوع میں آتی رہتی ہے - یعنے ہر ہر سمے یا لمحے میں کوئی نہ کوئی ذرہ عمل طالع ہوتا ہے اور اپنا پھل دیکر جدا ہو جاتا ہے لیکن وہ ذرہ چونکہ اپنا پھل دے کر جدا ہوا ہے - اس لئے لازمی امر کہ اسکے جدا ہوتے وقت ضرور روح پر کوئی نہ کوئی جذباتی کیفیت طاری ہوئی اور اسکے اثر سے بجائے اسکے کسی ایک یا دو ذروں نے اسکی خانہ پری کر دی - لہذا فائدہ کچھ بھی نہ ہوا فائدہ اس صورت میں ہو سکتا ہے کہ وہ جدائی بے ثمر وقوع میں آئے تاکہ جدائی کے وقت روح پر کوئی کیفیت طاری نہ ہو - اور کوئی دوسرا ذرہ بھی ذرہ مہجور کی خانہ پری نہ کر سکے - ایسی حالت میں ممکن ہے کہ رفتہ رفتہ جسم عمل بالکل مٹ جائے اور روح ہمیشہ کے لئے آزاد ہو جائے -

جدائی بے ثمر بغیر اتم تپ دھرم یا اعلے درجے کی ریاضت کے غیر ممکن

ہے۔ ریاضت بارہ قسم کی ہے۔ چھ قسم کی ظاہری اور چھ قسم کی باطنی۔ ظاہری ریاضت باطنی کی مددگار ہے۔ اور پھر علیحدہ علیحدہ بھی پہلی دوسری کی اور دوسری تیسری کی معاون ہے یعنی ایک دوسرے کے بغیر ہو ہی نہیں سکتی جنکی پوری تشریح اور توضیح تو اس چھوٹے سے رسالہ میں ناممکن ہے۔ لیکن پھر بھی میں بہت ہی اختصار کے ساتھ جملہ اقسام کے نام اور اُن کا مطلب تھوڑا بہت لکھتا ہوں۔

اسمائے ریاضت ظاہری اور اُن کا مدعا

فقر۔ فاقہ۔ استواری۔ ترک لذات۔ احتیاط و علیحدگی۔ برداشت

فقر[1] یعنی کم کھانا۔ اور غم کھانا۔ بلکہ جو کچھ کھانا وہ بھی پابندی اوقات اور احتیاط کے ساتھ کھانا۔ اور ایسی ہلکی خوراک کھانا کہ جس سے شہوت یا دیگر جذبات نفسانی مشتعل نہ ہوں۔

فاقہ یعنی اشیاء خوردنی۔ نوشیدنی۔ چشیدنی۔ اور لذائذ چاروں قسم کی خوراک کو آدھا دن۔ ایک دن۔ دو دن۔ چار دن۔ دس دن۔ غرض جہاں تک ممکن ہو ایک مدت مقررہ کے لئے قطعی چھوڑ دینا۔ اور اُس ٹائم میں اسقدر کم سونا کہ محض تندرستی قائم رہ سکے۔ دنیوی افکار سے محترز رہنا۔ اور تمام وقت مطالعہ کتب مقدسہ یا تسبیح و تہلیل میں گذارنا۔

---

[1] یہ لفظ اُنودر کا ترجمہ ہے۔ اور اس کا درجہ اصل میں انش کے بعد ہے۔ جس کا ترجمہ میں نے فاقہ کیا ہے۔ مگر یہاں مصلحتاً ان کو مقدم و مؤخر کر دیا گیا ہے۔

استواری[1] - یعنی شکل یا آسان جو عہد و ارادے کئے گئے ہیں۔ اور
جس طرح کئے ہیں اُن پر اسی طرح بڑی مضبوطی کے ساتھ قائم رہنا۔ اُن میں ایک
پرکس کی برابر بھی فرق یا ضعف نہ آنے دینا۔ خواہ کیسی ہی دقتیں دروپیش ہوں۔
کیسے ہی مانع اسباب حائل ہوں۔ ہر ایک شکل کا سینہ سپر ہوکر مقابلہ کرنا
اور جان تک بھی نذر جل کرکے اپنے کئے ہوئے عہد اور ارادے سے نہ ٹلنا۔

ترک لذات[2] - حواس خمسہ کی لذتوں سے قطعی پرہیز کرنا۔ اور خوراک کے متعلق
چھ لذتوں میں سے کسی دن گھی کسی دن دودھ۔ کسی دن دہی۔ کسی دن میٹھا۔ کسی
دن تیل۔ اور کسی دن نمک ایک ایک کو علٰحدہ علٰحدہ نمبروار ترک کرنا۔ یا دو دو۔ تین
تین اور چار چار ترک کردینا۔

احتیاط و علیحدگی[3] - یعنی سونا۔ بیٹھنا اور شغل وغیرہ کا ایسی جگہ کرنا جہاں وضع
عورتوں۔ بدقرینہ مردوں اور زنانوں کی آمد و رفت یا جمگھٹا نہ ہو۔ بلکہ نیک اور میانہ رو
لوگوں کی بھی جہاں بہت بھیڑ بھاڑ نہ ہو۔ نہ زیادہ گرمی ہو نہ زیادہ سردی ہو نہ زیادہ
تری ہو اور نہ حشرات الارض یا موذی جانوروں کا خوف ہو۔

---

[1] یہ برت پرسنکھیان نامی تیسری قسم کی ریاضت کا ترجمہ ہے۔ جس میں سادھوؤں کے روزانہ عہد اور اہار
وغیرہ لینے کے متعلق عجیب و غریب اور شکل سے شکل پابندیوں کا ذکر ہے جس سے انہیں محض اپنے
اندرائے کرم کی صفائی کا امتحان مدِنظر ہوتا ہے لیکن یہاں وہ ذکر غیر ضروری سمجھ کر چھوڑ دیا گیا ہے
اور مجمل بیان کردیا گیا ہے۔

[2] یہ رس پرتیاگ تپ کا ترجمہ ہے۔ اس سے قوت کامیہ کو قابو میں کرنا مقصود ہے۔

[3] یہ ستیا آسن کا ترجمہ ہے۔

برداشت یعنی اس احتیاط پر بھی اگر غلطی سے کسی ایسی جگہ سو جائے بیٹھ جائے یا محو و مشغول ہو جائے تو جب تک وقت پورا نہ ہو ہر ایک دقت کو نہایت صبر اور اطمینان کے ساتھ برداشت کرے غصّے یا نفرت وغیرہ جذبات کو طبع میں نہ آنے دے۔ علاوہ ازیں اپنے جسم کو متحمل اور عادی بنانے کے لئے گرمی میں دوپہر کے وقت پہاڑ کی چوٹی پر۔ سردی میں رات کے وقت ندی کے کنارے۔ برسات میں بارش کے وقت زیر درخت محو تصور الذات ہو۔ کیونکہ بارش ختم ہو جانے کے بعد بھی اس کا پانی دیر تک ٹپکتا رہتا ہے۔ اور جب تک بالکل مینہ نہ کھل جائے۔ بلکہ لوگوں کی آمد و رفت سے راستہ پاک نہ ہو جائے۔ اپنی جگہ سے نہ ہلے۔

بس یہ چھ قسم کی ظاہری ریاضت ہے۔ جسکے بغیر ریاضتِ باطنی قطعی غیر ممکن ہے بلکہ ان میں بھی فقر کے بغیر فاقہ اور فاقہ کی عادت کے بغیر استواری ہرگز نہیں ہو سکتی استواری نہ ہو تو ترک لذات غیر ممکن ہے۔ اور ترک لذات کے لئے احتیاط و علیحدگی لازمی امر ہے پھر بھی اگر بدقسمتی سے کوئی مصیبت آ جائے تو برداشت بھی نہایت ضروری بات ہے کیونکہ جسم کو عادی اور متحمل بنائے بغیر دھیان یا تصور قائم نہیں رہ سکتا۔ اور بلا تصور کے آلائش عمل کی صفائی ناممکن ہے۔

اسمائے ریاضت باطنی اور ان کا مدعا

اقرار و سزا۔ آداب۔ خدمت۔ مطالعہ۔ سکون۔ تصور۔

اقرار و سزا یعنی رات دن کے چوبیس گھنٹوں میں دل سے۔ زبان سے اور جسم

[1] یہ کائے کلیش تپ کا ترجمہ ہے۔ اس سے محض جسم کو عادی اور متحمل بنانا مقصود ہے۔ [2] یہ پرشچت کا ترجمہ ہے۔

سے سہواً یا مجبوراً۔ ارادتاً یا بلا ارادہ اگر کوئی غلطی یا خطا ہو گئی ہے تو پہلے اُس کا بڑی صفائی اور سچائی سے اپنے پیر کے سامنے اقرار کرنا پھر خود سزا کے لئے درخواست کرنا۔ اور پیر جو مناسب یا غیر مناسب مشکل یا آسان سزا تجویز فرمائے اُسے بلا حجت بڑے شوق و مستعدی سے قبول کرنا۔ اور سزا کو دل میں اپنے ہی اعمال نیک و بد کے طابع ہونے کا پھل یا ثمرہ سمجھکر خوش ہونا کہ چلو اچھا ہوا۔ قرضۂ اعمال میں سے اسقدر جزو ادا ہو گیا۔ یہ دشمن نہایت قوی تھا۔ نہ معلوم کیا کرتا۔ اور کیونکر مجھے ستاتا غنیمت ہے کہ میری ریاضت نکے اثر سے اتنا ہلکا ہو کر طابع ہوا کہ محض مرشدِ کامل کے کسی قدر عتاب پر ہی ختم ہو گیا۔"

ادب[1]۔ یعنی اپنے پیر کی اطاعت اور تعظیم کرنا ہمیشہ دل سے زبان سے اور جسم سے اُس کا مداح رہنا۔ علاوہ پیر کے اپنے حلقے کے مریدوں میں۔ یا دیگر سلسلوں میں جو اپنے سے بڑے ہیں۔ عمر میں یا علم میں اُنکی تعظیم کرنا۔ جو برابر کے ہیں اُن کا بھی لحاظ رکھنا اور جو چھوٹے ہیں اُنسے بہ اخلاق پیش آنا۔

خدمت[2]۔ یعنی ضرورت کیوقت اور تکلیف میں۔ اپنے امکان اور اپنی پابندیوں کا لحاظ رکھکر دوسروں کی خدمت کرنا حتی المقدور اُنھیں اپنے خیال اور جادۂ طریقت سے ہٹنے نہ دینا۔ اُنکے جسمانی علاج کی مناسب تدابیر عمل میں لانا۔ اور کسی قسم کی غلاظت سے جو بیماریوں میں اکثر پیش آیا کرتی ہیں نفرت نہ کرنا۔ مگر جسمانی علاج سے روحانی علاج کو ہمیشہ مقدم سمجھنا۔

---

[1] یہ ہند کا ترجمہ ہے۔

[2] یہ سیوا برتی کا ترجمہ ہے۔

مطالعہ[1] یعنی روحانیت کے متعلق ہمیشہ مطالعہ کتب جاری رکھنا۔ اپنے پیر کی ہدایات بڑے غور سے سننا اور دریافت کر کے شکوک رفع کرنا۔ دوسروں کو خود ضروری اور مناسب ہدایت و تلقین کرتے رہنا۔ سُننے اور پڑھے ہوئے مسائل پر دل ہی دل میں غور و خوض کرنا۔ جس طرح اور جس صورت سے لفظ و معانی یا بیان کا سلسلہ متقدمین نے قائم کیا ہے اُسکے خلاف اپنے ذہن سے کوئی نئی تراش خراش نکرنا

سکون[2] یعنی تمام خواہشات اور اپنے جسم تک کی محبت چھوڑ کر بیٹھنا۔ یا کھڑے ہونا۔ بیٹھنا تو اس طرح بیٹھنا کہ تارِ نظر اور ناک کی پھننگ دونوں کا تقابل بالکل قائم ہو جائے۔ آلتی پالتی اِس طرح جمے کہ دونوں پاؤں دونوں رانوں پر رکھے جائیں اور دونوں ہاتھ اوپر نیچے پاؤں کے دونوں تلوؤں پر اس طرح قائم ہوں کہ اگر ناک کی پھننگ سے پانی کی بوند ٹپکے تو ہتھیلی کے عین بیچوں بیچ آکر پڑے۔ کھڑے ہونا تو اس طرح کھڑے ہونا کہ بالکل سرو قد مگر نظر کو اُسی طرح قائم کرکے۔ اور دونوں پاؤں کے درمیان ایڑی کی جانب سے تقریباً چار اُنگل کا فاصلہ چھوڑ کے اور ہاتھ دونوں سیدھے کر کے اِس طرح لٹکائے جائیں کہ گھٹنوں سے قریب قریب برابر رہیں۔ پس ان دونوں میں سے جسم کو کسی ایک صورت پر قائم کر کے بالکل بے حس و حرکت ہو جانے کا نام سکون ہے۔

تصور[3] یعنی خیال کا بالکل یکسو اور غیر متحرک ہو کر کسی ایک معلوم پر اس طرح

---

[1] سوادھیائے کا ترجمہ ہے [2] یہ کایوتسرگ کا ترجمہ ہے [3] یہ دھیان کا ترجمہ ہے اِس سے پہلے جو گیارہ قسم کی ریاضت بیان کی گئی ہے وہ اسی کی مضبوطی کے لئے ہے۔ اسکی اقسام چار ہیں اور فرعی ۱۶ ہیں جن کا بیان نہایت ضروری اور کارآمد ہے۔ مگر اس چھوٹے سے مضمون میں قطعی غیر ممکن ہے۔

قائم ہو جاتا کہ جس طرح صفحہ سنگین پر سنگ تراش کے ہاتھ کا ٹانکی سے بنایا ہوا
کوئی نقش۔ جسے کسی صورت سے حرکت ہو ہی نہیں سکتی۔ مگر یہ لفظ چار قسم کا ہے
جن میں ایک روح کی اصلاح کرتا ہے اور دوسرا اسکو بالکل پاک کر دیتا ہے۔ جو نہایت
ضروری ہیں۔ مگر انکی تشریح تو کیا، یہاں مختصر بیان بھی غیر ممکن ہے۔ ہاں اگر
پبلک نے شوق ظاہر کیا تو آیندہ کسی رسالہ میں دیکھا جائے گا۔
بس یہ نے بارہ قسم کی ریاضت جسکے بغیر تخلیص و تزکیہ روح ہو ہی نہیں سکتا۔
مگر مذکور الصدر پانچوں جذبات کثیف کے دفع ہونے پر بھی ابھی روح پر ماویا غفلت
میں پھنسکر حیران سرگردان ہوتی ہے۔ غنیمت ہے کہ اب اس نے غفلت کو بھی
اپنے سے جدا جانا۔ اور جدا جانکر اپنی خاصیت کی طرف رجوع ہوئی تو اُتم تپ دھرم
یا اعلے درجے کی ریاضت آئینہ روحی میں عیاں ہوتے ہی پرانے اجزائے اعمال
اک دم سے بیکار ہو ہو کر علیحدہ ہونے لگے۔

اُتم تیاگ دھرم۔ یا اعلیٰ درجے کا ترک

غفلت سے ہوشیاری ہوئی اور ریاضت نے روح پر اپنا اثر ڈالا۔ مگر
ہوس نے برابر سے چمک کر فوراً دامن پکڑ لیا اور اپنے بدنما عکس سے پھر اسکے
پاکیزہ خیالات کو تہ و بالا کر ڈالا۔ بلکہ ایک ایسا طلسماتی منظر اسکے سامنے
پیش کر دیا کہ یہ اس میں ہمہ تن محو ہو کر رہ گئی۔ خوبصورت عورتیں۔ عزیز و اقارب۔ مال
وخزانہ۔ محل و مکان۔ نوکر چاکر۔ لونڈی غلام اور جاہ و حکومت۔ غرض صدہا صورتیں

اس کا دل لبھانے اور محبت کے جال میں پھنسانے کے لئے سامنے آگئیں۔ قریب تھا کہ انکی دلربائی کے دھوکے میں آجائے اور یہ ہاتھ میں آئے ہوئے گوہر نایاب کو پھر اس تغیرات کے سمندر میں پھینکدے کہ اسی کی **صادق العلمی صادق النظری** نے پھر اسے روشنی دکھائی اور یہ سوچنے لگی۔

دنیا کے جسقدر سامان ہیں وہ سب مجھ سے جدا ہیں۔ حتیٰ کہ یہ جسم تک میرا نہیں ہے۔ کیونکہ اس سے بھی ایک دن مجھے ضرور جدا ہونا پڑے گا۔ اور یہ سب بھی بہرکیف مجھ سے علیحدہ ہونگے۔ پھر میں ان میں پھنسکر اپنے ضروری اور لازمی سفر سے کیوں باز رہوں۔ جبکہ میں منزل مقصود تک پہنچنے کی قابلیت حاصل کر چکی ہوں۔ اور ضرور پہنچ سکتی ہوں۔

یہ تمام سامان ازل سے لیکر آجتک بارہا مجھے ملے ہیں۔ اور بارہا مجھ سے جدا ہوئے ہیں۔ اِس سے عمدہ اور بہت زیادہ بھی ملے۔ ان میں سے خراب و قلیل بھی میرے حصے میں آئے لیکن میری ہوس نہ انکی زیادتی اور عمدگی سے کبھی پوری ہوئی نہ انکی کمی اور بُرائی سے کبھی مجھے صبر آیا میں نے ہمیشہ انکی چاہ میں ناگفتہ بہ تکلیفیں اٹھائیں۔ اور اٹھا رہی ہوں۔ مگر اتبک مجھے انکی حقیقت کا صحیح علم نہیں ہوا تھا اب یہ راز منکشف ہوا ہے۔ پس اب بھی اگر میں ان ہی میں گرفتار رہی تو یہ گردش ابد الآباد تک بھی ختم نہ ہوگی مجھے چاہیئے کہ میں ان سب سے یکدم قطع محبت کرلوں دنیا کی دلچسپیوں میں سے ایک تنکا یا ایک تار بھی میرے پاس نہ ہو۔ اور نہ صرف بظاہر بلکہ میرے ذہن وخیال میں بھی ان کا کوئی عکس باقی نہ رہے۔ میں بالکل اپنی وہی صورت بنالوں کہ جو عدم سے لیکر وجود میں آئی تھی۔ دنیا کے سارے بہروپ چھوڑ دوں۔ اس

خاکی وجود کو بھی خاک میں ملا دوں۔ اور جسمانی خودی کو فنا کر کے روحانی خودی میں محو ہو جاؤں۔ جب تک مجھے یہ مرتبہ حاصل نہ ہو بتدریج اسکی کوشش کرتی رہوں۔ دنیا میں یہ کر مجھے مال و دولت۔ عزیز و اقارب اور دیگر سامانوں سے اپنی تو صرف وہی ضرورتیں پوری کرنی چاہئیں جو نہایت ضروری مناسب اور قرین انصاف ہوں باقی سے اپنے دوسرے ہمجنسوں کی حاجتیں رفع کرنا میرا فرض ہو۔ جس کے واسطے مجھے پانچ قسم کی خیرات کے لئے اپنے دروازے ہر وقت کھلے رکھنے چاہئیں۔

اول کھانا جس سے دوسرے صادق العلم اور مردان ریاضت کیش کی زندگی قائم رہ سکے اور وہ اپنے منشا میں پوری کامیابی حاصل کر سکیں۔

دوم ادویات جس سے انکی تندرستی قائم رہے اور وہ اپنے تمام فرائض با قاعدہ ادا کر سکیں۔ لیکن وہ نہایت پاک ہو اور طریق استعمال بھی نہایت مناسب ہونا چاہیئے۔

سوم بے خوفی یعنی ہر ایک ذی روح دنیا میں مجھ سے بالکل بخوف بنے اور میں دوسروں کے خوف رفع کرنے میں خواہ وہ کسی صورت سے ہوں مال تو کیا جان تک بھی نثار کر دوں۔ لیکن انصاف کا پہلو ہمیشہ مد نظر رہے کیسکی رعایت کا اس میں ذرا بھی شائبہ نہ ہو۔

چہارم علم یعنی مقدس کتابیں قلمی لکھوا کر یا چھپوا کر طلبا اور شائقین مطالعہ کی نذر کروں۔ مدارس و درسگاہیں میری طرف سے جاری ہوں اور جہانتک مجھ سے ممکن ہو دنیا میں روحانیت۔ علوم متعارفہ اور تمام ضروری معلومات کے دریا بہا دوں۔

پنجم رحیمی یعنی یہ چاروں قسم کی مذکورالصدر خیرات صلح۔ ریاضت کیش اور مردان صادق انتظر کو تو بصد تعظیم و تکریم دینی چاہیئے۔ اور دیگر یہ سمجھنا چاہیئے کہ آج میں نے جائمہ

انسانی کے شجر کا پھل کھایا۔ اور دنیا میں آکر جو کچھ کرنا چاہیئے تھا کر لیا۔ لیکن جو غریب محتاج اپاہج اور بے یار و مددگار ہیں۔ اہل ضرورت ہیں اور مستحق ہیں۔ میں اُن پر رحم کر کے اُن کو خیرات دوں اور بڑے شوق سے دوں بلکہ صرف یہی چار چیزیں نہیں اُنکی ضرورتیں ہر طرح سے رفع کرنا میرا فرض ہے۔ ورنہ ؎

برلبِ نہادن چہ سنگ و چہ زر

لیکن جب میں دنیا سے کنارہ کروں تو جو کچھ میرے پاس ہے۔ سب کو اہلِ ضرورت و اہلِ استحقاق میں نہایت منصفی سے تقسیم کر دوں اور خود بڑی مستعدی سے اپنے پیر طریقت کا حلقہ اطاعت آویزہ گوش بنا کر بالکل آزاد ہو جاؤں۔

اِس پاکیزہ خیالی کے نورانی شعلے نے ہوا و ہوس کے کوڑے کو اِس طرح جلا کر خاکستر کر دیا جس طرح اک ذرا سی چنگاری سے چشم زدن میں جنگل کے جنگل خاک سیاہ ہو جاتے ہیں۔ اور ایک دفعہ پھر روح کا آئینہ صاف و مجلا ہو کر چمکنے لگا جس میں اُتم تیاگ دھرم یا ریاضت کا سب سے بڑا حامی اور اعلیٰ درجے کا ترک رونما ہوا

اُتم سینم یا انضباط

ہوش درفع ہوتے ہی ترک اور ترک کے ساتھ ریاضت کا شوق پھر روح کے ایک اک پردیش سے جھلکنے لگا۔ مگر افسوس پہلو میں چھپے چھپے حواس خمسہ اور دل یا جس مشترک نے پھر تھپکیاں لینی شروع کر دیں۔ کبھی کسی کی پیاری پیاری صورت کا نقشہ آنکھوں میں کھینچ گیا۔ کبھی کسی کی سریلی اور دلکش آواز۔ دعوتِ گوش

کرنے لگی۔ کبھی کسی کے عطر میں بسے ہوئے دوپٹے کی خوشبو نے دماغ معطر کر دیا
کبھی طعامِ گوناگوں اور لذائذ بوقلموں کے چٹخارے سے منہ میں پانی بھر آیا۔
سردی گرمی۔ اور برسات کے لطف۔ قاقم و سنجاب کے نرم نرم بچھونے یا پھولوں
کی سیج اور خوابِ راحت کے مزے یاد آنے لگے۔ ساتھ ہی دل نے بھی مختلف
خواہشات کی فہرست بنا کر پیش کر دی۔ اور پھر کسیقدر لاپروائی کی گرد سے رُوح
کا آئینہ ماند ہو گیا۔ مگر صادق العلمی کا فرش فوراً رومال لیکر اُٹھا۔ اور اُس نے
اس غبار کو یوں پاک کرنا شروع کیا۔

" یہ لاپروائی۔ لذاتِ حواسِ خمسہ۔ اور دل کی خواہشات سب مجھ سے جُدا
ہیں میرے سخت دشمن ہیں۔ انہوں نے ازل سے لیکر آجتک مجھے خراب سرگردان
کیا ہے۔ اب بھی اگر میں نے انکو زیر نہ کیا اور یونہی بے لگام چھوڑ دیا تو یہ میرے تمام
پاکیزہ خیالات کو اِس طرح پراگندہ کر دیں گے۔ جس طرح کسی باغیچے یا گلبن میں
بہت سے بندروں کو آزادی کے ساتھ چھوڑ دیا جائے۔ اور وہ اپنی جبلی عادت
کے موافق آن کو آنِ واحد میں تباہ و برباد کر ڈالیں۔ لہذا مجھے بھی انہیں بڑی
مضبوطی کے ساتھ قابو کرنا چاہیئے۔ میں دیکھتی ہوں۔ آنکھ بلبل و پروانہ کو۔ زبان
مچھلی کو۔ ناک بھونرے کو۔ کان ہرن کو۔ اور لامسہ ہاتھی کو۔ غرض ہر ایک کو ایک
ایک حس کی لذت۔ صیاد کے پھندے میں پھنسا دیتی ہے۔ حتی کہ جان تک نذر اجل
کرا دیتی ہے۔ اور میرے تو پانچوں حواس سرکش ہیں۔ میں نے اگر ان کو ان کی
لذتوں سے باز نہ رکھا تو یہ مجھے لاانتہا زمانے تک خراب و پریشان رکھیں گے اور پھر
یہ موقع مجھے ہاتھ نہ آئے گا۔

بھی حق اندیشی گویا ایک زبردست لگام تھی جس سے دل یا حسِ مشترک کو فوراً قابو کر لیا گیا۔ اور دل کے ساتھ پانچوں حواس بھی خود بخود بس میں آ گئے۔ لاپروائی دفع ہوئی اور روح اپنے ارادے میں بالکل کامیاب ہو گئی ریاضت اور ترک کے ساتھ اُتم سینم دھرم یا اعلیٰ درجے کا انضباط روح کی سطح پر نمایاں ہوا۔

اُتم اکنچنیہ دھرم یا اعلیٰ درجے کی بے لوثی یا بے علاقگی

اب اس مقدس روح کے لئے بارہ قسم کی ریاضت اور نفس کشی میں کوئی امر یا سبب مانع و سدِ راہ نہیں رہا اور اس نے آزادی کے ساتھ ریاضت میں درجہ بدرجہ ترقی کر کے آلایش عمل کو صاف کرنا شروع کر دیا۔ تاہم کبھی کبھی کچھ خفیف سی اُلفت ماسوا کی جھلک اسکے حالِ خیالِ باطنی میں آجاتی ہے جسکو یہی خود محسوس کرتی ہے۔ کوئی دوسرا نہیں جان سکتا۔ یا کم سے کم نجات ہی کی خواہش کبھی کبھی جھلک جاتی ہے مگر باریک سے باریک خطرات بھی اسکے رستہ میں دیوار آہنی کی طرح حائل ہیں۔ جو صفائی کامل تک نہیں پہنچنے دیتے۔ لیکن آخر کار یہی صادق العلمی کا نور وقت اور موقعہ پاکر ان کو بھی دفع کر دیتا ہے اور روح یا آتما میں اُتم اکنچنیہ دھرم یا اعلیٰ درجے کی بے تعلقی جلوہ گر ہوتی ہے۔

یہاں پہنچکر تصور[۱] کشفے[۲] سے تصور الذات قائم ہوتا ہے۔ درجہ بدرجہ ترقی ہوتی

---

۱ دھرم دھیان۔
۲ شکل دھیان۔

ہے۔ حجاب علم دور ہونے لگتا ہے، فہم[1] وادراک اور علم لفظ و معانی[2] تو پہلے ہی سے
موجود تھا اب مراقبہ[3] اور مراقبے سے روشن ضمیری[4] کی منزلیں طے ہونے لگیں۔
آلائش عمل کا ایک بہت بڑا حصہ صاف ہو چکا ہے۔ اور ہوتا جاتا ہے۔

اتم برہمچریہ یا اعلےٰ عمل الروح

لفظ برہمچریہ دو لفظوں سے مرکب ہے برہم اور چریہ۔ برہم آتما یا روح کو
کہتے ہیں اور چریہ پربرتی یا عمل کا نام ہے۔ ان دونوں کی ترکیب سے جو لفظ بنا
اُس کے معنے ہوئے عمل روحانی۔ یہ تو لفظی معنے ہیں۔ مگر اس کا استعمال دو
طرح ہوتا ہے۔ ایک رسمی معنوں میں۔ دوسرا حقیقی معنوں میں۔

رسمی معنی یہ ہیں کہ آتما یا روح نہ بذاتِ عورت ہے۔ نہ مرد ہے نہ مخنث
ہے۔ لہٰذا اس کا جسم کی وجہ سے عورت مرد اور مخنث بن کر مُنکے سے افعال
نہ کرنا ہی گویا عملِ روحانی ہے۔ لیکن برہمچریہ کا یہ درجہ تو روح کو ریاضت کی ابتدا

---

[1] منی گیان [2] شرت گیان [3] اودھ گیان۔

[4] من پریہ گیان۔ اگرچہ سوکشم لوبھ دسویں گن استھان میں مٹتا ہے مگر وہ ستو کی اُپکشا سے کہا جاتا ہے اور یہ آٹھواں گن استھان ہے۔ اپشم کی اپیکشا سے کہا گیا ہے۔ اکجنیہ بھاؤ یہاں ضرور ہوتا ہے کیونکہ یہ گن استھان شکل دھیان کے پرارمبھ کا ہے۔

ساتویں دھیان سے شروع ہوتا ہے۔ آٹھویں میں چار گیان کا دھاری شرت کیولی ہو کر شکل دھیان کا آغاز کرتا ہے۔ اور اپشم یا کشپک شرینی کا بھی یہیں سے آغاز ہوتا ہے۔

میں ہی حاصل ہو چکا ہے۔ اِس کے بغیر تو ایک قدم بھی چلنا دشوار تھا۔ اب جو
منزل طے کرنی ہے وہ بزنجر یہ کے حقیقی معنوں میں طے کرنی ہے۔

حقیقی معنے یہ ہیں ۔ کہ جس طرح عورت کا مرد سے تعلق ہوتے ہی دونوں
کی عصمت خراب ہو جاتی ہے۔ اُسی طرح روح کا مادے سے تعلق ہوتے ہی۔
دونوں کی حالت اور خاصیت بگڑ جاتی ہے۔ یعنی روح میں جذبات اور مادے میں
قوت اعمال فوراً پیدا ہو جاتی ہے۔ اور جب تک ان دونوں میں اتصال و یک جائی
رہتی ہے۔ ایک جوہر بھی اپنی اصلی حالت اور خاصیت پر نہیں آسکتا۔

جس طرح آودارک شریر یا جسم خاکی و نظری اطبائے ہند کے نزدیک گوشت
پوست۔ چربی۔ رگ۔ ریشہ۔ خون۔ ہڈی اور منی۔ وغیرہ سات دھاتوں سے بنا ہے
اسی طرح کا[1] رمانڑ شریر یا جسم اعمالی بھی جین فلاسفروں کے نزدیک حجاب[1] العلم
حجاب[2] النظر۔ مقلب[3] و قاطع[4]۔ حائل[8]۔ اسم و ذات[5]۔ عمر[7]۔ و نوعیت[6] وغیرہ آٹھ
دھاتوں سے بنا ہے۔ یہی گویا اعمال کی اقسام جلی ہیں۔ اور اقسام خفی ۱۴۸ ہیں
جن کی تشریح یہاں باعث طول سمجھ کر چھوڑ دیتا ہوں۔

جب اکنچنیہ و برہم یا بے ملائقتی تک پہنچکر روح کو کامل اطمینان حاصل
ہو جاتا ہے تو وہ برہم دھیان یا تصور ایشتے کے چاروں درجے طے کرنے کے بعد
شکل دھیان یا تصور ذات قائم ہونے لگتا ہے۔

گر مذکورۂ بالا اعمال کی ۱۴۸۔ اقسام خفی میں سے بہت سی تو تصور اسٹے

---

[1] گیانا ورنی [2] درشنا ورنی [3] بیدنی [4] موہنی [5] نام [6] گوتر [7] آیو اور
[8] انترائے۔

ہی میں درجہ بدرجہ چڑھتے ہوئے جُدا ہو جاتی ہیں۔ اور بہت سی لطوالت کے پہلے اور دوسرے درجے میں علیحدہ ہو جاتی ہیں۔ تیسرے درجے کے شروع ہوتے ہی حجاب العلم۔ حجاب النظر۔ مقلب۔ وہم اور قاطع یہ چاروں قسم کے مخرب[1] اعمال بالکل نیست و نابود ہو جاتے ہیں۔ بس انہی چاروں کا روح سے تعلق تھا۔ یہی اُسکی ذاتی صفات میں خراں پیدا کرتے تھے۔ باقی حساس۔ اسم ذات۔ اور عمر و نوعیت وغیرہ غیر مخرب اعمال کا روح سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ محض بیرونی اسباب فراہم کرنے والے ہیں۔

پس اعمال مخرب کے جُدا ہوتے ہی روح کی یہ چار صفات ذاتی اپنی پوری آب و تاب سے ہویدا ہو جاتی ہیں۔ پھر کوئی حجاب اور خرابی باقی نہیں رہتی۔ اِس کے بعد روح کے علم کل کی ضو بلا روک ٹوک تمام معلومات خفی و جلی پر حاوی ہو جاتی ہے۔ اسی حالت کو جیون مکتی کہتے ہیں۔ اور اسی عالم میں اِس مقدس روح کے روئیں روئیں سے ایک آواز نہایت خوش آیند نکلتی ہے۔ جس سے دنیا اور دنیا کے اسباب۔ روحوں کی عارضی و ذاتی صفات۔ نجات اور نجات کا طریقہ۔ غرض جملہ راز و اسرار خفی و جلی ہویدا ہوتے ہیں۔ مگر اُس آواز کے حقیقی معنے تو وہی مقدس روحیں سمجھتی ہیں جو خود بھی عنقریب اُسی درجے تک پہنچنے والی ہوتی ہیں۔ اور فہم و

[1] اعمال مخرب لفظ گھاتیا کرم کا ترجمہ ہے۔ اعمال کی آٹھوں اقسام جلی میں دو حالتیں مانی گئی ہیں۔ ایک گھاتیا۔ دوسرا اگھاتیا۔ یا مخرب اور غیر مخرب۔ مخرب کی تعریف یہ ہے۔ کہ وہ صفاتِ روحی کو خراب کرتے ہیں۔ اور غیر مخرب کی یہ تعریف ہے کہ وہ بیرونی بہتری و بدتری کے اسباب فراہم کرتے ہیں۔ روح کی صفات کا کچھ نہیں کرسکتے۔

ادراک۔ لفظ و معانی۔ مراقبہ۔ اور روشن ضمیری وغیرہ علوم کی منزلیں طے کر چکتی ہیں۔ باقی ذی روح اپنے اپنے مطلب اور منشا کے موافق سمجھ سکتے ہیں۔

پھر رفتہ رفتہ غیر مجرب اعمال بھی نیست و نابود ہو جاتے ہیں اور روح جسم نظری کی قید اور دیگر تمام تعلقات سے آزاد ہو کر نجات ابدی حاصل کر لیتی ہے۔ اِس کے بعد پھر کبھی دنیا میں نہیں آتی۔ ہمیشہ علمِ کل۔ نظرِ کل۔ طاقتِ کل اور سرورِ کل وغیرہ اپنی ہی صفاتِ ذاتی میں محو رہتی ہے۔ اور اسی پاک روح کو پرماتما کہتے ہیں:

فقیر "مائل" عفی عنہ دہلوی

روح کی حقیقت
روح کی زبانی



ابتدا مجھ میں نہیں ہے، انتہا مجھ میں نہیں
میں بقائی ہوں ہمیشہ ہوں فنا مجھ میں نہیں

رغبت و نفرت نہیں، کبر و دغا مجھ میں نہیں
نفسِ امارہ نہیں، حرص و ہوا مجھ میں نہیں

نیک و بد رحم و ستم لطف و غضب سے پاک ہوں
فعل اچھے اور برے جذبات کا مجھ میں نہیں

خاکی و بادی نہیں ہوں آتشی آبی نہیں
تیرگی مجھ میں نہیں، نور و ضیا مجھ میں نہیں

آفتابی ہوں کتابی ہوں نہ خوب و زشت ہوں
کوئی نقشہ ہی نہیں کوئی ادا مجھ میں نہیں

آنکھ کیا دیکھے مجھے، اور ہاتھ کیونکر چھو سکے
پانچ حس میں ایک کا بھی فی القا مجھ میں نہیں

آتما، ہندوستاں میں ہوں، عرب میں روحِ پاک
آپ ہوں آپے میں اپنے دوسرا مجھ میں نہیں

قید ہوں گو جسم اعمالی و خاکی میں ہنوز
ہوں مگر سب سے جدا میرے سوا مجھ میں نہیں

جسم میں اس طرح ہوں جس طرح آئینہ میں عکس
میں ذرا اس میں نہیں اور وہ ذرا مجھ میں نہیں

ہوں اگرچہ مختلط عنصروں سے مثلِ آب و شیر
لیکن اک ذرہ بھی دخلِ ما سوا مجھ میں نہیں

یاس میری کا سبب اک بھول ہے میری مگر — وہ بھی عکس تیرگی فطری خطا مجھ میں نہیں
میری غفلت خود بنی پردہ میرے اوصاف کا — لیکن اک حد تک کہ مطلق تو فنا مجھ میں نہیں
جب تلک آلودۂ اعمال ہوں دنیا میں ہوں — پاک ہوں تو میں ہی میں ہوں دوسرا مجھ میں نہیں
برہم ہوں، چدروپ ہوں، شدھ آتما پرماتما — عبدیت، معبودیت، بندہ، خدا مجھ میں نہیں
علم کل ہوں طاقت کل ہوں سرور کل ہوں میں — ہوں بسیط کل ر کا و شائبہ ذرا مجھ میں نہیں
دیکھتی ہوں، جانتی ہوں ہر شے کا ہوں جلی — خرمست شائبہ دکھ درد کا مجھ میں نہیں

مائل اوصاف خود ہوں، ساکن اوصاف خود
واحد و لا شریک ہوں، دخل اور کا مجھ میں نہیں

ارشادات حضرت ماں جی بلوچی مصنف کتاب ہذا

آن که بحر جوشش خود این آئینہ ذات نما دیدیم

و ظاهر از غزار الہم و باطن بحر لطف ما دیدیم

محمد مست چهار خلیفہ آلان از جمیع قصور

هر چند اسیر دام عمل الّا از دوام رها دیدیم

احسان کمالش چه رانم گر ز ترک و تجرید چیز بهر یست

هر که اسیری وانش را از بند کشاد بها دیدیم

هر که را ز جهان ادب لرشت از گرد جهان یا هم

مستی ذوق اوست گونه با از تقوی دیدیم

من ماں مسند هم بستم تیغ و صحبت هم دم

ولدان ز هم من بخدا دیدیم

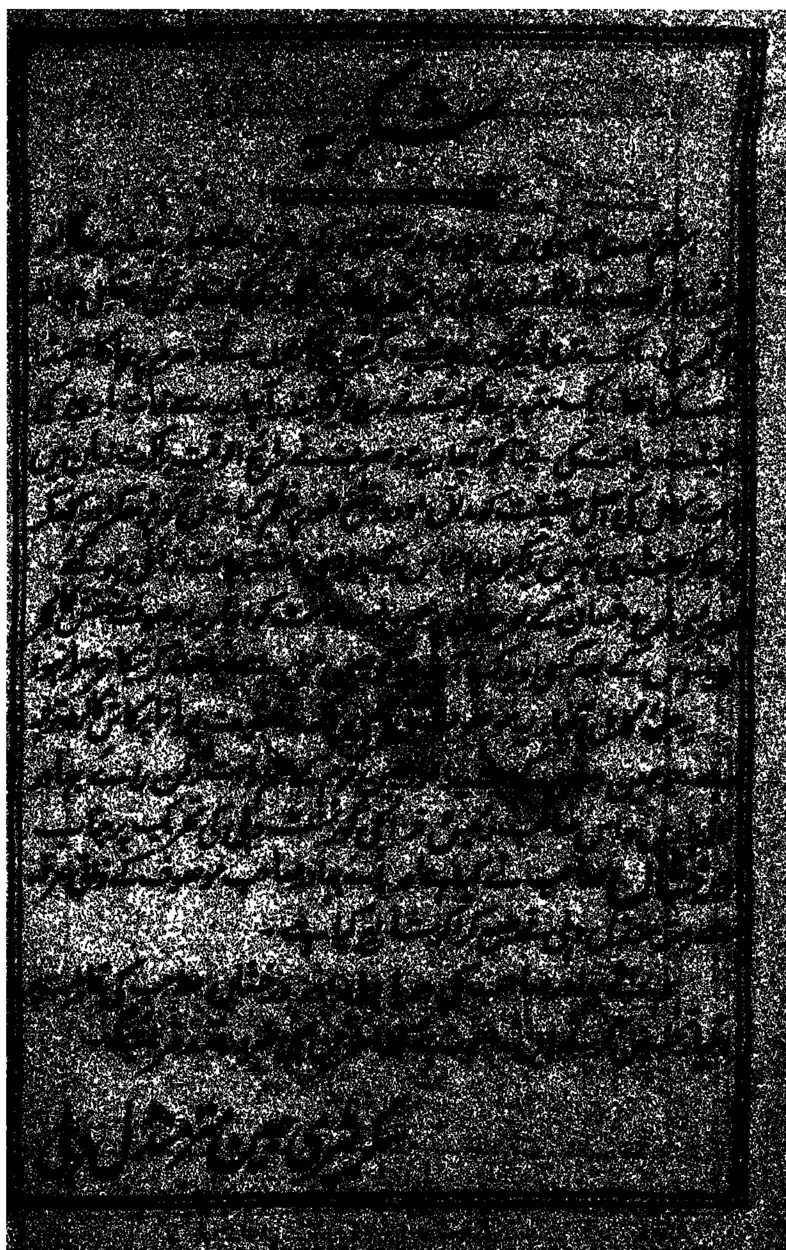
اطلاع

میں نے یگانہ کی ایک ہزار کاپیاں اور شعلہ پر چھپنا
انہیں چاند کی طرف سے مرزا یگانہ چنگیزی کی یاد میں
چھوڑی ہیں، اور ایک ہزار دوسرے بلا ادائے قیمت
چھپا کر دست بدست فروخت کا ہمدم صاحب اجمیری کی
طرف سے مطالعہ کی گئی ہیں مشعل پر صاحبان
کا دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں ◆

مشکوری

جلوۂ کمال

از



جین متر منڈل ٹریکٹ نمبر ۶۱

ॐ

شری یوگندر آچاریہ کی تصنیفِ پاک "پرماتما پرکاش"

کا اردو ترجمہ

جلوۂ کامل

از قلم

دبیرِ قوم لالہ بابو نانک چند جینی ورخشار نشانِ عدالت بلند شہر

جسکو

حسب فرمائش جناب رائے بہادر لالہ پارس داس صاحب جین آنریری مجسٹریٹ دہلی

جین متر منڈل دہلی نے ان کے صرف ذاتی سے طبع کرا کر

لکشمی پریس دہلی باہتمام پنڈت ستیدرام مالک مطبع شائع کیا

تعداد طبع ۱۰۰۰ سنہ ۱۹۲۶ء قیمت ۳ /

تمہید

شری یوگیندر آچاریہ کا اسم گرامی انکی اعلیٰ اور قابل قدر تصانیف کے باعث دُنیا علم و ادب میں ایک دوامی شہرت حاصل کر چکا ہے "یوگ سار" "نوکار شراوک آچار" "توپر کاشک سوتریکا" وغیرہ کے علاوہ پرماتما پرکاش بھی اُن کے ہی زورِ قلم کا نتیجہ ہے جو کہ انہوں نے پربھاکر بھٹ کے استفسارات پر برائے افادہ عوام پراکرت زبان میں ۳۴۵ دوہا چھند میں تحریر فرمایا تھا۔

پرماتما پرکاش کیا ہے؟ یہ جین لٹریچر کا وہ گوہر تابدار ہے جسکی ایک معمولی جھلک سے "روح و خدا" "حیات و ممات" "دُنیا و عاقبت" "عذاب و ثواب" "خوب و زشت" اور غیرہ وغیرہ کے متعلق جملہ رموز نہاں اور اسرار نہاں کا انکشاف ہوجاتا ہے۔ اور ایک

حد تک متلاشئ حق کو مزید تحقیقات کی تکالیف سی نجات ملجاتی ہے۔
اسکی ہر دلعزیزی اور مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ شری برہم دیوجی نے اسکا سنسکرت
میں ترجمہ کیا پھر پنڈت دولترام جی نے اسے برج بھاشا کا جامہ پہنایا بعد ازاں
پنڈت منوہر لعل جی نے اسے موجودہ مروجہ ہندی بھاشا کے ملبوس سے آراستہ و
پیراستہ کیا۔ اور انگریزی داں اصحاب کو اسکے بیشمار فیوض و فوائد سے محروم دیکھکر
اسکا انگریزی زبان میں ترجمہ کرنا پڑا۔ اب جناب درخشاں صاحب بلند شہری
کی کلک گوہر فشاں نے اسے "جلوہ کامل" کی صورت میں پیش کیا ہے
قابل مترجم کی سحر طرازی اور جادو بیانی کا زمانہ معترف و قائل ہو چکا ہے لہذا
انکی ہر تصنیف یا ترجمہ کے محاسن کا تذکرہ کرنا تحصیل لاحاصل نہیں تو اور کیا ہے؟
اس خیال سی جناب درخشاں صاحب کو انکی اس کامیاب کوشش پر صرف ہدیہ مبارکباد
پیش کرنے پر اکتفا کرتے ہوئے قارئین کرام سے استدعا کرونگا کہ وہ جلوہ کامل سی مستفیض
ہونیکی پوری کوشش کریں تاکہ قابل مترجم اور فراخدل محرک کی مساعی جمیلہ بارور ہوں

چندو لعل جین آنریری لے ایل ایل بی وکیل جوائنٹ ایڈیٹر جین پرچم مہیکلاں دہلی

جلوۂ کامل

از درخشان

سپاس و سجود

رُباعی

لیکن ہمہ داں بیشک دلاریب ہے تو	مشہور اگرچہ عالم الغیب ہے تو
وہ راہبر مسلکِ بے عیب ہے تو	میں کیا ترے قدموں پہ زمانہ ہی نثار

نمبر ۱۔ میں ان قابلِ قدر ہستیوں کو سجدہ کرتا ہوں

جنہوں نے آتشِ مراقبت میں افعالِ سابقہ کو جلادیئے سے حیاتِ جاودانی جلوۂ سبحانی اور درجۂ ہمہ دانی پاکر نجاتِ ابدی حاصل کرلی ہے۔

توضیح = یوں تو ہر روح بلحاظ اپنی صفاتِ ذاتی کے فطرتاً دائم الحیّ ہے۔ نہ کبھی مرتی ہے نہ جیتی ہے۔ لیکن مکافاتِ عمل کے لحاظ سے اسکو ہمیشہ سے مختلف قالبوں میں نزول کرنا پڑتا ہے جو معرضِ حیات وممات رہتے ہیں پس پاک روحوں کو یہاں سبحدہ کرنا مقصود ہے ۔۔۔ [illegible] سے جو خود [illegible] نیک و بد اعمال کی وجہ سے پیشتر دورِ تناسخ میں مبتلا تھی لیکن بالآخر اس نے اپنی صفاتِ ذاتی میں محو ہوکر تمام نقوشِ عمل کو جو سلسلۂ حیات وممات کا سبب تھا زائل کردیا ہے۔ اب وہ نجات یافتہ روح جس حالت میں ہے اسی حالت میں رہیگی موت وزندگی کے عوارض اس سے کبھی لاحق نہ ہونگے۔ اس لئے اُنکی حالتِ موجودہ کو حیاتِ جاودانی کہا گیا۔

چنانچہ ہر روح اپنی حیثیت سے بالکل پاک بے لوث ہے۔ لیکن اس کے ساتھ نیک و بد اعمال کی کثافت روزِ ازل سے وابستہ تھی جسکو اُس نے ریاضتِ مراقبت کی جاروب سے بالکل صاف کردیا ہے اور اسوجہ سے اب اُس کے ذاتی جلال کا انکشاف ہوگیا ہے۔ لہٰذا اس لحاظ سے یہ کہا گیا کہ نجات یافتہ روح نے جلوۂ سبحانی پالیا ہے۔ اسیطرح ہر روح بالخصیت عالمِ کل ہے۔ لیکن اب تک اس کا ذاتی علم یوں ہی پردۂ اعمال سے پوشیدہ ہونیکے سبب نور افشاں نہ تھا جیسے آفتاب کی روشنی اُس کے اوپر بادل چھا جانے سے تاریک ہوجاتی ہے۔ اب چونکہ اس پردے کے اُٹھ جانے سے روح کا ذاتی علم منور ہوگیا ہے۔۔

اسوجہ سے یہ کہا گیا کہ اُس نے درجۂ ہمہ دانی حاصل کرلیا ہے۔ گویا کہ یہ تینوں صفات روح کی ذاتی وجبلی ہیں۔ لیکن انکا انکشاف اُسوقت ہوتا ہے جب وہ سلسلہ تناسخ سے رہا ہوکر نجات پاتی ہے۔ اِس بیت میں قابل مصنف کا مفہوم اُن تمام ارواح پاک کی خدمت میں سربسجود ہونے سے ہے۔ جو دورِ تناسخ سے رستگار ہوکر نجات ابدی حاصل کرچکی ہیں۔

نمبر۲۔ جو بیشمار روحیں زمانہ آئندہ میں جذبات نفسانی سے بیلوث ہوکر اور اپنی لاثانی ذاتِ خالص کے انکشاف سے کامل علم و سرور حاصل کرکے نجات پائینگی۔ اُن کو بھی سجدہ کرتا ہوں۔

توضیح۔ امر واقعہ یہ ہے کہ کوئی ایک خاص روح ہی تمام عالم جاودانی کی شہنشاہ نہیں ہے بلکہ بہت سی روحیں اب تک نجاتِ ابدی حاصل کرچکی ہیں۔ اور زمانہ مستقبل میں بیشمار روحیں وقتاً فوقتاً دامِ تناسخ سے رستگاری پاتی رہینگی۔ اِس بیت میں قابل مصنف نے یہ بتلایا ہے کہ رستگاری پانے کا ذریعہ محض جذباتِ نفسانی (رغبت و نفرت۔ غصہ۔ غرور۔ مکر و طمع) سے قطعاً پاک اور بے لوث ہوجانا ہے۔ اسی سے روح کی اصلی صفات کا انکشاف ہوتا ہے۔ اور تب ہی علم کامل اور سرور دائمی میسر آتا ہے اور روح کی اسی حالت کا نام نجات ہے۔

نمبر۳۔ ان موجودہ پاک ہستیوں کو بھی سجدہ کرتا ہوں جو اصلی صفاتِ روحانی میں جذب ہوکر آتشِ تصوف سے خاشاکِ عمل کو خاکستر کررہی ہیں اور شاہراہ نجات پر گامزن ہوکر منزل مقصود کے عین قریب آچکی ہیں۔

توضیح۔ ملک ہند (بھرت کھیتر) میں ایک مقررہ دورِ زمانہ۔ دو حصے ہوتے ہیں اور ہر ایک دَورِ نصف چھ حصوں میں منقسم ہوتا ہے جنمیں سے تین حصے مکافاتی (بھوگ بھوم) اور تین حصے عملی (کرم بھوم) کہلاتے ہیں۔ دورِ نصف افزاری

راتسرپتی) کا تیسرا اور دورِ نصفی نشیبی (اوسرپنی) کا چوتھا حصہ زمانہ خاص ہوتا ہے جس میں تیرتھنکر اور دیگر اعلیٰ ہستیاں عالمِ وجود میں آتی ہیں۔ اور اسی زمانہ میں خطۂ ہند سے پاک روحیں نجات پاتی ہیں۔ باقی حصص زمانی میں باب نجات اس ملک کی ارواح کیلئے بند رہتا ہے۔

اِس بھرت چھیتر کی طرح پانچ بدیہہ چھیتر اور ہیں۔ جہاں دورِ زمانہ مثل زمانہ خاص کے ہمیشہ یکساں طور پر رہتا ہے۔ اور کوئی حصہ زمانی واقع نہیں ہوتا۔ پس قاعدہ کلیہ کے بموجب بدیہہ چھیتروں میں بیس تیرتھنکر ہمیشہ موجود رہتے ہیں اور اُن کے ہزاروں معتقد پیرو اُن کی طرح سلسلۂ اعمال کو توڑ کر نجاتِ ابدی حاصل کرتے رہتے ہیں۔ ان موجودہ پاک ہستیوں کو بھی جو عنقریب نجات پانے والی ہیں۔ اِس بیت میں سجدہ کیا گیا ہے۔

نمبر ۴۔ اس کے بعد میں ان تمام پاک روحوں کی خدمت میں سر جھکاتا ہوں۔ جو نجاتِ ابدی حاصل کر چکی ہیں۔ اگرچہ وہ مقدس ہستیاں جملہ ارواح عالم سہ گانہ کی نسبت علمِ کامل کے بارِ گراں سے سب سے زیادہ محمول ہیں تو بھی بحرِ دنیا میں غرقاب ہونے والی نہیں ہیں۔

توضیح۔ اس بیت میں فاضل مصنف نے ایک پُر لطف شاعرانہ رعایت یہ رکھی ہے کہ کلیہ قاعدہ کے بموجب جو چیز بھاری ہوتی ہے وہ اسی قدر جلد پانی میں ڈوب جاتی ہے لیکن نجات یافتہ روح باوجود اس کے کہ دُنیا کی تمام روحوں سے زیادہ علم کامل کے بوجھ سے گرانبار ہیں تو بھی بحرِ دُنیا میں کبھی نہ ڈوبینگی۔ اور اس سے اصول کی بات یہ نکلتی ہے کہ جب روح کو علمِ کامل حاصل ہوجاتا ہے تو وہ نجاتِ ابدی حاصل کر لیتی ہے۔ اور پھر کبھی زندانِ عالم میں مقید نہیں ہوتی۔

نمبر ۵ - بعدازاں میں ان مقدس ہستیوں کو آداب بجا تا ہوں - جو اپنی صفاتِ روحانی میں جذب ہو کر دُنیا و ما فیہا کی ہر شے اور ہر حالت کو عالم کُل ہونے کی وجہ سے بلا شبہ پیش نظر رکھتی ہیں

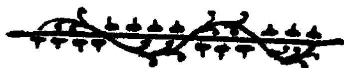
توضیح - اِس بیت میں بھی قابل مصنف نے دو متضاد باتوں کو یکجا بیان کرکے اپنی شاعرانہ قابلیت کا اظہار کیا ہے - یعنے جو روح اپنی صفات میں محو و جذب ہو جاتی ہے - اُسکو دُنیا و ما فیہا کی خبر نہیں رہتی - اور جس کے پیش نظر مختلف اشیاء و حالات کی کیفیات رہتی ہیں - وہ اپنے جلوہ میں مستغرق نہیں ہو سکتی - یہاں مصنف جس پاک ہستی کو سجدہ کر رہا ہے وہ ایسی ہستی ہے جو در حقیقت اپنی صفات میں محو ہوتے ہوئے بھی ایسا علم صادق رکھتی ہے - جس کے ذریعہ سے دنیا و ما فیہا کی جملہ کیفیات علانیہ طور پر بے شک و شبہ اسکے پیش نظر رہتی ہیں -

نمبر ۶ - میں ان مقدس ہستیوں کو سجدہ کرتا ہوں - جو صادق العقیدت صادق البصیرت اور صادق الطریقت حاصل کرکے مسرور بالذات ہو چکی ہیں اور جنہوں نے تمام حالات و موجودات کی ماہیت کو عوام پر روشن کر دیا ہے -

توضیح - اِس بیت میں اُن ہستیوں کو سجدہ کرنا منظور ہے جنہوں نے ابھی نجات ابدی تو حاصل نہیں کی ہے - لیکن قالب بستخوانی میں بقید حیات رہتے ہوئے عقیدہ و علم و سرور کا کمال ور حاصل کر لیا ہے - اُس کے نجات پانے میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں ہے - وہ ہستیاں زندہ جاوید (ارہنت) ہو چکی ہیں اس جسم فانی کو ترک کرکے لازمی طور سے نجات ابدی میں داخل ہو جائیگی

نمبر ۳ - جو پاک ہستیاں تارک الدنیا ہو کر تصور و مراقبہ میں جذب ہو جاتی ہیں اور علم صادق کے ذریعہ سے حقیقت روحانی کو سمجھ لیتی ہیں جس سے رغبت و نفرت کے جذبات زائل ہو کر کشفِ روحانیت کے باعث انکو مسرت اصلی کا احساس ہونے لگتا ہے - اُن رہروان معرفت (سادھو) ہادیان شریعت (آچاریہ) اور فلسفیان حقیقت (اپادھیائے) کے قدموں میں سر تسلیم خم کرتا ہوں -

توضیح - عالم کامل اور زندہ جاوید ہونے سے قبل جو تارک الدنیا درویش محض حق شناسی اور خود آشنائی کے درپے رہتے ہیں - فقر و فاقہ اور ریاضت و اعتکاف میں زندگی بسر کرتے ہیں - وہ رہروان معرفت (سادھو) کہلاتے ہیں - جب وہ اہلِ معرفت درویش اس درجہ آغازی سے ترقی کر کے احکام شریعت کی خود بحدِ غایت پابندی کرتے ہوئے دوسروں کو عمل شرعی کی تعلیم دیتے ہیں - تو ہادیانِ شریعت (آچاریہ) ہو جاتے ہیں - اور جب مذہبی فلسفہ کی کامل ماہیت حاصل کر کے اپنی زبانی ہدایات و تقاریر سے یا کتب مقدسہ کی توضیح و تاویل کے ذریعہ سے فلسفیانہ تدریس و تلقین دوسروں کو کرتے ہیں - تب وہ فلسفیان حقیقت کے نام سے موسوم کئے جاتے ہیں - چونکہ وہ سب خواہ کسی درجہ میں ہوں دنیاوی حرص و ہوا سے بیزار و دل برداشتہ ہو کر راہِ صداقت پر چل رہے ہیں - اور یقیناً ایک روز اپنی منزل مقصود یعنی نجاتِ ابدی کو ضرور حاصل کر سکینگے - اِس لئے قابل مصنف کی نگاہ میں وہ جملہ متبرک ہستیاں قابلِ تعظیم ہیں -



باب اوّل

(دربیان روحانیت)

نمبر ۸ - مذکورہ بالا پانچ قسم کی مقدس ہستیوں یعنے یابندگان نجات (سدھ) زندگان جاوید (ارہنت) فلسفیان حقیقت (اپادھیائے) ہادیان شریعت (آچاریہ) اور پیروان معرفت (سادھو) کو سجدہ کرکے ایک متلاشی حق درویش پربھاکر بھٹ نے بخلوص ارادت اپنے استاد شری یوگیندر آچاریہ سے ذات کامل کی حقیقت بیان کرنیکی درخواست کی - کہ

نمبر ۹ و ۱۰ - اے مرشد کامل! میں اس دہر ناپائیدار میں لا ابتدا زمانہ سے رنج و غم اور تکالیف و مصائب اٹھاتا ہوا پھر رہا ہوں - اصلی مسرت کا کبھی کہیں سایہ بھی نظر نہیں آیا - اب جس ذات کامل کا تصور کرنے سے وہ تمام صعوبتیں جو جناتی - جہنمی - انسانی - حیوانی زندگیوں میں بہت زور سے جھیلی ہیں - دور و زائل ہو جائیں - براہ مہربانی اسکی ماہیت مجھے کرا دیجئے -

نمبر ۱۱ و ۱۲ - اپنے شاگرد رشید پربھاکر بھٹ کی التجا پر اُس کے استاد کامل نے تلطف آمیز لہجہ میں سنجیدگی و متانت سے فرمایا کہ بھلا ان سچی کے خیالات کو قطعی دل سے دور کرکے روح کامل کے علم بالذات ہونیکی ماہیت کو علم الیقین سے تحقیق کرنا چاہئے -

نمبر ۱۳ و ۱۴ و ۱۵ - جذبات اندرونی کے لحاظ سے جاہل - عارف اور کامل

روح کے یہ تین درجے ہیں۔ جاہل روح اپنے جسم کو ہی سراپا روحانیت سمجھتی ہے۔ عارف روح خود کو جسم مادی سے بالکل غیر او علم بالذات تحقیق کرتی ہے۔ اور اپنی ذاتی ماہیت کی متلاشی رہتی ہے۔ مگر جب وہ روح سلسلۂ اعمال کو توڑ کر اور اپنی ذات خاص کے علاوہ تمام ماسوا سے بے تعلق ہو کر نور حقیقت کی مشعل بنجاتی ہے۔ روح کامل ہو جاتی ہے۔

نمبر ۱۶۔ اندر، نارائن جیسی عظیم الشان شخصیتیں بھی جس نجات یافتہ روح کامل کے تصور میں اسے اپنا معبود حقیقی سمجھکر محو ہو جاتی ہیں اسی پاک ہستی کا تصوف یکسو دلی اور استقلال کے ساتھ کرنا واجب ہے۔

نمبر ۱۷۔ جسکا ذاتی وجود دوامی ہے جسکے جذبات نفسانی زائل ہو گئے ہیں جس نے درجہ ہمہ دانی حاصل کر لیا ہے اور جو مسرت کلی پاکر اسمیں محو ہو چکی ہے وہ ہی روح کامل وجہ طمانیت اور باعث مسرت ہے۔ اسی ذات پاک کی ماہیت حاصل کر کے دھیان کرنا چاہئے۔

نمبر ۱۸۔ وہی روح کامل وجہ سرور اور باعث امن ہے جو ہمہ دانی وغیرہ اپنے ذاتی اوصاف کو علانیہ حالت میں اختیار کئے ہوئے ہے۔ مکر و فریب وغیرہ جذبات فاسد سے بالکل بے لوث ہے اور ہر سہ زمان و ہر سہ عالم کی موجودات و کیفیات سے خبردار ہے

نمبر ۱۹ و ۲۰ و ۲۱۔ جس کے اندر نہ کوئی رنگ ہے نہ بو نہ آواز ہے نہ احساس نہ موت و زندگی کا سلسلہ ہے نہ غصہ و غرور اور مکر و طمع کے جذبات باقی ہیں جو دل کے روکنے اور انضباط نفس کی غرض سے تصور و تصوف کی عمل پیرا نہیں۔ نہ عذاب و ثواب کیطرف

رجوع و زائل ہے۔ شادی و غم کے زیر اثر نہیں۔ بھوک پیاس وغیرہ
سے رنجور نہیں۔ وہی ذات پاک روح کامل ہے۔

توضیح - جب روح اندرونی و بیرونی مادہ سے ملوث نہیں رہتی ہے یا جذبات فعلی
ان سے مشتمل نہیں رہتے ہیں تو اندرونی مادہ کی وابستگی سے جو جذبات
نفسانی اور خواہشات حیوانی پیدا ہوا کرتی ہیں۔ وہ بھی قطعاً زائل ہو جاتی
ہیں۔ اور نیز بد اعمالی کے اثر سے جو بیرونی مادی اجسام میں روح کے عرصہ تک
مقید رہنے کا سلسلہ جاری ہے وہ بھی مسدود ہو جاتا ہے پس روح کی
ذات خالص اور صفات پاک منکشف ہو جاتی ہیں۔ وہ ہی روح کامل و
مقدس کہلائی جا سکتی ہے۔

نمبر ۴۲ - وہی روح کامل لایزال اور دائم البقا ہستی ہے جس کو اپنی ذات
پاک میں محو رہنے کے لئے نہ کسی خاص آب و ہوا کی ضرورت ہے
نہ تصور کے لئے کسی خاص مورت یا مجسمہ کی حاجت۔ نہ کوئی گنڈہ
یا تعویذ ضروری ہے نہ اسم اعظم یا کلمہ پاک لازمی۔ نہ کسی کرہ باد۔
کرہ آب۔ کرہ آتش یا کرہ ارض سے سروکار ہے۔ نہ کسی تخیلی
تصویر یا خاص شکل کی درکار۔

نمبر ۴۳ - روح کامل وہ ازلی و ابدی ہستی ہے جسے کسی ہمہ دان کی ہدایت
سے علماء شریعت کے وعظ سے یا حواس خمسہ اور دل کے ذریعہ سے
نہیں پہچانا جا سکتا۔ اگر اس کا نظارہ نصیب ہو سکتا ہے تو صرف
اپنے تصوف ذاتی میں جذب ہو جانے پر ممکن ہے۔

توضیح - حواس خمسہ یا لفظی ہدایت سے صرف متشکل چیزوں کی ہی ماہیت
ہو سکتی ہے چونکہ اجسام اندرونی و بیرونی سے روح کامل بالکل پاک

ہوجاتی ہے اِس لئے اسکی کیفیات احساس و بیان میں نہیں آسکتیں۔
روحانی ماہیت صرف روحانی تصوّرات سے ہی ممکن ہے۔

نمبر ۲۴- روح کامل وہ مقدس ہستی ہے جو خود ہمہ دان وہمہ بین ہے اور فطرتاً مسرت اِنتہا اور قادر مطلق ہے اور جو صفات اعلیٰ سے متصف ہوکر جو روح پاک جسم خاکی میں رہتے ہوئے زندۂ جاوید ہوگئی ہے۔ اس سے بھی بہتر حالت میں جسکا وجود ہے۔

نمبر ۲۵- روح کامل ایسی پاک ہستی ہے جس کی ہر سہ عالم کے ذی روح حمد و ثنا کرتے ہیں جو کسی قسم کے بندھن کے اندر محبوس نہیں ہے اور جس کا قیام عرش معلیٰ پر ہے۔

توضیح- جسطرح کدو کا خول فطرتاً ہمیشہ پانی کے اوپر ہی تیرتا ہے اگر کوئی مٹی یا بھاری چیز اس سے وابستہ ہے تو وہ اسکو نیچے کی طرف جانے پر مجبور کریگی۔ لیکن جسوقت جنس غیر کی وابستگی اس سے دور ہوجائیگی وہ خول اپنی فطرت کے مطابق فوراً اوپر آجائیگا۔ اسیطرح روح کا فطرتی وصف بھی اوپر کی طرف جانے کا ہے۔ ذرات فعلی کے اثرات ہی اس کو دوسری طرف جانے کیلئے مجبور کرتے ہیں۔ لیکن جب اِس جنس غیر کی وابستگی سے کوئی روح قطعاً پاک ہوجاتی ہے تو وہ اپنی فطرت کے مطابق اوپر کی طرف صعود کرتی ہے۔ اور بالآخر حد آخر پر جاکر ٹھیر جاتی ہے۔ وہی مقام عرش معلیٰ ہے۔ جہاں پر نجات یافتہ ارواح جمع رہتی ہیں۔ چونکہ روح کامل کے کوئی جسم کسی قسم کا نہیں ہوتا ہے۔ اِس لئے وہ کوئی جگہ نہیں گھیرتی۔ بہت سی لطیف چیزیں ایک ہی ظرف میں سما سکتی ہیں۔ لیکن بلحاظ لطافت ذاتی و نور کے سبب جدا گانہ رہتی

ہیں جیسے ایک کمرے کے اندر چراغ کی روشنی میں جہاں ایک چیز کا سایہ پڑتا ہے وہیں دوسری چیز کا بھی سایہ سما جاتا ہے۔ اگرچہ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک سایہ دوسرے سایہ میں سما گیا لیکن بلحاظ اپنے وجود کے دونوں ایک دوسرے سے جدا ہیں جب ایک چیز اپنی جگہ سے ہٹ گئی اُس کا سایہ بھی فوراً ہٹ جائیگا یہ مثال تو لطیف مادہ کی ہے۔ روح کامل تو اس سے کہیں زیادہ لطیف تر ہے۔

نمبر ۲۶ علم پاک کی منکشف حالت میں جسطرح روح کامل عرشِ معلی پر قیام پذیر ہے۔ ویسی ہی روح ہر کسی زندہ جسم کے اندر موجود ہے ان دونوں میں بلحاظ حقیقت اصلی کے کوئی فرق نہیں ہے۔

توضیح۔ جب کوئی روح ہر قسم کے خود کردہ افعال کے اثرات مادی سے پاک صاف ہو جاتی ہے تو اسکی ہمہ دانی بظاہر منکشف ہو جاتی ہے۔ کیونکہ اس کے اوصاف ذاتی پر اعمال کا پردہ پڑا رہتا ہے جس کی وجہ سے اسکا علم صادق تاریکی میں رہتا ہے۔ جو بالقوۃ اُس کے اندر ہر وقت موجود ہے۔ اگرچہ بادی النظر میں اِن دونوں قسم کی روحوں میں یہ فرق دکھائی دیتا ہے کہ ایک کے اندر علم پاک بالفعل موجود ہے۔ دوسری میں بالقوۃ۔ تاہم نظر حقیقت سے دیکھا جائے تو ہر روح میں علم پاک کا جوہر فطرتاً موجود ہے۔ اوصاف اصلی کے لحاظ سے اُنہیں کوئی فرق نہیں ہے۔

نمبر ۲۷۔ زمانہ سلف سے کئے ہوئے افعال کے اثرات روح کے ذاتی اوصاف کا تصور کرنے سے زائل ہو جاتے ہیں۔ خواہ وہ روح کسی جسم کے اندر ہی محدود کیوں نہو۔ پس تُو اے پربھاکر اصفاتِ روحانی کی ماہیئت حاصل کر۔

توضیح۔ یہ مسلمہ ہے کہ روح نہ پاک جوہر ہے جو مادی اجسام سے بالکل غیر ہے۔

برائے چندے کسی جسم میں محسوس رہتے ہوئے بھی اُس سے قطعاً جدا چیز ہے ذرات مادی کا اشتراک اسکی ذاتی صفات کو سلب نہیں کرتا۔ بلکہ ایک مدت کیلئے اُن کے انکشاف کو روک دیتا ہے۔ قابل مصنف کی اپنے شاگرد کو یہ ہدایت ہے کہ بلا لحاظ اِس امر کے کہ کوئی روح کسی قسم کے جسم مادی کے اندر محدود ہے۔ اُس کے اوصاف ذاتی کا تصور کرنے سے وہ ذرات فعلی جو الفاظاً اسکی ذات سے پیوست ہو گئے ہیں اور تنویر روحانی کے محاذ میں پردہ حائل بنگئے ہیں۔ زائل ہو جاتے ہیں۔ پس جو شخص اپنے افعال کے اثرات کو زائل کرنے کے درپے ہے اُس کا فرض ہے کہ وہ روحانی تنویر سے شناسائی حاصل کرے۔

نمبر ۲۸۔ لذات حواسی کے باعث پیدا ہونے والے رنج و راحت سے جو روح متاثر نہیں ہے اور توہمات قلبی سے بھی مغلوب نہیں ہوتی ہے اُسی کو روح کامل سمجھنا چاہیئے اس کے برعکس اور کوئی خیال دل میں لانا فضول ہے۔

نمبر ۲۹۔ بادی النظر میں پاکیزہ صفت روح جسم مادی میں مقید ہے لیکن فی الحقیقت وہ اپنی صفات حمیدہ کے اندر محدود ہے پس روح کی ہی ذات خالص پر نظر رکھنا چاہیئے۔ اس کے علاوہ کسی شئے (خول مادی وغیرہ) سے کیا مطلب۔

نمبر ۳۰۔ اے پربھاکر! روح اور مادہ کو ہرگز ایک نہ سمجھ۔ دونوں کی صفات جداگانہ ہیں۔ مادی ذرات فعلی کے اشتمال سے جو غیر حقیقی تخیلات روح کے اندر پیدا ہوتے ہیں۔ اُن کو بھی صفات روحانی سے بالکل علیحدہ سمجھ۔ نیز ہاں ایک روح دوسری روح سے تمیز نہیں ہے۔

توضیح ۔ قوتِ ادراک اور علم پاک روح کی اصلی صفت ہے ۔ لیکن انفعالیہ مادی ذرات جب روح سے وابستہ ہوتے ہیں تو اسکی اصلی صفات تبدیل ہوجاتی ہیں ۔ اور اُن کے اثر سے صفات روحانی کے خلاف اسمیں رغبت و نفرت وغیرہ کئی قسم کے ناپاک جذبات پیدا ہوجاتے ہیں ۔ مثلاشیان حقیقت اُن عارضی جذبات پر نگاہ نہیں ڈالتے ۔ بلکہ جسطرح مادہ کو روح سے غیر سمجھتے ہیں ۔ اسیطرح ان مادی جذبات کو بھی روحانیت سے جدا تصور کرتے ہیں ۔ لیکن اس روح کامل کو جسکی صفات بالفعل بدرجہ کمال منکشف ہوچکی ہیں ۔ اس روح سے جدا نہیں سمجھتے جو ان صفات علیہ کو بالقوۃ اپنے اندر رکھتے ہوئے ہنوز انفعالیہ مادی ذرات کے زیر اثر روحانیت کے خلاف عمل پیرا ہے ۔

نمبر ۳۱ ۔ روح وہ پاک جوہر ہے جو خود ہمہ تن علم صادق اور صاحب ادراک ہے دل اور حواس خمسہ کی امداد کا محتاج نہیں ۔ بالوجود ہوتے ہوئی بھی جسکی کوئی شکل و صورت نہیں ہے اور نہ حواس خمسہ سے پہچانا جاسکتا ہے

نمبر ۳۲ ۔ ہر متنفس جو دنیاوی خواہشات اور نفسانی جذبات سے دل برداشتہ ہوکر روح کامل کے مراقبہ میں جذب ہوجاتا ہے اس کے نخل تناسخ کی جڑیں کٹ جاتی ہیں ۔

نمبر ۳۳ ۔ روح وہ عالم کل ہستی ہے جو بظاہر قلعہ جسم میں مثل بادشاہ کے آباد ہے اور جسکا قابل پرستش اور واجب الثنا وجود فی الحقیقت ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہیگا ۔

نمبر ۳۴ ۔ روح کامل وہ نور حقیقی ہے جو جسم مادی کے اندر مبسوط ہوتے ہوئے بھی اس کے مادی ذرات کو مس نہیں کرتا ۔ نہ ذرات

مادی اسکو چھوتے ہیں۔

توضیح۔جب روحانیت کمال پر پہونچتی ہے تو جسم کے اندر رہنے کے باوجود بھی مادی جسم کو نہیں اپناتی۔ نہ مادی جسم اِس نورِ حقیقی کو اپنے ظلمت انگیز اثر سے دھیما کر سکتا ہے۔کیونکہ اُس حالت میں روح و مادہ کا باہمی اختلاط ناممکن ہے

نمبر ۳۵۔جو مساویت پسند تارک الدنیا اور مرتاض لوگ بے علائقی کا آبِ حیات نوش کرتے ہیں۔وہی ظاہرا روحِ کامل کے نورِ علمی سے منور ہو جاتے ہیں۔

نمبر ۳۶۔ اے پربھاکر! درآں حالیکہ روح اور مادی ذراتِ فعلی کا اشتمال ازل سے چلا آتا ہے۔تو بھی روح کے اندر مادیت نہیں آجاتی۔ حقیقت نظری سے روح مشتاسخ کو بھی روح کامل کے مانند سمجھ۔

توضیح۔اگرچہ کان کے اندر سونا اور آلائش ہمیشہ سے مشتمل رہتے ہیں لیکن تو بھی ذراتِ طلائی اور دیگر اجزا ء مادی ایک نہیں ہو جاتے۔کیمیائی تدابیر سے دونوں جدا کئے جا سکتے ہیں۔اسیطرح روح اور مادہ کا تعلق ازلی سہی۔ مراقبہ و استغراق اور ریاضت و مشقت کے ذریعہ سے ذراتِ فعلی روح سے جدا ہو جاتے ہیں۔اور بالآخر ہر روح درجہ کمال حاصل کر کے اقدس و متبرک ہو سکتی ہے۔

نمبر ۳۷۔جس روح کو نظرِ حقیقت سے ہم جسم مادی سے بالکل جدا اور ذراتِ فعلی سے بھی علیحدہ دیکھتے ہیں اسکو بیخبر اور جاہل لوگ اسکی موجودہ اور ظاہری حالت کو دیکھکر جسمانی اور مادی حرکات پر ہی محدود کر لیتے ہیں۔ اے پربھاکر! تجکو روح پاک اور مادہ کے درمیان امتیاز کر لینا چاہئے۔

نمبر ۳۸۔ روح کامل وہ ہستی ہے جس کے علم کُل میں ہر سہ عالم کی تمام موجودات ہر لحظہ اسطرح عکس فگن رہتی ہیں جسطرح وسیع الہیت چرخ اعظم کے اندر محض ایک سیارہ۔

نمبر ۳۹۔ اپنی ذات خاص میں محو و مستغرق رہنے والے مرتاض کامل جس عالم کُل روح کامل کو اپنی منزل مقصود پر پہنچنے کا ذریعہ تصور کرتے ہیں اُسی کی صفات حمیدہ و ذاتِ ستودہ قابل مراقبہ ہے۔

نمبر ۴۰۔ روح خودکردہ افعال کے نتائج کی وجہ سے مختلف حیوانی و جمادی جسم اور تذکیری و تانیثی جنس اختیار کرتی ہے جس سے دُنیا کے اندر موت وحیات کا سلسلہ جاری ہے۔ اور وہی روح تناسخ دُنیاوی کے اسباب کو ضایع کرکے کامل ہو جاتی ہے۔ اِس لحاظ سے گویا روح ہی دُنیا کو پیدا اور ضایع کرنے والی ہے۔ اِس کے علاوہ اور کوئی طاقت نہیں ہے۔

نمبر ۴۱۔ روح کامل کے جس آئینہ علم صادق میں ہر سہ عالم عکس فگن ہیں اور جسکی تنویر ہر شے عالم کے اندر موجود ہے وہ دُنیاوی آلائشوں کے ساتھ لاتعلق نہیں ہو جاتا ہے۔

توضیح۔ چونکہ روح ہمہ تن علمِ کُل ہے اسکو ہر شے عالم کی ماہیت ہے۔ گویا ہر چیز میں اسکا علم پاک مبسوط ہے۔ اِس لحاظ سے روح کامل کو بسیط کُل کہنا ممکن ہے۔ اور طرح سے نہیں۔ قابل مصنف کے بیان کی یہ خوبی ہے کہ باوجود اس کے کہ بلحاظ مذکورہ شے میں روح کامل اور روح کامل میں ہر شے جلوہ فگن ہے تو بھی اشیا رمادی اور تنویر روحانی باہم تحلیل ہوکر ایک نہیں ہو جاتیں۔ پھر بھی دونوں ایک دوسرے سے منفک اور جدا رہتی ہیں

نمبر ۴۲- جو ذات پاک روح جسمِ مادی کے اندر آباد ہے اُسکی ماہیت کو اندر اور نارائن جیسی عظیم ہستیاں بھی علائق بیرونی اور جذباتِ نفسانی کو ترک کئے بغیر اور صفاتِ روحانی کی دریافت میں مستغرق ہوئے بدون نہ پاسکیں۔

نمبر ۴۳- جو روح بادی النظر میں موت و زندگی کے عوارض سے علیل دکھائی دیتی ہے وہ حقیقت میں اُن عارضی عوارض سے قطعی طور پر بری ہے اس روح کی ذات خاص اور صفات پاک کو جسم خاکی کے اندر موجود رہنے کی حالت میں بھی ترتھینکر وغیرہ جیسی پاک ہستیوں نے سر بسر دریافت کر لیا ہے۔

اے پربھاکر! تو بھی اسیطرح معرفت روحانی میں خود کو وقف کر دے۔

نمبر ۴۴- جس روح کے جسم میں رہنے سے تمام حواس عشرہ اپنے اپنے کار منصبی میں مصروف رہتے ہیں اور جس کے جُدا ہو جانے سے جسم کا آباد شہر اُجڑ جاتا ہے اور حواس بیکار ہو جاتے ہیں وہ ہی حقیقت نظری سے روح کامل ہے۔

نمبر ۴۵- اگرچہ فی الحقیقت روح علم و ادراک سے متصف ہے اور فی البدیہہ یہ حواس جسمانی کے ذریعہ سے رنگ و بو۔ صورت و ذائقہ اور حس و مس کی ماہیت حاصل کرتی ہے تاہم اپنی ذات و صفات کی شناخت حواس کے ذریعہ سے نہیں کر سکتی۔

نمبر ۴۶- وہ سترت انتا روح جو زندان تناسخ میں مبتلا نہیں ہے اور جس سے کثافتِ اعمال جو کہ درحقیقت وجہ تناسخ ہے وابستہ نہیں ہے جملہ علائق بیرونی کو ترک کر کے غور و تصور کرنے کے قابل ہے۔

نمبر ۴۷۔ جہاں تک مٹی کا سہارا ہوتا ہے وہیں تک بیل چلتی ہے۔ آگے نہیں جاتی۔ اسیطرح کائنات عالم میں جہاں تک اشیا ہو اُستی کا وجود ہے علم روحانی وہیں تک حاوی اور بسیط ہوتا ہے پس جس روح کامل کو علمِ کل کا انکشاف نصیب ہوگیا ہے اُسی کو دریافت کرنا واجب ہے۔

توضیح۔ مٹی کے ختم ہوجانے پر بیل کے آگے نہ بڑھنے سے یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ بیل کے اندر آگے چلنے کی طاقت نہیں رہی بلکہ یہ مطلب ہے کہ اُس کو آگے بڑھنے کا سہارا نہیں رہا۔ اگر سہارا ملجائے تو بیل ضرور بڑھیگی۔ اسیطرح علمِ کل کا موجودات عالم تک ہی بڑھنا یہ معنی نہیں رکھتا کہ وہ محدود ہے جملہ واقعات و کائنات ماضی وحال و مستقبل ایک ہی وقت میں مرأت علم کل میں عکس فگن رہتے ہیں۔ اُن کے علاوہ اور کوئی شئے جاننے کے قابل نہیں رہتی جسپر علم حاوی ہو۔ اِس طرز نفی میں بھی اثبات کے طور نمایاں ہیں۔ اور محدودیت کے بیان میں لامحدودیت کی شان موجود ہے۔

نمبر ۴۸۔ دانش بینش اور طاقت و مسرت روح کی فطرتی صفات ثمرہ اعمال کی وجہ سے پیدا۔ تبدیل یا فنا نہیں ہوتیں۔ البتہ پردۂ اعمال سے بڑے چھنے اُن کا ظہور ڈھک جاتا ہے۔ اور جوں جوں وہ پردہ حائل اُٹھتا جاتا ہے اُن صفات کا از خود انکشاف ہوتا جاتا ہے یہ مسئلہ ذہن نشین کرکے صفاتِ روحانی کی دریافت میں مستغرق ہونا چاہئے۔

نمبر ۴۹۔ مسرور الفطرت روح زنجیر عمل سے جکڑی ہوئی رہنے پر بھی مثل ذراتِ عمل کے مادی نہیں ہوجاتی۔ نہ ملوی ذراتِ عمل کے اندرانکی مدتِ مدید تک روح سے

واب رہنے پر روحانیت سرایت کرجاتی ہے۔

نمبر ۵۰ و ۵۱ - کوئی فلاسفر روح کو آسمان کی طرح بسیط محض مانتا ہے اور کوئی مادہ کی طرح بحیس و بےخبر کوئی حکیم اس کے وجود سے ہی منکر ہے اور کوئی اسکو بالبداہت پیدائش جسم تک محدود اور فی الحقیقت بوسعت عالم تک بسیط یقین کرتا ہے۔

اے پربھاکر! تو اس قسم کے تذبذب دل میں نہ آنے دے کیونکہ کسی نہ کسی لحاظ سے متذکرہ بالا چاروں جداگانہ اصول صحیح ہیں۔

نمبر ۵۲ - جب روح سے ہر قسم کا پردہ اعمال دور ہوجاتا ہے اور اسکی ذاتی صفات ہمہ دانی۔ ہمہ بینی مکمل طور پر منکشف ہوجاتی ہیں تو اس کے خورشید علم کی شعاعیں ملک وجود اور عدم آباد کے ذرے ذرے تک پہنچ جاتی ہیں یعنی جملہ کیفیات عدم و وجود اس کے آئینہ علم میں صحیح طور پر روشن اور عکس فگن ہوجاتی ہیں - اس لحاظ سے روح کامل کو سب جا اسکی کہنا کچھ بیجا نہیں ہے۔

نمبر ۵۳ - جب روح زنجیر عمل سے آزاد ہوکر عالم کل اور مسرت انتہا ہوجاتی ہے تو جسم میں مقید رہنے کی حالت میں جو علم و حس اسکو حواس عشرہ کے ذریعہ حاصل ہوتا تھا۔ زائل ہوجاتا ہے - اس لحاظ سے اسکو مادہ کی طرح بحس و بےخبر کہنا بھی غلط نہیں ہے۔

توضیح - علم کل کا انکشاف ہونے پر اسکو حس و مس کی ضرورت نہیں رہتی - ہر کیفیت اسپر خود بخود روشن ہوجاتی ہے - حس و مس سے جو علم ہوتا ہے وہ جسمانی حواس عشرہ کے ذریعہ ہوتا ہے - جب روح پاک ہوجاتی ہے تو جسمانی

احساس کے لحاظ سے حس ومس نہیں رہتا۔ اور چونکہ مادہ بھی طاقتِ حس وخبر سے خالی ہوتا ہے۔ پس اس لحاظ سے اگر یہ کہا جائے کہ روح کامل مادہ کی طرح بےحس وبےخبر ہے تو اس حیثیت کلام میں کوئی نقص یا اعتراض عائد نہیں ہوتا۔

نمبر ۵۴ - جو اعمال جسامت کے انبساط کا سبب ہوتے ہیں اُن کے دور ہو جانے سے روح کامل کی شباہت کم و بیش نہیں ہوتی - اس لحاظ سے روح کامل کو آخری جسم کی پیدائش کے مطابق بسیط کہنا بےمعنی نہیں ہے۔

توضیح - مختلف قسم کے سرزدہ اعمال میں ایک قسم ایسی بھی ہے جس کے اثر و نتیجہ سے روح کو چھوٹا بڑا لطیف کثیف - خوب و زشت جسم میسّر آتا ہے - لیکن جب جملہ قسم کے اعمال سے روح بَری ہو جاتی ہے تو جسم عطا کرنے والے اعمال کا اثر بھی زائل ہو جاتا ہے - اور روح جس آخری حالت سے نجات پاتی ہے اُس سے قدرے کم شباہت و جسامت میں اسکی تصویر رہجاتی ہے۔ اور جسم کے اندر ردّ و بدل کرنے والے اعمال کے معدوم و فنا ہو جانے سے کبھی کوئی ترمیم اس کے اندر نہیں ہوتی - اِس لحاظ سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ روح کامل اپنے کالبد آخری کی پیدائش کے اندر محدود الجسامت ہے ممکن ہے اسمیں کسی کو اعتراض ہو کہ جبتک چراغ ڈھکا رہتا ہے اُس کا اُجالا محدود رہتا ہے اور جب ڈھکنا اُٹھا دیا جائے تو وہ خوب پھیل جاتا ہے اسیطرح روحانی جسامت کالبد کے اندر محدود تھی جسم کا ڈھکنا ہٹ جانے سے اسکو تمام عالمِ وجود میں پھیل جانا چاہئے - لیکن یہ مثال حسبِ حال نہیں ہے - کیونکہ چراغ پر ڈھکنا رکھنے سے پہلے اُس کا اُجالا

پھیلا ہوا تھا۔ اور ڈھکنے سے محدود ہو گیا۔ جب محدودیت کا باعث دور
ہو گیا وہ اصلی حالت میں آ گیا۔ روح کبھی اِس حالت میں نہ تھی کہ اُسپر اعمال کا
پردہ نہ پڑا ہو۔ اِس لئے نہیں کہا جا سکتا کہ روح کی فطرت بھی انبساط کی
ہے۔ چونکہ ہمیشہ سے اپنے اختیار کردہ اجسام کی ہیئت کے مطابق محدود رہتی
ہے۔ یہ کہنا زیادہ صحیح ہے کہ جسامت اختیار کرنے کے لحاظ سے محدودیت
اسکی فطرت میں داخل ہے۔ اور جب جسم کے اندر داخل رہنے کا سبب
زائل ہو جائیگا تو اسکی جسامت کے تنگ و فراخ ہونے کا سبب بھی باقی
نہیں رہیگا۔ لہذا جس آخری جسم کو نجات حاصل کرنیکے وقت روح ترک
کریگی۔ اسکی جسامت کے لحاظ سے اسکی ہیئت و شباہت اور جسامت تا ابد قائم رہیگی

نمبر ۵۵۔ جب روح پاک اور کامل ہو جاتی ہے تو اعمال کا کوئی اثر اُس پر
نہیں رہتا۔ ذرات فعلی سے اُس کا تعلق قطع ہو جاتا ہے۔ اعمال
کی وجہ سے جو نفسانی جذبات۔ نفرت و رغبت کے خیالات
پیدا ہوا کرتے ہیں۔ اُسکی ذات سے دور ہو جاتے ہیں۔ پس
باوجود اِس کے کہ روح خالص نور علم سے منور موجود ہے جہالت
و بطلاق کے زیر اثر ہونیکے لحاظ سے اسکو بحالتِ نفی کہہ سکتے ہیں

نمبر ۵۶۔ روح کسی قسم کے عناصر کی آمیزش کا نتیجہ نہیں ہے اور نہ اِس سے
عنصر دُنیاوی کی پیدائش ہوتی ہے۔ یہ اپنی جوہر ذاتی کے لحاظ
سے ازلی و ابدی ہے۔ اور اُس کے اختیار کردہ اجسام و اشکال
برائے چندے ہوتے ہیں۔ جو وقتاً فوقتاً فنا ہوتے رہتے ہیں

توضیح۔ اسکی مثال فلسفہ دانوں نے سمندر کی لہروں سے دی ہے یعنی جس طرح سمندر
کے پانی کی مثال ہے جسمیں طرح طرح کی موجیں اٹھتی ہیں۔ گو یا سمندر کا مادہ

پے در پے امواج کی شکل اختیار کرتا ہے جو ساعت بساعت اور لحظہ بہ لحظہ مٹتی رہتی ہیں۔ لیکن پانی آخر کار پانی ہی رہتا ہے۔ وہ لہروں کے فنا ہونے سے فنا نہیں ہوتا۔ اسی طرح جسم ہائے مادی بھی جنہیں روح اختیار کرتی ہے۔ حباب اور امواج کی طرح فانی ہوتے ہیں۔ مگر روح اپنی ہستی کے اعتبار سے جوں کی توں قائم و باقی رہتی ہے۔ وہ کبھی فنا نہیں ہوتی۔

نمبر ۵۷ عنصر وہ اصل و مفرد شے ہے جس کے اندر جوہر اور عرض دونوں موجود ہوں جوہر ہمیشہ ایک حالت میں رہنے والا کسی شے کا قدرتی وصف ہے اور عرض کسی شے کی بیرونی و ظاہری ہیئت و صورت کا نام ہے۔ جو ہمیشہ نوع بہ نوع تبدیل بدل ہوتی رہتی ہے۔

نمبر ۵۸۔ روح ایک عنصر ہے۔ ہمہ دانی و ہمہ بینی اُس کے ذاتی جوہر ہیں اور انسانی حیوانی جہنمی اور ملکوتی اجسام اس کے عوارض ہیں۔

نمبر ۵۹۔ ذرات فعلی کا روح کے ساتھ اختلاط باہمی ہمیشہ سے ہے۔ نہ افعال نے روح کو پیدا کیا۔ نہ روح سے افعال کی صنعت ہوئی۔ یہ دونوں چیزیں ہمیشہ سے ہیں۔ اُن کی پیدائش کی کوئی ابتدا نہیں ہے۔ اِس لئے اُن کا تعلق بھی بادی نہیں دائی ہے۔

توضیح۔ یہ بیان خصوصیت کے لحاظ سے نہیں ہے۔ کہ اسوقت کسی روح سے جو ذرات فعلی ممتزج ہیں۔ وہ ہمیشہ سے ہیں بلکہ عمومیت کے لحاظ سے بھی ہے کہ روح و مادہ کا تعلق دائمی ہے۔ مثلاً تخم سے شجر اور شجر سے تخم کا پیدا ہونا دائمی ہے۔ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اول تخم تھا یا شجر۔ اگر شجر تھا تو بلا تخم کیونکر تھا اور تخم تھا تو بلا شجر کہاں سے آیا۔ لہذا یہ کہا جا سکتا ہے کہ نہ تخم نے شجر پیدا کیا۔ نہ شجر نے تخم۔ دونوں کا سلسلہ لا ابتدا زمانے سے

یونہی چلا آتا ہے اسیطرح مادہ و روح کا تعلق بھی ازلی ہے۔ نہ مادہ نے روح سے اول دوستی پیدا کی۔ نہ روح نے مادہ کو اپنی طرف کھینچا۔

نمبر ۱۰۔ روح جہت حقیقی کے اعتبار سے بے لوث اور ہمہ دان ہستی ہے لیکن جہت مجازی کے لحاظ سے ذرات فعلی کے تعلق کے باعث اس کے اندر کبھی نیک اور کبھی بد جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ جو افعال خیر و شر کے سبب بنجاتے ہیں۔

توضیح۔ روح کی اس حالت سے بھی تخم و شجر کی مثال چسپاں ہو جاتی ہے۔

نمبر ۱۱۔ وہ افعال جنکی قدرت سے روح کے ذاتی اوصاف پر نقاب آ جاتا ہے۔ اور اس کا نور ذاتی ظہور پذیر نہیں ہوتا ہے۔ آٹھ قسم کے ہیں۔

نمبر ۱۲۔ خواہشات و جذبات کی وجہ سے کچھ نہایت لطیف ذرات بوالہوس روح کے ساتھ مشتمل ہو جاتے ہیں۔ اسی کو بندھ عمل کہتے ہیں۔ اور ان ذرات فعلی کا ہجوم جسم افعالی کہلاتا ہے۔

توضیح۔ جسطرح تیل لگے ہوئے جسم پر ذرات خاکی جم کر میل اور غلاظت کی شکل اختیار کر لیتے ہیں اسیطرح حرص و ہوس سے آلودہ روح سے ذرات فعلی مشتمل ہو کر جسم افعالی کی صورت پیدا کر لیتے ہیں۔

نمبر ۱۳۔ روح کی ذات پاک سے حواس خمسہ اول جذبات اور چاروں قسم کی زندگیاں قطعاً جدا ہیں۔ ان سب کا وجود جذبات عیرہ میں مبتلا شدہ روح کے خود کردہ اعمال کے نتائج ہیں۔ روح کے ذاتی اوصاف نہیں ہیں۔

نمبر ۱۴۔ چونکہ مادی ذرات فعلی روح کی ذات پاک سے ظہور پذیر نہیں ہوتے [illegible] سلسلہ افعال ماضیہ کے اثر سے نتیجہ کے طور پر [illegible] [illegible] اس لئے

اُن کا اصل علاقہ روح سے کچھ نہیں ہو سکتا۔ وہ بالکل جنس غیر ہیں
انکی وجہ سے جو عارضی رنج و راحت حاصل ہوتے ہیں روح کی ذاتیات سے
واسطہ نہیں رکھتے۔ بلکہ اُن کا جو کچھ تعلق ہے وہ گذشتہ افعال اور
مادی اجسام سے ہے۔

نمبر ۹۵۔ جہت حقیقی کے لحاظ سے روح کا کوئی ذاتی فعل نہ بند اعمال کا سبب ہے
اور نہ ازالہ اعمال کا باعث ہے۔ ماضیہ اعمال کے اثر سے جو نوع بہ نوع
تازہ اعمال ہوتے ہیں۔ بند و رستگاری اُنکا ہی ثمرہ ہے۔ روح تو اپنی ذات
خاص کے لحاظ سے نہ کسی بند میں مقید ہے۔ اور نہ آزاد ہونے کا قول
اُسپر صادق آتا ہے۔

توضیح۔ یہ کہنا کہ کوئی روح آزاد ہو گئی۔ اِس بات کی دلیل ہے کہ وہ کسی بند میں مقید تھی لیکن
جب روح کی بے لوث ذات اپنی حقیقی ہستی کے لحاظ سے بند اعمال سے قطعاً پاک ہے
تو ظاہر ہے کہ اسکا آزاد ہو جانا بھی نہیں کہہ سکتے اِس باریک مسئلہ کو مصنف نے نہایت خوبصورتی سے بیان

نمبر ۹۶۔ یہ روح اپنی اصل حقیقت سے گمراہ ہو کر اور ہادیان طریقت کی ہدایت کے
مطابق کاربند نہو کر اس گیتی دوران کے زیریں۔ وسطی اور بالائی
حصوں میں ہمیشہ متناسخ اور سرگردان ہر قسم کے قالب اختیار کرتی
ہوئی بھٹکتی پھرتی ہے۔ کوئی جگہ عالم سہ گانہ میں ایسی نہیں۔ جہاں
روح کو حیات و اموات کے شدائد نہ اٹھانے پڑے ہوں۔

نمبر ۹۷۔ یہ روح اپاہج کی طرح نہ خود کہیں جا سکتی ہے اور نہ کہیں سے آسکتی ہے
اِس کے ساتھ خود ذرات فعلی کا اشتمال روز ازل سے ہے اِسی
کے اثر سے اسمیں جانے آنیکی حرکت ہوتی ہے۔

توضیح۔ اگرچہ طاقت کل روح کی ذاتی صفت ہے۔ تاہم جبتک وہ مادی النظر میں

ذات فعلی کے زیر اثر ہے اور جبتک اس کے اوصاف ذاتی پر اعمال کا نقاب پڑا ہوا ہے۔ اسکی تمام طاقتوں کا انکشاف وظہور ثمرہ اعمال پر موقوف ہے۔ قابل مصنف نے اس بیان میں اس اصول کو مدنظر رکھا ہے

نمبر ۶۸۔ روح کی اپنی حقیقی کائنات صرف اُس کے ذاتی صفات ہیں اسکا قریب ترین واسطہ از جسم بھی نظر حقیقت سے دیکھا جائے تو غیر اور بالکل غیر چیز ہے اسکی صفات حمیدہ اسکی روحانی ہستی سے کبھی متغائر نہیں ہیں۔ نہ اسکی ہستی سے متنائر کوئی جذبہ اس کی صفات ذاتی ہو سکتا ہے۔

نمبر ۶۹ و ۷۰۔ درحقیقت یہ روح نہ تو پیدا ہوتی ہے اور نہ مرتی ہے نہ اسکو شیب مرض لاحق ہوتے ہیں۔ نہ کسی بند میں مقید ہوتی ہے۔ اور نہ کبھی آزاد ہوتی ہے۔ نہ اسمیں تذکیر و تانیث کا نشان ہے نہ رنگ ہے۔ نہ اس کا کوئی نام ہے۔ یہ سب جو کچھ ہیں اور مجازی ہیں حقیقی نہیں ہیں۔

نمبر ۷۱ و ۷۲۔ قالبوں کا بدل جانا۔ ان کا نشوونما پانا۔ بالآخر فنا ہو جانا۔ نوع بہ نوع کی رنگتیں اختیار کرنا۔ اخلاط کی افراط و تفریط کے باعث علالت سے تکلیف اٹھانا۔ مذکر و مونث یا مخنث ہونیکی علامتوں کا ظاہر ہونا یہ سب مادی اجسام کے علایق ہیں۔ ان بیرونی کیفیات سے روحانیت کا کوئی نقصان نہیں۔

نمبر ۷۳۔ چاہے جسم پارہ پارہ اور زخمی کر دیا جائے یا نذر فنا ہو جائے تو بھی روح کو خائف ہونیکی کوئی وجہ نہیں ہے۔ اسکو اپنی نفیس الوجود ذات خاص کا ہر وقت دھیان رکھنا چاہئے۔ اسی پر اسکی بہبود منحصر ہے

نمبر۷۴۔ افعال ماضیہ کے اثر سے جو جذبات نفسانی پیدا ہوئے ہیں یا جسم وغیرہ اسباب بیرونی میسر آئے ہیں۔ نظر حقیقت سے دیکھا جائے تو وہ ذات و صفات روحانی سے بالکل جدا ہیں۔

نمبر۷۵۔ ہر ذی روح کو روحانی ذات خجستہ اور صفات حمیدہ کا ہی ہر وقت تصور کرنا چاہیئے۔ ان کے علاوہ جو کچھ بھی عالم موجودات میں ہے سب روحانیت کا منافی اور قطعی غیر چیز ہے۔

نمبر۷۶۔ روح در حقیقت آٹھ قسم کے افعال اور مختلف نوع کے معائب و معاصی سے پاک اور حق النظری۔ صادق العلمی اور واثق العملی ان تین صفات سے موصوف ہے۔

نمبر۷۷۔ علم روحانی سے حقیقت روحانی کو جان لینا ہی حق النظری ہے۔ جو روح کے لئے باعث نجات ہے۔

نمبر۷۸۔ جو روح جسمانی و بیرونی علائق میں محو ہو کر انانیت اور ما و من کے خیالات میں مستغرق ہو جاتی ہے وہ کوتاہ بین ہے اور مختلف انواع و اقسام کے افعال کا ارتکاب کرتی ہے جسکی وجہ سے اسے دور تناسخ میں سرگرداں رہنا پڑتا ہے۔

نمبر۷۹۔ روح کے اوپر ذرات فعلی کا نقاب اتنا گہرا پڑا ہوا ہے کہ اُس نے اُس کے اصلی نور کو چھپا رکھا ہے جسکی وجہ سے یہ باوجود بالقوۃ ہمہ داں و ہمہ بیں ہونے کے نابینا و لا یعلم کی طرح گمراہ ہوئی پھرتی ہے۔

نمبر۸۰۔ یہ روح گمراہ ہونیکی وجہ سے عناصر ستہ کی خاصیت و حقیقت کو جوں کا توں نہیں جانتی۔ بلکہ کچھ کا کچھ سمجھتی ہے جسم مادی اور دیگر اشیاء دنیاوی کو جو محض خود کردہ اعمال کے نتیجے ہیں اپنے سے غیر نہیں جانتی

بلکہ اُن کو اپنا کر ذات خود کا لاینفک جز سمجھتی ہے۔
نمبر ۸۱ و ۸۲ و ۸۳۔ میں گوری ہوں۔ کالی ہوں۔ یا میرے مختلف رنگ ہیں۔ نحیف ہوں۔ جسیم ہوں۔ برہمن۔ چھتری۔ ویش یا شودر ہوں۔ مذکر۔ مؤنث یا مخنث ہوں۔ جوان یا پیر ہوں۔ حسین یا بہادر ہوں۔ عالم یا زاہد ہوں۔ اسطرح مادی اقسام کی کیفیات میں انانیت اور ذاتیات کا تصور کرنے والی روح کو جاہل و باطل النظر کہتے ہیں۔
نمبر ۸۴۔ والدین۔ بیوی۔ دختر و پسر۔ احباب و آشنا۔ مکان و جائداد۔ دولت و جواہرات۔ مویشی و ملازمان۔ سواری اور دیگر سامان کو جنکا حصول محض ثمرہ اعمال کیوجہ سے ہے۔ جاہل و باطل النظر ذی روح اپنی سمجھتا ہے
نمبر ۸۵۔ حواس خمسہ کی لذات کو جو درحقیقت تکلیف کا سبب ہیں باعث راحت سمجھکر اُن میں محو ہونے کا شائق باطل النظر دنیا میں کیا کچھ گناہ نہیں کرتا۔
توضیح۔ لذات حواسی کی سیری کے لئے اِنسان دوسرے جانداروں کو ستاتے ہیں۔ جھوٹ بولتے ہیں۔ دوسروں کا مال مارتے اور چوری کرتے ہیں۔ بدمستی اور بوالہوسی کا شیوہ اختیار کرتے ہیں۔ جن سے اکثر گناہ کبیرہ کا ارتکاب ہوتا ہے۔ اور ان کا ثمرہ سخت تکالیف و مصائب کی شکل میں اُٹھانا پڑتا ہے۔ گویا لذات حواسی آخر کار رنج و محن کا باعث ہیں۔ پھر ان کو راحت بخش اور آرام دہ سمجھنا اور اُن کے حصول میں از خود رفتہ ہو جانا۔ جہالت اور باطل نظری نہیں تو اور کیا ہے۔
نمبر ۸۶۔ موقع پاکر جس جسقدر حرص ہوا اور خواہشات دُنیاوی کم ہوتی جاتی ہیں

اسی قدر حق النظری کا انکشاف ہوتا جاتا ہے اور اسی سے رفتہ رفتہ خود شناسی ہو جاتی ہے۔

نمبر ۸۷ لغایت ۹۲۔ روح بذاتِ خود سُرخ۔ سفید یا زرد۔ سیاہ نہیں ہے موٹی یا دُبلی بھی نہیں ہے۔ برہمن۔ چھتری وغیرہ اسکی کوئی قوم ہے۔ نہ جنس ہے نہ اس کی سادھو سنت۔ زاہد و مرشد۔ امیر و فقیر وغیرہ کوئی قسم ہے۔ نہ استاد ہے نہ شاگرد۔ نہ آقا ہے نہ ملازم۔ پہلوان ہے نہ کمزور۔ شریف ہے نہ رذیل۔ نہ جن و ملک ہے۔ نہ حیوان یا انسان۔ و دوزخی ہے نہ حشرات الارض۔ نہ عالم ہے۔ نہ جاہل۔ نہ قادر ہے نہ بیکس۔ نہ طفل و جوان ہے۔ نہ پیر ناتوان یہ تمام کیفیات اجسام مادی سے تعلق رکھتی ہیں۔ اسکی ذات پاک ہمہ تن علم و ادراک کا مجسمہ ہے اور اسقدر لطیف ہے کہ حقیقت بیں نگاہ سے ہی دکھائی دیتی ہے۔

نمبر ۹۳۔ روح قوتِ احساس و ادراک کے علاوہ کارہائے ثواب و عذاب زمانہ ہائے ماضی و حال و مستقبل دھرم۔ ادھرم اور ہما یا مادی اجسام کی صورت نہیں ہے۔

نمبر ۹۴۔ روح اپنے جوہر ذاتی سے متصف علم و ادراک کا ایک مجسمہ ہی ضبط نفس ترک شہوات شغل اتقا اور مشق ریاضت کے ذریعے ہمہ دانی ہمہ بینی مسرت کُلی و طاقتِ کُلی اِن کمالات کے اظہار کا سبب اور حقیقت خود کی شناسائی کا ذریعہ خود روح ہی ہے۔ اور خود ہی مجسم نروبان نجات ابدی ہے

نمبر ۹۵۔ روح کی ذات سعیدہ اور صفاتِ ستودہ کے علاوہ اور کوئی شے نگاہ حقیقت کا زاویہ یا حق النظری صادق العلمی اور واثق العلمی کا مرکز نہیں ہے۔

نمبر ۹۶- جو روح تمام اعمال و جذبات کی کثافت سے بالکل پاک ہو گئی ہے اس کے لئے کسی تیرتھ یا مقامِ مقدس پر ناصیہ فرسائی کرنے کسی مرشد کامل کی ہدایت لینے یا کسی دوسری ہستی کو معبود سمجھنے کی ضرورت نہیں ہے گویا روح پاک ہی قابل پرستش ہے۔

نمبر ۹۷- جہت حقیقی کے لحاظ سے روح کی ذات خاص ہی حق النظری کا مجسمہ ہے حقیقت شناسی کیلئے دوسری ہستیوں کا وسیلہ ایک جہت مجازی ہے اس لئے روح پاک ہی قابل تصور و مراقبہ ہے جو عالم ہستی میں ایک بہترین ہستی ہے۔

نمبر ۹۸- اپنی ذاتی حقیقت کو دریافت کرنا اور روحانیت کا علم حاصل کرنا اعلیٰ مراقبہ ہے جس کے عمل سے چشم زدن میں نجات ہوتی ہے۔ دنیا کی اور چیزیں بالکل اس سے جدا ہیں۔ انکی یافت و دریافت میں محو و مشغول ہونے سے کیا فائدہ۔

نمبر ۹۹- دنیا سے بیزاری جذبات سے پاکیزگی اور روحانیت سے شناسائی اگر کسی ذی روح کو نہیں ہے تو کلام پاک کی قرات اور زہد و ریاضت کی مشقت اس کو نجاتِ ابدی حاصل کرنیکے لئے کارآمد نہیں ہیں۔

توضیح - اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کتب مقدسہ کا پڑھنا اور ریاضت کرنا حصول نجات کیلئے قطعی بیکار ہیں۔ دنیا سے بیزاری جذبات سے پاکیزگی روحانیت سے شناسائی ایسی معمولی باتیں نہیں ہیں جو ہر شخص کو یوں ہی حاصل ہو جائیں جن لوگوں کو یہ قدرت حاصل نہو۔ کیا انہیں کتب پڑھنا اور ریاضت کرنا بے سود ہے؟ نہیں لیکن اگر محض انسے ہی کوئی طالبِ نجات ہے تو اس کی تمنا بیکار ہے۔ ورنہ اگر کتب پڑھنے اور ریاضت کرنے کے وقت خیالات

پاک و صالح ہیں تو یہ نیک اعمال کا موجب ہونگے۔ اگر فاسد و ناقص ہیں تو بد اعمالی کا باعث ہونگے۔

نمبر ۱۰۰۔ اپنی روحانی حقیقت کو بکمال جان لینا تمام موجودات عالم کی واقفیت کا سبب ہے۔ کیونکہ اس سے درجہ ہمہ دانی حاصل ہوتا ہے اور آئینہ علم کل ہی ایک جام جہاں نما ہے جس کے اندر ہر سہ عالم کی اشیاء و کیفیات ایک ہی وقت میں عکس فگن رہتی ہیں۔

نمبر ۱۰۱۔ جو شخص صفات روحانی کے یافت و دریافت میں محو و سہو ہو جاتا ہے اسکو دنیا و مافیہا کے تمام موجودات کا علم حقیقی حاصل ہو جاتا ہے۔

توضیح - قابل مصنف کے اس بیان میں ایک عجیب نزاکت ہے۔ بظاہر یہ ایک وہم سا معلوم ہوتا ہے۔ کہ جو ہستی اپنی روحانیت میں جذب ہو جائیگی اس کو تمام موجودات عالم کا علم کس طرح ممکن ہے لیکن حقیقت پر غور کرنے سے یہ معمہ بآسانی حل ہو جاتا ہے۔ موجودات عالم کی تقسیم صرف دو عنوان یعنی روح سوائے روح پر کیجا سکتی ہے۔ روح کسی قالب اور کسی ہیئت میں ہو بہ ذاتی اوصاف کے لحاظ سے ایک اور یکساں ہیں جو اپنی روح کی اصلیت سے واقف ہے وہ گویا تمام روحوں کے راز سے ماہر ہے۔ وہ یہ بھی جان لیتا ہے کہ سوائے روح کیا چیز ہے جس کے تعلق سے روح اب تک اپنی اصلیت سے منحرف اور برگشتہ رہی۔ کسطرح یہ تعلق باہمی روح و سوائے روح کا پیدا ہوتا ہے اور کیونکر دور ہو سکتا ہے۔ پس یہی راز کائنات ہے اصولاً یہ بیان قطعی قابل یقین ہے کہ جسکو اپنی روح کا اصل راز معلوم ہو گیا اسے تمام کائنات اور موجودات عالم کے اسرار حقیقی پر عبور ہو جاتا ہے۔

جو شخص یہ معلوم کرنا چاہتا ہے کہ میں کیا ہوں اُسے اس پہلو پر بھی غور کرنا ہوگا

کہیں کیا نہیں ہوں۔ پس یہ جان لینا کہیں کیا ہوں اور کیا نہیں ہوں تمام موجودات عالم کے علم حقیقی پر بسیط ہو جائیگا۔

نمبر ۱۰۱۔ جسطرح آسمان پر طلوع ہو کر خورشید الانور خود کو اور دیگر اشیاء عالم کو چمکا دیتا ہے۔ اسیطرح روح بھی ہمہ تن عالم ہو کر اپنی ذات خاص کو اور دیگر کائنات عالم کو نمایاں کر دیتی ہے۔

توضیح۔ جب کوئی روح نفرت و رغبت کے خیالات و جذبات سے بیلوث ہو کر روحانی حقیقت کے دریافت میں ہمہ تن مصروفیت اختیار کر لیتی ہے تو پردۂ اعمال جو اسکی صفت ہمہ دانی کو ڈھکے رہتا ہے۔ دور ہو جاتا ہے۔ اور جوں ہی کہ اس کا حاصل مقصد علم کل روشن ہو جاتا ہے۔ جملہ موجودات عالم ایک دم اس کے اندر عکس فگن ہو جاتے ہیں۔

نمبر ۱۰۳۔ جسطرح سیارگان کا عکس صاف پانی میں بظاہر نظر آتا ہے اسیطرح کفر و بطلان وغیرہ جذبات کثیف سے پاک شدہ روح کے اندر تمام موجودات عالم منعکس ہو جاتی ہیں۔

نمبر ۱۰۴۔ جس روح کی ماہیت دریافت ہو جانے پر کوئی شخص خود و ماسوا کی اصلیت سے آشنا ہو جاتا ہے۔ اسی کو علم باطن کے ذریعہ سے جاننے کی کوشش کرنا چاہیئے یعنی روح کا خاصیتاً رغبت و نفرت جذبات کثیف سے پاک اور مسرور بالذات جان لینا ہی ہمہ موجودات عالم کی شناسائی کا سبب ہے۔

توضیح۔ قابل مصنف نے اپنے شاگرد کو خود شناسی کی تلقین کی ہے۔ اور اسی کو اپنے مستقبل کی بہتری کا ذریعہ بتایا ہے۔

نمبر ۱۰۵ و ۱۰۶۔ وہ علم صادق کیا ہے جس سے خود شناسی کا مرتبہ حاصل ہو جاتا ہے

سوا اس کے کچھ نہیں کہ روح جو کہ بادی النظر میں کم و بیش علم کے مدارج طے کرتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ فی الحقیقت علم بالذات اور ہمہ تن علم ہے۔

توضیح ۔ روح کو جو عالم کل بالخاصیت ہے۔ یہاں علم کہہ دیا گیا ہے۔ اسمیں کوئی شبہ کی بات نہ سمجھنا چاہئے۔ جبکہ علم روح کی صفت ہے تو نہ روح بغیر علم کے ہوسکتی ہے۔ نہ علم کا وجود بغیر روح کے کہیں ممکن ہے۔ اس لئے جو روح کہ عالم کل ہے وہ ہمہ تن علم بھی ہے۔ صرف ابتدائی اور انتہائی نظروں سے اس کے سمجھنے میں فرق معلوم ہوتا ہے۔

نمبر ۱۰۷ ۔ اہل طریقت کا مسلک علائق دنیاوی سے تسکین اور حظ نفسانی کی تمنا خواص روحانی سے بالکل غیر ہیں۔ ان تمام جذبات سے پاک ہو کر ہی خود شناسی ہوسکتی ہے۔

نمبر ۱۰۸ ۔ روح اور اسکی اصلیت صرف علم باطنی سے ہی معلوم ہوسکتی ہے اسلئے عمل ریاضت علائق دنیاوی اور حظ نفسانی کو ترک کر کے علم باطنی کے حصول کی ہی کوشش کرنا فرض اولیٰ ہے۔

توضیح ۔ علائق دنیاوی اور حظ نفسانی تو بیشک روح کو دام تناسخ میں پھنسانے کے ذرائع ہیں ان کے ترک کی ہدایت تو بہر طور صحیح یقین کی جاسکتی ہے۔ لیکن مصنف کے اس بیان کی نزاکت کہ طرز ریاضت بھی علم باطن کا سبب نہیں ہے۔ اور قابل ترک ہے ضرور تعجب خیز معلوم ہوتی ہے۔ لیکن جب اس عمیق مسئلہ کو نہایتی نظر سے اسطرح دیکھا جاتا ہے کہ کافی سے زیادہ مشقت اٹھانے والے۔ ضرورت سے زیادہ شدائد جھانی جھیلنے والے اور حد سے زیادہ آداب ریاضت بجا لانے والے تارک الدنیا درویش بھی

اکثر علمِ باطن سے بے بہرہ پائے جاتے ہیں تو یہ تعجب دور ہو جاتا ہے
یہ ضرور ہے کہ ابتدائے ترک و تجرد اور انضباطِ ریاضت سے علمِ باطن کے
حصول میں کچھ سہولیت پیدا ہو جاتی ہے۔ لیکن جبتک نیکی کے جذبات
اور حصولِ مقصد کی تمناؤں سے قصرِ روحانیت آراستہ ہے۔ علمِ حقیقی کا
اسمیں گذر نہیں ہو سکتا۔ قابل مصنف کا اصول یہ ہے کہ خواہشات
اور تمنائیں خواہ دُنیاوی ہوں یا دینی۔ سب ہی قابلِ ترک ہیں
اِن کا ترک کئے بغیر علمِ باطن کا حصول ناممکن ہے۔

نمبر ۱۰۹۔ جس روح کی صفت علمِ صادق ہے اُسکو کوئی شخص جو علمِ حقیقی سے بہرہ ور نہیں ہے۔ نہیں جان سکتا۔ روحانیت شناسی تو علم سے ہی ہو سکتی ہے۔

نمبر ۱۱۰۔ وہی روح جو تقدس مآب اور بے لوث ہو کر اپنی صفاتِ اصلی کے انکشاف کو پا جاتی ہے۔ کامل مقدس اور ذاتِ اعلیٰ کہلاتی ہے۔

توضیح۔ اصلی صفات تمام روحوں کی یکساں ہیں۔ فرق اتنا ہے کہ جو روح دورِ تناسخ میں سرگرداں ہیں اُن میں شانِ ایزدی بالقوۃ ہے اور جنہوں نے درجہ ہمہ دانی حاصل کر لیا ہے۔ اس کے اندر کمالِ کبریائی بالفعل موجود ہے
المختصر ہر روح میں ذاتِ کامل ہو جانیکی قوت ہے۔

نمبر ۱۱۱۔ بڑے بڑے تارکانِ دُنیا۔ فقیرانِ کامل۔ تخت آرایانِ جنت شہنشاہانِ ربع مسکون اور خداوندانِ جاہ و جلال کے کعبہ ہائے قلوب میں اعلیٰ و اکمل ذاتِ پاک کا جلوہ سما رہا ہے۔ وہی عالمِ علوی ہے۔

توضیح۔ وسطی دُنیا کے علاوہ جو جناتی آبادی ہے۔ وہی عام طور سے عالمِ علوی کہلاتی

ہے مگر اصل میں عالم کے معنی کیفیت وحالت کے ہیں۔ سب سے اعلیٰ و ارفع کیفیت وحالت روح کی یہی ہے۔ کہ وہ اپنی صفات اعلیٰ کے انکشاف پر ہر عاقبت اندیش متنفس کے لئے نصب العین اور معیار مرکزی بنجائے لہٰذا اس روح کامل کو جو متلاشیان حقیقت کا مرکز قلب بنگئی ہے۔ حقیقی معنوں میں عالم علوی کہنا بیجا نہیں ہے۔ جین عقائد کے بموجب سب سے ارفع مقام وہ ہے جہاں نجات یافتہ روح قیام گزیں ہوتی ہیں اور جسے ہندی زبان میں موکش استھان کہتے ہیں۔ قابل مصنف کا دعویٰ یہ ہے کہ موکش استھان کے تلاش کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ وہ روح سے باہر کہیں نہیں ہے۔ جب روح لوثِ اعمال سے بری ہو کر عالم کل ہو جاتی ہے۔ وہ خود موکش کا استھان بنجاتی ہے۔ جو خصوصیات مقام ارفع کی ہیں وہ اُس کے اندر سب نمایاں ہو جاتی ہیں۔ اسی حالت میں روح مقدس کو مجسم نجات کہدینا قطعی درست ہے۔

نمبر ۱۱۲۔ جس شخص کا خیال خواہشات وجذبات سے ہٹکر ترک علائق اور خودشناسی میں محو ہو رہا ہے۔ وہی ذاتِ اعلیٰ کہلاتا ہے۔ کیونکہ جس کا آغاز اچھا ہے اُس کا انجام بھی بہتر ہو گا۔

توضیح۔ بمصداق اس امر کے کہ خیال چنیں بُد مآل چناں۔ جب کوئی شخص خودشناسی کے خیال میں ہمہ تن مصروف ہے اُس کے لئے مقصدِ اعلیٰ کی کامیابی ایک یقینی امر ہے۔

نمبر ۱۱۳۔ دائمی مسرت کا حصول صفاتِ ذاتی کے انکشاف کا نتیجہ ہے۔ اس لئے ہر شخص کا نصب العین یہی ہونا چاہیئے کہ تعلقاتِ غیری کو منقطع کر کے دریافت خود میں محو ہو جائے۔

نمبر ۱۱۴۔ روح کے علاوہ مادہ دھرم (کشش استخراجی) ادھرم (کشش استقراری) خلا اور وقت یہ پانچ اشیاء بے جان موجوداتِ عالم میں نمایاں ہیں جنکے اندر من و مائی کے خیالات کبھی پیدا نہونے چاہئیں۔

توضیح۔ روح اور ان اشیاء میں باعتبار وجود ذاتی بیّن فرق ہے۔ کیونکہ ایک کا وجود دوسرے سے بالکل جدا ہے۔ بلحاظ صفاتِ اصلی نمایاں تفاوت ہے کہ روح مدرک ہے۔ بقیہ اشیاء غیر مدرک ہیں۔ روح کی ان کے ساتھ وابستگی اسکی تمام خرابیوں کا باعث بن رہی ہے۔ یہ کسی سے پوشیدہ نہیں تو جبکہ مسرت روحانی کا حصول دریائے روحانیت میں غرق ہوجانے پر ہی موقوف ہے۔ تو سوائے روح جسقدر عناصر و جواہر بساط عالم کے مہرے ہیں۔ متلاشیان روحانیت کیلئے وہ ہرگز آلہ کار نہیں ہوسکتے۔ اسواسطے بزرگ منش مصنف نے ان سب کے ساتھ واسطہ داری کو ترک کردینے کی ہدایت کی ہے۔

نمبر ۱۱۵ جسطرح ایک شرار آتش بڑے سے بڑے نخلستان کو خاک سیاہ کردینے کے لئے کافی ہے اسیطرح ذات کامل کی صفات میں ایک لمحہ کو جذب ہوجانا جملہ معائب و معاصی کے فنا کردینے کو بالکل کافی ہے۔

نمبر ۱۱۶۔ جملہ خواہشات و لذات کو ترک کرکے حصول کاملیت کو اپنا زاویۂ نگاہ بنانا چاہئے۔ اور جس پاک ہستی نے درجہ کاملیت حاصل کرلیا ہے اسکو بطور نمونہ پیش نظر رکھنا چاہئے۔

توضیح۔ کسی مقصود ذہنی یا مقصد اعلیٰ کے حصول میں محویت اسوقت تک ناممکن ہے جبتک کہ قلب کو یکسوئی نصیب نہو۔ چنانچہ جملہ خواہشات و لذات کے

ترک سے ہی یکسوئیت حاصل ہوسکتی ہے۔ اسکی مثال اُن متبرک شخصوں کی زندگیاں ہیں جو اسی شاہراہ پر گامزن ہوکر منزل مقصود پر پہونچ چکے ہیں۔ اور جن کے نقشِ قدم رہروان لبیبن کو مینار روشنی کا کام دے رہے ہیں۔

نمبر ۱۷۱۔ روح کو اپنی روحانیت کے تصور میں محو ہو جانے پر جو اصلی مسرت محسوس ہوتی ہے۔ عالم سہ گانہ میں وہ بجز ذات کامل کے اور کسی کو میسر نہیں۔

توضیح - دنیادار لوگ جو معمولی عقل و فہم رکھتے ہیں عام طور پر دولت و حشمت اولاد اور جائداد وغیرہ کے حصول پر ہی مسرت محسوس کرتے ہیں اور اسی عارضی مسرت کو واقعی مسرت سمجھتے ہیں لیکن درحقیقت اِن چیزوں میں مسرت کا شائبہ نہیں ہے۔ اگر بھوک لگنے پر انواع و اقسام کی نعمتوں کا طشت سامنے آئے تو اسکی مسرت محض عارضی ہے کچھ دیر بعد پھر بھوک لگیگی۔ اور کھانے کی تلاش میں کلفت پیدا ہو جائیگی۔ ہاں اگر کسی عمل سے بھوک کی بیماری ہی دور ہو جائے اور کبھی کھانے کی خواہش نہو۔ نہ فکر طعام میں سرگرداں ہونا پڑے تو اِس حالت دوامی کو مسرت کہہ سکتے ہیں۔ کیونکہ اصلی مسرت وہ ہے جو کسی آئندہ کلفت کا پیش خیمہ نہ ہو۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ دنیاوی اسباب و نعم میں بمقابلہ مسرت کے کلفت صدگونہ ہے تو اُن کو مسرت کا باعث کہنا ہی غلطی ہے۔ غور کرنے سے ہر اہلِ عقل و دانش اسی نتیجہ پر پہونچیگا کہ علائق دنیاوی کا دار و گیر کلفت کا باعث ہے۔ اور اُن کا ترک و قطع حصول مسرت کا سبب۔ پس قابل مصنف کا اشارہ اُسی طرز عمل کی جانب ہے کہ ترک دنیا و قطع علائق ہونے پر ہی کوئی ذی روح اپنی پاک روحانیت

کے تجسس میں غرق ہو سکتا ہے۔ اور ایسی حالت میں ہی وہ اصل مسرت کا احساس کر سکتا ہے۔

نمبر ۱۱۸۔ فنافی الذات ہو کر جو مسرت کسی فقیر کامل کو محسوس ہوتی ہے وہ شاہ جنت کو بھی ہر قسم کے یارائے قدرت اور لذائذ نفسانی میسر ہونے پر نصیب نہیں۔

توضیح۔ چونکہ اہلِ جنات کے حشم و نعم بھی مدت مدید کے بعد تمادی عارض ہو جاتے ہیں اور اُن کو اپنی نئی زندگی میں نئی قسم کی فکریں لاحق ہو جاتی ہیں پس اُن کی مسرت بھی عارضی مسرت ہونیکی وجہ سے واقعی مسرت نہیں کہی جا سکتی ان سے بہتر تو وہ فقیر کامل ہیں جو بے غل و غش اپنی ذات میں فنا ہو کر اور منزل مقصود میں نقش راہ بنکر ماضی و مستقبل کی تمام کلفتوں کا نشان مٹا چکے ہیں اب اُن کے شریک حال جو مسرت ہے وہ ہی حقیقی اور دوامی مسرت ہے۔

نمبر ۱۱۹۔ اسباب دُنیا کی اُلفت دل سے دور ہو جانے پر جو مسرت معمولی درویش کو محسوس ہوتی ہے وہی فقر و فاقہ کی شدائد برداشت کرنے والے مرتاض کو ذاتِ حقیقی میں محو ہونے پر ملتی ہے۔

توضیح۔ اِس جملہ میں بھی اعجوبہ کو گنجائش نہیں۔ یہ ایک حالت کی دو ہستیوں میں مقابلہ کا مضمون ہے اگرچہ ان کی طرزِ ریاضت میں مشرق و مغرب کا فرق ہے مگر اس کا مسرت اور حصول مسرت پر کچھ اثر نہیں مصنف کا عقیدہ ہے کہ حصول مسرت کا انحصار محض الفتِ دُنیا کے ترک پر ہے۔ معمولی ریاضت کرنے والا فقیر اگر دل سے ترک الفت کر دے تو اس درویش مرتاض سے زیادہ حصول مسرت میں کامیاب ہوگا۔ جو ترک الفت کا نقش

کے باعث باوجود سخت تریاضت کے بھی اصلی سرور سے ہنوز بہرہ مند نہیں ہوا۔

نمبر ۱۲۰ و ۱۲۱۔ جبکہ ابر وغیرہ سے مطلع صاف ہوتا ہے تو مہر عالمتاب صاف دکھائی دیتا ہے اسیطرح جب غرور و غصہ اور مکر و طمع۔ شہوات و خواہشات اور رغبت و نفرت کے جذبات جو ہر روح کے محیط ہیں۔ دور ہوجاتے ہیں تو روح کی اصلیت بھی صریح نمایاں ہوجاتی ہے۔ جسطرح غبار آلود آئینہ میں کسی شکل کا بعینہٖ عکس نہیں آتا۔ اسیطرح روح کے اندر بھی جو ناقص جذبات سے ملوث ہے۔ ذاتِ کامل کا جلوہ نور افشاں نہیں ہوسکتا۔

نمبر ۱۲۲۔ جس دل کے اندر حور العین اور پری جمال معشوقہ کا خیال صورت پذیر ہے اس کے اندر جلوہ کامل کیلئے کوئی گنجائش نہیں۔ کیونکہ ایک میان میں دو تلوار نہیں سما سکتیں

نمبر ۱۲۳۔ جسطرح ہنس (شاہمرغ) مان سرور میں ہی بیفکری و آسائش سے رہتا ہے اسیطرح ذاتِ حقیقی کا تصور بھی حقیقت شناس کے دل میں ہی جگہ پاتا ہے۔

نمبر ۱۲۴۔ اس ذاتِ پاک اور ہستی لایزال کا وجود نہ عابد میں موجود ہے نہ مجسمہ میں نہ کسی نقش و نگار میں پرتو افگن ہے۔ نہ عکس و تصویر میں بلکہ وہ پیکر علم و سرور صرف مساوات پسند متلاشیان حقیقت کے دل میں ہی جھلکتا ہے۔

توضیح۔ معابد و مجسمہ میں ذات باری کا وجود محض دنیاوی نقطۂ نگاہ سے فرض کرلیا ہے جو کہ حقیقت شناسی کا ابتدائی مرحلہ ہوسکتا ہے لیکن نظر حقیقت

سے دیکھنے والوں کو اس ذات پاک کا دیدار مندر یا مورتیوں ہرگز نصیب نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اس نور اعلیٰ کی جھلک تو واقعی کسی تارک کامل اور حقیقت آشنا کے اندر ہی کچھ دکھائی دے سکتی ہے۔ امر حقیقت کا اظہار قابل مصنف نے یہاں انتہائی نقطۂ نگاہ سے کیا ہے۔ ابتدائی نظر سے نہیں۔

نمبر ۱۲۵۔ اگر خانۂ دل جلوۂ کامل سے معمور ہو جائے تو پھر دونوں میں کوئی حد امتیازی نہیں رہیگی۔ اور یہ پتہ لگانا بھی مشکل ہوگا۔ کہ کون عابد تھا اور کون معبود۔

توضیح۔ پوجا و عبادت کا عمل اسیوقت تک ضروری ہے جبتک کہ دل میں اصلی روشنی کی جھلک پیدا نہیں ہوتی جسوقت کوئی روح اپنی اصلی روحانیت کو حاصل کر لیتی ہے تو وہ خود معبود بنجاتی ہے اس کو کسی کی عبادت کی ضرورت رہتی ہے۔ نہ عبودیت کی۔ بقولیکہ

من تو شدم تو من شدی من جان شدم تو تن شدی

تا کس نہ گوید بعد ازاں من دیگرم تو دیگری

یعنی روح عابد ترقی کرکے روحانیت کا درجہ پاتی ہے تو روح معبود کے جملہ اوصاف حاصل کر لیتی ہے گویا کہ دونوں ایک اور یکساں ہو جانے میں کیونکہ یہ تمیز نہیں ہوتی کہ یہ کون ہے اور وہ کون۔

نمبر ۱۲۶۔ خواہشات و جذبات کو دل سے ہٹا کر ذاتِ کامل میں محو ہو جانا ہی بامِ نجات کا زینہ ہے۔ اِس کے سوائے اور کسی تدبیر یا تعویذ کی تلاش بیکار ہے۔

توضیح۔ کوئی شخص اپنے دل کو خواہشاتِ دنیاوی اور جذبات بیرونی سے

اُسیوقت روک سکتا ہے جب اس کے اندر ذاتِ کامل کی اہمیت اور اُس کے صفات کی دانست پیدا ہوجاتی ہے - اِس علم باطن کی جھلک سے قلب کی صفائی - ترک و تجرد کی استعداد اور حصول وحدانیت کا انہماک اُس کو نجاتِ ابدی کا بلاشبہ مستحق بنا دیتا ہے - اسکے سوائے اور کوئی ذریعہ حصول نجات کا نہیں ہے -



باب دوئم

دربیان نجات

نمبر ۱۲۷ و ۱۲۸ - اپنے شاگرد پربھاکر بھٹ کے مودبانہ سوال کرنے پر استاد حقیقی شری یوگیندر آچاریہ نے نجات ذریعہ نجات اور سرور نجات کے متعلق ارشاد فرمایا -

نمبر ۱۲۹ - انسانی زندگی کے چار مدارج پرہیزگاری - دُنیاداری نفس پرستائی اور رستگاری ہیں - انیں سے اہل علم و دانش رستگاری کو ہی مسرت اصلی کا باعث بتلاتے ہیں کیونکہ دیگر مدارج میں سرور کامل حاصل نہیں ہوتا -

توضیح - آغاز زندگی میں جو انسان کیلئے تحصیل علم اور حصول تربیت کا زمانہ ہوتا ہے - ہر شخص عام طور پر اصولاً پرہیزگار رہتا ہے - یہ زمانہ پرہیزگاری کا کہلاتا ہے - بعد ازاں عنفوان شباب میں اسکو زندگی ہا سابقہ کی نیکیوں

کی وجہ سے اور علم و ہنر کلمسوبہ کے ذریعہ سے دولت و حشمت اور اسباب دنیاداری میسر آتے ہیں۔ اِس لئے یہ زمانہ دنیاداری کا کہلاتا ہے اس کے بعد اُن کے استعمال اور حظِ نفسانی کا دور شروع ہوتا ہے خواہش زن و فرزند اور شوق خورش و پوشش کے پورا کرنیکی کوشش ہونے لگتی ہیں۔ اِس لئے یہ زمانہ نفس پرستاری کا ہے۔ یہہ تینوں مدارج دنیاوی دار و گیر سے تعلق رکھتے ہیں۔ اِن کے علاوہ آخری مرحلہ رستگاری کا ہے جو جملہ خواہشاتِ نفسانی و اسباب دُنیاوی کے ترک سے طے کیا جاتا ہے۔ قابل مصنف کا اِس بیت میں یہ صریح ایما ہے کہ دُنیاوی دار و گیر سرور اصلی کا سبب نہیں ہیں۔ بلکہ ترک و تجرد سے ہی طمانیت خاطر نصیب ہوتی ہے۔

نمبر ۱۳۰۔ اگر رستگاری حصول مسرت کا باعث نہوتی تو جنید ردیلو اور دیگر بزرگ منش اور فرشتہ خو حقیقت بیں ہستیاں زندگی کے تینوں آغازی مدارج کو عبور کر کے آخری منزل میں پناہ گزیں نہوتے۔

نمبر ۱۳۱۔ جبکہ معمولی عقل و فہم رکھنے والے طیور و وحوش بھی حبس و بندش سے آزاد ہونا پسند کرتے ہیں تو طائر روح کیلئے جو روزِ ازل سے دام اعمال میں پھنسا ہوا ہے۔ برّت و خیز کیونکر وجہ سرور نہوگی۔

نمبر ۱۳۲۔ مقام نجات کا ہر سہ عالم سے بالاتریں ہونا اِس امر کی بیّن دلیل ہے کہ وہاں ہر جگہ سے زیادہ مسرت اور بہترین صفات کا حصول ممکن ہے۔

نمبر ۱۳۳۔ کثافتِ اعمال سے پاک شدہ ہمہ دان ہستیاں نجات

پا کر عرش معلیٰ پر جلوہ افروز رہتی ہیں۔ اگر مقام نجات کی مسرت میں کوئی لغزش ہوتی یا اسمیں کلفت کا شمہ بھی ہوتا تو ہمہ دان ہستیاں جو ہر شے کی اصلیت سے آگاہ ہو جاتی ہیں وہاں اقامت پذیر نہ ہوتیں

توضیح۔ نجات یابندگان ارواح کے ساتھ کوئی ذرات فعلی ایسے لگے نہیں رہجاتے ہیں جو اُن کیلئے باعث کلفت ہو سکیں بلکہ وہ مسرور بالذات ہستیاں جہاں کہیں رہتی ہیں وہ مقام بھی دارالسرور کہلاتا ہے۔

نمبر ۱۳۴۔ دنیا میں جسقدر عظیم ہستیاں تیرتھنکر چکرورتی بلدیو باسدیو مہادیو کامدیو وغیرہ ہو گذری ہیں وہ سب ہی کامل رستگاری اور نجات ابدی کے درپے رہی ہیں۔ پس حالت رستگاری کے بہترین ہونے کی یہ بدیہی دلیل ہے۔

نمبر ۱۳۵۔ بڑے بڑے مرشد و مرتاض اور فقرائے کامل دام دنیا سے رستگاری کے ہی متمنی اور آرزومند ہیں اور اسی حالت کو مسرت بخش یقین کرتے ہیں اس لئے ہر شخص کو جو سرور دائمی کا خواہشمند ہے حصول نجات کا کوشاں رہنا چاہیئے۔

نمبر ۱۳۶۔ آلائش اعمال سے صاف ہو کر جلوہ کامل سے روح کا معمور ہو جانا ہی نجات ہے۔ اسی ایوان نجات کے در سے جو لٹکے ہوئے (لو لگائے ہوئے) ہیں وہ درویش درآویز کہلاتے ہیں۔

نمبر ۱۳۷۔ روح مقدس کی صفات اربعہ۔ ہمہ دانی۔ ہمہ بینی۔ سترگ نیرو و بزرگ خرمی ہیں بعد حصول نجات کبھی کوئی کمی واقع نہیں ہوتی پس یہی نجات کا ثمرہ ہے۔

نمبر ۱۳۸۔ صادق العقیدت۔ صادق البصیرت اور صادق الطریقت

ان جواہر ثلاثہ کا جو صفاتِ روحانی ہیں۔ ایک دم کسی روح کے اندر جلوہ نما ہونا ہی نجات کا ذریعہ ہے۔

توضیح۔ بالبداہت تو ان صفاتِ ثلاثہ کا انکشاف باعث نجات ہے لیکن چونکہ یہ صفات روحانی ہیں۔ محض اُن کے انکشاف پہ نجات ہوتی ہے اس لئے فی الحقیقت روح خود ہی اپنی نجات کا باعث ہے۔

نمبر ۱۳۹۔ جو حقیقت میں شخصیت اپنی چشمِ باطن سے روحانیت کے جوہر کو دیکھتی ہے اور علمِ ذاتی سے اپنی ذاتِ خالص کی ماہیت حاصل کر لیتی ہے۔ اور اسی کے ہموار عمل پیرا ہوتی ہے۔ وہ خود اپنی نجات کا باعث بنجاتی ہے۔

نمبر ۱۴۰۔ صادق العقیدت۔ صادق البصیرت اور صادق الطریقت ان جواہر ثلاثہ کی بدیہی تعریفات کو ہمیشہ مدِ نظر رکھنے اور اُن کے جان لینے سے اُنکی حقیقی معنیوں میں بالوضاحت ماہیت ہوجاتی ہے۔

توضیح۔ ارکان سبعہ (روح۔ غیر روح۔ آمد عمل۔ بند عمل۔ انسداد عمل۔ ازالہ عمل اور نجات) کا یقین کتب مقدسہ کے ذریعہ سے ان کا علم اور بدکرداریوں سے پرہیز کرنا جواہر ثلاثہ کی بدیہی تعریفات ہیں اور اُن کی حقیقت شناسی معرفت حقیقی کی جانب رہنمائی کرتی ہے۔ جسطرح بمقابلہ کثیف کے صاف کپڑے پر زیادہ خوشنا رنگ چڑھتا ہے اسیطرح جواہر ثلاثہ کی ابتدائی شناخت ہوجانے پر روح جلد حقیقت آشنا ہوجاتی ہے۔

نمبر ۱۴۱۔ عناصر ستہ کی اصل حقیقت کو جانکر یہ عقیدہ کرنا کہ عالمِ سہ گانہ کا وجود اُن کی ہی تحلیل و ترکیب کا نتیجہ ہے۔ صادق العقیدت یا حق النظری ہے۔

توضیح۔ اکثر مرشدان متقدمین کی رائے میں ارکان سبعۂ عقیدت و ماہیت ہی صادق العقیدت کہلاتی ہے لیکن اس بیت میں قابل مصنف نے عناصر ستۂ روح۔ مادہ۔ کشش ہائے استخراجی و استقراری وقت و خلا) کی حقیقت شناسی کو صادق العقیدت بتلایا ہے۔ بظاہر ناموں کی وجہ سے کچھ فرق معلوم ہوتا ہے۔ ورنہ روح اور سوائے روح کی اصلیت سے واقفیت اور اُن کے تعلقات کا پیدا ہونا اور دور ہوجانا ہی ارکان سبعہ کے مصدر ہیں۔ عناصر ستہ میں بھی روح کے علاوہ باقی پانچ عناصر سوائے روح کی تفصیل ہیں۔ پس ہر دو اصول کے مطابق اول روح اور سوائے روح کی اصلیت سے دانست ہونا چاہیئے۔ اور پختہ یقین ہونا چاہیئے کہ تمام موجودات عالم کا وجود روح اور سوائے روح کے تعلقات باہمی ہونے اور نہ ہونے کا نتیجہ ہے۔ انہی دونوں کے تعلقات کا وجود دنیاوی زندگی کا باعث ہے اور اُن کی واسطہ داری کا عدم حیات جاودانی کا سبب ہے۔ ایسا سمجھ لینا یقین کرلینا صادق العقیدت ہے۔ معمولی طریقہ پر تو ہر اُمر اور ہر شے کی نسبت دلی یقین کرلینا عقیدت کہلاتی ہے لیکن صادق العقیدت کے یہ معنی ہیں کہ یقین میں کسی قسم کا نقص باقی نہ رہے۔ عقیدہ کے اندر لغزش پیدا کرنے والے پچیس نقص ہیں۔ جن سے بچنا چاہیئے اور وہ یہ ہیں۔

نوٹ۔ کور ایمانی ۳ قسم۔ گمراہی ۶ قسم۔ نازیبا ۸ قسم۔ بدعقیدت ۸ قسم۔

کور ایمانی ۳ قسم۔ معبود حقیقی۔ کتب مقدسہ اور رہنمائے صادق کی تحقیق و تصدیق کئے بغیر چاہے جیسے بطور معبود و کتب مقدسہ و رہنمائے صادق ایمان لے آنا۔

گمراہی ۶ قسم۔ معبود حقیقی و کتب مقدسہ اور رہنمائے صادق کے علاوہ جو معبود و کتب مقدسہ و رہنمائے کور ایمانی سے مانے جاتے ہیں۔ ان کی اور اُن کے ماننے

والوں کی ہیچ سرائی کرنا اور اُن کے ساتھ دلی ارادت کا اظہار کرنا۔

ناز بیجا ۸ قسم ۔ناز حسب ۔ ناز نسب ۔ ناز دولت ۔ناز حشمت ۔ناز قوت ناز علم ۔ ناز حسن ۔ ناز ریاضت ۔

بدعقیدت ۸ قسم ۔اشتباہ ۔آرزو۔ نفرت ۔نادانی غیبت ۔بے اعتنائی (گمرہانِ دین کی جانب سے) بے سلوکی (ہم مذہب لوگوں کے ساتھ) عدم اشاعت (اقوال و مراسم دینی کی)۔

نمبر ۱۴۲ و ۱۴۳ ۔یہ عناصر ستہ جن سے لا ابتدا زمانہ سے عالم کا لا انتہا وجود ہے ۔جان لینے کے قابل ہیں ۔اُن میں ایک روح ہے جو مدرک ہے ۔اور روح کے علاوہ پانچ اور یعنی مادہ کشش استخراجی کشش استقرائی وقت اور خلا ہیں ۔جو غیر مدرک ہے لیکن یہ چھیوں اپنے اپنے وجود میں ایک دوسرے سے جدا ہیں۔

نمبر ۱۴۴ و ۱۴۵ ۔روح غیر متشکل ۔ ہمہ تن بصیرت ۔سرور بالذات دائم الحیٰ ۔اور تقدس مآب جوہر ہے ۔اور مادہ ایک متشکل و مجسم جوہر ہے۔

نمبر ۱۴۶ و ۱۴۷ ۔دھرم یعنی کشش استخراجی اور ادھرم یعنی کشش استقراری ایسے عنصر ہیں جو مچھلی کو پانی اور مسافر کو سایہ کی طرح چلنے اور ٹھیرنے کی کشش کرتے ہیں ۔خلا وہ عنصر ہے جس کے اندر تمام عناصر سمائے ہوئے ہیں ۔اور وقت ایک ایسا عنصر بالوجود ہے جس کے اثر سے تمام عناصر اپنی شکل و ہیئت میں تبدیلی اختیار کرتے رہتے ہیں۔

نمبر ۱۴۸ ۔روح ۔مادہ اور وقت یہ تین عنصر کثیر التعداد ہیں ۔و عناصر استخراجی

اور استقراری و خلا احد التعداد ہیں۔ لیکن اپنے جبعوں میں لاتجزی ہیں

نمبر ۱۴۹۔ روح اور مادہ اِن دو عناصر میں سکون و حرکت کی قوتیں ہیں باقی چار عناصر میں سکون و حرکت کا کوئی عمل نہیں ہے اہلِ بصیرت نے ایسا ہی تحقیق کیا ہے۔

توضیح۔ روح میں سکون و حرکت کا عمل صرف اِس لحاظ سے کہا ہے کہ جب تک کوئی روح دورِ تناسخ میں ہے اور اُس کے ساتھ لطیف و کثیف ذراتِ فعلی کا اشتراک ہے۔ اِس کے اثر سے روح میں حرکت و سکون کا عمل موجود ہے۔ لیکن جب روح ذراتِ فعلی کے اشتراک و امتزاج سے قطعی پاک ہو کر نجات پا جاتی ہے تو عرش معلی پر پہونچکر جس حالت میں قرار پاتی ہے اسی حالت میں رہتی ہے۔ پھر اس کے اندر فقن و ماذن کا عمل نہیں رہتا۔

نمبر ۱۵۰۔ استخراجی و استقراری اور روح اِن تین عناصر کی حدود بیشمار ہیں۔ خلا کی حدود بے انتہا ہیں۔ مادہ کی حدود چند قسم کی ہیں۔ یعنی مادی ذرات منفرداً واحد الحدود ہیں اور اُن کے جمود قابلِ شمار ناقابلِ شمار اور بے انتہا حدود والے ہیں۔

توضیح۔ ذرہ مادہ کا وہ چھوٹے سے چھوٹا حصہ ہے جس کے اجزا نہیں ہوسکتے۔ ظاہر ہے کہ ایسی لا تجزا شے کی حدود بھی واحد ہی ہوسکتی ہیں لیکن اُن کا جمود مختلف قسم کا ہوسکتا ہے اگرچہ چند قابلِ شمار ذرات کا مجموعہ کوئی جمود ہے تو اُس کے حدود قابلِ شمار ہونے چاہئیں۔ اگر ناقابلِ شمار تعداد کے ذرات کا مجموعہ کوئی جمود ہے تو اسکی حدود ناقابل شمار ہونگی اور اسیطرح بے انتہا ذرات کے جمود کی حدود بھی بے انتہا سمجھنی چاہئیں۔

نمبر ۱۵۱ - جملہ عناصر کی موجودگی خلائے آباد میں پائی جاتی ہے - جہانکہ یہ سب عناصر ایک دوسرے سے مخلوط واقع ہیں - مگر اپنی اپنی جوہریت کے اندر فرداً فرداً قائم رہتے ہیں - ایک عنصر دوسرے کی جوہریت میں ممتزج نہیں ہوجاتا ہے -

نمبر ۱۵۲ - روح کو باقی پانچ عناصر کے تعلقات جہنمی - جنتی - حیوانی و انسانی چاروں قسم کی زندگیوں میں لئے پھرتے ہیں - جبتک اُن کی باہمی واسطہ داری رہتی ہے - روح تناسخ سے نجات نہیں پاتی -

توضیح - مادہ کے تعلق سے ہی روح مختلف قالب اختیار کرتی ہے - جذبات کا پیدا ہونا بھی تعلق مادی کا نتیجہ ہے - عناصر امتزاجی و استقراری کے تعلق سے روح کے اندر حرکت و سکون کا عمل رہتا ہے - خلا کے تعلق سے اُس کو سمانے کے لئے جگہ ملتی ہے - اور وقت کے تعلق سے اُس کی جسامت و ہیئت - سیرت و عادت میں تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں - پس اسیطرح پر عناصر کے تعلقات تناسخ روح کا سبب ہیں -

نمبر ۱۵۳ - روح کو چاہیئے کہ بقیہ پانچ عناصر کو اپنے سے غیر سمجھکر اُن کے تعلقات سے جو آلام و شدائد کا سبب ہیں سبکدوش ہوکر اپنے وجود و صفات میں محو و مستغرق ہوجائے یہی حصول نجات کا سیدھا راستہ ہے

نمبر ۱۵۴ - اِن تمام عناصر کی تفصیلات کو اچھی طرح ذہن نشین کرکے اُن پر پختہ اعتقاد جما لینا صادق العقیدت ہے - ایسا ہوجانے پر یعنے صادق العقیدت کے بعد حقیقت عنصری سے یکمال واقفیت اور اُس کے مطابق صادق العلم حصول نجات کا ذریعہ ہے -

نمبر ۱۵۵ - ان جملہ عناصر کے متعلق جنکا وجود عالم موجودات میں ازلی و ابدی

ہے۔ بلا کسی حرص و وہم اور اشتباہ کے حقیقی ماہیئت حاصل کرلینا صادق البصیرت ہے جو روح کا بالخاصیت جوہر ہے۔

توضیح۔ عناصر ستہ میں وجودیت بھی ایک جوہر ہے۔ جس کا کسی صورت اور کسی حالت میں انعدام نہیں ہے تا ظہور و بقاء و فنا عوارض ہیں۔ جن سے کوئی عنصر کسی حالت میں خالی نہیں رہتا۔ بس عنصر کی تعریف یہ ہے کہ جس شئے کے اندر عرض جوہر پائے جاویں۔

نمبر ۱۵۶۔ صادق البصیرت ہوش پر روح بسوائی روح کی عنصری ماہیت کا حاصل ہونا اور صادق العقیدت کی وجہ سے آن کو ویسا ہی یقین کرنا اور بعد ازاں جملہ جذبات و تعلقات غیری کو ترک کرکے روحانیت میں غرق ہوجانا صادق الطریقت ہے۔

نمبر ۱۵۷ اور ۱۵۸۔ وہ شخص جواہر ثلاثہ کا متمتی کہلانے اور نجات پانے کا مستحق ہے۔ جو کسب روحانیت میں مصروف ہوکر دیگر اشیائے عالم سے اپنا ظاہری و باطنی تعلق ترک کردیتا ہے اور جواہر ثلاثہ کے حصول کو ہی روحانیت یقین کرکے آن کی یافت و دریافت میں محو ہوجاتا ہے۔

نمبر ۱۵۹۔ جو شخص اپنی روح کو صفات اربعہ (ہمہ دانی۔ ہمہ بینی۔ طاقت کل۔ مسرت کل) سے متصف اور تعلقات غیری سے پاک سمجھکر اسی کے تصور میں انہماک رکھتا ہے وہی یقیناً نجات ابدی حاصل کرلیتا ہے۔

نمبر ۱۶۰۔ سوائے روح اشیا کی ماہیئت صادق العقیدت کے لئے معرفت روحانی سے بھی مقدم ہے۔

توضیح - ساعی نجات کیلئے صادق العقیدت ایک امر ناگزیر ہے - اور معرفت روحانی صادق العقیدت کا جوہر ہے جو کسی حالت میں قابلِ فروگذاشت نہیں لیکن قابل مصنف نے اس کو پس پشت رکھکر اور سوائے روح اشیاء کی ماہیت کو مقدم قرار دیکر اپنی بلاغت کا ثبوت دیا ہے - جب کسی شخص کو سوائے روح کا علم اس طور پر ہوجائیگا کہ اشیائے روح کے علاوہ عالم موجودات میں ہے جسکی صفات روحانیت کے متنافی ہیں اور جس کے تعلق سے روح کو آلام دنیا برداشت کرنے پڑتے ہیں تو اسے روح کی ذاتی صفات اور اصل حقیقت خودبخود دریافت ہوجائیگی - ماوراء اس کے جو مادی اشیاء ہیں - وہ تو چشم ظاہری سے نظر آسکتی ہیں - لیکن چند سوائے روح عناصر ہی ایسے غیر متشکل و بے جسامت دار الوجود میں ہیں جو محض تصور باطنی سے ہی ذہن نشین ہوسکتے ہیں پس تصور باطنی کو حقیقت عناصر سے چیاں کرنا حقیقت بینی کا ابتدائی مرحلہ ہے - اسی کے ورود اور عشق سے چشم بصیرت وا ہوتی ہے جس سے منزل نجات کی شاہراہ دکھائی پڑتی ہے -

نمبر ۱۶۱ - روح کو کسی شے کا علم حقیقی حق النظری کے بعد ہوتا ہے - کیونکہ کسی شے کو بہر طور دیکھ لینے پر ہی اسکی تفصیلات و خصوصیات بساطِ فہم پر تشکل پذیر ہوتی ہیں - اور علم حقیقی میں کسی قسم کے شک و شبہ وہم و گمان اور حرص و ہوا کا دخل نہیں ہوتا -

نمبر ۱۶۲ و ۱۶۳ و ۱۶۴ - جو روحانیت شناس تارک الدنیا مراقبہ روحانی میں جذب ہوکر دنیاوی راحت و کلفت کو مساویت پسندی سے بلا کسی خیال و ملال کے برداشت کرتا ہے اور علایق ظاہری و باطنی کو ترک کرکے محو ریاضت ہوجاتا ہے وہی نیک و بد جذبات

غیری کی آمد و آورد کا انسداد کلی کر دیتا ہے اور بندہائے سابقہ کا ازالہ از خود ہوتا رہتا ہے۔

نمبر ۱۶۵ و ۱۶۶۔ خود شناس مرتاض کامل اعمال سابقہ کے اثرات کو زائل کرتا ہے اور تازہ بند عمل کا نخچیر نہیں ہوتا۔ کیونکہ اسکی ذات سے نفسانی روحانی جذبات و علائق دور ہو جاتے ہیں۔ یہ کمال اور کسی کو حاصل نہیں ہو سکتا۔

نمبر ۱۶۷ و ۱۶۸۔ عارف روحانیت کو طمانیت کلی حاصل ہونا ضبط نفسی اور ابن الدنیا کا جذبات طبعی کے زیر اثر رہنا نفس پرستی کہلاتی ہے [illegible] اشیائے دنیا کے ساتھ گرویدگی اور فریفتگی پیدا کرنے والے افکار و تخیلات کو دور کرنے سے [illegible] نفسانیت سے پاک ہو جاتی ہے تو اسکو وہ بصیرت حاصل ہو جاتی ہے جس کے اندر رغبت و نفرت کے خیالات سے لغزش نہیں آتی۔

نمبر ۱۶۹۔ عارف کامل قابل قبول روحانیت اور قابل ترک نفسانیت میں امتیاز کر کے جذبات نفسانی کو ترک اور صفات روحانی کو حاصل کرتا ہے اور بالآخر تقدس مآب روحانیت میں جذب ہو کر اس دارالمحن میں ہی مسرت نصیب ہو جاتا ہے۔

نمبر ۱۷۰۔ جو درویش کامل رغبت و نفرت کے خیالات سے پاک ہو کر مساوات پسند ہو جاتا ہے اس کے اندر دو نقص پیدا ہو جاتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ اپنے تعلقات قدیمی کو زائل کرنے لگتا ہے اور دوسرا یہ کہ وہ دنیا کو مجنون بنا دیتا ہے۔

توضیح۔ دستور دنیا کے مطابق پرانے تعلقات کا مٹانا اور دوسرے لوگوں کو باؤلا

بنا دینا عیب اور نقص کی بات ہے۔ اِن دونوں عیوب سے کسی درویش کامل کو نسبت دُنیا اسکی صریح ہجو ہے۔ لیکن قابل مصنف نے اِس ہجو آمیز طرزِ کلام میں ایک باریک.. مدحت خیز ملاحت کو پوشیدہ کیا ہے وہ یہ ہے کہ روح سے ذراتِ فعلی اور جذباتِ نفسانی کا جو تعلق قدیم سے چلا آتا ہے اسکو درویش کامل فنافی الذات ہوکر زائل کرنے لگتا ہے۔ اور اس کے کشف و کمال کو دیکھکر اہل عالم اُس کے گرویدہ ہوجاتے ہیں۔ اور مجنونانہ اسکی تقلید کو اپنی بہبود عاقبت کا باعث سمجھنے لگتے ہیں۔ گویا درویش کامل کے ذاتِ پاک میں اس قسم کے دو سحر سامری پیدا ہوجاتے ہیں۔

نمبر ۱۷۱۔ جو درویش کامل عادتاً محو ریاضت رہتا ہے اس کے اندر یہ نقص آجاتا ہے کہ اپنے دشمنوں کی طرف سے بے پروا ہوکر خود امن و مفر کا محتاج رہتا ہے۔

توضیح۔ اِس بیت میں قابل مصنف کا طرزِ کلام ہجو ملیح کے انداز میں ہے۔ اصل مطلب اِس بیت کا یہ ہے کہ جذباتِ نفسانی جو کشف روحانی کے دشمن ہیں اُن کی کوئی پروا محو ریاضت ہستی کو نہیں ہوتی۔ بلکہ اسکو یہ دھن سوار رہتی ہے کہ جسقدر جلد ممکن ہو اُن تمام بلیات سے درگذر کر وہ نجات ابدی حاصل کرلے جو ایک پُر امن اور پُر سکون کیفیت ہے۔

نمبر ۱۷۲۔ جو درویش کامل فنافی الذات ہوجاتا ہے اسمیں خودستائی کا عیب آجاتا ہے اور وہ اور لوگوں کو اپنے سے حقیر سمجھنے لگتا ہے۔

توضیح۔ اگرچہ دُنیا میں اپنے آپ کو سب سے بہتر سمجھنا اپنی تعریف کرنا اور دیگر دنیا داروں کو حقارت کی نظر سے دیکھنا سخت معیوب ہے لیکن اس ہجو میں ملاحت یہ ہے کہ درویش کامل فنافی الذات ہوکر اپنے ذاتی تجربہ

یہ بالیقین جان لیتا ہے کہ حصول روحانیت کا جادۂ مستقیم کیا ہے اسلئے وہ اہل عالم کو یہ ہدایت کرتا ہے کہ میں صحیح راستہ پر ہوں تم میری تقلید کرو تاکہ تم بھی میری طرح منزل مقصود پر پہونچ جاؤ۔ اس کے خلاف یقین سے وہ لوگ جو کثافت روحانی سے پاک ہو کر شاہراہ نجات پر گامزن ہیں بہتر ہیں اور وہ دنیادار جو بیکار اور بیفائدہ خیالات بد اعمال کی دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں اور گہرے گہرے پھنسے چلے جاتے ہیں۔ اسکی دانست میں اچھی حالت میں نہیں ہیں۔

نمبر ۱۷۳ جب اہل عالم کے لئے رات ہوتی ہے تو درویش کیلئے وہ جاگنے کا وقت ہے۔ اور جو وقت کہ اہل عالم کی بیداری کا ہے تب درویش سوتا ہے۔

توضیح۔ جبکہ دنیا کے لوگ کفر و بدعقیدت کی ظلمات میں پڑے ہوتے ہیں۔ درویش کامل کی روشن ضمیری کا آفتاب نصف النہار پر ہوتا ہے۔ اور چاردانگ عالم میں روشنی پھیلاتا ہے۔ برخلاف اس کے دنیادار لوگ دنیاوی جد و جہد میں کوشاں و سرگرداں پھرتے ہیں۔ لیکن درویش دنیاوی جاہ و حشم کی جانب سے آنکھ بند کئے رہتا ہے۔ قابل مصنف نے دن اور رات کی جو تشبیہ اس بیت میں دی ہے۔ اس سے یہی مضمون مترشح ہوتا ہے۔

نمبر ۱۷۴ عارف کامل روح اور سوائے روح میں امتیاز کرتا ہے لیکن مساویت پسندی کے سوائے اور کسی قسم کا جذبہ دل میں نہیں رکھتا اسی وجہ سے وہ نجات ابدی کا مستحق ہو جاتا ہے۔ کیونکہ مساوات پسندی اسکی چشم بصیرت کو روشن کر دیتی ہے۔

توضیح - حواسِ خمسہ کی خواہشات سے پاک ہو کر ترک و تجرد کی حالت میں استغراق روحانی کو مساویت پسندی کہتے ہیں۔ کیونکہ انسان اسی حالت میں پہونچکر نقیر و شاہ۔ خاک و اکسیر۔ ہجو و ثنا۔ شادی و غم اور نیک و بد سب کو یکساں تصور کرنے لگتا ہے۔ اس کو کسی کے ساتھ رغبت ہونے کا جذبہ دل میں آتا ہے۔ نہ کسی سے نفرت کا خیال ہوتا ہے

نمبر ۱۶۵ - جب کوئی درویش بہ اطمینان کلی اور بہ قرار واقعی محو ریاضت ہو جاتا ہے۔ تو حصول مسرت روحانی کو خود ہی محسوس کرتا ہے۔ اس احساس کے لئے نہ تو درس و تدریس کے مشغلہ کی ضرورت ہے۔ نہ ہجو گوئی یا شکر گذاری کا موقعہ درکار ہے۔

نمبر ۱۶۶ - عارف کامل کے دل میں علایق اندرونی و بیرونی کے ساتھ فریفتگی کا خیال بھی نہیں آتا۔ کیونکہ وہ ان سب کو صفات روحانی سے جدا تصور کرتا ہے

توضیح - بطلان - شہوت - پسندیدگی - ناپسندیدگی - مذاق - گرویدگی - بیزاری - رنج - خوف - کراہیت - غصہ - غرور - مکر اور طمع یہ چودہ ۱۴ قسم کے جذبات باطنی علائق اندرونی کہلاتے ہیں - اور جائداد - مکان - مویشی - سواری - زیورات دولت - غلہ - ملازمان - ظروف اور پارچہ جات یہ دس قسم کے اسباب ظاہری علائق بیرونی کہلاتے ہیں - ان کے ساتھ فریفتگی کے خیالات روحانیت کے قطعی متغائر ہیں - اس لئے عارف کامل ان کی طرف توجہ نہیں کرتا - بلکہ حصول روحانیت میں مستغرق ہونکو ہی سود مند یقین کرتا ہے -

نمبر ۱۶۷ و ۱۶۸ - عارف کامل حواس خمسہ کی سیر کرنے والی اشیاء کے ساتھ یا خوب و زشت جسمانی صفت سے رغبت و نفرت کا جذبہ دل میں

نہیں لاتا ہے۔ کیونکہ وہ یہ جانتا ہے کہ ان چیزوں کا روحانیت سے
کوئی واسطہ نہیں ہے۔

نمبر ۱۷۹۔ عارفِ کامل قبول و حصول اور ترک و تجرد کے متعلق جذبات فاسدکا
شکار نہیں ہوتا۔ کیونکہ وہ ان خیالات کو بھی نیک و بد اعمال کا
آفرینندہ سمجھتا ہے۔ نہ کہ حقیقی روحانیت کا باعث۔

توضیح۔ اس بیت کے یہ معنی نہیں ہیں کہ خوش کرداریوں کو اختیار کرنا اور بدکرداریوں
سے پرہیز کرنا بیکار ہے۔ لیکن دنیاداروں کے لئے یہ ابتدائی اطوار ہیں۔
انتہائی نظر سے روحانیت میں محو ہو جانے والے اشخاص کا رہائے
عذاب و ثواب کی جانب بھی متوجہ نہیں ہوتے۔

نمبر ۱۸۰۔ جو شخص یہ نہیں جانتا کہ نجات روح کی صفت بالذات ہے
اور بندھن روح کا جذبہ بالغیر ہے۔ وہی عذاب و ثواب کے
چکر میں رہتا ہے۔

نمبر ۱۸۱۔ جو شخص یہ یقین نہیں کرتا کہ صادق العقیدت۔ صادق البصیرت
اور صادق الطریقت مجموعی طور پر ہی اصلی روحانیت ہے۔ وہی نیک
اعمالی کو اختیار اور بد اعمالی کو ترک کرنا باعثِ نجات سمجھتا ہے۔

نمبر ۱۸۲۔ جو شخص نیک و بد اعمال کو یکساں نہیں سمجھتا۔ وہ ہمیشہ دورِ تناسخ
میں گردش کرتا اور مصائب اٹھاتا ہے۔

توضیح۔ اس بیت میں مصنف نے یہ رازِ مخفی کیا ہے کہ اصولاً نیک اعمالی کا
ثمرہ دنیا کے اعلیٰ طبقات میں یا عالمِ جنات میں پیدا ہو کر دنیاوی و
جسمانی عیش و راحت۔ جاہ و حشمت۔ مال و دولت کا میسر آنا ہے۔ اور
بد اعمالی کا نتیجہ ادنیٰ طبقات دنیاوی یا گیہان جہنمی میں رنج و کلفت

سہنا ہے۔ بہرحال دونوں حالتیں تناسخ کے اصناف ہیں۔ اور نجات اسباب تناسخ کے زائل ہوئے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔ اس سے ظاہر ہے کہ طالب نجات نیک عملی و بدعملی دونوں کو یکساں طور پر تناسخ کا سبب اور نجات کا مزاحم سمجھ کر قابل ترک قرار دیتا ہے۔ اور خالص روحانیت میں ہی محو و مستغرق ہو جانے کی طرف رجوع کرتا ہے

نمبر ۱۸۳ او ۱۸۴۔ جن عذابوں سے خوف زدہ ہو کر کسی شخص کو نجات پانے کی فکر دامنگیر ہو جائے۔ اور وہ بدکرداریوں کو چھوڑ کر نیکی کا راستہ اختیار کرے۔ وہ گنہگاری بھی اچھی ہے۔ برخلاف اس کے اگر کارہائے ثواب کے ثمرہ میں حکومت و حشمت پاکر کوئی شخص بدکرداریوں میں مبتلا و مصروف ہو جائے تو وہ نیک عملی بھی بری ہے۔

نمبر ۱۸۵ او ۱۸۶۔ راسخ العقیدت حاصل کرنے کی کوشش میں لقمۂ اجل ہو جانا بہتر ہے۔ بمقابلہ اس کے کہ ضعیف الاعتقادی ہوتی ہوئی عیش و راحت میسر آئے کیونکہ راسخ العقیدت سے انسان کی آئندہ فلاح و بہبود وابستہ ہے اور ضعیف الاعتقادی سے عاقبت خراب ہوتی ہے۔

نمبر ۱۸۷۔ کارہائے ثواب اور خوش عملی سے دولت حاصل ہوتی ہے۔ دولت سے تکبر پیدا ہو جاتا ہے۔ تکبر سے عقل میں فتور آجاتا ہے اور فتور عقل سے بدکرداریوں کی طرف رجحان ہوتا ہے جو بدکرداریاں آئندہ سخت مصائب و تکلیفات کا سبب بن جاتی ہیں۔ اس لئے نیک اعمال بھی قابل ترک ہے۔

توضیح - قابل مصنف کا یہ بیان ملاحت انگیز بھی عرفان حقیقی کے طالب کیلئے انتہائی نقطہ نگاہ سے ہے معمولی دُنیا داروں سے جو کامل ترک و تجرد کی استطاعت نہیں رکھتے - اِس بیان کا اطلاق نہیں ہے -

نمبر ۱۸۸ و ۱۸۹ - راسخ العقیدت کے ساتھ ذات کامل کا تصور - کتب مقدسہ کا مطالعہ اور رہنمایان صادق کا ادب و لحاظ کرنا - نجات کا فوری سبب نہیں ہے مگر ہاں بُنیادی سبب ضرور ہے اور ان سے نفرت و پرہیز کرنا عذاب النار کا باعث ہے -

توضیح - جبوقت تک کوئی شخص نیک خیالات اور نیک امور میں مصروف رہتا ہے - خیالات فاسد کا دورہ اِس کے دل میں نہیں ہوتا - اسواسطے اِن خیالات و امورات کو نیک انجام کہا گیا ہے لیکن محض اِتنے سے ہی نجات نہیں ہوسکتی -

نمبر ۱۹۰ - کارہائے عذاب کے اثر سے حیوانی و جہنمی قالب مِلتا ہے اور کارہائے ثواب کے اثر سے عیش جناتی حاصل ہوتا ہے - عذاب و ثواب کے مشترک ثمرہ سے انسانی زندگی نصیب ہوتی ہے - اور عذاب و ثواب دونوں کے مِٹ جانے پر نجات ابدی ہوجاتی ہے -

نمبر ۱۹۱ و ۱۹۲ - عبادت و تضرع اور توبہ و کفارہ سے تزکیہ قلب ہوتا ہے - جو منزل نجات کا ابتدائی مرحلہ ہے - لیکن عابد کامل اِس عمل کو بھی اپنے لئے کچھ زیادہ نفع بخش نہیں سمجھتا -

توضیح - معبود حقیقی کی صفات کا تصور کرنا اسکی ہدایات کا ذہن نشین کرنا اور ہادیانِ طریقت کی ہدایات پر عمل کرنا سچی عبادت ہے - اِن میں سے کسی عمل میں سہو - بے احتیاطی یا ارادے سے کوئی غلطی ہوجائے تو تنہائی میں

اسپر غور کرنا پشیمان ہونا اور آہ وزاری کرنا تضرع ہے۔ اس کے بعد یہ عہد
کرنا کہ آئندہ اس قسم کی غلطی کا کبھی بھول کر بھی ارتکاب نہ ہوگا توبہ ہے اور
اس غلطی کے عوض کوئی جبر و تشدد بطور سزا کے اپنے اوپر عائد کرنا کفارہ ہے

نمبر ۱۹۳۔ جس شخص کا اپنی نفسانیت پر قابو نہیں ہے اس کے خیالات
میں عبادت، ریاضت، توبہ و کفارہ کے ذریعے سے پورا کرنے پر بھی
پاکیزگی نہیں آسکتی اس سے، ریاضت بن سکے اس کا نوٹ کرہی
کیا ہے۔

توضیح۔ زمانہ گذشتہ میں جو لذات نفسانی حاصل ہوئیں انکو وقتاً فوقتاً
یاد کرنا یا زمانہ حال کی لذاتِ نفسانی کو وافر سبب جھکا اور فرحت بخش جانکر
انہیں محو ہونا یا زمانہ آئندہ میں بھی لذاتِ نفسانی کے حصول کی تمنا کرنا
نفسانیت ہے جس وقت انسان کے خیالات پر نفسانیت غلبہ پاتی
ہے۔ روحانیت کا خیال پرواز کر جاتا ہے۔ اور پھر اس سے عبادت
ریاضت صلوٰۃ و زکوٰۃ کوئی کار خیر بن نہیں آتا۔

نمبر ۱۹۴۔ جو شخص محو روحانیت ہو جاتا ہے۔ اور خواہشات حاسی اور
جذباتِ قلبی پر قابو پالیتا ہے۔ اسی کو روشن ضمیری کا مرتبہ حاصل ہوتا
ہے اور وہی بند عمل سے رستگاری کا مستحق ہے۔

نمبر ۱۹۵ و ۱۹۶۔ تمام جذبات غیر حق سے رہا ہو کر فنا فی الذات ہو جانا ہی نجات
ہے۔ اور یہی تناسخ عالم سے نجات پانے کا ذریعہ ہے۔ بغیر اس کے
سرور دائمی ہرگز میسر نہیں آسکتا۔

نمبر ۱۹۷۔ کوئی شخص چاہے جس جگہ جائے اور چاہے جو عمل کرے لیکن
بلا تزکیہ قلب روحانیت شناسی کی استعداد ہی پیدا نہیں ہوسکتی

توضیح - اگر خیالات میں پاکیزگی نہیں ہے تو مقاماتِ مقدس کی زیارت اور زکاۃ و ریاضت کا عمل محض نمائشی ہے - اِس سے روحانیت پر کوئی اثر نہیں پڑتا - مگر ہاں! اگر خیالاتِ فاسد اور جذباتِ ناقص کے اثرات سے قلب پاک اور مجلی ہو جائے تو حصول روحانیت کی جانب اُس کی رجوعیت ضرور ہو سکتی ہے -

نمبر ۱۹۸ عبادت - زیارت - ریاضت وغیرہ نیک اطوار ہیں - خواہشات حاسی و جذبات قلبی وغیرہ بد اطوار ہیں - اور اِن دونوں سے روح کا بے لوث ہو جانا پاک اطواری ہے - اِسی آخری درجہ میں پہونچکر بد عمل کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے

نمبر ۱۹۹ - خیرات و زکاۃ کے آخر میں عشرت حاسی کے ساز و سامان کی فراہمی ہوتی ہے - اور ترک ریاضت کے ثمر میں عالم بالا کی راحت و حشمت میسر آتی ہے - لیکن پاک اطواری سے سرور دائی حاصل ہو جاتا ہے -

نمبر ۲۰۰ - جنکو تعارف روحانی ہو گیا ہے وہی بصیرتِ کامل سے مستفیض ہوتے ہیں اور جو عرفان روحانیت سے بے بہرہ ہیں وہ وادی آفاق میں منزل مقصود سے بھٹکے ہوئے پھرتے ہیں -

نمبر ۲۰۱ - چشمِ بصیرت کے روشن ہوئے بغیر محض ریاضت و مشقت یا ظاہری شکل و صورت سے گوہر مقصود دستیاب نہیں ہو سکتا جسطرح پانی کے متھنے سے گھی نہیں نکل سکتا -

نمبر ۲۰۲ - اشیاء دنیوی یا ہیئت ادی سے واقفیت اور کتب مقدسہ سے ماہیئت ہو جانے پر بھی ریاضت کو مشقت جسمانی کی

ایک صورت سمجھنا چاہیئے جبتک کہ چشمِ بصیرت وا نہیں ہوتی

توضیح - محض علمِ باطن یا ماہیئت روحانی سے چشمِ بصیرت روشن نہیں ہوتی - تا وقتیکہ اعتقاد راسخ و واثق نہو اسی خیال سے قابل مصنف نے اِس کے اندر یہ راز پوشیدہ رکھا ہے - اور یہ بتلانے کی کوشش کی ہے کہ راسخ الاعتقادی کے ساتھ جب حقیقت عالم سے واقفیت ہوجائے تب ریاضت کا لطف ہے - لیکن اس کے یہ معنی بھی نہ سمجھنے چاہئیں کہ ریاضت کی ابتدائی مشق چھوڑ دیجائے دنیاوی جنجال میں پھنسے ہوئے شخص کو تو اعتقاد مستحکم کرنا اور بصیرت روحانی حاصل کرنے کا بہت کم موقعہ ہوگا - اِس لئے ریاضت کے ابتدائی مرحلے ترک تجرد - بے علائقی و بے لوثی - نفس کشی - تصدیر و تصوف وغیرہ کی مشاقی قائم رکھنا چاہیئے - اِسی دوران میں عقیدت و بصیرت کی استواری ممکن ہے

نمبر ۲۰۳ - جس علم و دانش کے بدلے پر روحانیت کے متضاد و متغایر خواہشات المضاعف ہو جاتی ہیں وہ بصیرت نہیں ہے کیونکہ آفتاب بصیرت نہیں ہے کیونکہ آفتاب بصیرت کے روشن ہو جانے پر خانۂ دل میں جذباتِ نفسانی کا اندھیرا باقی نہیں رہ سکتا -

توضیح - ہنر م کے علم و دانش کو بصیرت نہیں کہتے - ہندی - سنسکرت - انگریزی اردو - ریاضی - سائنس - حکمت و فلسفہ وغیرہ میں ماہر ہو جانے پر بھی کوئی شخص اہلِ بصیرت نہیں کہلاتا - کیونکہ ان علوم کی روشنی اور نفسانیت کی ظلمت دونوں پہلو بہ پہلو دیکھی جاتی ہیں - لیکن واقعاتِ عالم اور کائناتِ گیتی کی اصل حقیقت جانکر اسپر سچا عقیدہ قائم کرنے سے جو روح کے اندر علمیت کا نور چمکتا ہے وہ جذبات کی سیاہی کو دفع کر دیتا ہے

بس اسی علم روحانی کو بصیرت کہتے ہیں۔

نمبر ۲۰۴ و ۲۰۵۔ علوی صفاتِ اربعہ کا مجموعہ روحانیت ہے۔ اہل اللہ کے نزدیک وہی ذاتِ کامل کا جلوہ ہے اس روحانیت کے علاوہ اہلِ بصیرت کو اور کسی شے کے اندر محویت نہیں ہوتی جیسے اہل نظر یاقوت و الماس کو چھوڑ کر کانچ کے ٹکڑوں پر نگاہ نہیں کرتے۔

توضیح ۔ ہمہ دانی ۔ ہمہ بینی ۔ قدرتِ مطلق ۔ اور مسرتِ کامل یہ اعلیٰ پایہ کی چار صفات ہیں جنکا مجموعہ روح ہے ۔ ان کے علاوہ اور روحانیت کوئی شے نہیں ہے ۔ جن پاک نفس ہستیوں کی یہ صفات روحانی منکشف ہو جاتی ہیں اُن میں نفسانیت کا شائبہ نہیں رہتا ۔ بلکہ اُن کی ذات مقدس خالص روحانیت کا پیکر بنجاتی ہے ۔ جن شخصوں کو اپنی بہبود عاقبت مدنظر ہے وہ تمام مافیہات سے قطع نظر کرکے انہیں صفات کے حصول کو یا روحانیت کے انکشاف کو اپنا نقطۂ نگاہ بنالیتے ہیں ۔ اور اسی مقصود دینی میں ہمہ تن محو و مستغرق ہو جاتے ہیں ۔

نمبر ۲۰۶ و ۲۰۷ ۔ اعمال سابقہ کا ثمرہ پانے کے وقت جس کے دل میں رغبت و نفرت کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے وہ اور زیادہ اعمال کی کڑی زنجیروں میں جکڑ جاتا ہے اور جو شخص اطمینان اور صبر کے ساتھ رنج و کلفت سہہ لیتا ہے وہ نئے اعمال کی زد سے بچا رہتا ہے ۔ اور سابقہ اعمال کے اثرات سے اپنی روح کو پاک کر لیتا ہے ۔

توضیح ۔ جب کسی قسم کا کوئی عمل کیا جاتا ہے تو اُس کے مطابق ذراتِ فعلی روح سے مشتمل ہوتے ہیں ۔ اسباب بیرونی یا امتداد زمانہ کے لحاظ سے روح ان ذراتِ فعلی کے زیر اثر آتی ہے ۔ اور مکافاتِ عمل برداشت

کرتی ہے یہ ظاہر ہے کہ ذراتِ فعلی جب طالع ہوتے ہیں تو اُن کے مطابق
رنج و خوشی کے عارضی اسباب رونما ہو جاتے ہیں۔ اگر اُن کو صبر و سکون
کے ساتھ برداشت کر لیا جاتا ہے اور ان کے احساس سے کوئی خاص
جنبش قلب و روح میں نہیں ہوتی اور رغبت و نفرت کا کوئی جذبہ
ظہور میں نہیں آتا تو نتیجہ یہ ہوگا کہ سابقہ ذراتِ فعلی طلوع ہونے کے بعد فنا
ہو جائیں گے۔ روح سے آئندہ مشتمل نہ رہیں گے اور کسی قسم کی حرکت نہ ہونے کی وجہ سے
نئے ذراتِ فعلی کا روح سے اشتمال نہ ہوگا۔ گویا روح جزواً یا کلاً ہو جائیگی۔ برخلاف
اس کے اعمالِ سابقہ کی طلعت پر واویلا و آہ و زاری کرنے سے سابقہ ذراتِ
فعلی سے بھی جو اپنا اثر دکھا کر ضرر و دفع ہو جائینگے۔ زیادہ نئے افعال و حرکات کے
ذرات روح سے پیوست ہو جائینگے۔ اِس امر کو سمجھکر ہر شخص کو ہر وقت محتاط رہنا چاہیئے۔

نمبر ۲۰۸ کتبِ مقدسہ کا مطالعہ کرنے سے بہت کچھ علمِ روحانی حاصل
ہو جاتا ہے اور اُن کی ہدایات کے بموجب اُن پر عمل پیرا ہونے والا
شخص علائق دنیاوی سے ایک حد تک بیزار اور بے لوث
ہو جاتا ہے۔ لیکن جبتک شمہ برابر بھی گرویدگی بنی رہتی ہے
اُسے بصیرتِ کامل حاصل نہیں ہوتی۔

توضیح ۔ ذراتِ فعلی جو روح کی ذاتِ پاک سے مشتمل ہوتے ہیں اُن میں چند اِس
قسم کے ہوتے ہیں جو روحانی صفات راسخ الاعتقادی اور صادق البصیرت
کے انکشاف کو روکتے ہیں۔ جبتک تھوڑی بہت علائق دنیا سے
گرویدگی بنی رہتی ہے۔ روحانی صفات سے مکمل طور پر پردہ نہیں
ہٹتا۔ اِس لئے ضوئے روحانی کامل طور پر انکشاف پذیر نہیں ہوتی۔

نمبر ۲۰۹ کوئی شخص کتبِ مقدسہ کا عالم اور آدابِ ریاضت کا ماہر

جبتک ذاتِ کامل کی صفاتِ حقیقی سے آشنا نہیں ہوتا قیدِ تناسخ سے رہائی نہیں پا سکتا۔

نمبر ۲۱۰۔ عالم العلوم ہونے کے باوجود اگر کوئی شخص جذباتِ نفسانی سے مغلوب رہتا ہے تو اُسے اپنے اندر کبھی ذاتِ کامل کا جلوہ نظر نہیں آتا۔

نمبر ۲۱۱۔ اِس عالمِ آفاق میں کسی شے کی ماہیئت کامل حاصل کرنے کا بیرونی ذریعہ صرف کتبِ مقدسہ ہیں۔ ان پر عبور حاصل کرکے بھی اگر کسی کو خود شناسی کا جوہر نصیب نہیں ہوتا۔ تو اُسے جاہلِ مطلق ہی سمجھنا چاہیئے۔

توضیح۔ جن کے اندر تھوڑی بہت جھلک۔ روحانیت کی پیدا ہو جاتی ہے وہ رہنمایانِ طریقت کی ہدایت کو جو انہوں نے اپنے ذاتی تجربہ سے کتبِ مقدسہ میں تحریر کی ہیں۔ سمجھکر اور اُن پر غور کرکے اپنی ذاتی صفات سے آشنا ہو جاتا ہے اور اُن کے انکشاف میں لانے کی تدابیر اختیار کرتا ہے لیکن جو شخص جہلِ مرکب ہیں جنکی روحانی طاقتیں سلب ہو گئی ہیں اور روحانیت کو اُن کی نفسانیت نے مغلوب کر رکھا ہے وہ چاہے جسقدر کتبِ مقدسہ کا مطالعہ کریں اور چاہے جسقدر دنیاوی علم کے ماہر ہو جائیں خود شناسی کی طرف اُن کا رجحان بھی نہیں ہوتا۔ وہ مثل اُس گدھے کے ہوتے ہیں جسپر کتابوں کا انبار لدا ہوا ہے۔

نمبر ۲۱۲۔ کتبِ مقدسہ کا عالم ہونے پر بھی اگر کوئی شخص اُن پر عمل نہیں کرتا۔ یا وہ مقاماتِ مقدس کی زیارتیں تو کرتا پھرے اور جذباتِ نفسانی سے دل کو پاک نہ کرے اُسے جلوہ کامل کہیں دکھائی نہ دیگا۔

توضیح - ہادیانِ راہِ نجات نے کتبِ مقدسہ کے اندر جابجا یہ تعلیم دی ہے کہ دنیا ہی دار و گیر سے دستکش ہو کر محو روحانیت ہو جانے سے ہی نجاتِ ابدی حاصل ہوگی۔ اگر اس ہدایت پر کوئی شخص کاربند نہیں ہوتا۔ اور جذباتِ نفسانی سے تزکیہ قلب نہیں کرتا۔ تو زیارتیں کرنے سے ذاتِ کامل کی تجلی حاصل نہیں ہو سکتی۔ مقاماتِ مقدسہ کی زیارت کا اصول تو محض یہ ہے کہ وہاں چونکہ خانگی کاروبار سے فرصت مل جاتی ہے سوائے تزکیہ قلب کے اور کوئی شغل مصروفیت کا نہیں ہوتا۔ کتبِ مقدسہ کے مطالعہ کا اور رازِ حقیقی کے مسائل پر کافی غور کرنے کا موقعہ ہوتا ہے نیز علمائے دین اور مرشدانِ طریقت کی صحبت کا فیض بھی شاملِ حال ہونا ممکن ہے۔ اِس لئے بہبودِ عاقبت کی امید حج و زیارت سے وابستہ ہے لیکن بغیر تزکیہ قلب کے محض زیارت سے حصولِ روحانیت کی امید رکھنا عبث ہے۔ وہ زیارت نہیں بلکہ سیاحت ہے۔ زمین کی پیمائش کرنا روحانیت سے کوئی علاقہ نہیں رکھتی۔ جلوۂ کامل کوئی ایسی محسوس چیز نہیں ہے۔ جو کسی خاص مقام پر نظر آ جائیگی اور اس سے شرفِ مقبولیت آناً فاناً حاصل ہو جائیگا۔ وہ صورتِ کامل خود اپنے باطن میں مخفی ہے۔ جو نفسانیت کا پردہ ہٹ جانے پر خود منور ہو جاتی ہے۔ اِس تنویرِ حقیقی کے لئے محض صفائی قلب درکار ہے۔ خواہ وہ مکان کے اندر ہو سکے یا جنگل میں۔ ریاضت کے ذریعے ہو یا زیارت سے۔ یہ فروعات ہیں۔ ان پر توجہ کرنا دانشوری نہیں ہے۔ بلکہ محض اصول پر نظر رکھنا ہی عقلمندی ہے۔

نمبر ۲۱۳ - کوئی راسخ الاعتقاد درویش سیرت ہو اور کوئی ضعیف الاعتقاد

درویش صورت ہو ان دونوں میں بہت بڑا تفاوت ہے کیونکہ اول الذکر اپنی جسمانیت اور نفسانیت کو روحانیت سے غیر سمجھکر ان پر فریفتہ نہیں ہوتا۔ لیکن آخر الذکر اپنی شان ظاہری پر ہی شیفتہ رہتا ہے اور اسی کو اپنی بہبود کا باعث یقین کرتا ہے

نمبر ۲۱۴ و ۲۱۵۔ جاہل آدمی اصول دین کی پابندی اس تمنا سے کرتا ہے کہ اسکو دنیاوی جاہ و حشمت اور عیش و راحت نصیب ہو۔ لیکن مردِ عارف بندِ عمل سے رہا ہو کر نجاتِ ابدی پانے کی کوشش کرتا ہے اور نیز یہ کہ جاہل شخص اسباب ظاہری اور افرادِ متعلقین کی افزونی سے خوش ہوتا ہے لیکن مردِ عارف انکو وبالِ زندگی سمجھتا ہے۔

نمبر ۲۱۶۔ اجتماعِ کتب مقدسہ۔ ہجوم شاگرداں اور وجودِ لوازمات درویشوں کے دل میں فریفتگی کا جذبہ پیدا کر کے گمراہ کر دیتے ہیں۔ اسوجہ سے قابلِ ترک ہیں۔

توضیح۔ یہ درویش کی ابتدائی شان ہے کہ اس کے پاس مطالعہ کرنیکے لئے کتب مقدسہ کا انبار رہتا ہے۔ اس سے تعلیم پانے کیلئے شاگردوں کا گروہ حلقہ بگوش رہتا ہے اور ان کو اپنی ضروریات کیلئے کشکول (کمنڈل) اور مورچھل (مثبجھی) وغیرہ اپنے پاس رکھنے پڑتے ہیں۔ لیکن انتہائی درجہ پر پہونچکر ان چیزوں کی اسے حاجت نہیں رہتی۔ اور وہ ان تمام اشیا کو گرویدگی کا باعث سمجھکر ترک کر دیتا ہے۔ ہوا سے ذاتِ کامل میں جذبیت کے اور کوئی شغل اسکو نہیں رہتا۔ اسی نقطہ نگاہ سے قابل سمنعت نے ان چیزوں کو قابلِ ترک قرار دیا ہے۔

نمبر ۲۱۷- جس نے علائق دُنیا سے ترک و تجرد کر کے سر کے بال بھی نوچ پھینکے ہیں اگر اسکی طبیعت شمہ برابر بھی کسی دُنیاوی شے سے گرویدہ رہتی تو اُس نے خود اپنے ساتھ دھوکا کیا۔

توضیح - ظاہر و باطن کا یکساں نہ ہونا ریاکاری اور مکاری کہلاتی ہے اگر کوئی شخص ظاہر اطور پر دُنیا کو ترک کر دیتا ہے۔ لیکن باطن میں اسکی گرویدگی کسی شئے سے بنی رہتی ہے۔ تو اس کے لئے ترکِ دُنیا بیکار ہے اُس کے اس عمل کو اہلِ دانش مکاری سے منسوب کرتے ہیں۔ قابل مصنف کی ہدایت یہ ہے کہ جو شخص ظاہر اطور پر ترک دنیا کرتا ہے اُس کو کسی شئے کے ساتھ باطن میں بھی گرویدگی نہیں رکھنا چاہیئے۔

نمبر ۲۱۸- جو شخص لذاتِ نفسانی اور اسبابِ دنیاوی کو ترک کر کے بھی اُن کے دلدادہ رہتے ہیں۔ یا پھر اُن میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ وہ نہایت ذلیل ہستیاں ہیں کیونکہ وہ قے کر کے نگلتے ہیں۔

نمبر ۲۱۹- جو شخص دنیاوی جاہ و اعزاز اور شہرت و آسائش کیلئے ذاتِ کامل کا تصور چھوڑ بیٹھتے ہیں وہ ناعاقبت اندیشی سے اپنی زندگی تلف کرتے ہیں۔

نمبر ۲۲۰ و ۲۲۱- جو شخص اسبابِ ظاہری کی افزونی کو اپنی بزرگی کا باعث سمجھتے ہیں وہ عاقبت اندیش نہیں ہیں۔ کیونکہ عارف کی نگاہ میں صفاتِ ذاتی کے اعتبار سے سب روح مساوی ہیں۔ ان میں خوردی و بزرگی کا خیال کرنا بھی جہالت ہے۔

توضیح - جو لوگ دُنیادار ہیں وہ اسباب ظاہری کے اعتبار سے کسی کو بڑا اور کسی کو چھوٹا تصور کرتے ہیں لیکن حقیقت شناس صرف صفاتِ ذاتی

کا لحاظ کرتے ہیں ۔ عارضی اعزاز کا نہیں ۔ اگر کوئی شخص آج بادشاہ ہی
تو وہ آج سے فوق العزت سمجھا جاتا ہے ۔ لیکن کل اگر تخت سے اُتار
دیا جائے تو لوگوں کی نگاہ میں اس کا کوئی مرتبہ نہ ہوگا ۔ روحانی صفات
کے کم و بیش انکشاف کے لحاظ سے بھی بزرگی و خوردی کا خیال ہوتا ہے
لیکن یہ زاویہ نگاہ بھی جاہلانہ ہے ۔ عرفانِ حقیقی کے متلاشی ہر روح
اور ہر ذی روح میں یکساں صفاتِ ذاتی کے وجود کا لحاظ کرتے ہوئے
کوئی تفاوت نہیں مانتے ۔

نمبر ۲۲۲ و ۲۲۳ ۔ جواہرِ ثلاثہ سے مزین روح تمام روحوں کو صفاتِ ذاتی کے
لحاظ سے برابر جانتی ہے اُنہیں بزرگی و خوردی کا امتیاز جسم کے
عرض و طول پر نہیں کرتی ۔

نمبر ۲۲۴ و ۲۲۵ ۔ عام ارواح صفتاً ہمہ داں ۔ دائم الحیّ اور مساوی الحدود
ہونے کی وجہ سے یکساں ہیں جنکی چشم باطن روشن ہو جاتی ہے
وہ ہر روح میں حق النظری اور صادق العلمی کا جلوہ دیکھتے ہیں ۔

توضیح ۔ جو ارواح دورِ تناسخ میں سرگرداں ہیں اُن میں جسمانی صنعت کا تفاوت
بظاہر دکھائی دیتا ہے ۔ اُنکی حیثیت اور حالت میں بھی بہت کچھ فرق نظر
آتا ہے ۔ لیکن یہ سب کچھ ان کی ذراتِ فعلی کے ساتھ اشتمال کا نتیجہ ہی
چونکہ ذراتِ فعلی کا روح کے ساتھ اشتمال عارضی ہے اس لئے اسکا نتیجہ
بھی عارضی ہے اور فرق بھی عارضی ہے ۔ روشن ضمیر ہونے پر کوئی شخص
عوارضات پر نگاہ نہیں ڈالتا ۔ بلکہ وہ یہ سمجھتا ہے کہ ذراتِ فعلی کا
تعلق جب اور روحوں سے جُدا ہو جائیگا تو وہ بھی میری طرح روشن ضمیر
ہو جائیگی ۔ ہمہ دانی وغیرہ کے جوہر سب روحوں میں یکساں ہیں ۔ پردہ

اعمال کے ہٹ جانے پر ان کا انکشاف ہو سکتا ہے اگر فرق ہے تو صرف اسقدر ہے کہ کسی روح میں صفاتِ ذاتی بالفعل ہیں اور کسی میں بالقوۃ۔ تاہم وجود ذاتی کے اعتبار سے ان میں کوئی فرق نہیں ہے۔

نمبر ۲۲۶ و ۲۲۷۔ جو عارفِ حقیقی روحوں میں تقسیم و تفصیل نہیں کرتا وہ اپنی ذاتِ خاص کے اندر جلوۂ کامل کا نظارہ دیکھتا ہے اور وحدانیت کے تصورات میں محو ہو کر نجات پاجاتا ہے۔

نمبر ۲۲۸۔ جو حقیقت شناس ہر روح کی صفت ہمہ دانی و ہمہ بینی یقین کرتا ہے۔ وہ جسمانی ساخت کے تفاوت کے لحاظ سے کسی روح کو دوسرے سے مختلف نہیں سمجھتا۔

نمبر ۲۲۹ و ۲۳۰۔ جو شخص اجسام کی مختلف ساخت کے لحاظ سے روحوں کی تفصیل کرتا ہے وہ روحانیت شناس نہیں کیونکہ لطیف و کثیف اور خوب و زشت اجسام طفلی و پیری کے مدارج۔ امارت و افلاس کے اصناف اعمال سابقہ کے نتیجے ہیں۔

نمبر ۲۳۱ و ۲۳۲۔ بظاہر اس دنیا میں ایک ذی روح دوسرے کا دوست یا دشمن اور یگانہ یا بیگانہ نظر آتا ہے۔ قطع نظر اس کے جو شخص صفاتِ روحانی کے لحاظ سے ان میں وحدانیت کا تصور رکھتا ہے وہ عارف ہے۔ اور جو وحدانیت کو نظر انداز کر کے تفصیلات میں پڑ جاتا ہے وہ جاہل ہے۔

توضیح۔ اِن ابیات میں قابل مصنف نے بہ طور پر یہ سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ کسی تفصیل میں پڑ کر رغبت و نفرت کے خیالات و

جذبات پیدا نہونے پاویں۔ بزرگی و خوردی کا خیال چاہیے وہ کسی اعتبار سے ہو ضرور جذبات فاسد پیدا کر دیتا ہے۔ اچھی چیز سے رغبت کرنا اور بُری چیز سے نفرت کرنا انسانی طبیعت کا خاصہ ہے۔ لیکن جب اچھی اور بُری ہونے کا خیال ہی پیدا نہوگا تو رغبت و نفرت کا جذبہ بھی ظہور میں نہیں آسکتا۔ اِس لئے یہ ہدایت کی گئی ہے کہ عارضی اصناف پر نگاہ نہ ڈالکر صفاتِ ذاتی کے اعتبار سے سب کو ایک سمجھنا ہی صداقت اور حقیقت شناسی ہے۔ جن پاک ہستیوں کو عرفان حقیقی کی طلب ہے وہ ظاہری تفصیلات میں نہ پڑکر مساویت پسندی کو اپنا نصب العین بنا لیتے ہیں۔ تاکہ کبھی رغبت و نفرت کے جذبات سے مغلوب نہوں۔

نمبر ۲۲ و ۲۳ و ۲۴۔ ذراتِ فعلی کے اشتراک کی وجہ سے روح کو مختلف قسم کے قالب اور درجے اختیار کرنے پڑتے ہیں۔ اور یہ ذراتِ فعلی روحانیت سے قطعی غیر ہیں۔ کیونکہ موقعہ پاکر وہ روح سے جُدا ہو جاتے ہیں اسلئے ہر روح کو روحانیت کے لحاظ سے اپنی روح کی مانند سمجھنا ہی دانشمندی ہے۔

توضیح۔ اگرچہ ذراتِ فعلی کا اور روح کا باہمی تعلق لا ابتداء زمانہ سے چلا آتا ہے لیکن خاص ذرات کا تعلق خاص زمانہ میں خاص وجوہات سے ہوتا ہے اور ان کا خاص وقت میں خاص اسباب سے انفکاک بھی ہو جاتا ہے۔ اِس لحاظ سے موجودہ ذرات کا تعلق عارضی ہے۔ اصولاً عارضی سبب کا نتیجہ بھی عارضی ہوتا ہے۔ اِس لئے اصلیت پر نگاہ رکھنے والے حقیقت شناس عوارضات پر نظر نہیں ڈالتے۔ جو کچھ فرق کسی کو دو روحوں میں نظر آتا ہے وہ محض عارضی اسباب کی وجہ سے عارضی

حالات میں ہے اصلیت میں نہیں ۔ جوہر اصلی کے اعتبار سے اپنی روح کی مانند ہر روح کو سمجھنا جذباتِ فاسد کی پیدائش کو روکتا ہے اور یہی کشفِ بصیرت کی بنیاد ہے ۔

باب سوم

دربیان صفاتِ روحانی

نمبر ۲۳۵ ۔ درویش کامل جو ہمیشہ روحانیت پر نظر رکھتا ہے اشیائ غیر سے ترک تعلق کر دیتا ہے ۔ کیونکہ وہ ذاتِ کامل کے تصور میں حارج ہوتا ہے ۔

توضیح ۔ روحانیت کے علاوہ جو اشیاء غیر موجودات عالم میں ہیں وہ دو قسم کی ہیں ظاہری و باطنی ۔ جذباتِ نفسانی ۔ علائق باطنی کہلاتے ہیں ۔ اور جسم استخوانی و دیگر اشیاء دنیاوی چاہیے وہ جاندار ہوں یا بیجان علائق ظاہری ہیں ۔ چونکہ درویش کامل کا مقصد اپنی روحانیت شناسی ہے ۔ اِس لئے وہ سب سے اول ہر دو قسم کے علایق سے اپنی گرویدگی ترک کر دیتا ہے ۔ بغیر اِس کے تصور روحانی میں محویت ناممکن ہے ۔

نمبر ۲۳۶ ۔ درویش کامل اشیائ غیر میں من و مائی کے خیالات نہیں رکھتا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ آتشِ افکار سے خرمن روحانیت سوخت ہو جاتا ہے ۔

توضیح ۔ حیات و ممات اور سود و زیان وغیرہ کے تخیلات میں ہرگز کوئی

شخص بصیرتِ حقیقی حاصل نہیں کرسکتا۔ کیونکہ شعلۂ افکار دل کو اپنا مرکز اور جسم کو اپنی خوراک بنالیتا ہے۔ اور جب دل وجسم دونوں کسی شخص کے قابو سے باہر ہوں تو روحانیت شناسی کی طرف رجحان اور ریاضت کی جانب میلان کسطرح ممکن ہے۔

نمبر۲۳۷۔ جب روح پاک سے جذباتِ فاسد کا تعلق ہوجاتا ہے تو اسکی وجہ سے روح کو ہی صدمات اٹھانے پڑتے ہیں۔ جسطرح لوہے کو آگ کے ساتھ تعلق جگری پیدا کرلینے پر ہتھوڑوں کی چوٹیں سہنی پڑتی ہیں۔

نمبر۲۳۸۔ درویش کامل یہ دیکھکر کہ دنیاوی لوازمات میں گرویدہ و مبتلا ہوکر ہر دنیادار طرح طرح کے رنج وآلام اٹھاتا ہے۔ بجز روحانیت کے اور کسی شے سے گرویدہ نہیں رہتا۔ بلکہ صفاتِ روحانی کے تصور میں محو ہوجانے کو ہی وجہ سرور سمجھتا ہے۔

نمبر۲۳۹۔ جب کسی شخص نے فقیری اختیار کرکے جسم کی غور و پرداخت چھوڑدی اور اُس کو جسم مُردہ کی طرح بے رونق کردیا تو پھر بھیک کے ٹکڑوں میں ذائقہ تلاش کرنا نہایت شرمناک ہے۔

نمبر۲۴۰ و ۲۴۱۔ بارہ قسم کی ریاضت کرکے جنت ونجات کی آسودگی چاہنے والے درویش کو آب وخور کے ساتھ گرویدگی ترک کرکے اپنی روحانیت میں جذب ہوجانا چاہیئے۔ اگر وہ ترمال سے آسودہ اور نان خشک سے رنجیدہ ہوتا ہے تو وہ گدھے کی مانند ایک جانور ہے۔ حقیقت شناس انسان نہیں ہے۔

توضیح - آب و خورش کا براہ راست اثر جسم کی تر و تازگی پر ہوتا ہے جبکہ درویش اپنے جسم کے ساتھ محبت نہیں رکھتا نہ اس کے بن سنور کی طرف توجہ کرتا ہے - تو اس کے نحیف و شحیم ہونے کا کیوں خیال ہونا چاہئے - بلکہ وہ اپنے جسم کو روح کی گاڑی سمجھتا ہے جس کے ذریعہ سے ریاضت کے بارہ مرحلے طے کر کے نجات کی منزل مقصود پر پہونچیگا - ہاں جسطرح گاڑی کو اونگھ وغیرہ لگا کر متحرک رکھنا ضروری ہے اسیطرح درویش اپنے جسم کو وقت ضرورت کھانا دیکر قائم رکھتا ہے اسکو با رونق اور تر و تازہ رکھنے سے اُسے کوئی خاص نفع نہیں ہو سکتا بلکہ یہ ممکن ہے کہ جسم کی محبت میں پڑ کر اپنی اصلی راہ سے گم ہو جائے - بارہ قسم کی ریاضت مذکورۂ بالا میں چھ قسم کی ظاہری اور چھ قسم کی باطنی ہے - ظاہری اقسام ریاضت حسب ذیل ہیں -

نمبر۱ - آفتاب کے طلوع ہونے سے قبل اور غروب ہونیکے بعد کسی قسم کے کھانے پینے کی اجازت نہیں - صرف دن میں ہی ایک مرتبہ دوپہر کو بشرط ضرورت کھایا جا سکتا ہے اگر کوئی مرد درویش دن میں بھی ایکمرتبہ نہ کھائے اور بے کھائے پیئے صبر و قرار کے ساتھ رہ سکے تو یہ اکی ریاضت ہے جسے **روزہ** کہتے ہیں -

نمبر۲ - ایک مرد درویش کی ایکمرتبہ کی غذا کی مقدار ۳۲ لقمے ہیں اگر ان میں سے کچھ کم لقمے کھا کر وہ صبر و سکوں سے رہ سکتا ہے تو یہ دوسری قسم کی ریاضت ہے جسے **کم خوری** کہتے ہیں - اس سے طبیعت میں سستی اور جسم میں کسل کا پیدا ہونا ممکن نہیں - بلکہ تندرستی کا ایک سبب ہے -

نمبر۳- دودھ - دہی گھی - تیل میٹھا - نمک یا چرپرا - کڑوا کھٹا میٹھا نمکین کسیلا - یہ چھ قسم کے ذائقے ہیں - ان میں سے سب کو یا کبھی کسی کو اور کبھی کسی کو چھوڑ کر ذائقہ کی خواہشات کو کم کرنا اور بے ذائقہ کھانے کو صبر و خوشی سے سیر ہو کر کھا لینا تیسری قسم کی ریاضت ترکِ ذائقہ ہے -

نمبر۴- درویش لوگ جب کھانے کی خواہش سے بستی میں جاتے ہیں تو اپنی قسمت آزمائی کے لئے ایسی شرطیں دل میں قائم کر لیتے ہیں کہ آج اِس قسم کا کھانا یا اِس حالت میں ملیگا تو کھائینگے - ورنہ صبر سے واپس چلے آئینگے - یہ چوتھی قسم ریاضت کی ہے جسے تناول مشروط کہتے ہیں -

نمبر۵- کھڑے رہکر تصور کرنا ایک کروٹ سے بلا حرکت سونا دوزانو یا چہار زانو استقلال سے بیٹھا رہنا یا اور طرح سے جسمانی حرکتوں کو روک کر دل کو یکسو کرنا - پانچویں قسم کی ریاضت محض جسمانی ہے -

نمبر۶- مویشی بندھنے کی جگہ - عورتوں کے رہنے کے مقام اور نفس پرست انسانوں کی گذرگاہ کو درویش سونے بیٹھنے اور تصور کرنے کیلئے استعمال نہیں کرتے ہیں بلکہ قابل ترک سمجھتے ہیں یہ چھٹی قسم کی ریاضت محض جسمانی ہے

ریاضت باطنی کے چھ اقسام یہ ہیں -

(۱) دورانِ ریاضت میں اگر کسی امر میں بے ضابطگی واقع ہو جائے یا کسی قسم کا نقص آجائے تو اسپر اظہار افسوس کرنا اور اسکی پاداش میں خود کوئی مزید سزا اپنے اوپر ریاضت یا نفس کشی کے متعلق عائد کرنا کفارہ ہے -

(۲) راسخ العقیدت میں نقص نہ آنے دینا کتب مقدسہ کی ہدایات کو نہ ٹھکرانا

اور اسکی پابندی بحد غایت کرنا حواسِ خمسہ اور غلبۂ جذبات کو روکنا اپنے سے زیادہ مستطیع درویشوں کی تعظیم کرنا غیر مستطیع درویشوں کیساتھ منافرت نکرنا۔ ہادیان طریقت کا دل سے ادب کرنا کتب مقدسہ میں اگر کوئی تحریری غلطی ہو اُسے صحیح کر دینا۔ درویشوں کو تنہائی کی جگہ پہنچا دینا اُن کے ساتھ شیریں کلامی سے مؤدبانہ گفتگو وغیرہ کرنا دوسری قسم کی باطنی ریاضت **ادب** ہے۔

(۳) ہادیان شریعت۔ فلسفیانِ حقیقت۔ پیروانِ معرفت اور رہنمایانِ صداقت کی وقتِ ضرورت خلوص قلبی سے خدمتگذاری کرنا باطنی ریاضت کی تیسری قسم **خدمت شعاری** ہے۔

(۴) کتب مقدسہ کا آموختہ ومطالعہ کرنا دوسروں کو اسکی ہدایت کرنا اقوال واصول مقدس کے معنی ومطلب دریافت کرنا اوران پر غور کرنا باطنی ریاضت کی چوتھی قسم **مطالعہ** ہے۔

(۵) علالتِ جسمانی یا نامرغوب شے کے حصول پر۔ متعلقین یا دیگر مرغوب شے کی مفارقت پر۔ بھوک پیاس وغیرہ کی شدت پر موجودہ و آئندہ زندگی کے لئے آرام وآسائش کی تمنا یا گذشتہ زندگی کے اسباب راحت کی یادگاری پر مضطرب ہونا تصور پراگندہ ہے اور دوسرے کی مال ودولت لینے کا خیال۔ دوسرے کو ایذا پہنچانے کا ارادہ۔ جھوٹ بولنے۔ ایذا پہنچانے۔ مال واسباب فراہم کرنے کاروبار دُنیاوی انجام دینے یا اور ایسے ہی کاموں کے اندر ہمہ تن مشغول رہنے میں مسرت کا احساس تصور ناخندہ ہے۔ اِن دونو قسم کے تصوراتِ ناقص سے قطعاً پرہیز کرنا اور روح وماسوائے روح کی

حقیقت پر غور کرنا اُن کی صفاتِ ذاتی کا اُن کے تعلقات کے اسباب و
اثرات کا معرفت حقیقی و حصول روحانیت کے ذرائع کا تصور کرنا
تصورِ عرفانی ہے اور کشف و کمال روحانی میں قطعاً محو و سہو ہو جانا۔
اور اپنی روحانیت میں جلوۂ کامل کا نظارہ کرنا تصورِ سبحانی ہے
اِن ہر دو قسم کے تصورات میں غرق ہونا پانچویں قسم کی ریاضتِ
باطنی ہے۔ جسے تصور کہتے ہیں۔

(۶) علائق ظاہری و باطنی کا ترک اور اُن کے ساتھ کسی قسم کی گرویدگی
کا نہ ہونا چھٹی قسم کی ریاضت تجرّد ہے۔

نمبر ۲۴۲۔ قوتِ باصرہ کی ہوس سے پروانہ۔ قوتِ سامعہ کی ہوس
سے ہرن۔ قوتِ لامسہ کی ہوس سے ہاتھی۔ قوت ذائقہ کی
ہوس سے مچھلی۔ قوتِ شامہ کی ہوس سے بھونرے کو جان
سے گذرتے دیکھتے ہیں۔ پھر نہ معلوم انسان جو حواس خمسہ کی
لذات پر ہر وقت شیفتہ و فریفتہ رہتا ہے۔ کس طرح
فنا ہونے سے بری رہ سکیگا۔

نمبر ۲۴۳ و ۲۴۴۔ طمع کا جذبہ قابل ترک ہے۔ طامع شخص کو اِس
دُنیا میں رنج و کلفت سہتے ہوئے بظاہر دیکھتے ہیں۔ جیسے
آگ میں تپے ہوئے سونیکو ضرور چوٹیں کھانی پڑتی ہیں۔

توضیح۔ بقول حضرت آتش۔

طالب کو اپنے رکھتی ہے دُنیا ذلیل خوار + زر کی طمع سے چھانتے ہیں خاک نیارے

بقول حضرت شیخ سعدی

طمع را سہ حرف است ہر سہ تہی

نمبر ۴۵ و ۴۶ ۔ جو ذات کامل رغبت و نفرت کے جذبات سے قطعی پاک ہو چکی ہے اُس کے تصور میں جذب ہو کر اُلفتِ دُنیاوی کو جو تحصیل بصیرت کی مانع ہے ترک کر دینا چاہیئے ۔ کیونکہ مبتلائے اُلفت ہستیاں اسیطرح انواع و اقسام کے رنج و آلام سہتی ہیں جسطرح تیل کے تعلق کی وجہ سے تلوں کو کولھو میں پلنا پڑتا ہے ۔

نمبر ۴۷ ۔ وہ شخصیت نہایت مبارک ہے جو کشتی معرفت میں سوار ہو کر دریائے شباب کو پار کر جائے ۔

توضیح ۔ کسی گرگ جہاں دیدہ کا عالمِ پیری میں جبکہ وہ دُنیا کے ہر گرم و سرد سے سیر ہو چکا ہے اور اُسے دوسری دُنیا کا راستہ ناک کی سیدھ میں دکھائی دے رہا ہے ۔ اور مزید عیش پرستی کی قابلیت نہیں رکھتا اس کا بحالتِ مجبوری و معذوری یادِ الٰہی میں مشغول ہو جانا تعریف کی بات نہیں ۔ لیکن عین جوانی میں جبکہ دریائے نفسانیت میں لذائذ حواسی کا مد و جذر قدرتاً جوش پر ہوتا ہے ۔ کسی شخص کا دل پر اسقدر قابو پانا کہ وہ لذاتِ دُنیاوی اور خواہشات نفسانی سے برگشتہ و بیزار ہو کر حصول معرفت میں جذب و غرق ہو جائے ۔ بلاشبہ قابل آفریں ہے ۔

نمبر ۴۸ ۔ جنیشور دیو نے باوجود ایک عظیم الشان حکمراں ہونے کے تمام حشم شہنشاہی کو ترک کر کے نجاتِ ابدی حاصل کی ۔ اگر کوئی سگ دُنیا درویشِ بے نوائی کی حالت میں بھی لذاتِ نفسانی سے باز نہیں آتا ۔ اور حصول نجات کو اپنا نصب العین

نہیں بناتا تو تعجب کی بات ہے۔

نمبر ۲۴۹ و ۲۵۰ سوادی تناسخ میں گردش کرتے ہوئے جو ہر قسم کی تکالیف لاحق ہوتی ہیں اُن سے بچنے کی آسان تدبیر یہی ہے کہ شتگانہ ذراتِ فعلی سے روح کو پاک کر لیا جائے یعنی اگر کوئی شخص متواتر رنج والم برداشت کرتے رہنا پسند نہیں کرتا تو وہ ذرات فعلی کو جو ہر قسم کی تکالیف کا سبب ہیں۔ روح سے کیوں مشتمل ہونے دیتا ہے۔

توضیح۔ جو افعال سرزد ہوتے ہیں اُن کے اثرات کو علماء نے حسب ذیل آٹھ قسموں پر منقسم کیا ہے۔

(۱) کچھ ایسے افعال ہیں جنکے ذرات روح سے مشتمل ہو کر اس کی ذاتی صفت ہمہ دانی میں حارج ہو جاتے ہیں۔ اُن کو حاجز البصیرت کہتے ہیں۔

(۲) کچھ ایسے افعال ہیں جنکے ذرات کے اشتمال سے روح کی حقیقت نظری محجوب ہو جاتی ہے۔ ان کو حاجز العقیدت کہتے ہیں۔

(۳) جن افعال کے اثر سے روح علائق دنیاوی میں محو گرویدہ ہوتی ہے اور وہ ترک و تجرد کی جانب میلان نہیں کرتی۔ جس سے اسکی عاقبت رو بہ بہبود ہو سکے وہ حاجز الطریقیت کہلاتے ہیں۔

(۴) جن ذرات فعلی کے اثر سے روح کی مسرور بالذات رہنے کی صفت منکشف نہیں ہوتی۔ اور مقصد کی کامیابی اور کوششوں کی تاثیر ممکن رہتی ہے وہ حاجز المسرت کہلاتے ہیں۔

چونکہ روح کی ذاتی صفاتِ اربعہ ہمہ دانی۔ ہمہ بینی حریت کلی و

مسرتِ کلی - ان افعال کے اثر سے روبہ انکشاف نہیں ہوتیں۔ بلکہ محجوب و مکسور رہتی ہیں - اس لئے فلسفہ اعمال کی اصطلاح میں ان کو افعال مہلک کہتے ہیں۔

(۵) بعض افعال ایسے ہوتے ہیں جن کے اثر سے مختلف قالبوں کی صنعت اور اعضائی ساخت کریہہ و حسین ہوتی ہے - وہ افعال تشکیلی کہلاتے ہیں -

(۶) جن کے اثر سے زندگی کی مدت کا استقرار و تعین ہوتا ہے۔ وہ افعال حیاتی ہیں -

(۷) جن کے اثر سے اعلیٰ و ادنیٰ حسب و نسب میسر آتے ہیں - وہ فعل تباری کہلاتے ہیں - اور

(۸) جن سے معمولی رنج و خوشی اور تکلیف و آرام کے آثار ظہور میں آتے ہیں انہیں فعل کیفی کہتے ہیں -

اور ان آخری چاروں قسم کے افعال کو اس وجہ سے کہ انکا کوئی اثر صفاتِ روحانی پر نہیں ہوتا۔ اصطلاح میں غیر مہلک کہتے ہیں -

نمبر ۲۵۱ - دنیاوی مشاغل میں تو جاہلانہ مصروف ہو کر ہر شخص آٹھوں قسم کے افعال کا ارتکاب کرتا ہے مگر ان سے نجات پانے کیلئے خود شناسی کی طرف کوئی رجوع نہیں ہوتا۔

نمبر ۲۵۲ - جبتک غیر اور خود کا امتیاز ہو کر معرفت حقیقی حاصل نہیں ہوتی۔ انسان متعلقین و علائق کی الفت میں مبتلا ہو کر ہر قسم کے رنج اٹھاتا ہے۔

نمبر ۲۵۳ و ۲۵۴ - مکان و جائداد - خاندان و متعلقین جسم اور دیگر اسباب

میں من و مائی کے خیالات رکھنا جہالت ہے کیونکہ روح بذاتِ خود دائم الحی ہے ۔ اور باقی یہ تمام فنا پذیر ہیں۔ اُن کے ساتھ الفت ہونا گویا راہِ نجات سے گمراہ ہونا ہے۔ اُن کے ترک سے ہی حریت دائمی حاصل ہو سکتی ہے۔

نمبر ۲۵۵۔ متعلقین کی خاطر معائب و معاصی کا ارتکاب تو کیا جاتا ہے لیکن انکی پاداش میں تکالیف و محن تنہا مرتکب کو ہی برداشت کرنا پڑتی ہیں۔

نمبر ۲۵۶۔ دنیاوی کاروبار کے سلسلہ میں دوسرے جانداروں پر جسقدر جور و ستم کئے جاتے ہیں انکی سزا انکی مقدار سے کئی گونا بھگتنی پڑتی ہے۔

توضیح۔ ناظرین اسکو محض بیان مہبب نہ سمجھیں بلکہ اسکی واقعیت کا اندازہ اس سے لگالیں کہ سرکاری عدالتوں میں بھی ایک روپیہ کی چوری کرنے والے کو دس روپیہ جرمانہ کی سزا ملتی ہے۔

نمبر ۲۵۷۔ دوسرے کی جان کو خطرے میں ڈالنے اور اُنہیں دیگر طور پر ستانے سے عذابِ دوزخ کا سامنا ہوتا ہے اور دیگر ذی روح کو امن و عافیت میں رکھنے اور آرام دینے سے سرورِ جنت ملتا ہے پس ہر شخص کے لئے یہ دونوں راستے کھلے ہوئے ہیں۔ آگے اسکی پسند رہی۔

نمبر ۲۵۸۔ روح پاک کے سوا جسقدر اشیاء اور موجودات ہیں وہ سب فانی ہیں۔ انکی الفت بھی صرف عارضی ہونے کی وجہ سے رنج و کلفت کا باعث ہے۔ اس لئے ان سب کی گرویدگی سے آزاد ہو کر ذاتِ خود میں محو ہونا ہی عرفان حقیقی ہے۔

نمبر ۲۵۹- سمجھ میں نہیں آتا کہ جب ہر اہلِ نظر ہمیشہ یہ عمل دیکھتا ہے کہ مرنے کے وقت کوئی چیز بھی روح کے ساتھ نہیں جاتی۔ پھر متعلقین، علائق کے ساتھ من و مائی کے خیالات کیوں ہر وقت رکھے جاتے ہیں۔

توضیح۔ افعال کے تین مدارج ہیں۔ اشراقی۔ جذباتی اور حرکاتی۔ یعنی جو خطراتِ فعلی روح سے وابستہ ہیں۔ وہ اپنا کچھ نہ کچھ اثر رکھتے ہیں اس لیے اشراقی کہلاتے ہیں ان کے زیر اثر روح کے اندر کچھ جذبات سے پیدا ہوتے ہیں ان کو افعال جذباتی کہتے ہیں۔ اور اس کے بعد جب روح کسی قسم کا عمل کرتی ہے تو افعال حرکاتی پیدا ہو جاتے ہیں۔ افعال جذباتی اور حرکاتی کسی جسم سے تعلق ہوئے بغیر ظہور میں نہیں آتے۔ لیکن افعال اشراقی کا اشتمال روح سے ہو جاتا ہے۔ اور جب تک ان کا مکمل ازالہ نہیں ہوتا وہ روح کے ساتھ رہتے ہیں۔ پس اگر کوئی چیز انتقالِ جسم کے وقت روح کے ساتھ جاتی ہے تو وہ افعال اشراقی ہیں۔ اس کے سوا سب ہمیں چھوڑ جانا پڑتا ہے۔ لیکن چونکہ افعال اشراقی بھی روح سے علیحدہ ہو سکتے ہیں اور روح کسی وقت میں خالص بالذات ہو کر بھی جسم کو چھوڑ سکتی ہے۔ اسلئے وہ افعال اشراقی بھی جنس غیر ہی ہیں۔ اور اس انتہائی نقطۂ نگاہ سے مصنف نے یہ بیان کیا ہے کہ روح کے ساتھ کوئی چیز بھی جانے والی نہیں ہے۔

نمبر ۲۶۰ و ۲۶۱- مرشدانِ کامل کے مجسمے۔ انکی ہدایات کے صحیفے۔ رہنمایاں حقیقت کا وجود اور مقامات مقدسہ کی ہستی۔ یہ سب اگرچہ سکونِ قلبی کے باعث ہیں لیکن عارضی و فانی ہیں۔ یہی نہیں بلکہ روح پاک کے علاوہ ہر سہ عالم میں جو کچھ موجودات ہیں وہ سب ملک الموت کی غذا ہیں۔

نمبر ۲۶۲۔ جو کائنات عالم طلوعِ آفتاب کے وقت نظر آتی ہے۔ غروب کے وقت دکھائی نہیں ہوتی۔ جبکہ دنیا کا رنگ اسقدر جلد فنا پذیر ہے تو پھر انسان صفاتِ حقیقی سے گم گشتہ دولت اسباب کے نشے میں مدہوش ہوکر کیوں زندگی تلخ کرتا ہے۔

نمبر ۲۶۳۔ جس نے جسمِ انسانی پاکر بھی رازِ حقیقت کے سمجھنے کی کوشش نہیں کی۔ اور ترک و ریاضت سے اپنی عاقبت کو راحت بخش نہیں بنایا۔ اُس نے گویا اس شجر حرمی (جسم) کو مورچہ پیری کی خوراک بناکر اپنی روح کو نذرِ جہنم کر دیا۔

نمبر ۲۶۴۔ مرشدان کامل پر اعتقاد لاکر اُنکی ہدایت پر عمل پیرا ہوکر دنیاوی آسائش اور اُن کے اسباب کی خواہشات کو دل سے قطعی برطرف کر دینا ہی عاقبت اندیشی ہے۔

نمبر ۲۶۵۔ جس شخص نے تزکیہ قلب کرکے اندرونی اور بیرونی ریاضت کی مشق نہیں کی۔ اس نے قالبِ انسانی پاکر بھی کوئی نفع نہیں اٹھایا۔

توضیح۔ جب کوئی روح اپنے بداعمال کی پاداش میں قالب ناری پاتی ہے تو اُسے عذاب جہنم اسقدر شدید اور ناقابلِ برداشت سہنے پڑتے ہیں۔ کہ اسکی توجہ روحانیت کی طرف منعطف نہیں ہوسکتی۔ نہ اُس کے دل و دماغ میں روحانیت کا خیال کبھی جنبش کرتا ہے۔ اور جب جزاء کار خیر سے کسی روح کو قالبِ نوری ملتا ہے تو عالمِ بالا میں اُسے راحت و آسائش کے اسباب اسقدر افراط سے میسر آتے ہیں کہ وہ ان میں ہمہ تن محو ہوجاتی ہے اور اپنی آئندہ بہبود کے خیال کو سہو کر دیتی ہے اگر خوش قسمتی سے کبھی روحانیت کی طرف اسکی توجہ بھی ہوتی ہے تو اسمیں مشق ریاضت کی

اہلیت نہیں ہوتی۔ اِس لئے مجبوری لاحق ہوجاتی ہے۔ قالب خاکی میں
اگر جسم حیوانی ملتا ہے تو غور و فکر کیلئے کافی عقل و دانست نہیں ہوتی۔
نہ نفسانیت و روحانیت میں امتیاز پیدا کرنے والی کوئی تعلیم اُسے میسر
آتی ہے۔ مگر ہاں اگر روح قالبِ انسانی میں آجاتی ہے تو اس میں قدرتاً
یہ اہلیت موجود ہوجاتی ہے۔ کہ مشق ریاضت کرکے نیک و بداعمال
سابقہ کے اثرات سے اپنی ذاتِ خالص کو قطعاً پاک کرسکے۔ پس
قالبِ انسانی کا پانا اِس ورطۂ تناسخ میں ڈوبتے اُچھلتے نزد ساحل آپانا
ہے۔ جہاں سے کنارہ نجات بہت قریب ہے۔ ترکِ ریاضت کی
جست لگاکر کنارے پر پہونچا جاسکتا ہے تو بہ آسانی پہونچ سکتا ہے۔
اِس بیت میں قابل مصنف کی یہ ہدایت ہے کہ قالب انسانی
ہی روح کے لئے ایسی نعمت غیر مترقبہ ہے۔ جس سے وہ نجات پاسکتی
ہے اگر جامہ انسانی میں آکر بھی وہ اِس خاص فائدہ سے اپنے آپ کو
محروم رکھتی ہے۔ تو گویا بحر ذخار کو تیر کر پایاب کنارہ پر ڈوبنا چاہتی ہے۔

نمبر ۲۶۶۔ حواسِ خمسہ کو شترِ بے مہار کی طرح بے قابو نہیں رکھنا چاہیئے
کیونکہ انکی آوارگی روح کو ہمیشہ زندان تناسخ میں محبوس و مقید رکھتی ہے

نمبر ۲۶۷۔ قلب کی یکسوئی اسوجہ سے ایک امر محال ہے کہ اسکو ہمیشہ سے
لذاتِ حواسی میں آسائش محسوس ہوتی رہی ہے۔ اور اسیطرف
اُسکی رغبت رہتی ہے۔ تجرد و تجنب کے سرور کا اسکو کبھی احساس
نہیں ہوا۔ اِس لئے دل کا میلان ادھر نہیں ہوتا۔

نمبر ۲۶۸۔ لذاتِ حواسی کی رغبت سے قلب کو روک کر روحانیت کے
تصور میں محو ہوجانا اعلیٰ مراقبہ ہے۔ اور اسی سے جواہر ثلاثہ کا

ہے لیکن ذاتِ کامل کی تجلی اُسے ہنوز نصیب نہیں ہوئی۔ کیونکہ مرشدانِ کامل کی ہدایات پر اسکو کبھی اعتقاد نہیں ہوا۔

نمبر ۲۷۵۔ جاہل لوگ جسے اپنا گھر سمجھتے ہیں وہ حقیقت میں ایک قیدخانہ ہے جسکے اندر پڑکر اُسکو اپنے اعمالِ سابقہ کے عیوض انواع واقسام کے درد و رنج اور فکر و غم برداشت کرنے پڑتے ہیں۔

نمبر ۲۷۶۔ جبکہ جسم بھی اپنا نہیں ہے جس سے روح کا تعلق وابستہ ہے تو زن و فرزند۔ دولت و اسباب وغیرہ تو ظاہرا ہی اپنے سے جدا ہیں اُنکو اپنا سمجھکر اُن کی اُلفت میں سہو نہو جانا چاہیئے۔

نمبر ۲۷۷۔ اے درویش! روحانیت شناسی سے ہی نجات ہوسکتی ہے روحانی صفات کا ہی ہردم تصور رکھ۔ دیگر اشیاء کے تفکرات میں پڑکر اپنی منزل سے گمراہ کیوں ہوتا ہے۔

نمبر ۲۷۸۔ جسمِ انسانی ظاہرا ہی ایک مفید شئے معلوم ہوتی ہے۔ لیکن نظرِ حقیقت سے دیکھا جائے تو یہ کوئی کارآمد چیز نہیں ہے۔ یا تو دفن ہوکر خاک ہوجاتا ہے یا جلکر اسکی راکھ بنجاتی ہے۔ اگر اسے عمل ریاضت کا تختۂ مشق بنایا جائے تو البتہ اُس سے کچھ فائدہ حاصل ہوسکتا ہے۔

توضیح۔ اجسامِ حیوانی میں کسی کا گوشت یا پوست۔ کسی کے بال و پر یا شاخ و دندان کسی کی ہڈی یا چربی وغیرہ کچھ نہ کچھ انسان کے لئے مفید ہیں۔ اجسامِ نباتی و جمادی بھی انسان کے لئے کارآمد اشیاء ہیں۔ لیکن انسان کا مردہ جسم [illegible] انسان کے کام نہیں آتا۔ اس لئے یا تو اسکو دفن کردیتے ہیں۔ یا جلا دیتے ہیں۔ قابل مصنف کا اشارہ یہ ہے

کہ چونکہ بعد مُردن تو اِس جسم سے کوئی نفع ہو ہی نہیں سکتا۔ لہٰذا زندگی میں ہی اسکو مفید بنانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ اور وہ تدبیر صرف یہ ہے کہ اسکی مدد سے مشق ریاضت کیجائے۔ تاکہ روح کو آئندہ زندگی میں راحت و مسرت نصیب ہوسکے۔ اگر دُنیاوی جہالتوں میں پڑکر نہ زندگی میں اس سے نفع اُٹھایا اور نہ بعد مُردن اُس سے استفادہ کی کوئی توقع ہے تو گویا جسمِ انسانی کا ملنا ہی لاحاصل اور بے سود ہوا۔

نمبر ۲۷۹ و ۲۸۰۔ جسمِ انسانی کو صابن و غازہ سے مَلنا۔ لباس و زیور سے آراستہ کرنا۔ مقویات و ملذذات سے تروتازہ رکھنا ایسا ہی بیکار ہے جیسا کسی کمظرف اور فرومایہ کے ساتھ نیک سلوک کرنا۔ یہ فطرتاً جیسا تعفن انگیز ہے ویسا ہی رہتا ہے۔ اس کی نوعیت میں کوئی فرق نہیں آتا۔

نمبر ۲۸۱ و ۲۸۲۔ یہ جسم معائب و معاصی کا آلہ کار۔ رنج و غم کا گنجار اور نجاست و عفونت کا انبار ہے۔ اس کے ساتھ الفت و محویت کو شرمناک سمجھکر ترک کرنا اور اُس کے اندر پھیلی ہوئی ضیائے روحانی کی ماہیت حاصل کرنا ہی دانشمندی ہے۔

نمبر ۲۸۳ و ۲۸۴۔ جو شخص ذرا بھی حقیقت آشنا ہوتا ہے وہ اپنے جسم کو ناشائستہ اور بیکار سمجھکر اسکی اُلفت میں محو نہیں ہوتا۔ بلکہ ریاضت کی [illegible] سے جسمانی سان پر جوہر روحانیت کو چمکاتا ہے۔ اور [illegible] جلوۂ نورانی سے معمور ہو جاتا ہے۔

توضیح۔ موجودہ جسم سے اُلفت ترک کردینا ہی اس بیت میں مقصود نہیں ہے۔ بلکہ کسی خاص زندگی میں خاص جسم کے حاصل کرنے کی خواہش کا

بھی قطعاً دفع ہوجانا اور اُس کے متعلق جذبات کا کوئی اثر نہ ہونا سمجھنا چاہیئے۔ گویا جسمانیت سے ہی بیزاری ہونی چاہیئے۔ اور یہ اسوقت ممکن ہے کہ جب روح تمام آلائشِ اعمالی سے پاک ہوکر نجاتِ کامل حاصل کرلیتی ہے گویا کہ ہر روح کا نصب العین نجاتِ کامل ہونا چاہیئے

نمبر ۲۸۵۔ لذاتِ نفسانی کی خواہشات کبھی سیر نہیں ہوتیں اس لئے اُن کا شعلہ ہروقت دل کے اندر دہکتا رہتا ہے ان سے بیزار اور بے تعلق ہوکر جو شخص کشفِ روحانی کے حصول میں بیخودی اختیار کرتا ہے وہ صبر و سکون کی دولت پاکر مسرت یاب ہوجاتا ہے۔

نمبر ۲۸۶۔ روح صفتاً بے لوث اور جمیل ہے۔ لیکن ہمہ دانی کا جوہر اسی وقت دستیاب ہوتا ہے۔ جبکہ تعلقاتِ غیری کا بالکل انقطاع ہوجائے۔

نمبر ۲۸۷۔ جذبات و خواہشات کی ترنگوں سے جس شخص کا دل مضطرب و بیقرار نہیں ہوتا۔ وہی یکسوئی سے روحانیت میں محو ہوسکتا ہے اور اسی کے اندر صفاتِ روحانی کا کشف و کمال ظہور میں آنا ممکن ہے۔

نمبر ۲۸۸۔ جو درویش اپنے نفسِ امارہ کو مغلوب کرکے ذاتِ کامل کے ساتھ تعلق روحانی پیدا نہیں کرسکتا اُس کیلئے معرفت و مراقبت کی ضابطہ رانی بیکار ہے۔

توضیح۔ قابل مصنف کا منشا یہ ہے کہ ظاہری طور پر معرفت و مراقبہ کی ضابطہ پوری کرنا محض ریاکاری ہے جبتک دل پر قابو نہ ہوگا۔ سارے عمل بے سود ہیں۔ اصلی معرفت کا حصول نفسِ امارہ کو زیر کرنے پر منحصر ہے۔ بقول حضرتِ ذوق ؎

نہ نفس کو جو خاک ہوا کیسہ بناتا + اگر لاکھوں برس سجدہ میں سر مارا تو کیا مارا

نمبر ۲۸۹۔ علم و ادراک کے ماخذ (روح) کو چھوڑ کر جو شخص مادی اشیاء ہی کو اپنا

مرکز ہبہو یقین کرتے ہیں وہ ہرگز رشدِ ضمیری حاصل نہیں کر سکتے۔

نمبر ۲۹۰ و ۲۹۱۔ وہی درویش قابلِ تعظیم ہے جو جملہ جذبات وخواہشات سے کشیدہ خاطر ہو کر مساویت پسندی کو اپنا نصب العین بنا لیتا ہے۔ جسکا مقصودِ اعلیٰ عذاب ثواب دونوں سے بالاتر ہے۔ اور جو اپنے خانۂ دل کو ظلمتِ کفر و بطلان سے خالی کر کے نورِ عقیدہ یعنی ضوئے معرفت سے معمور کر لیتا ہے۔

نمبر ۲۹۲ و ۲۹۳۔ جبکہ انفاس کا خروج نتھنوں کی بجائے تالو کے باریک سوراخ سے ہونے لگتا ہے تو وہ جذبات جو علائق دنیاوی کے ساتھ فریفتگی پیدا کرتے ہیں۔ قطعی دفع ہو جاتے ہیں۔

تشریح۔ دل کو یکسو کرنے کا ایک طریقہ اہلِ تصوف نے ضبطِ دم بھی قرار دیا ہے۔ اسکا انتہائی عمل یہ ہوتا ہے کہ سانس کی آمد و رفت نتھنوں کے ذریعہ سے نہیں بلکہ تالو کے سوراخ سے ہونے لگتی ہے۔ اسوقت دل ایک خاص مرکز پر مستقر ہو جاتا ہے اور اس کے اندر سے اضطراب انتشار قطعی معدوم ہو جاتے ہیں۔ قابل مصنف نے اپنے شاگرد پر بھا گرو جی کے دریافت کرنے پر دل کو یکسو کرنے کا یہ انتہائی طریقہ بتایا ہے کہ ضبطِ دم کی مشق کرتے کرتے جب یہ کیفیت پیدا ہو جاتی ہے جسکا ذکر کیا گیا تو دل کی بیقراری مٹ جاتی ہے۔

نمبر ۲۹۴ و ۲۹۵۔ جو درویش حالتِ مراقبہ میں محو و بیخود ہو جاتا ہے اس کا دل مردہ ہو جاتا ہے۔ اور تنفس کی ظاہرا آمد و رفت بند ہو جاتی ہے بس یہی درجہ روحانیت کے انکشاف کا ہے۔

نمبر ۲۹۶۔ محض اسوجہ سے روح ابتک اس وادیٔ گیتی میں بھٹکتی پھرتی ہے کہ اس نے جذبات نفس و تخیلاتِ نا سد کو قطعی برطرف کر دیا۔

نمبر ۳۰۷ و ۳۰۸۔ جسطرح نگینہ سے ٹانک کا وجود جدا ہے اسیطرح نیک و بد
جذبات کو بھی روحانیت سے بالکل غیر سمجھنا چاہئے۔ روح اپنے
جسم سے بھی بالکل علیحدہ چیز ہے کیونکہ جسم ناپاک ہے اور روح
پاک ہے جسم کو ذاتِ خود سمجھنا گویا روح کی ذات پاک کو
نجس کرنا ہے۔

نمبر ۳۰۹ لغایت ۳۱۲۔ جسطرح سرخ کپڑا پہنکر کوئی شخص جسم کو سرخ
نہیں سمجھتا اسیطرح اس ناپاک جسم میں رہنے والی روح کو بھی ناپاک
نہیں ماننا چاہئے۔ یا جسطرح لباس کے بوسیدہ ہوجانے پر
جسم بوسیدہ نہیں سمجھا جاتا۔ اسیطرح جسم کی درماندگی پر روح کو
بھی درماندہ نہیں سمجھنا چاہئے۔ جبکہ لباس کے تلف ہونے پر
جسم کا اتلاف نہیں سمجھا جاتا تو جسم کے ضایع ہوجانے پر روح کا فنا ہو
ہوجانا بھی یقین نکرنا چاہئے۔ بلکہ جسطرح لباس جسم سے علیحدہ ایک
چیز مانا جاتا ہے اسیطرح جسم کو بھی روح سے بالکل علیحدہ ماننا چاہئے

نمبر ۳۱۳۔ روح کو جسم کے تعلق سے ہی رنج و غم اٹھانے پڑتے ہیں۔ اس لئے
جسمانیت روحانیت کی دشمن ہے پس دشمن سے الفت نکرنا
اور اپنے دشمن کے فنا کرنے کی تدبیریں اختیار کرنا ہی عقلمندی ہے۔

نمبر ۳۱۴۔ عارفِ حقیقی مکافاتِ عمل کے وقت یہ سوچکر کہ یہ نصیب!
بغیر محنت و ریاضت کے ہی اعمال سابقہ کا طلوع ہوگیا۔ ان کے
اجر و ثمر کو نہایت استقلال سے برداشت کرتا ہے۔

نمبر ۳۱۵۔ اگر کوئی بدطینت شخص عارفِ حقیقی کو ناقابلِ برداشت
تکلیف پہنچاتا ہے تو وہ اپنی صفاتِ روحانی کے تصور میں

خو ہو جاتا ہے اور دل میں کوئی جذبہ فاسد کی لہر پیدا نہیں ہونے دیتا۔

توضیح - وہ سمجھتا ہے کہ -

تو بھلا ہے تو برا ہو نہیں سکتا اے ذوق ؎ ہے برا وہی کہ جو تجھکو برا جانتا ہے
اور اگر تو ہی برا ہے تو وہ سچ کہتا ہے ؎ کیوں برا کہنے سے تو اسکو برا مانتا ہے

نمبر ۳۱۶ - ادنیٰ و اعلیٰ حسب و نسب کی تفصیلات صرف پاداش عمل پر مبنی ہیں - جبتک روح قلزم کہاں میں غوطہ زن ہے یہی مدو جزر درپیش رہینگے - ان بلیات سے آزاد ہو تبھی خواہش جبھی آئیگی کہ کشتی معرفت میں سوار ہو کر ساحل نجات پر پہونچ جائے -

نمبر ۳۱۷ - بد شعار لوگ عیب جوئی کرنے اور جھوٹے اتہام لگانے میں بہت خوش ہوتے ہیں - ایسا سلوک ہونے پر عارف حقیقی یہ سمجھکر مستقل مزاج رہتا ہے کہ میرا وجود بھی کیسا مبارک ہے کہ بد نصیبوں کے لئے بھی باعث مسرت ہے -

نمبر ۳۱۸ - عارف حقیقی عذاب دوزخ سے خوف زدہ ہو کر خواہشات دنیاوی سے اپنے باطن کو پاک کر لیتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ شمہ برابر بھی خواہش کا ہونا دام تناسخ سے آزاد نہیں ہونے دیگا -

نمبر ۳۱۹ - اور تو کیا - خواہش نجات کی بھی نکرنا چاہیئے - کیونکہ نجات خواہش کرنے سے نہیں ملتی - بلکہ خواہشوں کو جو وجہ تناسخ ہیں قطعی دور کر دینے سے ملتی ہے -

نمبر ۳۲۰ - جو مراقبہ ذاتی میں مستغرق ہو کر مسرور ہوتا ہے - وہی حاجت روحانیت شناس ہو جاتا ہے اور اسکی ذات پاک کو نجس کرنے والے ذرات فعلی اسکی روح سے از خود زائل ہو جاتے ہیں -

نمبر ۲۲۱ و ۲۲۲۔ رغبت و نفرت پیدا کرنے والے جملہ قسم کے جذبات زائل کر دینا ہی اصلی مراقبہ ہے۔ اس سے نیک و بد اطوار دور ہو جاتے ہیں۔ اور روح پاک اطوار ہو جاتی ہے پس اگر کوئی درویش سخت ریاضت میں مشغول اور کتب مقدسہ کے مطالعہ میں مصروف رہکر بھی اصلی مراقبہ میں محو نہیں ہوتا تو اسکو امن و استقلال کبھی میسر نہیں آسکتا۔

نمبر ۲۲۳۔ جو درویش جملہ جذبات و خواہشات سے بری ہو کر تصور ذاتی کا عمل تو کرتے ہیں لیکن انضباط ثلاثہ کو اختیار نہیں کرتے۔ وہ ذاتِ کامل سے آشنا نہیں ہوتے۔

توضیح۔ دل کو تخیلات کی پراگندگی سے روکنا انضباط خیال ہے۔ زبان کو یاوہ گوئی سے بچانا انضباط مقال ہے اور جسم کو حرکات عبث سے محتاط رکھنا انضباط فعال ہے۔ ان ہرسہ انضباط کو اختیار کرنے سے مراقبہ کامیاب ہو جاتا ہے۔

نمبر ۲۲۴ و ۲۲۵۔ جو درویش ذاتِ کامل کے تصور میں محو ہو کر بھی جلوۂ کامل کا نظارہ خود اپنے اندر نہیں دیکھتا۔ دامِ دنیا سے اس کے رہا ہونیکی کوئی امید نہیں۔ کیونکہ سلسلہ حیات و ممات مراقبہ اصلی سے ٹوٹ جاتا ہے اور کسی قسم کا جذبہ باقی نہ رہنے سے مراقبہ کے اندر ضوئے کامل پیدا ہو جاتی ہے۔

نمبر ۲۲۶ و ۲۲۷۔ جب کوئی درویش شاہراہ نجات پر گامزن ہو کر جملہ جذبات سے روح کو پاک کر لیتا ہے۔ اور افعال مہلک کے اثراتی ذرات کو روح سے منفک کر دیتا ہے۔ تو وہ

ہمہ دان ہوجاتا ہے اور پھر عدم و وجود کے واقعات سے
آگاہ ہوکر مسرور بالذات بنجاتا ہے۔

نمبر ۳۲۸۔ ہمہ دانی روح کی اصلی صفت ہے۔ جو ہستی اپنی
صفت روحانی کو حاصل کرلیتی ہے وہ ہی ذات کامل ہے
اور دنیا داروں کے لئے قابل تعظیم ہے۔ کیونکہ اسکی تقلید
سے مسرت حاصل ہوسکتی ہے۔

نمبر ۳۲۹۔ افعال ہشتگانہ اور نقائص ہشت و ہگانہ سے جب
روح قطعی پاک و بری ہوجاتی ہے تو وہ ذاتِ کامل کہلاتی ہے
توضیح:- افعال ثانیہ کی تفصیل بیت نمبر ۲۵ کے تحت میں کیجا چکی
ہے۔ نقائص ہشت و دہ حسب ذیل ہیں۔
بھوک۔ پیاس۔ رغبت۔ نفرت۔ موت۔ حیات۔ مرض۔ پیری
رنج۔ خوف۔ استعجاب۔ پسینہ۔ اضطراب۔ پسندیدگی۔ ناپسندیدگی
گرویدگی۔ غرور۔ خواب۔

نمبر ۳۳۰۔ ۳۳۱۔ جس پاک ہستی کی علوی صفات اربعہ کا انکشاف
ہوگیا ہے۔ وہ ہی جلوۂ کامل ہے۔ اور اہلِ تصوف اسی ذاتِ
کامل کو اپنی اپنی زبان میں مختلف ناموں سے پکارتے ہیں۔

نمبر ۳۳۲ و ۳۳۳۔ مراقبۂ ذاتی میں ہمہ تن جذب ہوکر جو روح ذاتِ
فعلی سے قطعاً پاک ہوجاتی ہے اور نجاتِ دائمی حاصل کرلیتی ہے
اُسی کو ذاتِ کامل کہتے ہیں۔ اور وہی پاک ہستی اہلِ عالم کے لئے
شمعِ ہدایت بنکر اُن پر احسان کرتی ہے۔

نمبر ۳۳۴۔ وہ ہستی کامل جو موت و حیات سے آزاد۔ چاروں قسم کی زندگیوں سے

بری اور علوی صفاتِ اربعہ سے معمور ہو گئی ہے۔ عرشِ معلیٰ پر ابدالاباد تک اقامت گزیں رہیگی ۔

ثنائے تصنیف

نمبر ۳۳۵ الغایت ۳۴۵

نورِ آب پرماتما پرکاش کا ہوجائیگا — فیض سے یوگیندر کے سب کا بھلا ہوجائیگا
لالہ پارسداس نے اِسکا کرایا ترجمہ — جس سے رازِ سرمدی بانگِ درا ہوجائیگا
یک نظر کریگا جو اِس جلوۂ کامل کی سیر — دین و دنیا کا حقیقت آشنا ہو جائیگا
خود اُسے ہوجائیگی خود اور خدا کی معرفت — باخدا بنکر جہاں کا ناخدا ہوجائیگا
درحقیقت روح کیا ہے ۔ کیا ہوئی اور کیوں ہوئی — عقدۂ مشکل بآسانی یہ وا ہوجائیگا
عشقِ دُنیا سے لگا ہے جوہرِ ذاتی پہ زنگ — ترک کی صیقل سے اَب وہ پرضیا ہوجائیگا
جان و دل سے حق شناسی کی ہے جنکو جستجو — جلوۂ کامل اُنہیں شمس الہدیٰ ہوجائیگا
منزلِ مقصود میں جبکا ئیگا نقشِ قدم — گمرہانِ راہِ حق کو رہنما ہوجائیگا
خود بخود مٹ جائینگے جذباتِ فاسد کے اثر — ہر بشر اس کے اثر سے پارسا ہوجائیگا
جس کو ہے دامِ تناسخ سے رہائی کا خیال — فیض سے اس کے مسرت انتہا ہوجائیگا
جلوۂ کامل کی کرنیں جب دلوں پر چھائینگی — اے درخشاں ابرِ ظلمت خود فنا ہوجائیگا

تمت بالخیر

[illegible]

[illegible] ایک شعر انگریزی میں اور [illegible]

[illegible] شائع ہو گئے ہیں آپ کی [illegible]

[illegible]



ٹریکٹ نمبر ۱۱

حیات رشبھ

مُصنّفہ

دبیرقوم جناب لالہ بھولاناتھ صاحب جین درخشان
مختار عدالت بلند شہر

جسکو

جین متر منڈل دھرم پورہ دہلی

نے

علمی پرنٹنگ ورکس دہلی میں طبع کرا کے
دفتر منڈل سے شائع کیا
فروری سنہ ۱۹۳۱ء

پیشکش

رفتار کے لحاظ سے ایک دورِ عظیم کے افرازی اور نشیبی دو حصے ہوتے ہیں اور
ہر ایک دور نصفی اثرات کے لحاظ سے دو حصوں میں منقسم کیا گیا ہے۔ موجودہ زمانہ نشیبی دور
نصفی کا چھٹا زمانہ ہے۔ اسکے آغازی تین زمانوں میں جملہ انسانی ضروریات اشجار خیالی کے پھل۔
پھل سے تھے۔ یہ خیال غیر سے از خود پوری ہوتی تھیں اسلئے نہ کوئی تنظیم ملکی تھی نہ کسیکو دینی و
دنیاوی کام کرنے کی ضرورت تھی لیکن زمانہ چہارم کے شروع میں جب وہ اشجار زائل ہو گئے۔ تو
لوگوں کو شکم پری اور دیگر ترقی آسانیوں کی حاجت محسوس ہوئی۔ اس زمانہ اضطراب میں بھگوان رشبھ دیو
پیدا ہوئے اور انہوں نے کسب روزی کے طریقے ایجاد کئے اور آئندہ کیلئے حفظ امن کو مدنظر رکھکر اقتصادی
و سیاسی قومی و دینی علمی و عملی نظام قائم کیا۔ ان کاموں سے متاثر ہو کر جینیوں نے انہیں تیرتھنکر
اور وشنوؤں نے وشنو کا اوتار تسلیم کر لیا۔ اس سے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ اس عظیم الشان ہستی
کی سوانح عمری سے عوام الناس کا واقف ہونا کسقدر اہمیت رکھتا ہے۔

ہمیں فخر و مسرت ہے کہ ہماری قوم کے سحر بیاں شاعر جناب درخشاں صاحب بلند شہری نے
بھگوان رشبھ دیو کے مختصر حالات زندگی اردو نظم میں لکھکر اس دیرینہ کمی کو کافی حد تک پورا
کر دیا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ ناظرین اس ٹریکٹ کے مطالعہ سے ضرور مستفید ہونگے۔ اور
مصنف کی محنت و قابلیت کی کھلے دل سے داد دینگے۔

امراؤ سنگھ۔ سکرٹری جین متر منڈل دہلی

اوّم

حیاتِ رشبھ



سرزمینِ ہندوستاں کی تھی کبھی جنت نشاں | تھے شجر موجود رشکِ سدرہ و طوبیٰ یہاں
حاجتیں ہوتی ہیں انساں کو جو زیرِ آسماں | بے طلب اُن سے بر آتی تھیں وہ ساری بیگماں

ہوتے تھے توام جو اک ماں باپ سے بھائی بہن
رسم یہ تھی وہ ہی ہو جاتے تھے باہم مرد و زن

دین و دنیا کا تردّد ان دلوں کافور تھا | جامِ استغنا سے ہر فردِ بشر مخمور تھا
وہ تن آسانی کے ساماں تھے جہاں مسرور تھا | عاقبت کی فکر سے ہر ایک کوسوں دور تھا

رنج دنیا ہی نہ ہو تو کسبِ دیں کا ذکر کیا؟
جب نہیں رہرو کوئی کسکو تلاشِ رہنما

آخرش وہ عہدِ بیفکری ہوا زیر و زبر | ایک اک کر کے مٹے سطحِ زمیں سے سب شجر
فکرِ روزی ہو گیا ہر ایک کو پیشِ نظر | منتظر تھے لوگ پیدا ہو کوئی اہلِ خبر

کسبِ روزی کے طریقے جو کہ سکھلائے انہیں
کاروبارِ دنیوی کی راہ دکھلائے انہیں

نابھ راج اُس وقت تھے اہلِ وطن کے رہنما | آئے تھے جو کشتیِ فطرت کے بن کر ناخدا

اُنکی مہر دیوی تھی رانی زینتِ دولت سرا | جو سراپا حور تھی مجموعہ حسن و حیا

تھیں اجودھیا میں نمونہ کی وہ دونوں ہستیاں

لوگ کہتے تھے جنہیں مہر و وفا کی پتلیاں

بادۂ عشرت میں دونوں سر بسر مخمور تھے | نشۂ جوشِ جوانی میں سراپا چور تھے

شادماں تھے خوش بسر تھے خرم و مسرور تھے | غیرتِ شمس و قمر تھے رشکِ جن و حور تھے

ہوگئی اک رات جو راجہ سے رانی فیضیاب

اُسنے دیکھے صبحِ کاذب تک یہ بالترتیب خواب

فیل مست و گاؤ نر۔ شیر و زنِ زر جبیں | ہالۂ ہالہ۔ و ماہِ کامل و مہرِ مبیں

دو خمِ زریں۔ دو دو ماہیِ تہِ دریا نشیں | آبگیر و بحیرہ و انہار و سریرِ پُرنگیں

اِک جہازِ بادبی و اژدر کدہ موجود ایک

مخزنِ دُرّ و جواہر شعلۂ بے دُود ایک

بعد ازیں نرگاؤ دیکھا اُسنے غرّاتا ہوا | مستیاں کرتا ہوا اور بلکیاں کھاتا ہوا

جھومتا چلتا ہوا۔ اپنی طرف آتا ہوا | اور منہ کے راستے اندر چلا جاتا ہوا

چونک اُٹھی خواب سے باعث تھا استعجاب کا

مضطرب تھا قلب۔ آنکھوں میں تھا نقشہ خواب کا

صبحدم اُٹھکر گئی وہ نزدِ شاہِ تاجدار | جسنے دی تعظیم سے اُٹھکر بصد عز و وقار
پاس مسند پر بٹھا کر پوچھا حالِ اضطرار | خم سرِ تسلیم کر کے یوں ہوئی وہ گلفشاں

اے مرے آقا! یہ بندی اسلیئے دلگیر ہے
خواب جو دیکھے ہیں شب بھر انکی کیا تعبیر ہے

خوابہائے نادرہ کا جب سنا شہ نے بیاں | مسکرایا اپنے دل ہی دلمیں ہو کر شادماں
اور یُوں تعبیر فرمائی کہ اے جانِ جہاں | آپکے فرزند ہوگا تیر تھنگر بیگماں

اِس اُمید افزا سخن میں کوئی ردّ و کد نہ تھی
وہ ہوئی انکو مسرّت جسکی کوئی حد نہ تھی

آس جب بڑھنے لگی کرنے لگے وہ دن شمار | ہو رہا تھا جشنِ تولیدِ پسر کا انتظار
چیت لگتے ہی نویں تاریخ یہ لائی بہار | نکلا دُرج بطن مردیوی سے دُرِّ شاہوار

جمع مرد و زن ہوئے جشنِ ولادت کے لئے
اہلِ جنت آئے اظہارِ مسرت کے لئے

ہر گلی میں منعقد بزمِ مسرت ہوگئی | بے شبہ کوشش پوری گلزارِ جنت ہوگئی
شہر کی سج دھج سے حیرت کو بھی حیرت ہوگئی | دیکھکر خیراتِ وافر دنگ دولت ہوگئی

جھنڈیوں سے کوچہ و بازار سارے سج گئے
نوبتیں در در پہ گھر گھر شادیانے بج گئے

والی فردوس اک انبوہ سے کر آ گیا | ابر ساکت کی طرح شاہی محل پر چھا گیا
میرو پہ بچے کو لیکر دل میں خوش ہو گیا | حُسن جس کا دیکھ کر حُسنِ جہاں شرما گیا

چھیر دد ۃ کے جل سے بچہ کا ہون جب ہو چکا
سر خمیدہ ہو کے اسکی سب نے کی مدح و ثنا

قلعۂ شاہی پہ آیا پھر گروہِ قدسیاں | ناچنے گانے لگیں ایواں میں حورانِ جناں
دیکھے رانی کو پھر اُس کا آفتاب دودماں | واپسِ جنت ہوا کروبیوں کا کارواں

چونکہ خوابِ آخری میں گاوِ نر آیا نظر
اسلئے ماں باپ نے رکھا رشبھ نام پسر

روز و شب بڑھنے لگا مثلِ مہِ نو وہ دوچند | تھیں ادائیں دلربا۔ انداز اُسکے دلپسند
اُسکا تھا ایثار اعلیٰ۔ حوصلہ اُس کا بلند | جسم تھا مضبوط لیکن قلب پایا دردمند

خوش ہر اک ہوتا تھا اُس کا دیکھ کر حسن و جمال
ہوگیا کچھ ہی دنوں میں نوجواں وہ نونہال

جب سنبھالا ہوش اُسنے ملک دیکھا بیقرار | رہنمائی کو کمربستہ ہوا مردانہ وار
ملک والوں کو بنایا کاشتکار و دستکار | اہلِ سیف و تاجر و اہلِ قلم۔ خدمتگذار

ایک اہلِ فن بنایا۔ دوسرا اہلِ ہنر
یوں ہوئے اہلِ وطن اُسکی بدولت خوش بسر

مجلسی آداب کے قائم کئے اسنے امور | تاکہ حفظِ امن میں آئے نہ آئندہ فتور

خانہ آبادی کی رسموں کا ہوا اُس سے ظہور | اُسنے لوگوں کو سکھایا خانہ داری کا شعور

جا بجا علم و ادب کے مدرسے جاری کئے

ضابطے اسنے بنائے نظم قومی کے لئے

بیاہ کرنے کے لئے پرشند ہوئے جب باپ ماں | خود نظیر دنیوی بننے کو کیں دو شادیاں

بطن نندا سے ہوا پیدا بھرت شاہِ جہاں | نام سے جسکے ہے بھارت آجتک ہندوستاں

اور سونندا سے ہوئی پیدایش باہوبلی

حسن بے ہمتا سے تھا جسکے خجل خورشید بھی

اُسنے پھر قائم کیا شاہ و رعیت کا نظام | تاکہ اہلِ ملک کو آساں ہو ملکی اہتمام

تھا اُسے مدِ نظر امن و رفاہِ خاص و عام | وہ کئے احساں کہ ہر اک ہو گیا اُس کا غلام

حکمرانی ملک کی اُسکو ہی کی سب نے سپرد

تا نہ ہو اہلِ وطن پر رنج و غم کی دستبرد

جسکو شایاں تھی زمین و آسماں کی سلطنت | ناز اُس پر کرتی تھی ہندوستاں کی سلطنت

مدتوں کی اسنے وہ امن و اماں کی سلطنت | جسکے آگے ماند تھی شاہِ جہاں کی سلطنت

ہند میں چاروں طرف سکھ شانتی کا راج تھا

ملک کے حق میں رشبھ ظلِ ہما کا تاج تھا

ہوچکا ترتیب جب وہ کارِ دنیاوی تمام — اُس نے دیکھا ملک میں ہر سو ہی اطمینان عام
ہاں اگر عشرت پرستی بڑھ رہی ہے صبح و شام — عاقبت سے بیخبر ہیں سب کے سب اہل انام

منزلِ مقصود سے گم ہو رہے ہیں راہ گیر
انکو راہ راست پر لانا ہے امر ناگزیر

اِس نے سوچا ہادیِ مذہب ہو گر مسند نشیں — اُسکی روحانی ہدایت پُر اثر ہوتی نہیں
رہنمائے دیں جو خود ہوتا ہے نقش راہ میں — لوگ کرتے ہیں اُسی کی بات کا دل سے یقیں

یہ خیال آتے ہی فوراً تارک الدنیا ہوا
عیش شاہی چھوڑ کر وہ واردِ صحرا ہوا

ہو کے یکسو رہروِ راہِ صداقت ہو گیا — ذات خود میں محو جویائے حقیقت ہو گیا
جسم نازک تختۂ مشقِ ریاضت ہو گیا — قلب پاکیزہ سراپا مہر و الفت ہو گیا

حظِ نفسانی سے بے پروا ہوا وہ دیوسار
کر لیا جذبات دنیاوی سے دل آئینہ وار

اُسکو بے آب خورش چھ چھ مہینے ہو گئے — سوکھ کر کانٹا ہوا اِک خوں پسینے ہو گئے
اُسکی پیشانی پہ وہ دیدے بھی نگینے ہو گئے — الغرض پورے ریاضت کے قرینے ہو گئے

کر دیا تن کو فنا روحانیت کے واسطے
نفس کو کشتہ کیا حقانیت کے واسطے

جب ریاضِ کاملہ کی حد پایاں ہو گئی | روحِ پاک۔ اعمال کے جامے سے عریاں ہو گئی
غلط ضلی سے مبرا ذاتِ سبحاں ہو گئی | آفتابِ علمِ مطلق سے درخشاں ہو گئی

غنو فگن اس میں ہوئیں اشکالِ اسرارِ خفی
اسپہ روشن ہو گیا ہر رازِ اثبات و نفی

مرد و زن آئے وہاں تسلیم و طاعت کیلیے | دیو و جن حاضر ہوئے اسکی زیارت کیلئے
اہل جنت آئے دیدار بدولت کیلئے | اور قدم کر وبیوں نے آکے حضرت کیلئے

پردۂ عالم پہ وہ دن یوم احسن ہو گیا
گیارہویں پھاگن بدی کا روز روشن ہو گیا

اب یقیں آیا رشبھ شاہ ولی پیدا ہوا | چشمۂ آب حیات سرمدی پیدا ہوا
عالمِ کل۔ کاشف رازِ خفی۔ پیدا ہوا | خاک کے پتلے میں نورِ ایزدی پیدا ہوا

اہل دنیا لائے تھے ایمان اسکی ذات پر
ہو گئی ہر بات اسکی دل میں نقشِ کالحجر

اسنے ثابت کر دیا۔ ہے رنگِ دنیا بے ثبات | نیک و بد افعال خود ہیں باعث موت و حیات
وعظ لوگوں کو دیا۔ بتلائے رازِ کائنات | ہر بشر کے واسطے وا کر دیا باب نجات

کورِ ایمانی کو عالم سے مٹایا یک قلم
نصب دنیا میں کیا اسنے اہنسا کا علم

اُسنے فرمایا کہ دنیا ایک اِندرجال ہے | بُھول کا جادہ ہے اسمیں بیخودی کا قال ہے
جو کہیں اہلِ تمیز اُسکے لئے جنجال ہے | چشم واکو سیر مین ثمرۂ اعمال ہے

آکے دنیا میں جو دنیا کا ہی ہوکر رہگیا
وہ مسافر راہ میں ہی کھاکے ٹھوکر رہگیا

جیسے ہر ذی روح کو ہے عیش و راحت کی طلب | ہے بشر کو بھی یونہیں لطف و مسرت کی طلب
لیکن اُسکے واسطے کی مال و دولت کی طلب | عز و شان کی آرزو یا جاہ و حشمت کی طلب

صحبت زن کی تمنا یا ہوس اولاد کی
الغرض جسنے یہاں کی زندگی برباد کی

ہر کوئی سمجھے ہوئے ہے جسم کو ہی ذاتیات | دیدۂ دل سے ہیں اوجھل اُسکے روحانی صفات
انتقال قالبی پر ہے ہمیشہ التفات | جانتا ہے اسکو اپنے آپ کی موت و حیات

ہے جسے جاں سے زیادہ جسم دنیا میں عزیز
ہو اُسے ذات و صفاتِ روح و تن کی کیا تمیز

یہ خیالِ دہر یہ رہتا ہے جب پیشِ نظر | روح پر ذراتِ اضافی کا ہوتا ہے اثر
پھرتی ہے دورِ تناسخ میں اِسی سے سربسر | حیطۂ آفاق میں اسکو نہیں ملتا مفر

حبس و حرکت جمادی تن میں رہتی ہے کبھی
یا نباتی زندگی میں رنج سہتی ہے کبھی



نہ تو دوزخ میں جا کر رہتی ہے زار و نزار | گرمی و سردی جہاں ہو بے حساب و بے شمار
نیش زن ہر ذرۂ خاکِ زمیں ہے تن فگار | ہے ہوا مسموم اور جائے رہائش تنگ و تار

پیاس لگتی ہے بہت قطرہ نہیں ملتا مگر
بھوک سے مرتی ہے یک دانہ نہیں آتا نظر

یا کبھی پاتی ہے جسم کرم کرمک و مور و مگس | زندگی پامال جنکی موت ہے بیداد رس
زیست پاتی مرغ و ماہی کی کبھی بے ہوش و بس | جان کے لیوا رہے پیش نظر خار و قفس

تن ملا مار و درندہ و عقرب و زنبور کا
"قتل موذی قبل ایذا" کا عمل جن پر رہا

قالب حیوانِ وحشی بھی ملا نا خوشگوار | فکر روزی اس طرف تھا اُس طرف خوف شکار
غم تنِ جاندار ملی میں اُٹھائے بے شمار | بوجھ ڈھویا مار کھائی۔ دل حزیں سینہ فگار

آب و خور کے وقت پر ملنے میں دشواری رہی
با مشقت قید میں جینے سے بیزاری رہی

اتفاقاً گر روح سے بن آئے گر کارِ سعید | قدسیان خلد میں اسکو ملا عیش مزید
یا ہوئی حاصل حیاتِ جن و عفریت پلید | داستانیں جنکی ہیں نا قابل دید و شنید

فرطِ راحت میں اُسے کب فکرِ مستقبل رہی
زیست جنت کی بھی گویا اسکی لاحاصل رہی

جب کئے اِس روح نے کچھ کارہائے دلپذیر | جسم انسانی ملا دنیا میں ہے جو بے نظیر
نو جبینے تک رہی زندان مادر میں اسیر | غلظت خوں سے بنا اسکا تن و توش و خمیر

کم سنی کھیلوں میں گذری عیش میں کھویا شباب
عہد پیری آتے ہی صحت ہوئی ساری خراب

روح کو جب بیخودی خود سے رہی نسیاں رہی | روز اس جہاں سنر لئے دہر کی مہماں رہی
جیسے اول سے تھی یوں ہی رہرو دوراں رہی | آجتک دورِ تناسخ میں یہ سرگرداں رہی

اسکو جبتک عشق ہے اِس عالمِ مردود سے
دُور تر ہوتی رہیگی منزلِ مقصود سے

یہ جہاں دار الفنا ہے عالمِ اسباب ہے | جو یہاں شے ہے وہ فانی مثل موجِ آب ہے
ذکر اس کا ہے فسانہ۔ سیر اسکی خواب ہے | کس لئے انسان پھر اسکے لئے بیتاب ہے

کیوں تلاش اسکو سرورِ دائمی کی ہے یہاں
کیوں ہے امید اُسکے ملنے کی نہیں جو شے یہاں

زندگی انسان کی ہے نذرِ اجل مثلِ حباب | ہے قیامِ مال و دولت صورتِ ریگِ سراب
جاہ و حشمت کا تماشا ہے خیالِ سیر خواب | اِک خمار چند روزہ ہے عنفوانِ شباب

ہو زن و فرزند یار و آشنا کی فکر کیا
جسم ہی اپنا نہیں تو غیر کا پھر ذکر کیا؟

ہے کسیکو گر سرورِ جاوِدانی کی طلب | جاننا لازم ہے اُسکو ہر نتیجہ کا سبب
خود شناسی کا عمل ہے باعثِ عیش و طرب | محویتِ دنیا کی ہے وجہِ غم و رنج و تعب

وہ سگِ دنیا رہے گا جبکہ ہے دنیا کی لَو
قول سچ ہے "گندم از گندم بروید جو ز جو"

ترک ہو جائے جو دل سے اُلفتِ حسنِ مجاز | ذات خود میں محو ہو دنیا سے ہو کر بے نیاز
ہو غرور و غصہ و مکر و طمع سے احتراز | شمعِ آسا ہو ریاضِ ضبطِ نفسی میں گداز

پھر ازل سے رُوح پر جو میل ہے دُھل جائیگا
اسپہ ہر رازِ حقیقت خود بخود کُھل جائے گا

سلسلہ اعمال کا جب منقطع ہو جائے گا | پھر مکافاتِ عمل کیونکر عمل میں آئے گا
علمِ ادق منکشف ہو کر ضیا دکھلائیگا | طائرِ روحِ رواں کو عرش پہ پہنچائیگا

جس جگہ ہوگا سرورِ دائمی حاصل اسے
ہر دو عالم میں ملیگا رتبۂ کامل اسے

یوں رشبھ کے وعظ سے مخلوق روشن دل ہوئی | دین کا رستہ کھلا۔ لامذہبی زائل ہوئی
طے سرِ کیلاش اِسکی آخری منزل ہوئی | روحِ اقدس کو نجاتِ دائمی حاصل ہوئی

ماگھ بدی چودش کو وہ شوروپ شو گامی ہوا
جس کا قائم ہے نشان نام نامی نادیا

موجود دنیا رہا جبتک وہ دنیادار تھا | اہلِ دنیا کی مدد کو ہر طرح تیار تھا

آدکریگ میں بھرن پوشن کا سردار تھا | اسلئے کہتے ہیں سچ وشنو کا وہ اوتار تھا

اُسنے دنیا دار رہکر کار دنیا کا کیا

ترک دنیا کرکے بیڑا پار دنیا کا کیا

سب سے اول وہ ہوا اہلِ وطن کا حکمراں | اسلئے کہتے ہیں اُسکو آدناتھ اہلِ جہاں

آشکارا اُسنے کئے عرفاں کے اسرارِ نہاں | اسلئے رشبھ ہے اسم بامسمی بیگماں

دھرم کا تیرتھ چلایا دھرم کے بھرتار نے

تیرتھنکر نام پایا تیرتھ کے کرتار نے

باقی ہے جبتک درخشاں خاک ہندوستان کی | بو رہیگی اُس میں اسکے شفقت و احسان کی

اُسنے اپنی زندگانی ملک پر قربان کی | یوں مناتے ہیں جینتی ہم رشبھ بھگوان کی

آجتک ہمنے کبھی احسان فراموشی نہ کی

ذکر اُس کا روز و شب کرنے میں خاموشی نہ کی

(*)

جین متر منڈل دوارہ - پرکاشک ہندی ٹریکٹ

رشیم کے دہتر - مصنفہ بابو جوتی پرشاد جی - دیوبند

گھوراتیاچار اور اس کا پھل - مصنفہ پنڈت جگل کشور صاحب -

دیپ سنگرہ - مصنفہ پنڈت گوری لال جی -

جین متر منڈل کا بیورن - منتری -

اہنسا - مصنفہ برہمچاری سیتل پرشاد جی -

جین دہرم سدہانت جو منڈل کا سارجنک دہرم - سمبھا نمبر ہو سکتا ہے -

مصنفہ اجی دیال جین بی اے ایم آر اے ایس - قیمت ۸؎

رتن کرنڈ ساودیکاچار - مصنفہ پنڈت گردھر شرما لورتن ۔ ا؍

جین متر منڈل کا اتیہاس اور کاریہ بیورن - منتری -

جین دہرم پر ویدیکا ودوانوں کے بہاوُ - مصنفہ بابو سورج بھان جی وکیل ۔ ۳؍

مکتی اور اس کا سادھن - مصنفہ دہرم چاری سیتل پرشاد جی - ۔ ا؍

جینیندر سپت درپن پرتھم بھاگ - مصنفہ پنڈت جگل کشور جی مختار

اپاسنا تتو

نکنی - مصنفہ پنڈت پربھا چندر جی - نیاتیرتھ -

بیج برت - مصنفہ بابو بھولا ناتھ جی مختار ۔ ۱۰

زنت ترے کنج - مصنفہ بابو جمپت رائے جی بیرسٹر ۔ ا؍

گیان سورج اودے - مصنفہ بابو سورج بھان جی وکیل ۔ ۳؍

جین ویروں کا اتیہاس اور ہمارا پتن - مصنفہ بابو اجودھیا پرشاد جی - ۔ ۴؍

ویر جینتی اتسو تتھا منڈل کا بیورن ۱۹۲۹ء ۔ ۴؍

ویر جینتی اتسو تتھا منڈل کا حساب ۱۹۳۰ء

جینی کون ہو سکتا ہے؟ مصنفہ پنڈت جگل کشور مختار

(**نوٹ**) فری ٹریکٹ یا رپورٹ ایک آنہ کا ٹکٹ آنے پر مفت بھیجی جاویگی -

ملنے کا پتہ جین متر منڈل دہرم پورہ - دہلی

جین متر منڈل دھرم پورہ دہلی کے مطبوعہ اردو ٹریکٹ

جین دھرم پرماتما		نایاب گوہر	
میری بھاونا	مفت	جین دھرم کی عظمت	
جین کرم فلاسفی	ار	بھگوان مہاویر	
سکھ کہاں ہے	‾ر	تتمہ اوق	۱؍
خلاصہ مذاہب	؍ر	حقیقت دنیا	
برہمچریہ	‾ر	بھگوان مہاویر اور ان کا وعظ	ٹ
شاہراہ نجات	؍ر	جین دھرم	
موہ جال	‾ر	رپورٹ جلسہ پر جنیتی نمبر ۲	
بھگوان مہاویر کے جیون کی جھلک	ٹر	اہنسا دھرم پر بزدلی کا الزام	؍ر
سپت ویسن (مفت عیوب)	مر	حقیقت معبود	؍ر
کیا ایشور خالق ہے	؍ر	حیات پیر	؍ر
زبان سوت ادسے۔ حصہ دوم	ار	سحر کاذب	۱ر
کلام یکان		جلوہ کامل	۳ر
مجموعہ دلپسند یہ		جین دھرم ازلی ہے۔	۲ر
جین دھرم	‾ر	آداب ریاضت	روپیہ سینکڑہ
سلک صد جواہر	؍ر	فرائض انسانی	؍ر
آرزوئے خیرباد		حسن فطرت	کمازیک
گلزار تخیل۔			

جین متر منڈل ٹریکٹ نمبر ۵۸

حیات بیر

مصنفہ

دبیر قوم جناب لالہ بھولا ناتھ صاحب جین درخشاں مختار

عدالتِ بلند شہر

پرکاشک

جین متر منڈل دریبہ کلاں۔ دہلی

نومبر ۱۹۲۸ء

دلی پرنٹنگ ورکس دہلی میں چھپی

تعداد ۲۰۰۰ ویر نروان سمت ۲۴۵۵ قیمت ۔

التماس

اگرچہ ہمارے آخری تیرتھنکر بھگوان مہاویر کی پاک ترین ہستی اور سبق آموز حیات بابرکات سے جین قوم کے افراد ہی نہیں بلکہ قریب قریب تمام علماء وقت بخوبی واقف ہیں۔ تاہم انکی شاندار زندگی کو ہر خاص و عام کا نصب العین بنانے کے لئے جین مترمنڈل نے ویر جینتی (مہاویر سوامی کی سالگرہ) کا جشن عام کئی سال سے بڑے پیمانہ پر منانا شروع کیا ہے۔ جس میں دور دراز مقامات سے آکر نہ صرف جین علماء و روسا ہی شریک ہوتے اور حظ روحانی اٹھاتے ہیں۔ بلکہ دیگر اصحاب بھی اس بزرگ ترین شخصیت کی یادگار کو کامیاب بنانے میں دلی ارادت کا اظہار کرتے ہوئے کافی حصہ لیتے ہیں۔ بعض اپنے حیات بخش مضامین و تقاریر سے سامعین کو مستفیض کرتے ہیں۔ باقی بطیب خاطر از راہ گوش اس جام آبحیات کو نوش فرماتے ہیں۔ صنف اول کے افراد میں ایک قابل ذکر اہل قلم و نغز گو شاعر جناب لالہ بھولا ناتھ صاحب جینی درخشاں مختار عدالت بلند شہر ہیں جنہوں نے ممبران مترمنڈل کی خواہش پر اس معرکہ آرا نظم کو سر جلسہ عام پڑھکر حاضرین کو محظوظ کیا اور صنف دوم کے ارکان میں ایک فیاض طبع علم دوست لالہ بہاری لال صاحب وثیقہ نویس بھوانی ہیں جنہوں نے درخشاں صاحب کے چست معنی خیز اور برجستہ کلام سے متاثر ہو کر آپکی دیگر تصانیف "حقیقت معبود" اور "آداب ریاضت" کے ساتھ اس نظم کو بھی بغرض افادہ عام اپنے صرفہ سے منڈل کی معرفت شائع کرایا۔

یوں تو انگریزی۔ ہندی اور اردو زبان میں نظم و نثر چند سوانح عمریاں بھگوان مہاویر کی نامور اور مشہور اہل قلم نے تحریر کی ہیں لیکن درخشاں صاحب نے اپنے آخری تیرتھنکر کے پانچوں کلیانک اور انکے پاکیزہ خیالات کو جس خوبی کے ساتھ پر اثر الفاظ میں بیان کرتے ہوئے انکی حیات پاک کو ہر متنفس کا مطمح نظر ہونے کے قابل ثابت کیا ہے وہ قابل تحسین ہے ہم اس ٹریکٹ کو ہدیہ ناظرین کر کے امید کرتے ہیں کہ وہ مصنف کی قابلیت اور مبلغ کی سخاوت سے مسرت یاب ہونگے ۔

امراؤ سنگھ سکرٹری۔

مدحت پیر

(بہ رنگ فارسی)

ضمیر انورِ تو ہست رشکِ ساغرِ جم ۔ درین ست عکس فگن شکلِ ہر شے عالم
تو رہنمائے جہانی چو اختر اعظم ۔ مراست دیدنِ تو باعث سرورِ اتم

بیا بخانۂ دلِ پیر از رہِ چشم
بساز کعبۂ حق را چو جلوہ گاہ صنم

مثالِ نرگسِ شہلاست چشمِ روشنِ تو ۔ چنانکہ شاہد حالِ دلِ مسکنِ تو
چنین ست صورتِ زیبا و رشکِ گل تنِ تو ۔ کہ ہست باعثِ تسکینِ قلب دیدنِ تو

بیا بخانۂ دل پیر از رہِ چشم
بساز کعبۂ حق را چو جلوہ گاہِ صنم

پُر از ضیا سرِ تاجِ شہانِ ملکِ جہاں ۔ چو خم شدند بہ پائے تو تافتند از اں
چنیں پرستشِ پائے تو از پئے انساں ۔ مراست وجہ سرور و قرار و اطمینان

بیا بخانہ دلِ پیر از رہِ چشم
بساز کعبۂ حق را چو جلوہ گاہ صنم

روایت ست کہ غوث کے پئے پرستشِ تو ۔ گلے گرفت بہ لبہا برفت در رہِ تو
بمُرد و داخلِ جنت شد آن فرشتہ خو ۔ عجب نجات کہ یابند بہ گمانِ نکو

بیا بخانۂ دل پیر از رہِ چشم
بساز کعبۂ حق را چو جلوہ گاہ صنم

بجسم زنگ طلائی اسیر در بودی — چو روح پاک شدی باہمہ خبر بودی
اگرچہ توشۂ سدھار تھہ اپسر بودی — مگر در اصل بہ عالم بزرگتر بودی

بیا بخانۂ دل بیرا از رہ چشم
بساز کعبۂ حق را چو جلوہ گاہ صنم

کلام تست چو روحے کہ پاک تر باشد — بہ آب راستی معمور سر بسر باشد
بہ موج منطق و برہان پر اثر باشد — دراں بفوطہ ہر شخص باخبر باشد

بیا بخانۂ دل بیرا از رہ چشم
بساز کعبۂ حق را چو جلوہ گاہ صنم

بہ بحر شہوت مستی ست کل جہاں بیتاب — ولے گسیختی آنرا بہ عہد عین شباب
ازان سرور دوامی چو گوہر نایاب — بدست آمد و دریافتی نجات شتاب

بیا بخانہ دل بیرا از رہ چشم
بساز کعبۂ حق را چو جلوہ گاہ صنم

بہ ہر مرجع درویش و بادشاہ توئی — مشیر صادق آفاق و خیر خواہ توئی
معین بیکس و محتاج را پناہ توئی — سراج ملت و دیں اہل عز و جاہ توئی

بیا بہ خانۂ دل بیرا از رہ چشم
بساز کعبۂ حق را چو جلوہ گاہ صنم

التجا

درخشان رقم مدحت بیر کرد — چنیں آنکہ بجا گیند رتحریر کرد
کسے حاصل جاہ و توقیر کرد — دل و روح خود پر زتنویر کرد
کہ گفت و شنید آں رواگیر کرد

اوم

حیات بیر

شہر کنڈلپور کبھی تھا باغ رضواں کی مثال　　حکمراں سدھارتھ تھے راجے دوراں کی مثال
شان و صولت جنکی تھی شاہان کیوں کی مثال　　شہریار و شہر تھے گویا تن و جاں کی مثال

ملک والوں کے لئے امن و اماں موجود تھا
نام تک قحط و وبا کا نیست او نابود تھا

ترشلا دیوی تھی اُنکی راحت قلب و جگر　　حسن شیریں بھی تھا جس سے بہرہ بیکار و نگر
چشم لیلی جھینپتی تھی آنکھ جسکی دیکھکر　　تھے مسیحا دم نجود اُسکے لب اعجاز پر

اسقدر چھایا ہوا تھا نشہ جوش شباب
پانی پانی ہو گیا تھا شرم سے جام شراب

شاہ و بیگم اُنس و الفت کی گویا تصویر تھیں　　سورۂ اخلاص کی وہ مختلف تفسیر تھیں
شہ خور انور تھے بیگم ماہ پر تنویر تھیں　　خواب راحت کی وہ دونوں ہستیاں تعبیر تھیں

بادۂ عشرت میں تھے مخمور دونوں سر بسر
کرتے تھے حور و ملائک رشک انکو دیکھکر

ایک شب بیگم کو حاصل صحبتِ سلطاں ہوئی
حسبِ دستور اُن سے وہ بھی ہمکنارِ شادماں ہوئی

آفتاب آیا حمل میں بارشِ نیساں ہوئی
قایم اُمیدِ حصولِ گوہرِ غلطاں ہوئی

سو گئی بیٹھی نیند میں بیگم جو لیٹی نہا نکر
آدھی شب کے پیچھے سولہ سپنے دیکھے یک بعدِ دگر

صبح جب اُٹھی تو اُس پر ہولِ اک طاری ہوا
جوشِ حیرت اُسکے سارے جسم میں ساری ہوا

خواب کی صورت کا ذہن میں سلسلہ جاری ہوا
شرم کہنے میں ہوئی مانع ادب عاری ہوا

آخر اسنے خوابہائے نادرہ کا ماجرا
نزدِ شہ جا کر سرِ تسلیم خم کر کے کہا

منکشف جب رازہائے عالمِ رویا ہوئے
خواب کی تعبیر کہکر شاہ یوں گویا ہوئے

نکہتِ بہجت سے اپنے مغز و دل بویا ہوئے
باغِ ہستی میں گلِ اُمید کے جویا ہوئے

شاہ و بیگم کو لگی لو۔ دیکھیں کب آئے گھڑی
جشنِ تولیدِ پسر میں دیر پہ بود نیا گھڑی

تیرھویں تاریخ آئی چیت کی جب پُر ضیا
ابرِ بطنِ ترشلا سے بدرِ نور افشاں ہوا

سر بسر کونین میں جس نے اُجالا کر دیا
کورِ ایمانی کو عالم سے فنا جس نے کیا

حور و غلماں ہو گئے موجود خدمت کیلئے
گھر پہ آئے قدسیاں جشنِ ولادت کیلئے

بصد تگانہ فوج لیکر آگیا شاہِ جہاں　　محفلِ رقص و سرود آکر جمائی اک یہاں

بچۂ نوزاد کو دیکھا بچشم شادماں　　قلب کو تسکیں ہوئی اسکی نہ لیکن ایک آن

کرو فر سے ہو کے زیب ہودجِ فیلِ عجیب

چلدیا آغوش میں لیکر اسے وہ خوش نصیب

کوہِ میرو پر جو ہے اک پانڈک بن نامور　　اک چٹان اُسپہ ہی ہے صورتِ نصفِ قمر

شرق رو یہ چار زانو شان سے با کرو فر　　اُسپہ بٹھلا کے اُسے سجدہ میں آئے سر بسر

دیو و جن الٹے تھے بھر کر چھیر ساگر سے سبو

اور ہلاتے تھے چنور رنجز و ادب سے چار سو

اک ہزار و ہشت خم سے غسل بچے کا ہوا　　پھر پنہائے زیور و لبس شہی زینت فزا

صف بصف سب کے کھڑے ہوکر اُسے سجدہ کیا　　اور صدق و سوز سے کی اسکی تحسین و ثنا

واپس آیا قلعۂ شاہی میں خیلِ قدسیان

اور دیا بیگم کو جا کر اُس کا بہرہ و دمان

محفلِ رقص و طرب پھر صحن ایواں میں جمی　　ناچنے گانے لگیں چاروں طرف حور و پری

گھو نزد و دور باجوں شادیانوں کی ہوئی　　تھا وہ دن و زمبارک نیک ساعت وہ گھڑی

نام رکھا پیر جب شاہِ جہاں نے طفل کا

شور جے جے کار کا ارض و سما میں چھا گیا

آپ سمجھے راز کیا تھا اِس تماشے میں نہاں　　کس لئے اِک دم اُتر آیا زمیں پر آسماں

کون تھا وہ پیر جسکی مدح میں ہل جہاں　　روز پیدایش ہوئے سو جان سے طب اللساں

یہ وہ ہستی تھی کہ جسپر تھی دو عالم کی نظر

منحصر تھی مذہبی اصلاح جسکی ذات پر

کیونکہ یا مذ رحم و شفقت کا جو ہندوستان تھا　　اُسکے باشندوں پہ بیرحمی کی چھائی تھی گھٹا

بے زبانوں کا لہو افسوس اُنکے منہ لگا　　گائے گھوڑا آدمی ہوتے تھے یگیوں میں سوہا

منتر وید و شاستر میں وہ اضافہ کر دیئے

جنکی او جہل ہندوؤں کے فعل بیجا جائز ہوئے

ہوم کا پرشاد تھیں قربانیوں کی بوٹیاں　　گوشت خواری کا یونہی بھرتی تھیں چٹخارے زباں

شوق میخواری کا لوگوں کو ہوا پیدا یہاں　　کھانے پینے کی شرائط توڑ دی تھیں بیگماں

بھینٹ دیوی دیوتا پر کرتے تھے لحم و شراب

ملک میں ہر گھر بنا تھا مذبح بیت الخراب

یہ زمانہ تھا مظالم مذہباً جب تھے روا　　جانور کیا آدمی کا خون بھی مباح تھا

پیر تب یکدم فردوکش باغ ہستی میں ہوا　　منزل روح مقدس جسم خاکی کو کیا

ظلم مٹ جانیکے جب یہ غیب سے ساماں ہوئے

اُسکی پیدایش پہ سب جن و بشر شاداں ہوئے

نازو نعمت سے وہ شکل ماہِ نو بڑھتا رہا　　باپ کا لختِ جگر تھا ماں کا نورِ عین تھا

لوگ اُسکے چونچلوں پر ہو کے قربان و فدا　　مانگتے تھے زندگی کی اُسکے روز و شب دعا

چہرۂ پرنور پر اُسکے بشاشت تھی نثار

عہدِ طفلی میں تھا اُس کا حوصلہ مردانہ وار

ساتھ میں ہمجولیوں کے اک شجر پر ناگہاں　　کھیلنے کو چڑھ گیا اک روز بیر نوجوان

ایک سنگم دیو آیا اُس کا کرنے امتحان　　اُس شجر پر اژدہا بنکر وہ لپٹا بے گماں

دیکھ کر بچے اُسے ڈر کر گرے ہیجان سے

پھن پہ رکھکر پانو اُترا بیر اطمینان سے

بیر کی اس بیرتا پر دیو حیران ہو گیا　　عالمِ حیرت میں مثلِ چشمِ فتاں ہو گیا

فعل پر نادم ہوا دل میں پشیمان ہو گیا　　اپنی اصلی شکل میں پھر وہ نمایاں ہو گیا

دست بستہ عرض کی یہ ہی بجا بیر آپ ہیں

بیر کیا۔ دیکھیں شجاعت۔ تو مہابیر آپ ہیں

جب ہوا سن تیس سال حال دیکھا ملک کا　　ظلم سے خائف نہ تھا اور دین ہی گمراہ تھا

جی بھر آیا رحم سے اُس کا قلق دلگیر ہوا　　مذہبی اصلاح کا فوراً تہیہ کر لیا

ہاتھ میں جھنڈا اہنسا کا اُٹھایا بیر نے

سحر پھونکا رحم کا اُس رحم کی تصویر نے

غور سے دیکھا رسومات قبیحہ کا جواز
حال میں کچھ دیر تک آیا بالصد سوز و گداز

عیش شاہانہ کے چھوڑے آنے سب یاں و ساز
افترا پرداز سمجھے دنیوی ناز و نیاز

ترک دنیا کر کے وہ راہ حقیقت میں لگا

تاکہ اک دن اہل عالم کا ہو سچا رہنما

پھر کے دیکھیں ہمارے اصل از کائنات
یہ کہ یہ دنیائے دوں ہے چند روزہ بے ثبات

موت کا لقمہ ہے آخر جب ہے حاصل حیات
اہل دنیا کو نہیں معلوم روحانی صفات

اسلئے وہ بیخودی کے نشہ میں سرشار ہیں

پا بزنجیر تناسخ ہیں حزین و زار ہیں

گو مسرت کی طلب ہر ایک کو ہے برملا
آرزو ہر روح کو ہے۔ ہو مسرت انتہا

لیکن ابتک کچھ کسیکو بھی نہیں اسکا پتا
کسکو کہتے ہیں مسرت۔ ہے مسرت چیز کیا

دنیوی اعزاز و عشرت ہی میں ہے گر شادماں

ہے ہمیں اپنی جہالت سے مسرت کا گماں

دنیوی یہ عیش و عشرت کثرت مال و منال
حشمت و حسن و شباب و رتبہ و جاہ و جلال

یہ زن و فرزند۔ یار و آشنا۔ اہل و عیال
عارضی ہیں سب یہ نہیں انسے سرور لازوال

پھر مسرت کیا ہے جس کا چند روزہ ہے قیام

ہے مسرت تو وہی حاصل ہو جو بہر دوام

تنگ حالی سے کوئی بیحال ہے مجبور ہے　　نشۂ پیمانۂ زر میں کوئی مخمور ہے
اُلفتِ فرزند و زن میں کوئی ہر دم چور ہے　　اپنی منزل سے غرض ہر ایک کو سوں دور ہے

سو طرح کا رنج و غم اک جان کو جنجال ہے
دارِ فانی کا تماشا ہے کہ اندر جال ہے

دنیوی یہ ساز و ساماں اور یار و آشنا　　کام کچھ آتے نہیں ہر گز جب آتی ہے قضا
ہے یہ دنیا اک مقامِ رنج و غم دار الفنا　　اعتمادِ اس پر کسیکو ہو بھی آخر تو ہو کیا

مرتی جیتی ہے اکیلی روح ہی زار و خزیں
ساتھ میں اسکے کبھی کوئی گیا آیا نہیں

مان لو اپنا جسے چاہو۔ نہیں اپنا کوئی　　ما و من غیروں میں رکھنا ہے خمارِ بیخودی
جس بدن کی بن سنور میں زندگی غارت ہوئی　　وہ بھی جب ساتھی نہیں تو بات کیا پھر غیر کی

استخوانی جسم میں بھی کیا ہے الفت کو دھرا
ڈھک رہا ہے کھال سے پنجر غلاظت سے بھرا

کبر و نخوت۔ مکر و فن۔ حرص و ہوا غیظ و غضب　　روح کے یہ چار جذبے ہیں تناسخ کا سبب
نیک و بد لفظ و خیال و فعل ہیں جو روز و شب　　روح سے ذرات انکے ہوتے ہیں پیوستہ جب

اسکی حالت میں کیا کرتے ہیں یہ رد و بدل
یہ رکیں تو روح کی حالت بھی کچھ جائے سنبھل

پیشتر سے لگ رہے ہیں مادی ذرات جو دور ہوں گر روح و صفاتِ خودی محو
تدبیں گندی ہیں سہ عالم میں پھرتے روح کو خود شناسی کا نہ ہاتھ آیا اسے وقت نکو

صحتِ ہوش و خرد میں گر خودی کو چھوڑ کر
خود میں بیخود ہو تو خود نور خدا ہو سر بسر

سو چکر یہ محو ذاتِ خود ہوا وہ حق شناس صبر و استقلال سے سہتا رہا بھوک اور پیاس
وہ ہوا سردی سے مضطر اور نہ گرمی سے اداس تھا درندوں یا گزندوں سے نہ کچھ اسکو ہراس

طفلِ مادر زاد کی تمثال عریاں تن رہا
عالمِ خوف و بد امنی میں بھی پر امن رہا

حظِ نفسانی کی خواہش کو مٹایا سر بسر اور نظر نیچی کئے چلتا تھا رستہ دیکھکر
روز و شب کرتا تھا وہ عزلت نشینی میں بسر ہجو بھی گر کی کسی نے تو نہ لایا دل میں شر

خاک پر سوتا تھا پچھلے عیش کرتا تھا نہ یاد
رنج و غم کے وقت بھی رہتا تھا وہ مسرور و شاد

بینوائی میں بھی وہ رکھتا تھا مستغنی مزاج تھا نہیں مطلوب اسے درد و علالت کا علاج
غم نہیں ملا ملا کھانا نہ گر حسب رواج کنکری کانٹا لگا تو کیا دوا کی احتیاج

غلظِ جسمانی کی پروا کی نہ بد برتاؤ کی
کسرِ نفسی تھی نہ تھا وہم و شبہ دل میں کوئی

رہروِ راہِ حقیقت محوِ راہِ حق رہا　　خود شناسا ہو کے ذات خود میں بےخود ہو گیا

دل پہ قابو یافتہ تھا وہ رشیدِ اتقا　　بن گیا گم گشتگانِ معرفت کا رہنما

اُسکے آگے تھے مساوی ہکیر و تاج لہا کہ

اُس کا سب کے ساتھ تھا یکساں مروت کا سلوک

خوئے عفو و انکساری بے ریائی پیر کی　　صدق و صفوت انضباط و بے نوائی پیر کی

ترک جذبات و ریاضت پارسائی پیر کی　　تھے عمل جن سے ہوئی دل کی صفائی پیر کی

پردۂ اعمال اُٹھا روح روشن ہو گئی

ذاتِ سامی نورِ سبحانی کا مخزن ہو گئی

وہ سعادت خیز دن بھی نور نورانی ہوا　　جب طلوع آفتابِ علمِ لاثانی ہوا

جسکی کرنوں سے نمایاں نورِ عرفانی ہوا　　روشنی دل میں ہوئی اور کشف روحانی ہوا

دیو و جن آنے وہاں مجرا ئے حضرت کیلئے

قدسیاں حاضر ہوئے اُسکی زیارت کیلئے

قلب روشن مثلِ آئینہ ہوا تھا بیگماں　　عکس افگن جس میں تھیں اشکالِ اسرارِ نہاں

اُسکے نورِ علم سے روشن ہوئے دو نوجہاں　　نصب دنیا میں کیا اُسنے اہنسا کا نشان

وعظ دے دے کر مٹائے دنیوی فسق و فجور

کر دیا اُسنے کلیدِ بابِ جنت کا ظہور

رات کاتک کی اماوش کی جب آئی پر قضا — وقت تھا قبلِ طلوع او سوانت کا نکچھتر تھا
سن بہتر سال اور چھ ماہ کا پورا ہوا — کوچ سوئے عرشِ اعلیٰ روحِ اقدس نے کیا
آئے نوراً جائے مرگِ بیر پر کرتو بیاں
روشنی کر کے ادا کیں آخری رسمیں وہاں
دن دوالی کا مبارک ہے نہایت شان کا — جو کہ ہے یومِ سعید اس بیر کے نروان کا
ہر بشر ممنوں تھا اُسکے شفقت و احسان کا — اسلئے تیوہار ہے یہ سارے ہندوستان کا
ہے اسی سے بیر کی ہر دلعزیزی آشکار
آجتک رسمِ چراغاں ہے بطور یادگار
بیر گویا تر گیا بحرِ جہانِ بے کنار — ناخدا بنکر کیا عالم کو اِس قلزم سے پار
وادیِ گیتی میں جو گمراہ تھے اہلِ دیار — بن گیا اُنکے لئے وہ باعثِ صبر و قرار
بیر گویا تھا رہنمائے منزلِ مقصود تھا
قالبِ خاکی میں نورِ ایزدی موجود تھا
ہو گیا مشہورِ گیتی یوسفِ حسن و جمال — نوحِ بحرِ بیکرانِ دین و ملت بیمثال
تھا مسیحائے زمان و مرشدِ معجز مقال — موسیِ طورِ طریقت بن گیا بے قیل و قال
قبلۂ ایمان رحمت کعبۂ اعمالِ نیک
کاشفِ رازِ حقیقت ہر دو عالم میں تھا ایک

ذی حشم وہ تھا سلیماں نے لئے جسکے قدم | سرنگوں حاتم تھا جس کا دیکھکر جود و کرم
تھا رفیع ایسا فلک بھی ہوگیا سجدہ میں خم | وہ بہادر تھا پڑا زیرِ قدم شیرِ اجم

زلزلہ آیا زمیں کو حلم افزوں دیکھکر
بحر کو سکتہ ہوا تھا طبع ماموں دیکھکر

ظلمتِ عصیان مٹانیکو تھا وہ اک آفتاب | روح بھی اسکی مقدس اور دل عصمت مآب
خاکپا اس پیر کے تھے رستم و افراسیاب | خضر بھی سمجھے تھے اسکو ہادی راہ صواب

ساقیِ کوثر تھا آبِ دیں کے پیاسوں کیلئے
حق مجسم بے شبہ تھا حق شناسوں کیلئے

کیا کہیں اپدیش ہمکو پیر نے کیا کیا دیا | فلسفہ اعمال خوب و زشت کا سمجھا دیا
تیرہ روزی کو مٹایا۔ نورِ دیں پھیلا دیا | اسنے روشن کر دیا راہِ حقیقت کا دیا

وعظ سے پرہنس منو نہ کی حیاتِ پُر صفات
تشنہ کامانِ ترماں کو ہوگئی آبحیات

وہ ہیں معراجِ نجات انداز طاعت پیر کے | چومتے ہیں پانو ابتک اہلِ خلقت پیر کے
لوحِ دل پر اسقدر ہیں نقش رحمت پیر کے | ہم رہیں گے تا ابد مرہونِ منت پیر کے

اُسکے احسانات سُن سُن کر طبیعت شاد ہے
نام اُسکا ہے زباں پر دل میں اُسکی یاد ہے

یا جب آتے ہیں ہمکو اُسکے اوصافِ نکو | یا نظر کرتے ہیں اُسکی پُر اماں تصویر کو
لب پہ آتا ہی یہی مصرعہ بحالِ گو مگو | "شکر را فتہائے تو چنداںکہ را فتہائے تو"

کیا درخشاں سے بیاں ہوں یہ کشف کمال
"چھوٹا منہ باتیں بڑی" یہ صادق آتی ہی مثال

جین متر منڈل دہلی کے مطبوعہ ٹریکٹ

	قیمت
اہنسا دہرم پر بزدلی کا الزام	۱/
حقیقت معبود	۱/
رپورٹ جینتی سنہ ۱۹۲۸ء	۲/
” سنہ ۱۹۲۷ء	۴/
” سنہ ۱۹۲۶ء	۱/

مکتی اور اُس کا سادھن ۔ چھپ رہا ہے

جین دہرم اناد ی دہرم ہے ۔ چھپ رہا ہے ۔

ملنے کا پتہ

جین متر منڈل ۔ دریبہ کلاں دہلی

جین مِتر منڈل ٹریکٹ نمبر ۵

حقیقتِ معبود

مصنفہ

دبیر قوم جناب لالہ بھولاناتھ صاحب جین درخشان مختار
ریونیو ایجنٹ بلند شہر

جسکو

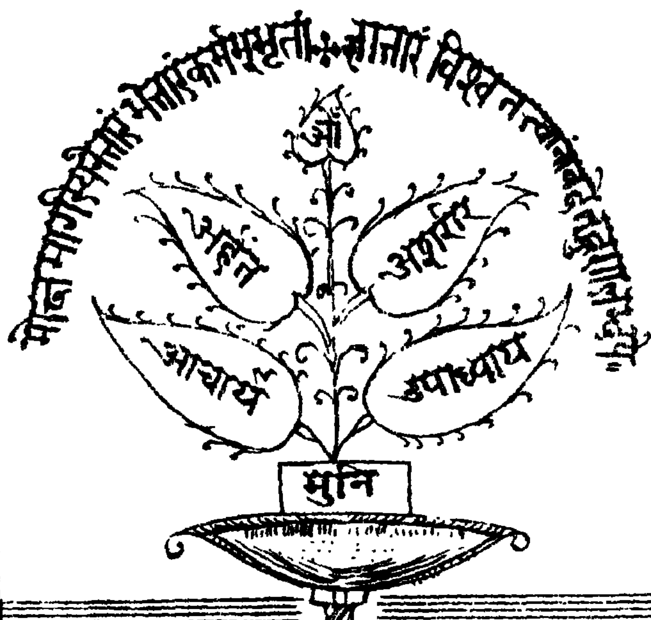
جین مِتر منڈل دہلی دریبہ کلاں نے بہ ارادے فائدہ عام شائع کیا

بیر نروان سمت ۲۴۵۵ مطبوعہ دلّی پرنٹنگ ورکس دہلی مطابق ۱۹۲۸ء

قیمت آدھ آنہ

تعداد ۲۰۰۰

حقیقت معبود



ترجمہ

تعظیم من بہ آں کہ نمودم رہ نجات
بگسیخت چوں سلاسل افعال و خواہشات
از کائنات دہر درخشاں علیم شد
تا نیز یابم آں چنیں کشفِ ہمیں صفات

اوم

حقیقتِ معبود

ایکدن کی شاہِ دوراں بیدل شیدائے دیں شان و شوکت سے سرِ دربار تھا مسند نشیں
تھے قرینہ سے مصاحب گرد اُسکے جاگزیں جو کہ تھے وہ علم شاخ معرفت کے خوشہ چیں

کر رہے تھے باہمی دینی مسائل کا بیاں
عالمانہ بحث آزادی سے جاری تھی وہاں

گفتگو دلچسپ تھی طرز بیاں تھا دلپسند معنی و مطلب تھے جسکے مخزنِ سرار و پند
جب دلائل پیش کرتا تھا وزیرِ ہوشمند سُنکے ہوجاتا تھا دم درباریوں کا ہوم میں بند

دلمیں اُن باریکیوں پر شاہ جب کرتا تھا غور
لطف ہوجاتا تھا اُس کا اَور سے بڑھکر کچھ اور

کر چکے جب ختم مبحث صاحبانِ سرفراز یوں سخن فرما ہوا رغبت سے شاہِ پاکباز
اے وزیرِ ارجمند و عالمِ نکتہ نواز "عقدہ معبود" سربستہ ہے ابتک مثل راز

یہ معما کیا بلا ہے اِس کو وا کر دیجئے
سترِ یزداں سے مجھے بھی آشنا کر دیجئے

سُنکے باعجز و ادب ارشادِ شاہِ خوش ضمیر
خم بتسلیم کرکے یوں ہوا گویا وزیر

رُوح ہوجاتی ہے خود معبود کی صورت پذیر
محبسِ اعمال میں رہتی نہیں جب وہ اسیر

یعنی موت و زیست سے جب اسکو پاتی ہی نہیں
کوئی اور اسکے سوا بالاتریں ہستی نہیں

جبکہ یہ آفاق بے آغاز و بے انجام ہے
فطرتی ردّ و بدل سے چل رہا سب کام ہے

پھر کسی کا فرضِ خلاقی برائے نام ہے
ایسی ہستی کا یقیں مجموعۂ اوہام ہے

خود سے تو بیجوڑ ہیں۔ کرتے ہیں خدا کی قال و قیل
بس یہی کوتہ خیالی ہے جہالت کی دلیل

بعض کہتے ہیں کہ روح و مادہ معدوم ہیں
صنعت و صناع کے بھی مسئلے موہوم ہیں

ہر دو عالم محض نورِ علم کے مفہوم ہیں
پر نہیں معلوم - عالم کون ؟ کیا معلوم ہیں

کیا مزے کی بات ہے ۔ظروف سے ہیں آشنا
لیکن اُسکے ظرف کا انکو نہیں مطلق پتا

بعض کہتے ہیں بجز ذاتِ خدا کچھ بھی نہیں
جو کہ دو عالم میں ہے صورت نما کچھ بھی نہیں

خواب کا نقشہ ہے اور اسکے سوا کچھ بھی نہیں
وہم ہی ہے مادہ اور روح کا کچھ بھی نہیں

کیا انوکھا مسئلہ ہے ۔کیا عجب انکے اصول
جھونکتے ہیں دیکھنے والوں کی آنکھوں میں وہ دھول

بعض کہتے ہیں کہ کیسی روح اور کسکا کمال — مادہ ہی مادہ ہی باعثِ ماضی و حال
دو طرح کے مادوں کا ہوتا ہی جب اتصال — تو ظہور اور اک نئی طاقت کا ہوتا ہی مآل

روح کہتے ہیں اسی جنبش کی کیفیت کو لوگ
زندگی سمجھے ہوئے ہیں مادی طاقت کو گو

دیتے ہیں گڑ اور مہوے کے مرکب کی مثال — جس میں ہوجاتا ہی پیدا نشہ پُر کیف حال
لیکن اس میں بھی ہی انکی کوتہ اندیشی کمال — کتنے بوتل پر نشہ کا کچھ کبھی دیکھا جلال

مادہ کو مادی ہوتا نہیں حس زینہار
روح ہی وہ ہے نشہ کا جسکو ہوتا ہی خمار

جسمِ مُردہ میں شرابِ ناب کو ڈالیں اگر — تو اثر اُسکے نشہ کا کچھ نہ آوے گا نظر
اور زندہ جسم پر ہوتا ہے بُو کا بھی اثر — جانچ لیں اس امتیازِ ظاہری کو باخبر

جسمِ زندہ میں علاوہ مادہ کے کوئی چیز
بے شبہ ہے۔ لوگ کہتے ہیں جسے جانِ عزیز

مادہ میں ہوتی ہی برقی کشش تو فطرتی — سوئے تضالیس کھنچ جاتی ہی لوہے کی ہوئی
چھائی ہی چھونیسے چھوئی موئی پر پژمردگی — گھومتا رہتا ہی سورج کی طرف سورج مکھی

مادہ میں طاقتِ احساس لیکن ہی کہاں
ایسی طاقت سے مشرف ہی فقط روحِ رواں

دانش و فہمیدگی ہیں صرف روحانی صفات | خالی ان اوصاف سے ہے ساری کائنات
روح گر اس میں نہیں تو مادہ ہے بے حیات | آکسیجن میں یہ طاقت ہے یہ کہنے کی ہے بات

آکسیجن بھی ہوائی مادہ کی قسم ہے
وصفِ روحانی کہاں اس میں وہ مردہ جسم ہے

روح سے واصل نہیں تو مادہ میں جان کہاں | ہے نہیں زنہار اس میں طاقتِ نشو و نما
مائلِ روئیدگی گر مادہ پایا گیا | روح کی موجودگی کا اس میں لگتا ہے پتا

ہے وجودِ روح کا شاہد تنفس کا عمل
مادہ میں ہے عدم تار نفس کا بے خلل

مادی اجزا کو ان وصفوں سے خالی پائینگے | اور مرکب میں صفت موجود کر دکھلائینگے
اس اصولِ کلیہ کو کس طرح ٹھکرائینگے | وصف جو جز میں نہیں کل میں کہاں سے آئینگے

مادہ کا وصف جو ہے روح میں آتا نہیں
مادہ جو روح میں ہے مادہ پاتا نہیں

بعض کو تسلیم ہے روحِ رواں کا تو وجود | کہتے ہیں لیکن اسے حکمِ خدا کی ہست و بود
ماننے سے عالمِ ارواح کے کیا ان کو شہود | کسکو روزِ حشر تک ہے انتظارِ جبر و جود

گو خدا ثابت نہیں لیکن ہیں یہ حکمِ خدا
پائیں گے حکمِ خدا سے داد جو روزِ جزا

اِن خیالوں کے علاوہ فلسفے جو اور ہیں ۔ وہ وجودِ روح کے قائل سبھی بر طور ہیں

ہو چکے جن فلسفہ دانوں کے سپرِ غور ہیں ۔ ماننے کو روح کے تیار وہ سے فی الفور ہیں

انکو آتا ہے نظر دشوار روحانی کمال

اسلئے باقی ہے ذاتِ کبریا میں قیل و قال

ہے ازل سے مادہ کی روح سے وابستگی ۔ کان میں جس طرح سونے سے ہے آلایش لگی

ثمرۂ افعال سے لاحق ہے موت و زندگی ۔ ہے صفاتِ روح کی حائل یہی آلودگی

روح کو رکھتی ہے یہ نورِ ہمہ دانی سے باز

ہیں اسی سے زائل و مکسور روحانی مجاز

ذاتِ خود کی معرفت میں محو اگر ہو جائے روح ۔ اپنے اصلی خاصہ سے با خبر ہو جائے روح

محترز جذبات سے بھی سر بسر ہو جائے روح ۔ حیطۂ قیدِ تناسخ سے بدر ہو جائے روح

منکشف ہو جائیں پھر اوصافِ روحانی تمام

شاملِ روحانیت ہو شانِ یزدانی تمام

بعض کہتے ہیں خلایق کام میں ساری ہیں ۔ کس لئے بیکار بیٹھے حضرتِ باری ہیں

کیا سبب خواہش و کوشش سے کیوں عاری ہیں ۔ خلق سازی کے ہی انکے مشغلے جاری ہیں

یہ نہیں تو ہو ہمہ دانی مسرت انتہا

اسکو کوئی کس طرح مانے دو عالم کا خدا

گر یہ ضد کی بات ہے تو کچھ نہیں اسکا جواب — اور اگر تحقیق ہے منظور تو سنیئے جناب!

جس خدا کو خواہش و کوشش میں لاحق ہے حجاب — خلق سازی میں وہ ہو سکتا ہے کیونکر کامیاب

دست و پا اُسکے نہیں تو اُس سے کیا بن آئیگا
اور اگر ہیں اُسمیں ہم میں فرق کیا رہ جائیگا

صنعتِ بے ساز کی کوئی سند ہوگی نہیں — علتوں کے سلسلہ کی کوئی حد ہوگی نہیں

عنصروں میں جو صفت ہے منفرد ہوگی نہیں — ابتدا دنیا کی ثابت تا ابد ہوگی نہیں

مادہ بیجان ہے رکھتا نہیں جب گوش و ہوش
حکمِ خالق پر ہوا کس طرح پھر حلقہ بگوش

گر وجودِ محض حق سے مانیں دنیا کا ظہور — تو خلافِ عقل ہوگا اور فراست کا قصور

یہ بھی کہہ سکتے ہیں پھر سب ذاتِ انساں کا ہے نور — منطقی اسکو کہیں گے علتِ ناقص ضرور

مان کر صناعِ عالم ایک ہستی کو فضول
کر دیا ہے مسئلہ حقانیت کا بے اصول

گر خدا علت ہے اور معلول ہستی جہاں — نیست جب ہوتی ہے دنیا رہتے ہیں عنصر کہاں

حالتِ مخلوق میں ہوتی ہیں جو تبدیلیاں — مثبت و منفی ہیں اُسکی علتیں دو بیگمان

ہونگے پھر ذاتِ خدا پر عائد اثبات و نفی
منطقی سمجھیں گے اسکو ورنہ رسمِ خانگی

اور اگر ہے قادرِ مطلق خدائے عزوجل — طاقتیں ہیں تین اسمیں خواہش و علم و عمل

طاقتیں تینوں یہی ہیں باعثِ رد و بدل — تو یہ بے بنیاد دعویٰ ہے کلامِ مبتذل

جب خدا عامل نہیں زورِ عمل بیسود ہے

کیا ہوا اس میں بے اثر طاقت اگر موجود ہے

جسکو خواہش ہے کوئی - دنیا میں ہے زار و حزیں — کون ہے محتاج خواہشمند سے بڑھکر کہیں

جذبۂ اسفل یہ حق کیواسطے موزوں نہیں — واسطہ اس پاک ہستی سے ہے اُسکا شمہ کہیں

خود جو خواہشمند ہو معبود اُسے کہنا فضول

عقل ایسے مسئلہ کو کر نہیں سکتی قبول

خواہش مخلوق سازی گر ہوئی پیدا نئی — تو یہ علت کس طرح تھی خود ہی آں معلول تھی

گر یہ خواہش تھی پرانی گوشۂ دل میں پڑی — کچھ وجہ ہوگی جو مشکل تکملہ میں آگئی

پھر یہ کیا علت ہوئی جو تابعِ علت ہوئی

یہ وجہ خواہش خدا کو باعثِ ذلت ہوئی

علتِ ایجادِ دنیا علم اگر محدود ہے — تو کوئی مخلوق بابہ حد سے کیوں موجود ہے

ہر دو عالم میں اگر اُسکی ہی ماند و بود ہے — صنعتِ عالم اسی علت کی تار و پود ہے

لا فنا علت ہے تو کیوں لا فنا صنعت نہیں

اس سے ظاہر ہے کہ علم اس سلطنت کی علت نہیں

قاعدہ منطق کا ہے جب ہوتی ہے علت قوی — بے تعرض ہوتی ہے معلول کی ہر چوٹگی

علم خالق ہے قوی علت۔ تو پھر کیا ہے کمی — صنعتِ عالم میں کیوں تبدیلیاں ہیں دی گئی

پس ہے ثابت علمِ حق وجہ جہاں سازی نہیں

اور صفت معبود کی یہ شعبدہ بازی نہیں

بعض کہتے ہیں نہیں صناعِ عالم کوئی ہاں — مادہ اور روح کی ترکیب سے ہے کل جہاں

مادہ کی ذات سے دُنیا کی ہیں نیرنگیاں — مادہ ہے روح کو وجہِ مسرت بے گماں

مادہ کو ہی ہیں لاحق زندگانی اور اجل

روح تو بیکار ہے سب مادہ کا ہے عمل

مادہ ہی روح کو ہے ہادیٔ راہِ نجات — مادہ ہے عالم ہر سہ زمان و شش جہات

مادہ کی رہنگر رہتی ہے روحِ ذی حیات — کیا عجب منطق ہے اور کیسے ادق ہیں نکات

مادہ کی کوششیں بیکار ہیں خود کے لیے

روح لیکن فیض پاتی ہے بلا محنت کیے

بعض کہتے ہیں کہ اُس معبود کی ایسی ہے ذات — قادرِ مطلق ہے جو وجہ ظہورِ کائنات

جسکے باعث ہوتی ہیں پیدائش و موت و حیات — وشنو و برہما و شو مفروض ہیں اسکی صفات

مادہ اور روح کی جو طاقتیں ہیں صاف صاف

ذاتِ حق سے ہے گویا موسوم انکا انکشاف

بعض کہتے ہیں کہ یہ قدرت خدا کی دیکھئے　　　خود بے غم اُسنے اور دنیا پہ احسان کر دیئے
قالب خاکی ہزاروں اختیار اُسنے کیئے　　　بھیس بدلے رنج دنیا کا مٹانیکے لئے

گر یہی ہے قدرتِ کامل کا نظارہ کوئی
تو خدا قادر ہے کب ہی سخت بے چارہ کوئی

شے بلا خالق کوئی ہوتی نہیں، گر ٹھیک ہے　　　اور ولادت بھی خدا کی عقل کے نزدیک ہے
اُس کا خالق کون تھا یہ مسئلہ تاریک ہے　　　یا سمجھ میں جو نہ آوے اِس قدر باریک ہے

جسمِ خاکی میں کیا جب مدتوں اُسنے قیام
چھوڑ آیا کسپہ وہ دنیا کا سارا انتظام

ست چِد انند اسکو کہتے ہیں کچھ اک اہلِ خیال　　　ست کے معنی ہیں کہ ہے وہ بالوجود لایزال
چت ہے وہ یعنی علم وحِس کا ہے اسمیں کمال　　　اور وہ ہے آنند یعنی پُر سرور و بے ملال

عدل و صنعت کے ہیں جنجال اُسکے جی کو روز و شب
کہتے ہیں سرور بالذات اُسکو پھر کیونکر سبب

بعض کہتے ہیں خدا عالم کا ہے آئین ساز　　　جسکی رو سے لگ گئی ہر امر پہ مہر جواز
وہ ہے اس آئین سازی کی بدولت سر فراز　　　ورنہ روح و مادہ رد و بدل کے ہیں مجاز

عنصری طاقت ہے کلی حاعدمکی جب بنا
بضرورت ضابطہ رانی ہے ذاتِ کبریا

بعض کہتے ہیں سوائے خالقِ چرخ و زمیں　　عالمِ کُل اور کوئی روح ہو سکتی نہیں
جب ہمہ دان خود نہیں حق کو نہیں دیکھا ہیا　　تجربہ کیسے ہوا کیونکر ہے انکا یہ یقیں

گر محقق کو ہے حاصل علمِ کل کی مقدرت
پھر ہمہ دانی نہیں کیوں روح کی ذاتی صفت

علمِ روحانی صفت ہے یہ تو ہے بے قال و قیل　　علم علمِ کل نہیں وہ ۔ بلکہ ہے علمِ قلیل
ایک سے جب دوسرا ذی روح ہے افزوں عقیل　　یہ ہے علمِ روح کے کم بیش ہونے کی دلیل

علمِ روحانی کی ضو ہے بے شبہ بیشی طلب
ہو جہ لیکن نہیں کچھ ہے ضرور اس کا سبب

روح جب ہوتی ہے گندہ نیک و بد جذبات سے　　ہوتی ہے ترکیب اسکی فعلیہ ذرات سے
مادی ذرات لگ جاتے ہیں اسکی ذات سے　　کرتے ہیں محصور سے اور منحرف عادات سے

پردۂ اعمال ہیں یوں نورِ روحانی کے گرد
جیسے ہو فانوس ابرک شمع نورانی کے گرد

جسقدر موٹا ہے ابرک شمع کے فانوس کا　　اُسقدر ہی نورِ شمعی دھندلا ہو جائیگا
پردہ اعمال الطف ہو کہ اکثف بد نما　　وہ ہی علمِ روح میں بیشی کمی کی ہے بنا

نفرت و رغبت کے جذبے روح سے ہٹ جائینگے
تو یہ سارے پردۂ اعمال خود پھٹ جائینگے

پھر وہ کہتے ہیں۔ کرے گر زہد و تقویٰ کا عمل — روح کے اندر رہے باقی نہ جذباتی خلل
علم کی بیشی ہے پھر اسکے لئے نعم البدل — لیکن اک حد تک ملیگا اس کو اس محنت کا پھل

بیشی کس حد تک ہو ممکن یہ ہے محتاجِ بیاں
حد لگانے کے لئے ہے کون باقی پہلوان

جبکہ ہے تسلیم علمِ روح بڑھتا جائے گا — علمِ کل کا لاکھ بڑھ کر بھی نہ درجہ پائیگا
مادہ سے پاک ہے پھر کون اسے بھٹکائیگا — تخم ہی جب سوخت ہے ثمرہ کہاں سے آئیگا

جب سبب باقی نہیں کیا مسبب کا وجود
روح جب آزاد ہے کس کے لئے بند و قیود

روح جب لوثِ عمل سے ہوتی ہے طاہری — عالمِ کل ہو کے پاتی ہے نجاتِ دائمی
قولاً و فعلاً وہ کرتی ہے جہاں کی رہبری — اسلئے احساں ہیں اسکے نہ قضائے بندگی

رہنما ہے رہروِ دیں کو ہیں اسکے نقشِ پا
آتما مکتی بنے اسکے دھیان سے پرماتما

مسئلہ منطق کا ہے جس کا کوئی عالم نہیں — کس لئے اس چیز کی موجودگی کا ہے یقیں
ذرہ تحت الثریٰ سے لیکے تا خلدِ بریں — عالمِ من کل ہستی ہے جیسے کوئی نہیں

فلسفی کہتے ہیں جب ہے علم روحانی صفت
روح کی محدود پھر کیسے ہو ہمہ دانی صفت

سدِرہ اسکا ہوگا جب کوئی فسق و فجور — ہوگا مبسوط دو عالم شمع روحانی کا نور
روح ہوگی کشف اوصاف حقیقی سے ضرور — قادر مطلق ہمہ دان وہمہ بیں پر سرور

مادّی حد سے نکل کر روح کب محدود ہے
جو درخشاں روحِ اقدس ہے وہی معبود ہے

التماس

ناظرین والا تمکین غالباً ہمارے اِس اظہار واقعہ کو لاف و گزاف نہ خیال فرمائینگے کہ جین مِتر منڈل دہلی ہی ہندوستان بھر میں دگمبر جینیوں کی ایسی انجمن ہے جو جین دھرم کا پرچار رسالوں اور ٹریکٹوں کے ذریعہ سے ہند اور دیگر ممالک میں ۱۹۱۵ء سنہ سے نہایت دلچسپی کے ساتھ کر رہی ہے۔ اگرچہ ایسی انجمنیں تو اور بھی ہیں جو شاستر وغیرہ چھپوا کر قیمتاً فروخت کرتی ہیں اور دھرم پرچار کی مدعی بنتی ہیں لیکن ہمارے خیال میں اُنکا یہ عمل دھرم بیوپار ہے۔ کیونکہ دھرم پرچار تو صحیح معنوں میں اُسوقت ہوتا ہے جبکہ مالی نفع و نقصان کو زاویہ نگاہ سے دور رکھکر کسی رسالہ ٹریکٹ یا شاستر کی اشاعت محض اس غرض لعین سے کیجاتی ہے کہ اہل عوام اُسکا مطالعہ کرکے مذہبی پاک اُصول کی روشنی سے اپنے دلوں کو منور کر سکیں۔ پس اس جہت

بیان سے دھرم پرچار یا تبلیغ مذہب کا فخر صادق اس نوعمر انجمن کو ہی حاصل ہے
ممبران انجمن نے اپنے پاک جذبہ کا تقاضا پورا کرنے کے لئے یہ مناسب خیال
کیا کہ برگزیدہ اہل قلم اور آزاد خیال علمائے دین کے ہاتھوں اصول مذہبی جوش
اسلوبی کے ساتھ منضبط ہو کر اہل نظر کے لئے تفریح روحانی کا باعث ہوں اور
تین سال سے یہ طریقہ اختیار کیا کہ ہر سال چار عنوان منتخب کر کے نگاران کرام سے
اُن پر چیدہ اور دلپسند مضامین لکھانے کی استدعا کیجاتی رہی اور جسقدر
ٹریکٹ موصول ہوئے اُن میں بہترین مضامین کا انتخاب کر کے شائع کیا گیا۔
چنانچہ اس سال بھی جو عنوان دیئے گئے اُن میں سے ایک "حقیقت معبود" بھی تھا
جسپر اُردو۔ انگریزی۔ ہندی کے متعدد مضامین ہمکو موصول ہوئے جنکی ٹریکٹ
کمیٹی نے بامعاملہ نظر غائر سے جانچ کر کے جین دھرم کے مایۂ ناز قادر الکلام شاعر بیدل
لالہ بھولا ناتھ صاحب درخشان مختار عدالت بلند شہر کا مضمون بہترین قرار دیا۔
مصنف صاحب موصوف نے اِس ادق اور باریک مسئلہ کو نہایت فصاحت
اور بلاغت کے ساتھ منطقی دلائل سے سلیس و بامحاورہ عام فہم اردو زبان میں
نظم کر کے اِس انجمن اور پبلک پر جو احسان کیا ہے وہ قابل فروگذاشت نہیں۔
ہم اپنے مہربان اور انجمن کے رکن درخشان صاحب کو مبارکباد پیش کرتے ہیں
کہ اس انجمن کی انتظامیہ کمیٹی نے اِس منتخب مضمون کے صلے میں آپ کو "مان پتر"

دنیا بھی تجویز کیا ہے جو آئندہ پیر جینتی کے جلسہ عام میں جناب کے پیش خدمت کیا جائیگا
اردو زبان کے شائق اور جین ادب کے شیدا لالہ بہاریلال صاحب جین شیخ
نویس بھوانی نے جو منتر منڈل کے ایک سربرآوردہ ممبر بھی ہیں۔ درخشاں صاحب
کے کلام سحرآگین سے متاثر ہو کر اپنے ذاتی صرفہ سے انکی دیگر تصنیفات کے
ساتھ اس ٹریکٹ کی اشاعت منظور فرمائی ہے۔ جسکے ساتھ ہم اپنے فیاض
طبع دوست کے بیحد مشکور ہیں۔ چنانچہ یہ ٹریکٹ لالہ صاحب موصوف کی جانب
سے ہی طبع ہو کر بطور تحفہ نذر ناظرین کیا جاتا ہے۔ امید ہے کہ اہل دل اسکے
مطالعہ سے مستفید ہونگے اور مصنف کی محنت و قابلیت اور لالہ صاحب
کی دریادلی پر داد دینگے۔

کمترین

امراؤ سنگھ۔ سکرٹری

منتر منڈل۔ دریبہ کلاں۔ دہلی

جین متر منڈل ٹریکٹ نمبر ۵۹

اپنے خیال ست و محال ست و جنوں | گر خدا جوئی و رحم دنیا نے دوں



سحر کاذب

مؤلفہ

دبیر قوم جناب بابو بھولا ناتھ صاحب جینی درخشان ریونیو ایجنٹ
ومختار عدالت بلند شہر

جین متر منڈل دریبہ کلاں دہلی نے شایع کیا

سنہ ۱۹۲۹ء ویر نروان سمت ۲۴۵۵

دلی پرنٹنگ ورکس دہلی میں چھپا۔

قیمت ۱/

تعداد ۲۰۰۰

انٹروڈکشن

جین دہرم کا معراج - مقصد اور ماحصل فتح پانا ہے جن شبد کا ارتھ جیتنا ہے - کسے جیتنا اور کس پر فتح پانا ؟ من کو جیتنا اور اندریوں پر فتح پانا - جسنے من کو فتح کیا اور اندریوں کو جیت لیا وہی جن - و جینی ہے - اور جسنے ایسا نہیں کیا وہ کبھی جن اور جینی کہلانیکا مستحق نہیں ہے کیا ایسے جینی دنیا میں ہیں ؟ کیوں نہیں - اور نہ ہوتے - خواہ نہ ہوئے ہوتے - تو یہ نام کس لیئے رکھا جاتا - نام نہ بغیر روپ کے ہے اور نہ روپ بغیر نام کے ہوتا ہے - یہ مسلمہ اور مصدقہ اصول ہے - جب جینی تھے - تب ہی تو یہ نام رکھا گیا -

ہاں سچے جینی اور حقیقی جینی - اور معراجی جینی کمیاب ہیں نایاب پھر بھی نہیں ہیں - جو جین دہرم پر چلتے ہیں جن کے خالی نظر کے سامنے اصلی جینی کی معراج ہے اور جو اس کا نام لیکر اسکے اصولوں کی پیروی میں لگے ہوئے ہیں - وہ اگر آج نام کے جینی ہیں تو کل روپ کے جینی ہو جاینگے ہمت - استقلال - ثابت قدمی - اور عملی زندگی کی ضرورت ہے یہ سب میں ہیں سب کی ہیں - سب کو حاصل ہیں - انھیں مجہولیت سے معروفیت میں لانے کی ضرورت ہے یہ کس طرح ممکن ہے - دنیا کی بے ثباتی - نیرنگی عالم - یگانگیت - مغایرت - کثافت روحی غلاظت جسمانی - ظہور اعمال - انسداد اعمال - آزالہ اعمال - اصول تناسخ - احتیاج معرفت صفات و ذات - اصلیت اور نقالی و روح اور مادہ کے مسائل پر بار بار غور کرو اور نتیجہ پر پہنچکر کسی زبردست مثالیہ معراج کے پیرو ہو جاؤ پھر جینی بن جاؤگے -

اس کتاب میں بیشتر اسی قسم کے مضامین پر بحث ہے -

شیوبرت لال
رادہا سوامی دہام - بنارس

اوم

او در دل من است و دل من بدست او
چون آئینہ بدست من و من در آئینہ

رباعیات حمدیّہ

کیوں میری نہ تسلیم شری اوم کو ہو
آداب نہ تکریم شری اوم کو ہو
ہر زاہد و مرشد کا درخشان ہر دم
جب خم سر تعظیم شری اوم کو ہو

ہستی جو ہے معبود دو عالم برحق
جو ذات سے مسجود دو عالم برحق
ہے حمد اسی حق کی درخشاں واجب
جو اسم ہے محمود دو عالم برحق

ارہنت کی ذات پاک لاریب ہے وہ
بے عیب ہے گر کوئی تو بے عیب ہے وہ
جو سدھ ہے اسم بامسمیٰ ہے سدھ
لاموت ہے لاحیات لاشیب ہے وہ

ہر دم ہے زباں پہ میری ارہنت کا نام
دل سدھ کے جلوہ سے منور ہے مدام
جس کام کا آغاز درخشان ہے سعید
بے شبہ بخیر اس کا ہوگا انجام

دیباچہ

ہے ہر ذی روح کو دنیا میں کلفت — غم افزا ہے یہاں ہر سازِ عشرت
ہر اک کو ہے تمنائے مسرت — ہے ہر پہلو تلاشِ امن و راحت
مگر اس کا کسی کو کچھ پتا ہے
کہاں اصلی سرورِ جانفزا ہے

(منو)

اس دارِ فانی میں ہر ذی روح حصولِ مسرت کا خواہش مند ہے۔ جو کچھ کوشش و مشغلہ وہ اختیار کرتا ہے صرف مسرور اور مطمئن ہونے کی غرض سے کرتا ہے۔ لیکن یہ کوئی نہیں سوچتا کہ اصلی مسرت کیا شے ہے اور کس طرح میسّر ہو سکے گی۔

یہ خواہش کسی روح کو نئی نہیں ہے لا ابتدا زمانہ سے ہے۔ چوراسی لاکھ قالبوں میں ایک ایک کے اندر مدت مدت تک مقیم رہ کر یہ اسی جستجو میں سرگرداں رہی اور اپنی دلی خواہش کے پورا کرنے میں اس نے کبھی کوئی کوشش اٹھا نہیں رکھی۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس نے نہ کبھی سرورِ اصلی کی جستجو کی اور نہ اسکی یہ دیرینہ آرزو بر آئی۔
اسکو نوع بنوع حواسِ خمسہ کی لذتیں اور دنیاوی چند روزہ مسرتیں بسا اوقات میسر آئیں جن کو اس نے نادانی سے اصلی مسرت سمجھا۔ چونکہ عرض و جوہر کا

فرق کبھی اسکے ذہن میں نہیں آیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ایک عارضی شادمانی کے ختم ہونے
پر دوسری قسم کی مسرت کی تلاش از سرِ نو شروع ہوگئی۔ نہ لازوال مسرت حاصل
ہوئی اور نہ اسکی جستجو کا خاتمہ بالخیر ہوسکا۔ یک حواسی، دو حواسی، سہ حواسی
چہار حواسی اور پنج حواسی کالبدوں میں عمریں گذاریں۔ نوری و ناری قالبوں
میں زمانے ختم ہوگئے لیکن اصلی سرور کے حاصل کرنے کے اسباب کبھی مہیا
نہیں ہوئے۔ اب اتفاق سے قالب انسانی اِس روح کو نصیب ہوا ہے اسوقت
توقع ہے کہ اگر یہ اصلی سرور کی قرار واقعی کوشش کرے اور اِسکی جستجو میں ہمہ تن
عمل پیرا ہو تو اپنی اصلی خواہش کو پورا کر سکتی ہے۔ دل و جسم و زبان اور علم و حواس کو
صحیح طور پر کام میں لانے سے اسکو حصولِ مقصد میں کامیابی ہوسکتی ہے۔ اب بھی
اگر کوئی روح جسمِ انسانی میں آکر راہِ راست پر چلنے کی فکر نہیں کرتی تو وہ گویا سمند
کو ترک کر کنارہ پر ڈوبنا چاہتی ہے۔ خواہشات نفسانی اور جذبات شیطانی کی لذتوں
میں حیاتِ انسانی کو وقف کر دینے والی روح اُس بیوقوف دہقان کی مانند ہے جو
بیش بہا جواہر کو غاول میں رکھکر چڑیاں اُڑانے کے کام میں لاتا ہے اسلئے ہر روح
انسانی کا اولیں فرض یہ ہے کہ عالم کی نیرنگیوں میں گمراہ نہ ہوکر سرورِ اصلی کی تلاش
کرے جس سے اِسکی اصلی مراد بر آسکے۔ کیونکہ گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں۔

قطعہ

ازل سے روح دو عالم میں پھرتی ہے بیتاب — مگر نہ پایا مسرت کا گوہر نایاب
تنِ بشر میں بھی حاصل اگر اسے نہ کیا — تو سمجھو تر کے لب بحر ہوگئی غرقاب

ہیپھراں درخشاں

بے ثباتی

(اتھر بجاونا)

یہ سب اہل و عیال و مال و دولت — کمال و رتبہ و اعزاز و حشمت
تن و حسن و شباب و رنگ و قوت — حبیب و دوست و اسباب راحت

حباب آسا ہر اک نذر فنا ہے
نظارہ سحر کا ہے اور کیا ہے

(مشؔ)

یہ مانتے ہوئے بھی کہ مسرت ہی روح کا اصلی خاصہ ہے جسکے لئے ہمیشہ سے انتہائی کوشش کیجا رہی ہے۔ جو بندگان مسرت کی نگاہ سرور اصلی کی طرف قطعی نہیں جاتی نہ وہ اسکے حصول کے صحیح ذرایع اختیار کرتے ہیں۔ معمولی طور پر مال و منال۔ جاہ و جلال۔ جائداد و اسباب۔ قبیلہ و احباب حسن و صحت۔ شباب و قوت کی دستیابی میں ہی متلاشیان مسرت نے اصلی سرور مان رکھا ہے۔ لیکن درحقیقت ان چیزوں میں مسرت کا شائبہ بھی نہیں ہے۔ اصلی اور حقیقی مسرت تو وہ ہے جسکے حاصل ہونے پر کسی قسم کی کوفت اور کلفت پیدا نہ ہو۔

جن دنیاوی چیزوں کو باعث مسرت مانا جاتا ہے اُنکی ہستی دوامی نہیں۔ بلکہ عارضی ہے۔ اُنکے حاصل کرنے میں بیحد مشقت اُٹھانی پڑتی ہے۔ حاصل کرنے کے بعد قائم رکھنے میں بیشمار پریشانیاں پیش آتی ہیں۔ اور ضائع ہونے کے وقت عجیب مصیبت کا سامنا ہوتا ہے اُنکی کوئی حالت دیرپا اور مستقل نہیں۔ لہذا ان چیزوں کے

ساتھ محبت اور رغبت کا خیال بھی بے ثبات اور بے بنیاد ہے۔

مثال کے طور پر دولت کو ہی لیجئے۔ اِسکی فراوانی کو باعث مسرت سمجھنا خالی وہم ہے اِس کا قیام شرار برق اور اسکی محبت عشق طوائف کے مانند محض برائے چندے ہے۔ یہ آجتک کسی کی ہو کر نہ رہی نہ رہیگی۔ بے سمجھ انسانوں کو اِسنے ہمیشہ گمراہ کیا اور کر رہی ہے۔

اکثر اسکے شیدائی کہتے ہیں کہ اسکے میسر ہونے پر ہر قسم کے اطمینان بخش اسباب مسرت حاصل ہو جاتے ہیں۔ لیکن کیا وہ بتا سکینگے کہ اسکے حاصل کرنے میں کسقدر رنج و محن اُٹھائے جاتے ہیں اور جب اسکی چمکیلی صورت دیکھ کر اسکے ساتھ قدرتی محبت اور وابستگی ہو جاتی ہے تو اسکے صرف کرنے میں کس درجہ جی کڑھتا ہے۔

اگر کوئی شخص دلیری اور فیاضی کے ساتھ اِسکو اپنی تن آسانی اور نفس پروری کے لئے خرچ بھی کرتا ہے تو اُس سے کیسے کیسے گناہ کبیرہ کا ارتکاب لازم آتا ہے جن کا خمیازہ اِس دنیا ہی میں نہیں بلکہ دوسری دنیا میں بھی کافی مدت تک اُٹھانا پڑتا ہے۔ اور جس وقت اسکی شکل جمیلہ داغ مفارقت دیتی ہے تو کسقدر وحشتناک اور درد انگیز تصورات آنکھوں کے سامنے دل باندھے ہوئے شکل پذیر ہوتے ہیں۔ جو اہلِ نظر دولت کی اصل حقیقت سے واقف ہیں اور جنہوں نے اُسکے مدّ و جزر کی بہار کو بچشم خود دیکھا ہے وہی خوب جانتے ہیں کہ دولت واقعی باعثِ تسکین و قرار ہے یا نمونہ عذاب النار*

حسن و جلال اور صحت و قوت کے نقش و نگار بھی نیرنگی قوس قزح سے بڑھکر نہیں ہیں جو دیکھنے میں بظاہر نہایت دلفریب لیکن ناپائدار ایسے کہ چشم زدن میں غائب

اسی طرح دنیا کی اور چیزیں بھی جنکے ہم جہالت کے سبب والہ و شیدا ہو رہے ہیں اس پانی کے مانند ہیں جسکو ہمنے اپنے کف دست میں رکھ چھوڑا ہے اور روکنے کی ہزار تدبیریں کرنے پر بھی قطرہ قطرہ ہو کر ایک لحظہ میں تمام ٹپک جائیگا۔ اور آخر ہاتھ خالی رہجائے گا۔

دوست واحباب اور زن و فرزند وغیرہ محض کہنے کے لئے ہی اپنے متعلقین ہیں ورنہ کوئی کسیکا کہانتک ساتھ دیتا ہے۔ جس طرح مختلف اطراف سے آنے والے اور مختلف سمتوں کو روانہ ہونے والے مسافرات کو کسی سرائے میں یکجا ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح ان سب لوگوں کا اجتماع چند روزہ اس سرائے فانی میں اتفاقیہ ہو گیا ہے جیسے بلحاظ اپنی مسافت کے کوئی مسافر کسی وقت اور کوئی کسی وقت اوروں کو وہیں پڑا چھوڑ کر اپنی راہ لیتا ہے ویسے ہی اہل قبیلہ کی جدائی بھی وقتاً فوقتاً ہونا ضروری ہے۔ محض ایک رات کی ملاقات سے اور ونکے ساتھ اسقدر محو محبت ہونا کہ انکو اپنا ساتھی مانکر جدا ہونے پر آہ و زاری کیجائے یا ان کی عارضی محبت کو سرور دوامی کا سبب خیال کیا جاوے مالیخولیا نہیں تو اور کیا ہے۔

جن صاحبان نے کبھی اندرجال کا تماشا دیکھا ہے اپنی روح کے ساتھ اہل و عیال کے تعلق کا راز انکے تصور میں بآسانی نقش ہو سکے گا۔

ان تمام امور پر غور و تصور کرنے پر اہل دانش چند روزہ دنیاوی عیش و آرام اور عارضی اسباب عالم کے تجسس میں سرشار نہیں ہوتے بلکہ وہ سمجھتے ہیں کہ ان بے ثبات چیزونکی الفت و رغبت ترک کرنے سے جو مسرت حاصل ہو گی وہ انکے وارو گیر سے میسر نہ آئیگی قطعہ

کسی کو عالم اسباب میں ثبات نہیں — فنا نہ ہو جسے ایسی یہاں حیات نہیں
نہیں مقام و خشاں یہ دل لگانیکا — حصول امن کا باعث یہ کائنات نہیں

بے پناہی

(اشرن بھاؤنا)

مکان وقلعہ وسنگیں عمارت　　زمین وجائداد و گنج ودولت
مواشی۔خادماں۔ارباب صحبت　　سپاہ وخاندان وساز عشرت

دم آخر ہراک ہوتا جُدا ہے
کوئی کسکے بچائے کب بچا ہے

(۱۰)

اگر کسی خوش نصیب آدمی کو اُسکی سابقہ نیک علی کے صلہ میں اسپ وفیل گاؤمیش۔مکان واسباب۔دولت وجائداد۔زن وفرزند۔ملازم واحباب تندرستی و مرتبہ۔اعزاز واختیارات۔غرضکہ دنیا کی ساری نعمتیں میسر ہوں تو کیا یہ چیزیں اُسکو موت کی تکالیف سے محفوظ رکھ سکتی ہیں؟ ہرگز نہیں

اِسکی زندہ تمثیل یہ ہے کہ بڑے بڑے تونگر۔شاہان ذی حشم۔علامۂ دہر۔حکماء وفلسفہ داں۔پہلوانان ہرفنگ۔صاحبان کشف وکمال۔اور فقرا ومرتاضان ذوالجلال ہوئے۔جنکی ہستی صفحۂ گیتی کے لئے باعث فخر تھی۔ لیکن وہ سب بالآخر پوقضا کا نوالہ بن گئے۔

نہ کسی کی حشمت ودولت کام آئی نہ کسی کا کوئی داؤپیچ یا سحر وفن چل سکا۔جس وقت شیر اجل نے اپنا چنگل پھینکا۔ہراک کو چپکے سے جان دیتے

رہی ہے۔ کسی ذی رُوح کو عالمِ سہ گانہ میں کوئی ایسا امن دمفر نصیب نہیں ہوا
جہاں اُسکو ملک الموت کی دست برد سے برائے چندے بھی پناہ مِل سکے۔
اپنے نیک و بد۔ ماضیہ وحالیہ۔ اعمال کی سزا وجزا کے مطابق
ہر ذی روح کبھی رنج ومحن اُٹھاتا ہے اور کبھی خوشی وشادمانی مناتا ہے۔
ہر فرد روح اِس دارِ ناپائدار کے طبقات بالائی۔ وسطی وزیریں کے وسیع
قیدخانوں میں پابجولاں اور ضمن تناسخ میں سرگرداں رہتی ہے۔
اِسکو سرور ابدی اور بقائے جاودانی کی خواہش توضرور ہوتی ہے۔
لیکن باوجود تلاش واقعی کے بھی اِس منزلِ مقصود کے صحیح رستہ پر یہ نہ آسکی
جہاں اسکو امن حقیقی اور اطمینان دوامی نصیب ہوسکتا۔
مرض وموت وحیات کے جانگداز آلام۔ اور دلسوز صدمات سے پناہ
وحفاظت کی جستجو اس دہر فانی میں کیجا رہی ہے۔ جو ازل سے بے سود اور ناکامیاب
ثابت ہوئی ہے۔ اصل میں نہ دنیا ہی پناہ لینے کا مقام ہے نہ دنیاوی تعلقات
اور اسکی متعلقہ اشیا ہی حصول مسرت کا باعث ہیں۔
ہر ذی روح خود کردہ اعمال کے شکنجہ میں بحالت مجبوری بے یار و مددگار
مکافاتِ عمل کا شکار ہورہا ہے۔ اور جبتک اِسی طرح نیک و بد اعمال کا سلسلہ
جاری ہے اِس بیکسی کی ناگفتہ بہ حالت میں سرگردان وپریشان رہے گا۔
اِس عالمِ فانی میں حفظ وپناہ اور امن وامان کی اُمید رکھنا محض وہم وگمان ہے

قطعہ

وہ کون ہے کہ جو لاچار اس جہاں میں نہیں — مگر کسی کا کوئی یار اس جہاں میں نہیں
عمل جب اپنے درخشاں اثر دکھاتے ہیں — کوئی معین ومددگار اس جہاں میں نہیں

نیرنگیٔ عالم

(جگت بھاؤنا)

کسیکو وہم میں ہے درد عزت ۔ کسیکو گنج کا فکر حفاظت
کوئی اولاد کی رکھتا ہے چاہت ۔ کسیکو ہر گھڑی ہے رنج و محنت

جسے دیکھو بلا میں مبتلا ہے
غرض دنیا عجب اک غم سرا ہے

(۵)

یہ روح اِس دنیائے دوں میں اپنے لئے مفر و جائے پناہ تلاش کرتی ہے لیکن غالبًا اِس کی اصل حقیقت سے اسکو واقفیت نہیں ہے۔ نظرِ غائر سے دیکھنے پر معلوم ہوتا ہے کہ یہ عالمِ اسباب ایک ایسے بحرِ زخار کے مانند ہے جس میں خیالاتِ زبوں کا آبِ شور لبالب بھرا ہے۔ حرص و ہوس کی ہواؤں سے حرکاتِ ناشائستہ کی موجیں پے درپے اٹھ رہی ہیں۔ رنج و محن کی ایذا رساں مچھلیاں۔ اور مرض و موت کے مہیب گھڑیال ہر وقت اپنے شکار کی تاک لگائے ہوئے ہیں خشم و تکبر اور طمع و فریب کا مدوجزر ہر وقت آتا رہتا ہے۔ برائے چندے دم لینے کو جہنمی و ملکوتی۔ انسانی و حیوانی زندگیوں کے قطعات تری بھی جسکے اندر جا بجا دکھائی دیتے ہیں۔ جذباتِ نفسانی اور خواہشاتِ شیطانی کے گرداب

دنیائے ظلم میں یہ روح زار و حزیں ہر وقت غوطہ زن ہے۔ جبتک یہ یہاں کے
صدمات جانکاہ کو طوعاً و کرہاً برداشت کرتی رہتی ہے اُسکے اندر تیرتی ڈوبتی
زندہ نظر آتی ہے۔ آخرکار جب شدائد کو سہتے سہتے تھک جاتی ہے تو دم توڑ
دیتی ہے۔ لیکن مر جانے پر بھی اِن مصائب سے رہا نہیں ہو جاتی۔ بلکہ پھر کوئی
نئی صورت اختیار کر کے اسی عالمِ ناہنجار میں غلطان و پیچاں رہتی ہے۔ اِن
لامحدود تکالیف کو برداشت کرتے ہوئے بھی دنیا میں مسرت کا احساس کرنا۔ یا
اطمینان کا خواہشمند ہونا۔ گویا زبانِ افعی سے آبِ حیات یا شاخ نرگاؤ سے شیر
شیریں کی تمنا کرنا ہے۔ جو چیز جس جگہ ہے ہی نہیں۔ وہاں اُس کا وجود مان لینا
اور اُسکے حصول کی اُمید رکھنا صریح غلطی سے بھی کچھ زیادہ ہے۔

جس طرح کوئی خارش کا مریض ناخنوں سے بدن کھجلانے کو تسلی بخش سمجھتا
ہے حالانکہ اُسکے ایسا کرنے سے مرض میں افاقہ نہیں بلکہ اضافہ ہوتا ہے۔
اِسی طرح اِس سرائے فانی میں ما و من کے خیالات اور عیش و سرور کی خواہشات کیوجہ سے
ہماری روزمرہ کی غلط کاریاں بھی ہمکو اس بحرِ بیکراں کے ساحل پر پہنچانے والی
نہیں بلکہ گرداب میں پھنسانے والی ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ۔

قطعہ

کسیکو مال کا دکھ ہے کسیکو تن کا ہے
پسر کا رنج کسیکو۔ کسیکو زن کا ہے
عبث خیال درخشاں یہ ما و من کا ہے
مقامِ رنج ہے دنیا کسے ہے عیش یہاں

یگانگی

(ایکتو بھاؤنا)

عبث ہے اہلِ دنیا کی محبت
کسی سے کیا کسی کو ربط و ملت
مگر وہ ہے خمارِ جامِ غفلت
کہ وا ہوتا نہیں رازِ حقیقت

مصیبت میں کوئی کسکا سگا ہے
کسی کے ساتھ کون آیا گیا ہے

(۱)

یہ روح اپنی ذاتی صفات سے بیخبر ہو کر دنیاوی تعلقات میں انانیت کا خیال کرتی ہے اور ہر شے کو جو درحقیقت اُسکے وجود سے قطعی جُدا ہے اپنی سمجھتی ہے اُسکو یہ خواب میں بھی کبھی خیال نہیں آتا کہ میں اسی طرح مختلف قسم کے جسموں کے اندر نزول کرتی ہوں اور اپنے ہر قالب جسمانی اور نیز تمام اشیاء دنیوی کو یہیں چھوڑ کر کہیں تن تنہا چلی جاتی ہوں۔ نہ میرا کوئی ہے نہ میں کسیکی ہوں۔

اعمال سابقہ کے تعلقات سے اِس سرائے دنیا میں اِن زن و فرزند مادر و پدر۔ خواہر و برادر۔ دوست و آشنا کا واسطہ۔ عارضی و چند روزہ ہو گیا ہے۔ یہ سب دولت و نعمت کے استعمال میں شریک ہیں۔ نتیجہ اعمال

اُٹھانے میں حصہ دار نہیں۔ رنج والم اور درد وغم مجھکو ہی تنہا اُٹھانا پڑتے
ہیں جوکہ میرے انسان کا ثمرہ ہیں۔ دوسرے لوگ سوائے زبانی ہمدردی
کرنے کے ان شدائد و مصائب کو تقسیم کر کے میرے لئے ہلکا نہیں کر دیتے۔
جیسے کسی درخت پر شام کو بسیرا لینے کے لئے بہت سے پرند جمع ہو جاتے
ہیں اور صبح کو اپنی اپنی مقصود اطراف میں اڑ جاتے ہیں۔ محض شب بھر کی
برائے چندے ملاقات سے اسقدر محبت کا دلوں میں پیدا کرنا کہ صبح ہم
انکی جدائی پر ایک صدمۂ جانگداز محسوس کر کے سینہ شق ہو جاویں۔ اور
اپنے بال و پر نوچ کر پھینکدیں۔ بے آب و دانہ رہکر خودکشی کر ڈالیں ان کی
نادانی کا بیّن ثبوت ہے۔ اسی طرح یہ روح بھی شاید اس امر حقیقت سے
ناواقف اور بے خبر ہے کہ جملہ متعلقین اور احباب و آشنا صرف اپنے اپنے
مطلب کے یار اور غرض کے بندے ہیں۔ جبتک کسی کا کسی سے کام نکلتا
ہے۔ یا کوئی غرض وابستہ ہے اس وقت تک اس کی محبت کا شکار اور اس پر
صدقہ و نثار ہوتا ہے۔ لیکن جب طائر روح قفس جسمانی سے پرواز کر جاتا ہے۔
تو اسکے مردہ جسم کا دو گھڑی گھر میں رکھنا بھی بار گذرتا ہے۔ ہاں ان
نادان پرندوں کی طرح متعلقین کی جدائی پر آہ و گریہ ضرور کرتے ہیں۔
لیکن کیوں؟ کیا وہ مرنے والے کو روتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ وہ سر ٹپکتے
ہیں صرف اپنے مطلب کی خاطر۔ اگر بلا لحاظ کسی مطلب اور غرض کے محض
کسی کی موت پر ہی آہ و زاری کرنا کوئی فرض انسانی ہے تو اپنے پڑوسی یا دشمن
کے مرجانے پر بیحال و بے زار کوئی کیوں نہیں ہوتا۔ اس سے صاف ظاہر ہے
کہ اپنے دوست یا مخلص متوفی کی جدائی سے انکی مقصد براری اور بیم و امید

جو اُس سے وابستہ تھیں بیکار و ناکام ہو گئیں۔ اور یہی یاس وحسرت کا تصور آنکھوں سے آنسو بہاتا ہے اور ہر وقت دل میں گدگدی لیتا ہے

یہ معاملات اہل نظر کے لیئے کوئی معمّا یا چیستان نہیں ہیں۔ بلکہ اس قسم کے راز خاص ہیں جن کا ہر متنفس کو روزانہ ذاتی تجربہ ہوتا رہتا ہے۔ پھر بھی کوئی شخص اپنی ذات خالص کو ان تمام خرافات سے پاک کرنے کی کوشش نہیں کرتا۔ کیوں؟ اس وجہ سے کہ روح کے ذاتی اوصاف ہمہ دانی وہمہ بینی کو پردۂ اعمال نے روپوش کر دیا ہے جس سے غیر و خود کی حقیقت کا امتیاز فراموش ہو گیا ہے اور مکافاتِ عمل کے باعث روح کے اندر جذبات فاسد کا ایسا تموج آگیا ہے کہ وہ عارضی تعلق میں دوامیت کا اور ہر بیرونی شے میں یگانگت کا تصور کرتی ہے۔ بس یہ خیالات من و مائی ہی صفاتِ ذاتی سے اسکی برگشتگی اور راہِ نجات سے اسکی گم گشتگی کے اسباب ہیں۔

نظر غائر سے اگر دیکھا جائے تو ہر روح اکیلی ہی جسم دنیاوی میں آتی اور اُسے چھوڑ کر تنہا ہی چلی جاتی ہے۔ نہ کوئی اُسکے ساتھ آتا ہے اور نہ جاتا ہے۔ دیگر ذی روح اور غیر ذی روح کے ساتھ جن سے اُس کا تعلق اتفاقیہ اور برائے چندے ہو گیا ہے روح کی کوئی یگانگت نہیں ہے۔ اِس بیگانہ وار واسطہ داری کو نظر انداز کر کے روح نے تعلقاتِ بیرونی میں یگانگی کا خیال قائم کر لیا ہے یہ غلط ہے۔

قطعہ

اکیلی ہوتی ہے پیدا اکیلی مرتی ہے	جو کچھ گزرتی ہے اِس روح پہ گذرتی ہے
مآلِ کار سے ہے بے خبر سزا سے نڈر	برائے غیر درخشاں گناہ کرتی ہے

———— (❖) ————

بیگانگی

(انیتو بھاؤنا)

ہے دل کو عارضی دنیا کی الفت | کہ جو سمجھتے نہ دیکھی وقتِ رحلت
نہیں جب روح سے اِس تن کو نسبت | تو آئے کام کیا غیروں کی ملت

غرض جو ہے غرض کا آشنا ہے
وگرنہ آپ سے ہر اک جُدا ہے

روح کا سب سے زیادہ قریبی واسطہ اپنے جسم سے ہے۔ باقی متعلقین و دیگر اشیائے دنیوی علانیہ طور سے اِس سے جُدا ہیں۔ اِن سب کا وصل و ہجر مکافات عمل کی وجہ سے ہے۔ ایسے تعلقات بیشمار مرتبہ پیدا ہوئے۔ اور ختم ہو گئے۔ اِنکی محبت میں سرشار و بیخود ہو کر اپنی منزل مقصود کی طرف سے آنکھ بند کر لینا صرور روح کی نادانی ہے۔

جس جسم کی آرایش و آسایش کا ہر وقت خیال رکھا جاتا ہے۔ جسکے سکھ دکھ کو اپنا ذاتی رنج و آرام سمجھا جاتا ہے وہ جسم بھی آخر وقت پر احسان فراموش ہو جاتا ہے اور روح کے ساتھ نہیں جاتا تو اور کسی متنفس یا غیر متنفس پر کیا اعتماد کیا جا سکتا ہے کہ کسی وقت روح کا ساتھ دیگا۔

جب کوئی مجرم قیدخانہ میں کسی مقررہ میعاد کے لئے جاتا ہے تو وہاں اُسکو کھانا کپڑا اور دیگر ضروری ساز و سامان مہیا کیا جاتا ہے لیکن کیا وہ قیدی اس مکان یا اسکے متعلق دیگر سامان کو اپنا سمجھتا ہے؟ نہیں۔ کیوں؟ اسلئے کہ وہ سمجھتا ہے کہ جب اسکو یہاں سے رہائی ہوگی تمام چیزیں یہاں چھوڑ جانا ہونگی۔ اور دیگر قیدیوں سے بھی جن کے ساتھ ایک جگہ رہنے کے باعث اتفاق سے ملاقات و محبت ہوگئی ہے ترک تعلق کر دینا ہوگا پھر یہ روح کیوں نہیں یہ سمجھتی کہ اسی طرح ثمرہ اعمال کے اثر سے محبس جسم کے اندر میعادِ معینہ کے لئے وہ مقید ہوئی ہے۔ میعاد قید ختم ہونے پر اس قید خانہ جسم اور اسکے تعلق رکھنے والے جملہ اسباب راحت کو اور نیز یہاں کے تمام واسطہ داران کو یہیں چھوڑنا ہوگا۔ نہ دنیاوی کوئی چیز اس روح کے ساتھ جانے والی ہے اور نہ کوئی ذی روح واسطہ دار اس کا ہمرکاب ہو سکتا ہے۔ پھر دنیا کی تمام نعمت و دولت اپنے لئے کیا نفع پہنچا سکتی ہیں۔ متعلقین میں "مادمن" کا خیال محض ایک وہم غلط نہیں تو اور کیا ہے۔ انہیں توہمات اور غلط گمانیوں سے روح روز ازل سے اب تک دکھ اٹھاتی رہی اور اگر یہی خیالات اور جذبات بنے رہے تو تا ابد اسی طرح گمراہ ہو کر زندانِ تناسخ میں پابسلاسل رہیگی اور اسکے رنج و الم کی کبھی انتہا نہ ہوگی۔ گویا تعلقات بیرونی میں محو ہو جانا روح کے لئے تمام مصائب زندگانی کا سبب ہے ۵

قطعہ

ہے جسم و روح کا گو واسطہ قریب ترین — بوقت فوت مگر ساتھ یہ گئے نہ کہیں۔
علیحدہ ہے درخشاں بدن بھی روح سے جب — بعید اس سے ہیں جو کیوں وہ اس سے غیر نہیں

—(✣)—

غلاظت بدنی

(اشوچیہ بھاؤنا)

تن خاکی سے ہو گیا خاک اُلفت — گھن آئے دیکھ کر جب اسکی حالت
ہے گوشت و پوست و خوں سے اسکی صنعت — ڈھکی ہے چرم سے ڈھانچہ کی صورت

براز و بول و بلغم سے بھرا ہے
محبت کو بدن میں کیا دھرا ہے

عالم انسانی کا رویہ جو روزمرہ دیکھنے میں آتا ہے بالیقین اس امر کا شاہد ہے کہ ہر بنی نوع انساں نے خواہ جاہل ہو یا عالم روحانی وجود و صفات سے قطع نظر کر کے محض جسم خاکی کو ہی اپنا زاویہ نگاہ بنا رکھا ہے۔ اسکی آسایش و پرورش پر روح کے تمام سرور و راحت کو قربان کر دیا ہے۔ وجودِ جسمانی کو اسقدر پیش پیش مان رکھا ہے کہ روح کے آغاز و انجام کا نشیب و فراز کبھی خواب میں بھی چٹکی نہیں لیتا۔

جویان حقیقت جب اس راز سربستہ کی عقدہ کشائی پر مائل ہوتے ہیں۔ تو اولین تفتیش انکے سامنے یہ پیش آتی ہے کہ ہم اس جسم انسانی کو جسقدر عزیز سمجھتے ہیں کیا واقعی وہ اسقدر پیار کرنے کے قابل کوئی چیز ہے؟
باپ کا قطرہ منی اور ماں کا خونِ حیض اس محبوب عالم کی پیدایش کا سبب ہے

اور بظاہر خون و استخوان اور لحم و شحم سے بنا ہوا۔ چادر چرمی سے منڈھا ہوا بول و براز اور بلغم و صفرا سے بھرا ہوا۔ ایک کالبد کی شکل دکھائی دیتا ہے۔ حکماء دہر نے اِسکو ہزار ہا امراض کا مخزن اور ہشیار کرم ہا کا مسکن تشخیص کیا ہے۔ اِسکے ہر سوراخ اور مسام سے ہر وقت غلیظ مادہ کا اجرا رہتا ہے غسل و مالش کرنے صابن و غازہ ملنے۔ زیورات و ملبوسات سے سجانے عطریات و خوشبویات میں بسانے سے بھی اِسکی ناپاکی دور نہیں ہوتی۔ بلکہ اِسکے حس و مس سے یہ تمام چیزیں بھی نجس ہو جاتی ہیں۔

یہ تو اِسکی ذاتی نجاست رہی۔ اِس سے بڑھکر اِسکی صفاتی خباثت ہے۔ آپ رات دن اِسکی آسایش و زیبایش میں مصروف رہیئے اور ایک دن خاموشی اختیار کر لیجئے پھر دیکھئے کہ ہر کام کے لیئے آنحضرت کا جواب صاف ہے۔ جسقدر نفیس و لطیف اِسکی خورش و پوشش ہوتی ہے اُسیقدر اِسکے خیالات اپنی آسایش اور روح کی گمراہی کی جانب مبذول ہوتے ہیں۔ گویا یہ (جسم) اپنے آقا (روح) کا اسقدر بدخواہ ملازم ہے کہ جسکی مثال دنیا میں نہیں پس ایسے احسان فراموش دوست سے بھلائی کی اُمید رکھنا ایسے بداندیش ملازم کی ذات سے اپنی بہبودی کو وابستہ کرنا اور ایسے ناپایدار۔ ناقابلِ اعتبار اور محسن کش ہمراہی کو اپنا منحصر الیہ قرار دینا صریحًا خلافِ عقل ہے۔ جو مکان پاک اور صحت بخش نہیں مضبوط و دیرپا نہیں۔ گزندگان و حشرات الارض سے محفوظ نہیں۔ اور سب سے بڑی بات یہ کہ اپنا بھی نہیں۔ اسکے اندر بے فکری اور دل بستگی کے ساتھ رہنا اور اطمینان کے ساتھ آرام و آسایش کا یقین کیئے ہوئے پڑے رہنا جہالت نہیں تو اور کیا ہے۔

کہیئے اِس جسمِ غلیظ کے اندر روح کو ہمہ تن محو او سر بسر سہو ہو جانیکا سامان ہے؟ ہرگز نہیں۔ اِسی کا تعلق تو روح کو سگِ دنیا بنائے ہوئے ہے۔ اگر روح جسمانی واسطہ سے آزاد ہو جائے تو معراج پر پہنچ جائے۔ حصولِ نجات کے رستہ میں اِس غریب روح کے لئے اسی کا وجود خارِ دامن ہو رہا ہے۔ اِسکی اُلجھن ہی روحِ پاک کو اِس سے بھی زیادہ ناپاک بنائے ہوئے ہے۔ اِسکی اِن حرکات کو دیکھتے ہوئے بھی اِس سے محبت کرنا معجونِ حماقت کی کافی سے زیادہ مقدار ہے۔ شاید اُن کو یہ خیال کبھی نہیں آیا کہ اگر اُسکے جسم پر غلاف چرمی چڑھا ہوا نہ ہوتا تو اُسکی کیا حالت ہوتی۔ غالباً مکھیاں ہر وقت بھن بھناتیں۔ چیونٹیاں چمٹتیں اور چیل کوّے نوچ نوچ کر کھایا کرتے۔

کوئی ذی ہوش انسان یقین نہیں کر سکتا۔ کہ جس مسافر کی منزل پورب طرف ہے وہ پچھم کی جانب پے در پے چلکر بھی ساری عمر نہیں پہنچ سکتا۔ پس جبکہ ہر شخص کا مقصود ذہنی حصولِ مسرتِ دائمی ہے تو مادی جسمانیت کے تعلقات میں محو ہو کر خود کو فراموش کر دینا۔ گویا منزلِ مقصود کے برعکس راستہ اختیار کرنا ہے۔ برگزیدہ ہستیوں نے ساری عمر اِس عالمِ ناہنجار کی پیمایش کر کے اِس امر کا ذاتی تجربہ حاصل کر لیا ہے کہ جسمانیت اور روحانیت کی منزلوں میں بعد المشرقین ہے۔

قطعہ

یہ مانا تن سے سوا کوئی شے عزیز نہیں	مگر یہ خانۂ غلظت تو ایسی چیز نہیں
یہ اپنا ہو کے درخشاں رہیگا او بے پرواہ	پھر اسکی ہو کے رہے روح تو تمیز نہیں

——(۰)——

آمدِ اعمال

(آسرو بھاؤنا)

وہ چھایا ہے جہاں میں خوابِ غفلت — کہ ہے ہر ایک مخمورِ جہالت
کبھی اسکو کسی سے بغض و نفرت — کسی سے ہے کبھی اُنس و محبت
یہ نیک و بد عمل کا سلسلہ ہے
کہ جسکے جال میں ہر اک پھنسا ہے

(۱)

اپنی روح کے علاوہ جو متنفس ہستیاں یا غیر متنفس اشیاء عالمِ وجود میں ہیں اُنکے اندر مادّہ من کے خیالات سے محبت و انسیت رکھنا۔ نفرت و رغبت کے اثر سے متاثر ہو کر مطلوب کا آرزومند اور نامرغوب سے متنفر رہنا۔ یا اُنکے وصل و ہجر سے شاد یا غمگین ہونا ایسے افعال ہیں جن کا براہ راست اثر روح کی ذاتِ خاص پر پڑتا ہے۔

کس طرح پڑتا ہے یہ ایک باریک بات ہے جو کسیقدر غور طلب ہے۔ ہمہ داں شخصوں کے مشاہدہ میں آیا ہے کہ ہر جاندار کے خیالات۔ الفاظ اور اعمال خواہ نیک ہوں یا بد۔ وقوع میں آتے ہی نہایت لطیف ذرات کی شکل میں ڈھل جاتے ہیں۔ ان ذرات فعلی کا رجحان یا میلان روح کی جانب ہوتا ہے اور آناً فاناً روح کی پاک ہستی کے ساتھ ایک معینہ مدت کے لیئے ان کا اختلاط و امتزاج ہو جاتا ہے۔

پھر جب کوئی بیرونی اسباب اتفاقاً پیدا ہوتے ہیں تو انکا سہارا پاکر ان
ذراتِ مشتملہ کو جنبش ہوتی ہے اور وہ اپنا اثر دیکر زائل ہو جاتے ہیں۔
یونہی نہیں چھپا چھوٹ جاتا۔ بلکہ ان افعالِ ماضیہ کے مکافاتی اثر سے اِس قسم کے
اور عمل بھی ظہور میں آتے ہیں۔ اور انکے ذرات لطیف بھی بشرح صدر روح سے مشتمل
ہو جاتے ہیں۔ غرضیکہ اِس طرح یہ ذراتِ فعلی کی روح کے ساتھ وابستگی اعشاریہ
متوالی کے مانند غیر مختتم رہتی ہے۔ یہ دور لامتناہی ہی تناسخ و دنیاوی کا سبب ہے۔

اِس دقیق مسئلہ کو ذہن نشین کرنے کے لیئے یہ ایک موقع مثال پیش کی
جا سکتی ہے کہ بحرِ عالم میں روح ایسی کشتی کی مانند ہے۔ جس میں بہت سے سوراخ
ہو رہے ہیں اور جن میں ہو کر نیک و بد اعمال کا صاف اور ناصاف پانی اُسکے اندر
آتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جب کشتی میں زیادہ پانی جمع ہو جائیگا تو اُسکو غرقاب کرکے
تحت الثریٰ کو پہنچا دیگا۔ برخلاف اِسکے جسقدر کشتی ہلکی رہے گی اسیقدر جلد ساحلِ
مراد پر جا لگے گی۔

پس ذی ہوش اور عقلمند اشخاص کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنی روحانی کشتی کو
آبِ عمل سے زیادہ گرانبار نہ ہونے دیں۔ جسقدر عاقبت اندیش اہل دل۔ اور
دوربین اہلِ نظر اِس دار الفنا میں وقتاً فوقتاً فروکش ہوئے ہیں۔ انہوں نے قبل
از وقت ہی پشتہ لگا کر آئندہ سیلاب کا خطرہ مٹانے کا اصول اختیار کیا ہے۔

قطعہ

رواں ہے بحرِ جہاں میں جہازِ روحِ رواں ۔۔۔ ہیں جس میں رغبت و نفرت کے دو در و غیاں
کہ جن سے جاتا ہے رس رس کے اسمیں آبِ عمل ۔۔۔ بنا رہا ہے وہ درخشاں جو اسکو اور گران

انسداد اعمال

(سمبر جاؤنا)

کسی کی گر کبھی یاور ہو قسمت　　کسی مرشد سے ہو فیضانِ صحبت
تو کشتی بہشتی ہو جائے جھپٹ　　نظر سود و زیاں پہ ہو بہ صحت
عمل کا جال جو پھیلا ہوا ہے
وہ ٹوٹے دم میں، ہمیں وہم کیا ہے

یہ تو امر لازمی ہے کہ روحانی کشتی کو سبک بنانے کے لئے آبِ عمل کی آمد کا انسداد کرنا ہے مگر سوال یہ ہے کہ سدِ باب کس طرح ممکن ہے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ ہر ایک روح خود اختیاری اور خود رائی سے انانیت اور ما و من کے خیالات میں مبتلا ہو کر بے محل و بے ضابطہ یا کسی سلسلہ اور نظام کے نیک و بد اعمال کرتی ہے اور آئے دن ان کا خمیازہ اٹھاتی ہے۔

یہ ظاہر ہے کہ استاد کامل کے بغیر از خود کوئی طریق خوش اسلوبی کے ساتھ اختیار نہیں کیا جا سکتا۔ پھر اتنا بڑا کام جس پر روح کی موت (تناسخ) اور زندگی (نجات) کا انحصار ہے۔ بلا کسی مرشدِ کامل کے فیضانِ صحبت کے کیونکر انجام پا سکتا ہے۔

یہ مانا کہ بے غرض و بے لوث صادق العلم۔ راسخ العقیدت اور واثق

العمل رہنما آج پردۂ عالم پر موجود نہیں ہیں لیکن ایسے ہادیانِ طریقت زمانہ سلف میں بیشمار گزر چکے ہیں جو دینی و روحانی کے تیرہ وتار رستے میں ہماری رہنمائی کے لئے روشنی کے مینار نصب کر گئے ہیں۔

وہ مینار کیا ہیں؟ اُنکی ہدایات صالح کا ذخیرہ اور اُنکے کلام پاک کا مجموعہ جن کے پڑھنے سُننے سمجھنے اور اُنپر عمل پیرا ہونے سے ہر ذی ہوش انسان کے دل سے رغبت و نفرت کے خیالات غیظ و غضب، مکر و فن۔ کبر و نخوت۔ حرص و ہوس۔ شہوات حیوانی اور لذات دنیاوی کے شرارت انگیز جذبات زائل ہو جاتے ہیں۔ جن قلوب کے اندر اس شمع ہدایت کی شعاعیں عمودی خطوط میں نہیں پہنچتی ہیں وہ تنگ و تاریک رہنے کی حالت میں راہِ مستقیم سے بھٹک جاتے ہیں اور اُنکے اندر کورایمانی کے باعث خیالات فاسد کی درآمدگی متواتر رہتی ہے

یہی خیالاتِ فاسد اور جذبات ناقص وہ سوراخ ہیں جن سے کشتی روح میں آبِ عمل کی آمد کا سلسلہ قائم ہے۔ اسکے زوال سے قلب میں یکسوئیت۔ طبیعت میں طمانیت اور دماغ میں جودت خود بخود پیدا ہو جاتی ہے۔ جو انسان کو دنیاوی تفکرات و علائق سے بیزار اور دل برداشتہ کر کے ریاضت و مراقبت اور زہد و تقویٰ کی طرف مائل کر دیتی ہے۔ اِسی طرح آبِ عمل کی آمد کا سدِ باب ہوتا ہے

قطعہ

خیالِ نفرت و رغبت نہ ہو طبیعت میں — سکون و صبر سے یکسو ہو دل ریاضت میں
تو یہ دروزِ درخشاں رکیں سفینہ کی — سبک یہ جسم ہو اور تیز ہو سیاقت میں

(۰۰۰)

ازالہ اعمال

(ترجمہ بھاؤتا)

کھلے جب آنکھ اور ہو دور غفلت تو ہو معلوم اپنی تاب و طاقت
فنا فی الذات ہو محو ریاضت نہ ہو محسوس آرام و مشقت
تو جو اعمال کا پردہ پڑا ہے
اُٹھے وہ روح سے جو پنہا ہے

(۲)

غور کیجئے جب اس کشتی میں سوراخوں سے پانی آگیا۔ اور ہمنے نہایت تدبیر وں سے اِن سوراخوں کو بند بھی کر دیا تو کیا ہمارا فرض ختم ہو گیا۔ اور اپنی کشتی روح کو ساحل مراد پر پہنچانے کے لئے ہم جیسا سبک اور تیز رو چاہتے تھے ویسا کر چکے نہیں؟ ابھی اس سے بھی زیادہ ایک اور اہم کام باقی ہے۔ وہ یہ ہے کہ اِس کشتی میں اب تک اُن سوراخوں سے جو پانی بھر آیا تھا وہ ہنوز اُسکے اندر موجود ہے۔ یہ مانا کہ سوراخوں کے بند ہو جانے سے آیندہ پانی نہ آئیگا۔ لیکن اس میں جو پہلے سے جمع ہے وہ کہاں چلا جائیگا۔

ممکن ہے گرمی کے اثر سے بھاپ بن کر اُڑ جائے۔ لیکن اِس طور سے بھی اُس میں کمی نہ آئے گی وہی بھاپ بادل بنکر پھر برس جائیگی۔ اور پانی کا ذخیرہ جوں کا توں جمع ہو جائے گا۔ یعنی جب افعالِ ماضیہ اپنا ثمرہ دے کر زائل

ہونگے۔ ایسے خیالات فاسد پیدا کرینگے۔ جن سے مختلف اقسام کے پھر ذرات فعلی روح سے مشتمل ہوجائینگے۔ یہ سلسلہ روز ازل سے ہے اور تا ابد قائم رہیگا اِس طریقہ سے تزکیہ قلب اور تنویر روحانی کا حصول نہ ہوا ہے نہ ہوگا۔ البتہ فقر و فاقہ۔ صبر و سکون۔ مراقبہ و استغنا۔ اور زہد و اتقا کے طاشوں میں بھر بھر کر یہ موجودہ اور مجتمع آب عمل اس کشتی سے یک لخت باہر پھینکا جا سکتا ہے۔ اِس سے صفاتِ روحانی اور ذواتِ حقیقی کا انکشاف ہوگا۔ خود شناسی اور ہمہ دانی کا مرتبہ اسی طریقہ سے حاصل ہوسکتا ہے۔ یہی انسانی زندگی کا معراج اور مسافرانِ عالم کی آخری منزل ہے۔

جبتک روح علائق بیرونی اور واسطہ غیری سے بالکل پاک اور بے لوث نہ ہوجائیگی۔ نجاتِ ابدی کی مسرتِ لایزال سے محروم رہکر گردابِ تناسخ میں سرگرداں رہیگی۔

اِس بارہ میں شاید کسی اُصولِ منطق کے حوالے کی ضرورت نہیں ہے کہ جن اسباب کی موجودگی روح کو حصول مسرت سے باز رکھتی ہے اُس کا دفعیہ اور ازالہ ہی اسے مسرورِ بالذات بنا سکے گا۔ جس طرح کسی آب چک میں تھوڑا تھوڑا پانی جمع ہوکر بالآخر بوے فاسد پیدا کر دیتا ہے اور تکلیف عامہ کا باعث بن جاتا ہے۔ اُصولِ صحت کے لحاظ سے آخر کار اُسکی صفائی ہی لازم آتی ہے۔

قطعہ

جو اس سفینہ میں پہلا بھرا ہے آب عمل — کیا ہی جسنے درخشاں لسے بہت بوجھل
اگر مراقبہ و زہد کے کٹوروں سے — نکالیں اُسکو تو گرداب سے یہ جائے نکل

دورِ تناسخ

(لوک بھاؤنا)

رہی اسبابِ عالم ہی سے غیبت — ہمیشہ دین میں کی شرک و بدعت
ہوئی دل سے نہ اب تک دور ظلمت — کئے تبدیل قالب اور صورت
ازل سے دورِ عالم میں پھرا ہے
کہاں امن و سکوں کسکو ملا ہے

—— (✣) ——

اگر آمدِ اعمال کے سلسلہ کا انسداد اور محوِ اعمال کا ازالہ ہوا تو روح کا حشر وہی ہوتا ہے جو اب تک ہوتا رہا۔ یعنی زنجیرِ اعمال سے جکڑی ہوئی روح دورِ تناسخ میں رقصِ بسمل کا تماشا کرتی رہیگی اور موت و زیست کے ناخوشگوار رنج و آلام حسبِ طرح ، وہ ازل سے اٹھا رہی ہے۔ ابدالآباد تک بر سرِ عالم میں گھومتی پھرتی ہوئی شدائد و مصائب برداشت کرتی رہیگی۔

دورِ تناسخ کا میدان یہ عالم موجودہ ہے جس کا نقشہ پسلیوں کے نیچے دونوں ہاتھ ترتیب سے رکھکر پانو پھیلائے ہوئے کھڑے ہوئے انسان کی صورت ہے۔ جسکے زیریں۔ درمیانی۔ اور بالائی تین حصے ہیں۔ حصہ زیریں میں جو اوپر سے کم اور نیچے سے زیادہ چوڑا ہے دوزخ کے سات طبقات ہیں۔ درمیانی حصہ

جھالر کی مانند چاروں طرف پھیلا ہوا ہے۔ اسکے اندر بیشمار ممالک اور بیحساب سمندر ہیں۔ لیکن جمبودیپ وہاتکی دیپ اور نصف پشکر دیپ میں جو مانسوتر پہاڑ کے اِس طرف واقعہ ہیں انسانی آبادی ہے۔ دیگر اقالیم میں محض بہ نوع دیگر حیوانی زندگی پائی جاتی ہے۔

اِس ڈہائی دیپ کے چاروں طرف چاند۔ سورج تارے وغیرہ کی شکل میں نورانی ہستیاں ہیں اور بنیتر دیو (دیوتا) اور جناب بھون باسیون کی آبادیاں ہیں۔ بالائی حصہ میں شمالاً جنوباً سولہ بہشت اور ان کے اوپر نو خاندزیں (گریوک) اور انکے اوپر نو خاند بیں (انودش) بنے ہوئے ہیں۔ اِنکے اوپر پانچ کرسیاں بمان ہیں یعنے ایک ایک کرسی ہر چہار طرف اور ایک درمیان میں بنی ہوئی ہے بیچ والی کرسی اپنے عروج اور مرتبہ کے لحاظ سے کرسی اعظم (سروارتھ سدھی) کہلاتی ہے۔ اِن سب کے اوپر جہاں انسان کی چوٹی کا مقام ہے تخت مقدس (سدھ شلا) واقع ہے۔ جہاں پر نجات یافتہ ارواح جاکر متمکن ہوتی ہیں۔ علاوہ تخت مقدس کے بقیہ تمام عالم سہ گانہ کے وسیع میدان میں روح خودکردہ اعمال کے ثمرہ کے مطابق مختلف تنا سخوں میں موت اور زیست کی تکالیف سہتی ہے۔

چونکہ کشتی روح نفس یا غلیظ آب عمل کی آمد یا اسکے اجتماع سے ہنوز صاف نہیں ہوئی اسلیئے اب تک گرداب تناسخ میں چکر کاٹ رہی ہے کبھی نیچے کی طرف غوطہ کھاتی ہے کبھی اوپر اچھل جاتی ہے۔ مگر آب عمل سے گرانبار ہونیکے سبب اتنی سبک اور تیز رفتار نہیں ہوئی کہ ایکدم سیدھی روانہ ہو کر ساحل نجات پر پہنچ جائے جو اسکی آخری منزل ہے۔ **قطعہ**

غنچہ اپنا سہاگ رو نہیں ہوا اب تک — میان بحر جہاں لٹ گئے پھرا اب تک
ہمیشہ قالب مقلوب منقلب ہی رہے — قرار اسے نہ درخشاں کہیں ملا اب تک

احتیاج معرفت

(بادہ در لبجہ بھاؤنا)

زبس مشکل ہے گو علم حقیقت — بلا سکے مگر کیونکر ہو صفوت
جو گونہ کار دنیا سے ہو فرصت — بجا ہیں ہوش و تن۔ فہم و فراست

تو یہ وقت سعادت انتما ہے
غنیمت ہے نصیبوں سے ملا ہے

(پہلا)

موت و زندگی کے آزار اور دور تناسخ کے آلام سے رہائی پانے کی اس وقت ہی کیوں کوشش کرنا ضروری ہے۔ یہ اہم سوال کبھی کبھی سامنے آ جاتا ہے۔ مگر غور سے معلوم ہوگا کہ ہماری روح خریں نے جمادی مخلوق میں عرصہ دراز تک بے حس و حرکت پڑے رہکر عمریں ختم کر دیں۔ حیوانی خلقت میں کیڑے مکوڑوں سے لیکر ہاتھی اور مچھلی کے اجسام تک میں مدت ہائے مدید صرف کر دیں۔ جہاں روحانی طاقتوں کے انکشاف کا کبھی موقعہ نہیں ملا۔ بلکہ نادانی اور جہالت سے بعض اوقات ایسے ایسے افعال اس سے سرزد ہوئے کہ طبقات دوزخ میں زمانے گذار دیئے۔ نصیبوں نے پلٹا کھایا تو کبھی کالبد انسانی بھی مل گیا۔ مسخ وغیرہ آئین مقامات او گمراہ اور بے دین ارباب صحبت کے اثر سے ظلم اور ایذا رسانی کا روپ اختیار کیا اور صداقت و حقیقت کے راستے سے کوسوں دور رہا۔ حسن اتفاق سے کبھی کچھ نیک کام بھی بن آئے تو مدتوں کے لئے باغ زندگی

اور عالمِ جنات کی گلگشت نصیب ہو گئی۔ وہاں جا کر عیش پرستی میں اپنے رہا سہا بھی سب بھلا دیا اور اپنے ثمرۂ اعمال کے بموجب پھر کسی نہ کسی قالب میں پناہ لی۔

اِن تمام بلاؤں سے بچکر خوش قسمتی سے قالب انسانی میں آنا۔ اسقاطِ حمل سے محفوظ رہکر اعلیٰ تبار میں پیدا ہونا۔ بیوقت موت سے بچکر عمر دراز پانا۔ قوائے سلیم۔ حواسِ صالح۔ اور صحت جسمانی کا نصیب ہونا۔ دنیاوی تفکرات میں ہمہ تن مشغول نہ ہو کر کشف روحانی کی طرف میلان خاطر کرنا۔ کارہائے صلح و خیر کے لئے فرصت پانا مقصودِ حقیقی کے حاصل کرنے کے لئے سچے رہنما کا مل جانا نہایت ہی غنیمت سمجھنا چاہیئے۔

بڑے نصیبوں سے اِن تمام نعمتوں کو پاکر بھی اگر کوئی انسان روحانی فلاح و بہبود کے درپے نہیں ہوتا ہے تو یہ کہنا بیجا نہ ہوگا۔ کہ بیش قیمت اور نایاب جواہرات کو پاکر کمال نادانی سے قعرِ دریا میں پھینک رہا ہے جن کے پھر مل جانے کا امکان نہیں اِن تمام چیزوں کا یکجا مہیا ہونا تو مشکل ہے ہی۔ لیکن رحم کی تعلیم دینے والے مذہب کو۔ روحانیت کی صحیح ہدایت کرنے والی ہمہ دان ہستیوں کو۔ اُن بانیانِ مذہب کے کلامِ پاک کو۔ اور اُنکی ہدایت پر خود عمل کرنے والے راہِ حقیقت کے سچے رہنماؤں کو ہی قابلِ قبول اور قابلِ تقلید یقین کرنا۔ جن کے نکات و اصول و تفصیلات کا مکمل علم حاصل کرنا۔ اور پھر اُنکے بموجب خود عمل پیرا ہونا۔ اِس سے بھی مشکل ہے۔ لیکن اِن مشکلات کو آسان کئے بغیر منزلِ مقصود کی باریابی ہرگز نہیں ہو سکتی۔ پس روحانی تعلیم کے لئے جو کام آج کیا جا سکتا ہے اُسے کسی حیلہ سے کل پر ٹالنا عقلمندی نہیں ہے۔ یہ وقت اور یہ موقعہ بار بار ہاتھ نہیں آ سکتا۔ قطعہ

حصول علم حقیقی اگرچہ ہے دشوار	بغیر اسکے مگر کس طرح ہو بیڑا پار
سمجھ ہے۔ وقت ہے صحت ہے سازو ساماں ہے	بد اعتناسے درختاں نہیں نہ کھو یہ بہار

صفاتِ ذاتی

(دھرم بھاؤنا)

نہ رکھ دل میں خیالِ کبر و نخوت
بدر سرسے خودی کو کر بہ عجلت
ضیاء ئے خودی کی جب حاصل ہو رویت
تو مرگ و زیست کی مٹ جائے دِقت
کہ ذاتِ خود ہی ذاتِ حق نما ہے
درخشاں باخدا جو ہے خدا ہے

اِن تمام امور پر جو قبل ازیں مذکور ہوئے غور و فکر کرنے کے بعد آخری مسئلہ حل طلب یہ رہ جاتا ہے کہ وہ دینِ حقیقی کیا شے ہے جسکے بموجب کاربند ہونے سے نجات ابدی اور مسرتِ لازوال کا حصول ممکن ہے۔ دین کے لغوی معنے۔ آئین و رہگذر کے ہیں۔ لہذا ہر شے کا جو ذاتی وصف ہے اُسی کے مطابق اسکو طریق اختیار کرنا اُسکے کمال کا باعث ہوتا ہے۔ مثلاً آگ کی صفت طپش اور سوزش ہے اِس کے ہونے سے ہی آگ کا کمال ہے۔ اگر سوزش اور طپش نہ رہے یا کم ہو جائے تو یہ اس کا زوال ہے۔ اِسی طرح روح کی بہبود بھی اسکی ذاتی صفات کے مطابق کاربند ہونے پر منحصر ہے۔ جو کچھ عمل روح اپنی ذاتی صفات کے خلاف کرتی ہے اُس سے اُسکی طاقتوں کا زوال لازم آتا ہے اور اسکی پاداش میں اُسکو آئے دن بلاؤں کا شکار ہونا پڑتا ہے۔ طریقِ روحانیت کے سالکان برگزیدہ نے اپنے ذاتی تجربہ

سے دین روحانی کے دس اصناف بیان کئے ہیں۔ جن پہ پورے طور سے کاربند ہونا روحانیت کے کمال کا باعث ہے۔ اِسی سے اسکی اصلی طاقتوں کا انکشاف ہوتا ہے اسکی تفصیل حسب ذیل ہے۔

معافی۔ انکساری۔ بے ریائی صفا و صدق۔ زہد و بے نوائی
ریاضت۔ ترکِ خواہش۔ پارسائی یہی دس دھرم کے لکشن ہیں بھائی
کہ جن سے دِل کی ہوتی ہے صفائی

کوئی بے وجہ کتنا ہی ستائے کرے توہین یا کچھ منہ چڑھائے
مگر اس پہ غضب دل میں نہ آئے ہمیشہ عفو کرنا دل کو بھائے
دھرے اُتم کشما اور چپ لگائے

خیالِ نیک کی جلوہ گری ہو طبیعت کبر و نخوت سے بری ہو
رگِ دل انکساری سے بھری ہو پرے سر سے خودی و خودسری ہو
تو اُتم مارد وسے بہتری ہو

ریا کے نقش دل میں بے نشاں ہوں نشاں نیکی کے ہر صورت عیاں ہوں
بیک صورت دل و جسم و زباں ہوں دماغ و دل مجاب بے گماں ہوں
جو اُتم آریو کے رازداں ہوں

صفائے باطنی مدِ نظر ہو بدن کی ترک ساری بن سنور ہو
غوئے قلبی کی کوشش بیشتر ہو زبوں جذبات کا زائل اثر ہو
جو اُتم شوچ کا دھاری بشر ہو

صداقت اور حلاوت ہو زباں میں ملائم لفظ و معنی ہوں بیاں میں
نہ ہو نار استی وہم و گماں میں ہو سود خلق مخفی درمیاں میں

تو اُتم ستیہ ہو ظاہر جہاں میں

رموزِ مادہن سے ہوں خبردار ہو زہد و ضبط نفسی سے سروکار

نہ ہوں لذاتِ نفسانی میں سرشار نہ ہو مطلوب عشرت اور نہ آزار

اگر سینم کے بجاؤں کا ہو اظہار

(۵)

مشقت سے رہے مشق ریاضت نہ ہو انکار دنیاوی کی کلفت

کتب بینی کی دھن ہو وقت فرصت ہو وظیفہ یادِ حق ہر ایک ساعت

ہے اُتم تپ یہی شغلِ عبادت

خبر رہی ہر حالِ پیش و پس سے حذر حب جہاں کی دسترس سے

ملوثِ دل نہ ہو حرص و ہوس سے ہو باطن صاف اسبابِ نجس سے

ہے اُتم تیاگ ترکِ مال و کس سے

کوئی خواہش نہ پیدا ہو کسی آن نہ ہو دنیا و ما فیہا کا کوشاں

وہ استغنا کے وا ہوں رازِ پنہاں نجاتِ موج کا بھی ہو نہ خواہاں

اگر ہو اُتم آکنچن نمایاں

ہو دل نورِ محبت رد سے منور نگاہوں میں بھریں عصمت کے جوہر

پری پیکر کو سمجھیں سنگ پیکر حصولِ وصف ذاتی ہو مقرر

و رخشاں برہمچریہ ہو جو بہتر

پس ان اصول دہ گانہ کے مطابق روح کے عمل پیرا ہونے سے اسپر رموز حقیقی کا انکشاف ہو جائے گا۔ اور بالآخر خودداری اور حق شناسی کا وہ مرتبہ حاصل ہو

جائے گا کہ خودا ور خدا میں کوئی تفاوت باقی نہ رہیگا۔ اسی سے منزلِ مقصود تک
اپنی رسائی اور اپنے نقشِ قدم سے پیروکاران کے لئے سچی رہنمائی ہوگی۔ خواہشِ خور
او ہرس و جماع کے خیال و عمل میں انسان و حیوان یکساں ہیں۔ اگر ان دونوں
ہستیوں میں کوئی معتدبہ فرق ہے تو صرف یہی ہے کہ انسان اپنے مستقبل کو پیش
نظر رکھکر بہبودِ روحانی کا کوشاں ہوسکتا ہے۔ حیوانِ مطلق کو اسکی تمیز نہیں۔ یہ
دنیا ایک آئینہ خانہ ہے۔ جو انسان اس کے رنگ و روپ کے شیفتہ ہوکر از خود رفتہ
ہوجاتے ہیں۔ انکی زندگی حیوانات سے بدتر ہے وہ عرصہ دراز تک ان ہی بھول
بھلیوں میں چکر کاٹتے ہیں۔ قالب انسانی میں آکر صاحب عقل اور اشرف الخلائق
کہلانا اسی وقت بامعنی ہوسکتا ہے کہ اپنے تنگ و تار قلب کو نورِ حقیقت سے
روشن کرکے معراجِ روحانی کو حاصل کرلیا جائے۔ اسی سے وہ مسرتِ کامل میسّر
آئے گی جو کبھی زائل ہونے والی نہیں ہے۔ اور وہ اطمینان نصیب ہوگا کہ
ابدی وشائید۔

قطعہ

خودی کو چھوڑکے خود کو شناخت جسنے کیا
خود و خدا کی حقیقت کو جس نے جان لیا
وہ باخدا ہے درخشاں خدا صفت ہے وہی
وہی ہے بحر و عالم کا ناخدا گویا

(✧)

نتیجہ

درخشان رہنمایانِ طریقت — یہی فرماتے ہیں ازراہِ شفقت
اگر چاہو کہ حاصل ہو مسرت — تو کرنا چاہئیں وہ دور علت

سرورِ دائمی جس سے رُکا ہے
یہی وجہ حصولِ قدر سے ہے

ناظرین اس مضمون کو پڑھکر یہ خیال نہ فرمائیں کہ ہم کیا کہہ رہے تھے اور کیا کہنے لگے۔ نہیں ہم مسرت کی تلاش میں گھر سے نکلے تھے۔ اور واقعی اس مقام پر پہنچ گئے جہاں مسرت ہی مسرت ہے۔ مسرت کا دفینہ اور اُسکے حصول کی تدابیر ہمنے آپکو بتادیں۔ اب اس کا حاصل کرنا یا نہ کرنا آپکا کام ہے۔

دیکھئے جملہ اطبائے دہر کا اسپر اتفاق ہے کہ جب کسی مرض کا علاج مقصود ہو تو وہ اول وجہ مرض کی تشخیص کرتے ہیں۔ کیونکہ مرض پیدا ہونے کے اسباب کا دور کردینا ہی مجرب علاج ہے۔

ہادیانِ طریقت نے بھی اسی اصول کی پابندی کی ہے یعنے اول انہوں نے اپنے ذاتی تجربہ اور مشاہدہ سے یہ تشخیص کیا ہے کہ ہر روح جو دور تناسخ میں مبتلا ہے ایک علت میں معلول ہے جس کی وجہ سے وہ مسرت نصیب نہیں ہوتی۔

وہ علت کیا ہے؟ روح کا اپنی اصل حقیقت سے بیخبر ہو کر بیرونی علائق میں محو ہو

ہوجانا۔ اور بند اعمال میں دست و پابستہ ہوکر بےبسی او بےکسی کی حالت میں موت و حیات کی تکالیف برداشت کرنا۔

پس اگر اس شخص کی صحت کا مریض کو یقین کامل ہو جائے۔ اور اُسے اپنے مرض دوامی سے صحت یاب ہونا بھی دل سے منظور ہو۔ تو اُسکے مرض کا واحد علاج یہی ہے کہ اسکی روح کو اسباب ماسوا کے تعلقات سے ازخود رفتہ نہ ہوکر اپنی صفات ذاتی کے تصور و مراقبہ میں جذب ہو جانا اور زہد و ریاضت کے ذریعہ سے کثافت اعمال کو اپنے وجود پاک سے قطعی دُور کرکے ہر وقت نور حقیقی کے انکشاف میں ہمہ تن ساعی و مصروف رہنا چاہیئے۔

ظاہر ہے کہ اسباب مادی اور علائق بیرونی کے قبول سے جو مرض پیدا ہوا ہے اُس کا ترک کلی ہی ازالۂ مرض کے لیئے نوشدارو ہو سکتا ہے۔

پس اس طرح دنیاوی مصائب اور جسمانی تکالیف کے اسباب دور ہو جانے پر روح خود مسرور بالذات ہو جائیگی۔ اسی کا نام اصلی مسرت ہے اور یہی سرور دائمی ہے یہ سمجھ لینے کی بات ہے کہ جس مسرت کی ہم کو طلب ہے جسے ہم اِدھر اُدھر تلاش کرتے ہیں وہ بیرونی چیزوں میں نہیں ہے نہ باہر سے کہیں ملتی ہے۔ وہ اپنی ذات خاص کے اندر ہی موجود ہے صرف پردۂ اعمال اُسکے حصول میں حارج ہو رہے ہیں جس وقت یہ سحر ٹوٹے گا۔ سرور حقیقی کا ازخود انکشاف ہو جائے گا۔

ممکن ہے ابنائے روزگار دراصل لیکہ وہ سرور دائمی اور امن حقیقی کے متوقع ہیں مسرت دوامی کی جنس کو ترک کلی کی قیمت پر خریدنا گراں سمجھیں۔ ایسی حالت میں ہمکو قوی شبہ ہے کہ وہ کہیں اس مضمون کو بھی بیکار و بےسود نہ سمجھ بیٹھیں اس لیئے ہم انکو صاف طور سے بتا دینا چاہتے ہیں کہ ہر مقصد کی کامیابی کے لیئے

تین آغازی مرحلے ہوا کرتے ہیں۔

اوّل۔ اُسکی اصل حقیقت سے واقفیت۔

دوم۔ اسکے حصول کی تدابیر۔

سوم۔ اُن تدابیر کے مطابق عمل۔

انجام کار نتیجہ کی اُمید کی جاتی ہے۔

اِس مختصر مضمون پر غور کرنا اور تصورات مذکور کا ذہن نشین ہوجانا گویا مسرت کی اصل حقیقت سے واقفیت پیدا کرتا ہے۔ ساتھ ہی حصولِ مقصد کی تدابیر بھی اِس سے معلوم ہوجاوینگی۔ اگر انکے مطابق بالفعل کوئی عمل نہیں کرسکتا ہے تو نہ سہی۔ خیالات میں پاکیزگی۔ علایق سے بیزاری۔ دنیاوی تفکرات سے آزادی جسقدر بھی ہوسکے اچھا ہی ہے "کچھ نہیں سے کچھ بہتر"

ہماری ذاتی رائے میں تو اِس بات کا کسی شخص کے دل میں خیال بھی پیدا ہوجانا کہ ہماری روح کا اعلیٰ مقصد مسرتِ دائمی کا حصول ہے اور اس میں کامیابی علائق دنیاوی کے ترک سے ہی ممکن ہے۔ اُس کے مستقبل کو درست کرنے کے لئے بہت کافی ہے۔

مہاراجہ بھرترت پر بھی یہ شبہ کیا گیا تھا کہ وہ ربع مسکوں کا شہنشاہ دن رات افواج کے اہتمام۔ فتوحات کے سرانجام میں مشغول۔ ہزاروں بیگمات اور لاکھوں ملازمان کی نگہداشت میں مصروف۔ اور بیشمار شاہی وخانگی امورات کے نظم ونسق میں محو رہتا ہے۔ حقایق شناس اور عارف روحانیت کس طرح کہا جاسکتا ہے۔

اِس کے جواب میں خود مہاراجہ نے معترض کو ایک تیل سے بھرا ہوا کٹورا دیا اور فرمایا کہ وہ اسے ہاتھ میں لئے ہوئے تمام حرم سرا کی زیبایش دیکھ آئے لیکن

کٹورے سے ایک بوند بھی چھلک جانے پر وہ گردن زدنی ہوگا۔
چنانچہ وہ معترض محلاتِ شاہی کے اندر گھوم پھر کر آگیا اور کٹورا جوں کا توں
واپس پیش کیا۔ اِس پر مہاراجہ نے اُس سے دریافت کیا کہ کیا کیا شے کیا دیکھا؟
اُس نے جواب دیا کہ مہاراج سب جگہ پھرا۔ اور سب کچھ دیکھا۔ مگر گردن اُڑ
جانے کے خوف سے دھیان کٹورے پر رہا کہ کوئی قطرہ نہ گر جائے۔ اِس وجہ سے
کسی زیبائش۔ خوبصورتی یا کاریگری کی طرف طبیعت کو کشش نہیں ہوئی۔ پھر کیا
بتاؤں کہ کیا دیکھا؟
اِس پر مہاراجہ نے سمجھایا کہ بس انسان کو بھی دنیا میں اسی طرح رہنا چاہیئے
جیسے تالاب میں کنول۔ جو ہر وقت پانی کے اندر رہتا ہے۔ لیکن پانی سے الگ۔
اُسکے ساتھ خلط ملط نہیں ہوتا۔ میں بھی جہان بھر میں پھرتا ہوں۔ اور تمام دنیا کو
نگاہ میں رکھتا ہوں۔ لیکن میں ان نیرنگیوں میں جذب اور محو نہیں ہوتا۔ میرا دھیان
ہر وقت اپنے مقصدِ اعلیٰ کی طرف رہتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر ایک لمحہ کے لئے بھی
میری نگاہ میرے ذاتی مقصد کو فروگذاشت کر دیگی تو یقیناً ہے کہ وہ آنکھ بچی اور مال
دوسنوں سکا" میں بھی گردن زدنی ہو جاؤنگا۔
مہاراجہ کے اِس پرنصیحت کلام کو سنکر اُس کے عارف باکمال ہونے کا
ہر شخص نے اعتراف کیا۔ پس اِس رسالہ کی ترتیب بھی اسی امید سے کی گئی ہے
کہ اِس دنیائے دوں کی "سحرِ کاذب" کی جھوٹی اور دلفریب خوش رنگیاں جو
طبائعِ انسانی کو اپنی طرف کھینچے ہوئے ہیں۔ ناظرین کے زاویۂ نگاہ سے اوجھل
اور اُنکے اطرافِ قلب سے برطرف ہو جائیں۔ اور عرفانِ حقیقی کی صبحِ صادق کا نور
اصلی بتدریج اُنکے دل و دماغ کو روشن کرتا ہوا آخر کار ان کو تسکین دہ اور مسرت بخش

ہو سکے۔ آمین ؎

قطعہ

یہی عمل ہے اطبا کا اور یہی دستور
کہ ہو مرض کی وجہ دور تو مرض ہو دور

عمل ہمارے درخشاں ہیں بہ رخ وحکم طبیب
جو روح پاک ہو ان سے تو پائے امن و سرور

تاریخ تصنیف رسالہ ہذا سال بکرمی

دل ظلمت دنیا کی طرف راغب ہے
دنیا کا جھکاؤ قلب کی جانب ہے

نیرنگی عالم ہے یہ آنکھوں میں
دوگونہ درخشان سحر کاذب ہے

۹۹۱ × ۲ = ۱۹۸۲

جین متر منڈل دہلی کے مطبوعہ ٹریکٹ

(۱) رپورٹ شری مہاویر جینتی سنہ ۱۹۲۵ء — قیمت ۲ر
(۲) " " سنہ ۱۹۲۷ء — " ۴ر
(۳) اہنسا دہرم پر بزدلی کا الزام — " آدھ آنہ
(۴) حیات ہیر۔ منظوم — " "
(۵) حقیقت معبود — " "
(۶) جلوہ کامل (شری پرماتم پرکاش کا اردو ترجمہ) — چھپ رہا ہے
(۷) جین دہرم ازلی ہے
(۸) آداب ریاضت — "
(۹) مکتی اور اس کا سادھن۔ ہندی۔ — "
(۱۰) گیان سورج اودے حصہ دوم " — "
(۱۱) بھگوان نیم ناتھ۔ انگریزی۔ — "
(۱۲) جین دہرم — قیمت ۴ر

ملنے کا پتہ

جین متر منڈل دریبہ کلاں دہلی

ٹریکٹ نمبر ۸۱

ودیا وار دھی جین درشن دواکر

شریمان مسٹر چمپت رائے جین بیرسٹر ایٹ لاء دہلی

کی تصنیف

THE NUDITY OF JAINA SAINTS

کا اردو ترجمہ

جین سادھوؤنکی برہنگی

از قلم معجز رقم

دبیر قوم بابو بھولا ناتھ صاحب جین درخشاں مختار عدالت بلندشہر

جسکو

جین متر منڈل دہلی (دھرم پورہ) نے شائع کیا

اکتوبر ۱۹۳۱ء

بار اول ۱۰۰۰ از مطبع گوتم پرنٹنگ ورکس ۔ چاوڑی بازار دہلی — قیمت ۱/

جین متر منڈل دہلی کے مطبوعہ ٹریکٹ

(۱) رپورٹ شری مہاویر جینتی سنہ ۱۹۲۵ء — قیمت ۲ر
(۲) " " " سنہ ۱۹۲۷ء — " ۴ر
(۳) اہنسا دہرم پر بزدلی کا الزام — " آدھ آنہ
(۴) حیاتِ ہیر۔ منظوم — " ا
(۵) حقیقت معبود — " "
(۶) جلوہ کامل (شری پرماتم پرکاش کا اُردو ترجمہ) — چھپ رہا ہے
(۷) جین دہرم ازلی ہے
(۸) آداب ریاضت — "
(۹) مکتی اور اُس کا سادھن۔ ہندی۔ — "
(۱۰) گیان سورج اودے حصہ دوم " — "
(۱۱) بھگوان نیم ناتھ۔ انگریزی۔ — "
(۱۲) جین دہرم — قیمت ۴ر

ملنے کا پتہ

جین متر منڈل دریبہ کلان دہلی

ٹریکٹ نمبر ۸۱

ودیا وارِدھی جین درشن دِواکر

شریمان مسٹر چمپت رائے جین بیرسٹر ایٹ لاء دہلی

کی تصنیف

THE NUDITY OF JAINA SAINTS

کا اردو ترجمہ

جین سادھوؤں کی برہنگی

از قلم معجز رقم

دبیر قوم بابو بھولا ناتھ صاحب جین درخشان مختار عدالت بلند شہر

جسکو

جین مترمنڈل دہلی (دھرم پورہ) نے شائع کیا

اکتوبر سنہ ۱۹۳۱ء

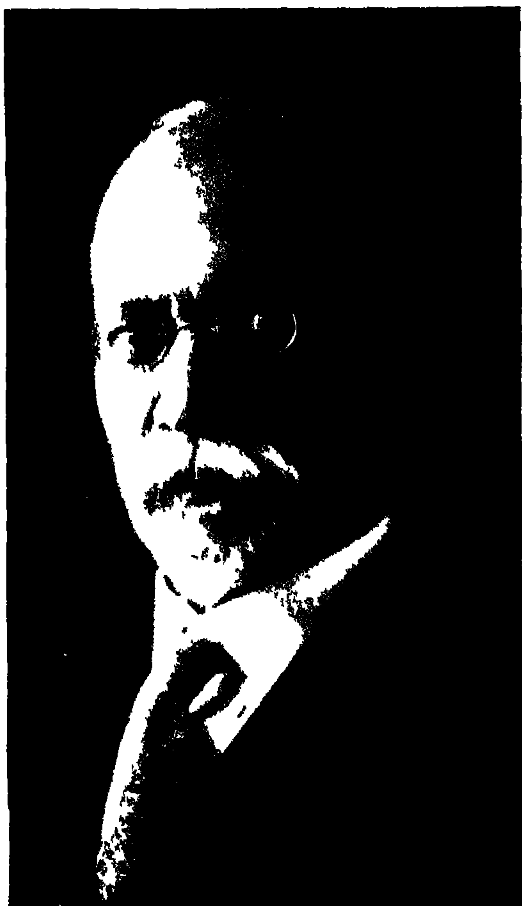
باراول ۱۰۰۰ از مطبع [illegible] پرنٹنگ ورکس، چاوڑی بازار دہلی   قیمت ۱ر

شکریہ

اِس قابل قدر مختصر رسالہ کی اشاعتِ عام کے لئے صاحبانِ ذیل نے مالی امداد فرمائی ہے جس کا منڈل تہِ دل سے مشکور ہے۔

(۱) مہابیر پرشاد صاحب جین بجلی والے رئیس دہلی ۵۰۰ جلدوں کا خرچہ
(۲) لالہ پارس داس صاحب جین بجلی والے رئیس دہلی "
(۳) ایک معزز جینی صاحب نے گپت دان ۵۰۰

سیکریٹری جین مِتر منڈل دہلی



C R JAIN

دیباچہ

جو لوگ روح اور روحانیت کے قائل نہیں ہیں اُنکا نقطہ نگاہ محض دنیاوی تعلقات اور جسمانی آسائش تک ہی محدود ہے۔ لیکن جنکو روح کے وجود اور صفات روحانی کے انکشاف کا عقیدہ ہے وہ اپنے تنِ خاکی اور اُسکے متعلقات کو روح اور روحانیت سے بالکل غیر سمجھتے ہیں۔ اُنکا یقین ہے کہ حیات وممات کے سلسلہ میں روح کے سرگردان ہونے کا باعث یہ ہے کہ روح کی ذات پاک سے ذراتِ فعلی کا اشتمال تنویر روحانی کو محجوب ومکسور کردیتا ہے اور جیسے جیسے اِن فعلیہ ذرات مادی کا اس سے انفکاک ہوتا رہتا ہے ویسے ویسے ہی کشف روحانی ظہور میں آتا جاتا ہے۔ جب اس متزلزل فعلی سے روح قطعی مبرا و مصفا ہو جاتی ہے تو وہ بالکل مسرور بالذات ہو جاتی ہے۔ ایسی حالت روحانی کو نجات ابدی کہتے ہیں۔ انسانی زندگی میں حصول وترک دو قسم کے عمل ہی ممکن الوقوع ہیں یعنی ایک طرز عمل یہ ہے کہ کوئی شخص دنیاوی مال اسباب جاہ وحشمت زن وفرزند وغیرہ کے حصول کی جانب رجوع رہے۔ اور دوسرا طریق عمل یہ ہے کہ انسان ان تمام تعلقات ومقبوضات کو جزواً یا کلاً ترک کردے۔ صحیح ہے کہ اشیائے دنیاوی کے حصول کی کوششیں اور اُنکی کامیابی کبھی کسیقدر مسرت عارضی کا باعث تو ہوتی ہیں لیکن مسرت دائمی کے حصول کا سبب ہرگز نہیں کہی جاسکتیں۔ ہم روزانہ دیکھتے ہیں کہ کسی شئے مقصود کے حاصل کرنے میں بیحد رنج سہنے پڑتے ہیں ناکامیابی پر بیشمار قلق ہوتا ہے اگر بالفرض محال کامیابی ہوئی تو اُس شے کی موجودگی ہمیشہ نہیں رہتی پھر اُسکی جدائی پر قلبی وروحانی صدمہ اُٹھانا پڑتا ہے تو کیا ایسی عارضی مسرت کو مسرت کامل کہہ سکتے ہیں جو محض رنج وقلق کا پیش خیمہ ہو؟ ہرگز نہیں کیونکہ مسرت کامل تو وہ ہے جو جاودانی اور لازوال ہو۔

جب دوسرے عملی پہلو پر نظر ڈالتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ جتنا جتنا کوئی شخص دنیاوی گرویدگی کو

ترک کرتا ہے اتنا اتنا ہی طبیعت میں صبر و شکیب و امن و سکون پیدا ہوتا ہے جس سے خود بخود اسکو سرور روحانی کا احساس ہونے لگتا ہے۔

پس اگر ترک کا یہ عمل کو باعث مسرت قرار دیا جائے تو بہ بلا پس و پیش ماننا پڑیگا کہ ترک جزوی سے مسرت جزوی اور ترک کامل سے مسرت کامل حاصل ہو سکتی ہے۔ جبتک کسی شخص کو اپنی ستر پوشی کے لئے ایک لنگوٹی کی بھی احتیاج باقی ہے۔ یا کامل برہنگی کی صورت اختیار کرنے میں شرم و حجاب کا شمہ برابر بھی جذبہ طبیعت میں موجود ہے اسکو تارک کامل ہرگز نہیں کہہ سکتے۔

پس دگمبری مذہب کا بنیادی اصول یہی ہے کہ نجات دائمی ہی ہر شخص کا مطمح نظر اور مقصد اعلیٰ ہونا چاہئے اور جو شخص نجات ابدی کی مسرت حاصل کرنے کے درپے ہے اسے تارک کامل ہونا لازمی و ضروری ہے دگمبری طبقہ کے درویش اسی مذہبی نقطۂ نگاہ سے تعلقات و متعلقات دنیاوی کا ترک کامل کرکے برہنہ رہتے و شدائد جسمانی سہتے ہوئے آہستہ آہستہ روحانیت کا کشف کامل حاصل کر لیتے ہیں اسی شاہراہ عمل پر وہ لوگ ہمیشہ سے بلا کسی تعرض و امتناع کے گامزن ہوتے رہتے ہیں۔ اور اب بھی جنکو جذبات نفسانی اور خواہشات طبعی پر پوری قدرت حاصل ہے اس دشوار گذار راستہ سے اپنی منزل طے کر رہے ہیں۔ نہ پہلے کبھی کسی سلطنت نے انکو اس مذہبی عمل سے باز رکھا۔ نہ موجودہ گورنمنٹ نے اپنے گذشتہ ۱۵۰ سال میں اس استحقاق مذہبی میں کوئی دست اندازی کی۔ پھر اب کیوں کسی ذمہ دار عہدہ دار سرکاری کو قانون شاہی و اعلان سرکاری کی خلاف ورزی کرکے جین سادھوؤں پر کسی قسم کی حسب پسند خود قیود عائد کرنے اور انکی مذہبی آزادی کو کچل ڈالنا واجب العمل معلوم ہوتا ہے؟ اس امر کو ہمارے فخر قوم جادو نگار مسٹر **چمپت رائے** صاحب بیرسٹر نے اپنی انگریزی تصنیف میں دلائل و لطائف اور حوالہ جات سے نہایت بین اور علانیہ طور پر سمجھانے کی کوشش کی ہے۔ جسکو پڑھکر ایک حد تک جین سادھوؤں کی برہنگی کے متعلق غلط فہمیاں دور ہو سکتی ہیں۔ جین مترمنڈل دہلی کی فرمایش پر اردو داں اصحاب کے ملاحظہ کے لئے اسی نام کے رسالہ کا یہ ترجمہ ہدیۂ ناظرین کیا جاتا ہے۔

اُمید کہ پبلک اس سے ضرور کچھ فائدہ اُٹھائے گی۔

ہیمچندر ان۔ درخشان مترجم

جین سادھوؤں کی برہنگی

جین فقیر جیسے زیادہ رتبہ پر پہنچتے ہیں انکو وہ جیوں جیوں تارک الدنیا (یان) کے
درجہ کے قریب ہوتے ہیں اپنی ضرورتیں آہستہ آہستہ کم کرتے جاتے ہیں۔ آخر کار زندگی
کی گیارھویں [illegible] منزل پر پہنچ جاتے ہیں [illegible] ایک لنگوٹی رہ جاتی ہے۔ سادھو یا درویش
کا درجہ اس سے بھی اونچا ہے اور یہ فرقے کے سادھو لنگوٹی بھی ترک کر دیتے ہیں۔
فقیری رفتہ رفتہ اپنے پردہ ستر کو بھی استعمال نہیں کر سکتے۔ لیکن وہ کپڑوں کا استعمال
اس خیال سے ترک نہیں کرتے [illegible] بلکہ علی [illegible] زائل ہو جاتی ہے یا خواہشات نفسانی یا بد
اخلاقی کا جذبہ ان کے دل میں پیدا ہو جاتا ہے۔ درویشوں کی برہنگی کا کوئی اثر اخلاق پر نہیں
پڑتا۔ [illegible] خانہ داری کے ضوابط کے مطابق جہاں تک اخلاق کا تعلق ہے [illegible]
نہ چاہیے کہ [illegible] اس مذہب [illegible] کے بارے میں پیدا نہیں ہوتا۔ اور نہ نقص
روحانی [illegible] دل میں کسی [illegible] ہو سکتا ہے۔ اس بات کو سب جانتے ہیں
کہ دنیا کی بہت سی کتابیں ایسے [illegible] سے بھری پڑی ہیں جو مذہبی کتابوں سے
باہر ہونے کی صورت میں [illegible] نا شائستہ سمجھے جا سکتے ہیں اور کوئی شخص اس سے
انکار نہیں کر سکتا کہ مرد و عورت کی تصویریں اور انکے مجسمے ہنر وری کے نمونے کے
طور پر نہ صرف عجائب خانوں اور نمائشوں میں عوام کے دیکھنے کے لئے پیش کئے
جاتے ہیں بلکہ ہر طبقہ کے معزز اور دیندار لوگ اپنے توشہ خانوں اور نشست گاہوں میں منظر

عام پر انہیں جگہ دیتے ہیں۔

مقصد روحانی کے متعلق حجابیہ امور کو نظر انداز کرکے بھی یہ کہنا کافی ہے کہ اگر عقل انسانی کی حدود سے بالاتر خیالات کو نیک عملی سمجھا جائے تو دنیا کے تمام کام بند ہو جائینگے۔ مثلاً کسی ضعیف و کمسن بچے کے والدین اگر اسکی برہنگی کی بنیاد پر اسکی صحت و صفائی کا لحاظ نہ رکھیں تو کیا اُسے کوئی تکلیف نہ ہوگی؟ اور اسی طرح کسی نحیف بیمار کی جان پر کیا بنے گی، اگر بایں وجہ اسکی تیماردار دایہ اسکی خبرگیری کرنے میں پس و پیش کرنے لگے؟ زن و شوہر کے تعلقات باہمی بھی کس قدر ناخوشگوار ہو جاوینگے۔ اگر برہنگی کو بد اخلاقی کا ہمپایہ سمجھ کر انکے خلوت خانوں سے بھی متعلق کر دیا جائے؟ ۲۰-۲۵ سالہ نوجوان انگریزی قوم کی لڑکیوں کو لندن کے عجائب خانہ میں برہنہ مردوں کی علانیہ طور پر تصویریں کھینچتے ہوئے میں نے بچشم خود دیکھا ہے۔ اور انکے اس عمل سے کسی کے دل کو صدمہ نہیں پہنچتا ہے۔

اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ برہنگی بذات خود کوئی بداخلاقی نہیں ہے لیکن یہ حالت صرف اس وقت قابل اعتراض ہو جاتی ہے جبکہ اس سے پارسائی اور نکوکاری کا زوال مقصود ہوتا ہے۔ ہندوں کے پرانوں میں بہشتی حوروں کی حکایتوں سے یہ امر اور بھی واضح ہو جاتا ہے۔ روایت ہے کہ کچھ حوران بہشتی کسی تالاب کے اندر پانی میں کھیل رہی تھیں۔ ایک بالکل برہنہ نوجوان (شکراچاریہ) اُنکے پاس ہو کر گذرا اُسوقت وہ بھی تمام برہنہ تھیں لیکن تو بھی اُنہوں نے اس برہنہ نوجوان کا کوئی خیال نہیں کیا اور اپنے لہو و لعب میں برابر مشغول رہیں۔ تھوڑی دیر میں انہوں نے اس نوجوان کے سالخوردہ والد ماجد (ویاس جی) کو اپنی طرف آتے دیکھا جنہیں دیکھ کر وہ تمام فوراً پانی سے

باہر آگئیں اور اپنے اپنے پیراہن زیب تن کر لیے۔ اِس غیر معمولی عمل کی تشریح پرانوں میں اِس طرح کی گئی ہے کہ نوجوان برہنہ آچاریہ کی نگاہ اُنکی خوبصورتی پر نہ تھی درانحالیکہ وہ بہت قریب سے اُنکی طرف دیکھتا ہوا گذر گیا تھا۔ برخلاف اسکے دیرینہ سال ویاس جی کا عہدِ پیری انکو حورانِ بہشتی کی اداؤں سے آنکھیں سیر کرنے سے باز نہ رکھ سکا۔

عروجِ روحانی کو اخلاق کی غلط فہمیوں سے زائل کرنا اور روح کو مختلف زندگیوں کے اندر مسلسل موت وحیات کی تکالیف کا شکار بنانا کفرِ عظیم ہے۔ کیونکہ بہترین زندگی میں بھی ایک لمحہ کے لیے مسرتِ واقعی کا حصول ممکن نہیں کہا جا سکتا۔

جین فرقہ کا کوئی درویش جو نہایت سختی واحتیاط سے پارسائی وعفت مآبی کے عہد کی پابندی کرتا ہے اس وجہ سے برہنگی اختیار نہیں کرتا کہ وہ کسی کو نیک عملی سے گمراہ کرنا چاہتا ہے بلکہ اسکی عریاں تنی کا سبب یہ ہے کہ جین عقیدہ کے مطابق کوئی شخص آخری پارچہ (لنگوٹی تک) اور دیگر تمام اسباب دنیاوی کو قطعی طور پر ترک کیے بغیر نجات ابدی حاصل نہیں کر سکتا۔

زمانہ سلف میں برہنگی ہی درویش کامل ہونیکا نشان تھا۔ چنانچہ بائبل میں لکھا ہے "اور اُس نے اپنے کپڑے بھی اُتار دیئے اور اسی عمل کی سموئیل کو بھی ہدایت کی اس نے اور تمام دن تمام رات برہنہ مادرزاد پڑا رہا۔ اس وجہ سے لوگوں نے دریافت کیا کہ کیا ساؤل (Saul) بھی پیغمبر ہے؟ (Samuel XIX 24) خداوند تعالیٰ نے اسی وقت اموز کے لڑکے اشائیہ سے کہا "جاؤ اپنا گاڑھا کپڑا اپنے تن سے دور کر دو اور پیروں سے جوتے نکال دو" اُس نے ایسا ہی کیا اور عریاں تن اور برہنہ پا پھرتا رہا (Isaiah) یہودیوں کی کتاب "معراج اشائیہ" (Ascention of Isaiah) کے صفحہ ۳۲ پر لکھا ہے کہ معراج کا عقیدہ رکھنے والے واپس ہو کر پہاڑوں پر آباد ہو گئے..... وہ سب

[illegible] درویش کامل تھے۔ انکے پاس کوئی چیز نہ تھی اور ہمیشہ مادرزاد ننگے رہتے تھے

عیسائی مذہب میں کچھ عرصہ کے بعد جب یونان کی آرائش [illegible] نفرت پیدا ہوئی

بھی شامل تھی، تمام کپڑے [illegible] ترک کر دیتے تھے [illegible] Lecky's His[tory]

of European morals [illegible] یورپ کے اخلاق [illegible] کے باب [illegible] انجیل [illegible]

سے اس امر کی وضاحت نہایت [illegible] اس طرح کی ہے کہ ہم لوگ بہت بڑے

گنہگار ہیں [illegible] خواہشات [illegible] آنکھ [illegible]

رکھنا [illegible] رکھنا [illegible] تمام مقبوضات بذات خود

گناہ ہیں جس طرح [illegible] کرنا ہی گویا گناہ سے چھوٹنا ہے۔

[illegible] Allie nicmech [illegible] Lizung xiii [illegible] اس چھوٹے سے رسالہ میں

[illegible] کے متعلق [illegible] بیان کرنا بہت مشکل ہے [illegible] مختصراً اتنا کہا جاسکتا ہے کہ وہ

[illegible] اخلاق [illegible] کیونکہ [illegible]

[illegible] نہیں [illegible] سے ظاہر ہے [illegible]

[illegible] کے دیکھنے سے [illegible] مذاہب کو [illegible] صرف ہندوستان میں

نہیں بلکہ [illegible] ملک [illegible] روس [illegible] ایشیا

میں بھی پائے جاتے ہیں۔

[illegible] عرب [illegible]

[illegible] کی نسبت [illegible]

کہ آنحضرت کے عہد سے پہلے [illegible] کعبہ کی [illegible]

کے عقائد کی نسبت مشہور [illegible] مولانا جلال الدین صاحب رومی [illegible] فلسفہ

اسلامی کے ماہر کا یہ تھے حسب ذیل ابیات میں اسلامی نقطۂ نگاہ سے درویشوں کی برہنگی کو انکی پاکیزگی کا بین نشان تسلیم کیا ہے۔

گفت مست ای محتسب بگذار رو | از برہنہ کے توان بردن گرو
جامہ پوشاں را نظر بر گازرست | جامۂ عریاں را تجلی زیور است
یا ز عریاناں بیک سو باز رو | یا چو ایشاں فارغ و بے جامہ شو
ور نمی تانی کہ کل عریاں شوی | جامہ کم کن تا رہ اوسط روی

یہ حوالہ جات اس مثنوی کے اردو ترجمہ "الہام منظوم" کی جلد دوم کے صفحہ ۲۶۲-۱ اور ۳۸۴ سے لئے گئے ہیں۔ "الہام منظوم" میں ان ابیات کا اردو ترجمہ اس طرح پر کیا گیا ہے۔

مست بولا محتسب اکر کام جا | ہو گا کیا ننگے سے تو عہدہ برآ
ہے نظر دھوبی پہ جامہ پوش کی | ہے تجلی زیور عریاں تنی
یا برہنوں سے ہو یکسو واقعی | یا ہو ان کی طرح بے جامہ اخی
مطلقاً عریاں جو ہو سکتا نہیں | کپڑے کم کر جو ہے اوسط کے قریں

یہ بات مشہور عام ہے کہ ابدال اسم گیلانی نے لنگوٹی بھی ترک کر دی تھی۔ اور وہ مکمل برہنہ تھا
Religious life and attitude in Islam, Page 206

مذہب اسلام کے عالم تبہ درویش جو ابدال کہلاتے تھے عام طور پر بالکل برہنہ رہتے تھے جیسا کہ مس لوسی ایم گارنٹ نے اپنی کتاب موسومہ ترکستانی راز و سحر Mysticism and magic in Turkey P98 میں مسلمان درویشوں کی زندگی کے حالات تحریر کئے ہیں۔ اس کتاب سے یہ بھی ظاہر ہے کہ جو امیدواران فقیری ساری عمر مجرد رہنے کا عہد کر لیتے تھے ان سے کیا شی درویشوں کے گروہ میں مکمل برہنہ رہنے کی مشق کرائی جاتی تھی۔

ہندوستان کے اندر ہندوؤں میں برہنہ سادہوؤں کا گروہ آج بھی موجود ہیں۔ جو آزادی سے اِدھر اُدھر گھومتے ہیں۔ بڑے بڑے میلوں کے موقعوں پر الہ آباد۔ ہردوارا ور دیگر مقامات پر جاتے ہیں۔ جہاں انکے جلوس بلا کسی حجاب اعتراض کے مناظر عام میں ہو کر نکلتے ہیں +

مسٹر لوئس جیکولیٹ صاحب درویشوں کے قدیمی عمل کی نسبت اپنی تصنیف occult science in India میں صفحہ ا ے پر بیان کرتے ہیں کہ سنیاسی لوگ برہنہ رہتے تھے۔ یہ بات تمام ہندوستانی سادہوؤں کے متعلق کہی گئی تھی۔ مہاتما بدھ کے ہمعصر مکھلی گھوشال اور پورن کاشیپ دونوں اپنے بدن پر کوئی کپڑا نہیں رکھتے تھے اور برہنہ مادرزاد رہتے تھے۔

پنڈت مکھن لعل جین نے اپنی کتاب موسومہ "ویدپرانوں میں جین دہرم کا استتو" اور پنڈت کے بھج بلی شاستری نے اپنے رسالہ "دگمبر مُدرا" میں بہت سے ثبوت جمع کئے ہیں۔ جن سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ برہنہ درویشی کا عمل کسقدر وسیع پیمانہ پر ہندو مذہب میں مقبول تھا۔ اِس امر کی تائید میں صرف بھرتری ہری کے ایک شلوک کا حوالہ دینا کافی ہوگا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ سادہوؤں میں صرف وہی قابل تعریف ہے۔ وہی قابل پرستش ہے۔ اور وہی اپنے شجر اعمال کو بیخ وبن سے زائل کرتا ہے جس کو اپنے ہاتھوں کے علاوہ کھانا لینے کے لئے کسی برتن کی ضرورت نہیں اور وہی کھانا صبر و اطمینان سے کھا لیتا ہے جو اُسے پیش کیا جائے۔ جب وہ کھانا لینے کے لئے باہر جاتا ہے تو آسمان کو ہی پوشاک کے کام میں لاتا ہے۔ جس کا کوئی ہمدم و شریک حال نہیں۔ جو بھیک نہیں مانگتا اور جو اپنے ہی اندر مسرت کی تلاش کرنے میں مطمئن رہتا ہے۔ یقیناً یہ سب نقشہ ایک جین سادہو کا ہے جو ایک عالم باعمل ہندو درویش نے اپنی زبان میں کھینچا ہے +

زمانہ سلف میں بادشاہ سلطنت کو چھوڑ کر برہنہ فقیری اختیار کر لیتے تھے۔ اِس سلسلہ میں

بہت سے مشہور بادشاہوں کے نام لئے جا سکتے ہیں مثلاً چندر گپت موریہ۔ جو ایک نامور شہنشاہ ہو گیا ہے جس نے ناقابل فتح یونانی فوج کو عیسیٰ سے قبل شکست فاش دی۔ اور جس نے سیلوکس نکاطر (یونانی سپہ سالار) کی دختر سے شادی کی۔ بالآخر اپنی وسیع سلطنت کو ترک کر دیا اور درویش ہو کر برہنہ تن گھومتا پھرا (تاریخ ہند مصنفہ سمتھ صاحب صفحہ ۱۵۴) تاریخی زمانہ میں اموگھ ورش بھی ایک عظیم الشان بادشاہ ہوا ہے جس نے اپنے دنیاوی تخت و تاج کو نجات دائمی کی آرزو پر نچھاور کر دیا۔

پچھلے زمانہ میں تمام ملک کے اندر برہنہ سادھو دیکھے جاتے تھے اور ہر طبقہ کے ہندوستانی انکی عزت و تعظیم کرتے تھے۔ بودھ مذہب کی کتابوں میں ایسے درویشوں کے حوالے بیشمار بھرے ہوئے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

The sacred books of East, vols XIII, 22 & XVII and Dhammo Padatta Katha vol I Part ii Pages 484-440

ان برہنہ فقیروں کو معزز خاندانوں کے زنان خانوں میں جانے کی عام اجازت تھی۔ سکندر اعظم نے اِس قسم کے کچھ درویشوں کو اپنے ملک میں بلایا۔ اور ایک سادھو کو اپنے ہمراہ لے گیا جس کا نام کلیان تھا جو کہ یونانی کتابوں میں کیلینس کے نام سے مذکور ہے۔ خلوجوڈیس (حکیم فلاطوس) بھی اسکو اسی نام سے پکارتا تھا۔ دیکھو Yonges Philo Judaeus, vol III Page 526. (ڈگمبر جینیوں یعنی برہنہ سادھوؤں کو یونان والے عیسیٰ سے قبل جمنوصوفسٹ نام سے پکارتے تھے۔ اور یہ بات قابل لحاظ ہے کہ آجکل بھی عریان تنی کے دلدادہ اہل جرمنی اپنی اِس امتیازی حالت (برہنگی) کو ظاہر کرنے کے لئے اِس اصطلاحی لفظ (جمنوصوفسٹ) کو ہی استعمال کرتے ہیں

یونان والوں نے جمنوسوفسٹ درویشوں کا حلیہ اس طرح بیان کیا ہے کہ "یہ لوگ برہنہ مادرزاد رہتے تھے تداید جسمانی ان کا پیشہ رہتے تھے اور قابل تعظیم سمجھے جاتے تھے نیز امرا کے مکانوں اور زنان خانوں میں جا سکتے تھے" Mc Crindle's Ancient India Page 70-71 Asiatic Research III 5 چینی سیاح ہیون سانگ نے جو عیسوی کی ساتویں صدی میں ہندوستان میں آیا تھا اپنے زمانہ میں برہنہ درویشوں کو ابھی نرنتا سے موسوم کر کے انکی نسبت بیان کیا ہے کہ یہی (برہنہ سادھو) اپنے جسم کو بالکل عریاں رکھنے اور بالوں کو نوچ ڈالنے وغیرہ کی وجہ سے ممتاز کئے جاتے ہیں (

- St Julien, Vienna page ...

مسٹر یول نے مارکوپولو سے بیان کیا ہے کہ "یہ جوگی درویش برہنہ مادرزاد رہتے ہیں اور انکی وجہ وہ لوگ یہ بتاتے ہیں کہ وہ دنیا میں بالکل عریان بدن پیدا ہوئے ہیں اس لئے انہیں دنیا کی کوئی شے پہننے کی ضرورت نہیں ہے۔ اسکے علاوہ وہ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ ہم لوگ جسم کے ساتھ کوئی گناہ نہیں کرتے اور اسی وجہ سے قطعی عریانی ہمارے لئے باعث شرم نہیں ہے۔ اور لوگوں کو اپنے ہاتھ اور ذہن کی زندگی سے کوئی حجاب نہیں تھا جو لوگ جسمانی معصیت کا لحاظ کرتے ہیں وہی تو عریاں سے شرمانے اور ڈھانپتے ہیں (Yule's Marco Polo II 366)

امام محمد شہرستانی نے جو شیعہ شاہ بادشاہ کی (سولہویں صدی عیسوی میں) ایک عمدہ تصنیف کی تھی پیراؤ کے باب تصنیف میں برہنہ درویشوں کی نسبت اس طرح ذکر کیا ہے کہ کسی کو تجرد کا طریقہ پسند ہو اور کوئی برہنہ رہنا اچھا سمجھتا ہے۔

شہنشاہ اورنگ زیب اور سلطان علاء الدین بھی معلوم ہوتا ہے کہ برہنہ سادھوؤں

(برہنہ درویشوں) کی تعظیم کرتے تھے Studies in South Indian Jainism, Part II Page 134.

جہاں تک اس بارہ میں قانونی مسائل کا تعلق ہے یہ کہنا ضروری ہے کہ اپنے زیر نگین رہنے والی اقوام کے مذاہب میں کسی قسم کی دست اندازی نہ کرنے کا سلطنت برطانیہ نے عہد کیا ہے اور اسکو اپنے عہد پر قائم رہنا چاہیئے۔

۱۸۵۸ء کے شاہی اعلان [illegible] کی مخصوص اور واضح طور پر ہدایت کی ہے اور اسکے بعد بھی برہنہ درویشوں کی مذہبی موقف پر اسکی تائید کرتی رہی ہے۔

ہر قوم کسی دیگر قوم یا گورنمنٹ کی جانب سے کسی قسم کا تعرض کئے بغیر اقوام قانونی حیثیت سے بھی اپنے مذہب کی پابندی کا پورا حق رکھتی ہے جین سادھوؤں کا برہنگی اختیار کرنا کوئی نئی بات نہیں ہے۔ قدیم تصانیف سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ عمل ہزاروں سال سے برابر چلا آتا ہے۔ یونانی سیاحوں نے جو عیسیٰ سے قبل ہندوستان [illegible] اس عمل کو یہاں [illegible] بھی دیکھا مسلمان [illegible] تاریخ نگاروں نے بھی اس عمل کی تصدیق کی ہے جینی لوگ اس عمل اپنی کتب مذہبی کے احکام کے بموجب ابتدا سے صدہا برس سے کرتے چلے آرہے ہیں جس کا کوئی شمار و حساب نہیں ہے۔

چونکہ یہ عمل قدیم زمانہ سے چلا آ رہا ہے اسکو [illegible] کوئی حکومت یا سلطنت بند نہیں کر سکتی۔ جین سادھوؤں کا یہ حق ہے کہ وہ تمام کپڑے ترک کر دیں اور جینی شاہ کاروں کو یہ استحقاق ہے کہ وہ اس امر پر اصرار کریں کہ اُن کے سادھوں کو یہ عمل کرنے دیا جائے جس کے بغیر انکو اپنے عقیدہ کے مطابق نجات ابدی حاصل نہیں ہو سکتی جین سادھو کسی کا تجویز کیا ہوا کھانا [illegible] کی دعوت منظور نہیں کر سکتے

ہیں۔ ارنہ اپنی قیام گاہ پر کسی کا لایا ہوا کھانا قبول کر سکتے ہیں۔ وہ گھوڑا گاڑی وغیرہ کسی قسم کی سواری کا بھی استعمال نہیں کرتے۔ وہ دنیا دار جینیوں کے محلوں میں صبح کے وقت جاتے ہیں۔ اور کسی حق ترس جینی کے یہاں بھوجن کر لیتے ہیں۔ بشرطیکہ وہ مناسب و معقول اعزاز و تعظیم کے ساتھ پیش کیا جائے۔

وہ کھانا وہیں کھا لیتے ہیں۔ کہیں دوسری جگہ نہیں لیجاتے جینی سادھو کو ہر روز ایک مقام سے دوسرے مقام پر چلا جانا چاہیئے۔ کسی معمولی قصبہ میں پانچ روز سے زیادہ ٹھہرنا اسکے لئے مناسب نہیں۔ البتہ موسم برسات میں انکو ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا منع ہے۔ گویا ان کو ایک جگہ پر ہی چار مہینہ برابر رہنا پڑتا ہے۔

ہر دنیا دار جینی اپنے گھر کسی سادھو کی تشریف آوری پر اپنی بہت بڑی خوش نصیبی سمجھتا ہے۔ اس لئے اسکی آمد کا منتظر رہتا ہے اگر وہ اس سے محروم رہ جاتا ہے تو ناقابل تلافی رنج محسوس کرتا ہے۔

اس بارہ میں قانونی نظائر بھی موجود ہیں۔ پریوی کونسل نے تجویز کیا ہے کہ ہر فرقے کے لوگ اپنے مذہبی جلوس کو عام رستوں سے لیجانے کے مستحق ہیں بشرطیکہ اس سے عوام الناس کو رستہ استعمال کرنے میں جو ان کا معمولی حق ہے دقت نہ ہو اور مجسٹریٹ کی ان ہدایات کی پابندی بھی ہو جائے جو اس نے راستہ کی رکاوٹ اور نقص امن واقع نہ ہونے کی غرض سے جاری کی ہوں۔ اور کسی مسجد یا مندر میں جو سر راہ واقع ہو عبادت کرنے والے اشخاص جلوس نکالنے والوں کو جبکہ وہ مندر یا مسجد کے قریب ہو کر گذریں محض اس بنا پر کہ اس وقت وہاں عبادت ہو رہی ہے انکی جلوسی عبادت کو بند کرنے پر مجبور نہیں کر سکتے۔

(منظور حسین - بنام محمد زمان - الہ آباد لا جرنل جلد ۲۳ صفحہ ۱۷۹)

(پارتھ ساردی آئینگر - بنام چن کرشن آئینگر - انڈین لا رپورٹ مدراس جلد ۵ صفحہ ۳۰۹)

(شود رام چیٹی - بنام ملکہ معظمہ - انڈین لا رپورٹ مدراس جلد ۶ صفحہ ۳۰۳)
یہی اصول صاف الفاظ میں اس سے پیشتر بھی تسلیم کیا جا چکا ہے۔

آخر الذکر فیصلہ میں صفحہ ۲۰۹ پر یہ بیان کیا گیا ہے کہ جلوسوں کے متعلق یہ دیکھنا چاہیئے کہ اگر وہ مذہبی ہیں اور مذہبی جذبات کا خیال کیا جانا ضروری ہے۔ تو ایک فرقہ کے جلوس کو دوسرے فرقہ کے معابد کے قریب سے نہ گذرنے دینا اسی قسم کی سختی ہے جیسی کہ جلوس کے نکلنے کے وقت عبادتگاہ میں عبادت بند کر دینا۔

(مقدمہ سدا گوپا چاریہ - بنام راما راؤ (انڈین لا رپورٹ مدراس - جلد ۶ صفحہ ۳۷۶)
میں بھی یہی رائے ظاہر کی گئی ہے۔

الہ آباد لا جرنل جلد ۲۳ صفحہ ۱۸۰ پر ججان پریوی کونسل نے تحریر فرمایا ہے کہ ہندوستان میں ایسے جلوسوں کے جن میں مذہبی رسوم ادا کی جاتی ہیں سر راہ نکالنے کے حقوق کے متعلق ایک نظیر قائم کرنے کی ضرورت معلوم ہوتی ہے کیونکہ ہندوستان میں اعلیٰ عدالتوں کے فیصلے اس بارہ میں ایک دوسرے کے خلاف ہیں سوال یہ ہے کہ آیا کسی مذہبی جلوس کو مناسب و ضروری تنظیم کے ساتھ شاہراہ عام سے نکلنے کا حق ہے؟ معزز ججان اس کا فیصلہ اثبات میں فرماتے ہیں۔ یعنی یہ کہ لوگوں کو مذہبی جلوس عام رستوں سے لیجانے کا حق ہے۔

مقدمہ شنکر سنگھ - بنام سرکار قیصر ہند - الہ آباد لا جرنل رپورٹ سنہ ۲۹ء
صفحات ۱۸۰ لغایت ۱۸۲ - زیر دفعہ ۳۰ - پولیس ایکٹ نمبر ۵ - ۶۱ء

یہ تجویز ہوا کہ ترتیب دینے کے معنی انتظام کے نہیں ہیں۔

مجسٹریٹ ضلع کی رائے تھی کہ گانے بجانے کی ممانعت سپرنٹنڈنٹ پولیس نے اس اختیار سے کی تھی جو اسے دفعہ ۳۰ پولیس ایکٹ کی رو سے حاصل تھا۔ کہ کسی تیوہار یا رسم کے موقعہ پر جو گانے بجانے عام راستوں میں کئے جاویں ان کو کسی حد تک معین و مرتب کرے۔ میں (جج ہائی کورٹ) مجسٹریٹ ضلع کی رائے سے اتفاق نہیں کرتا۔ کہ لفظ "ترتیب" کا اس قسم کے باجہ کی ممانعت پر اطلاق ہوتا ہے۔

ترتیب دینے کا اختیار اسی معاملہ میں دیا جاتا ہے جس کا کوئی وجود قائم ہو کسی ایسے امر کو جس کا وجود ہی نہیں ہے ترتیب دینے کی ہدایت بالکل بے معنی ہے شلاً آمدورفت کی ترتیب کے متعلق ہدایت سے حق آمدورفت کا وجود خود قیاس کیا جاوے گا۔ اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ پولیس افسران کسی شخص کو اُسکے گھر میں بند رکھنے یا اسکی آمدورفت روک دینے کے مجاز ہیں۔

دفعہ ۳۱۔ پولیس ایکٹ کی رو سے پولیس کو تمام راستوں۔ سڑکوں۔ گلیوں گذرگاہوں۔ گھاٹوں۔ فرودگاہوں۔ اور آمدورفت کے تمام دیگر مقامات میں امن قائم رکھنے کا اختیار ہے۔ بنا بریں اس اختیار کے بموجب ایک حکم جاری کیا گیا تھا کہ خاص فرقہ کے اشخاص جاترا والوں پنڈوں کو جو اس مقدس شہر کو یاترا کرنیکے لوگوں کی رہنمائی کرتے ہیں۔ ریلوے سٹیشن پر جانے کی ممانعت ہے۔

اس مقدمہ میں ہائیکورٹ الہ آباد کے قابل جج نے تجویز کیا کہ کسی مقام پر امن قائم رکھنے کے اختیارات کی قوت پر کسی خاص فرقہ کے لوگوں کو کسی خاص جگہ

پرجانے کی عام ممانعت کرنے کا سپرنٹنڈنٹ پولیس مجاز نہ تھا۔

اِس تجویز کی وجوہات وہی تھیں جو مقدمہ سرکار بنام کشن لال انڈین لاء رپورٹ الہ آباد جلد ۹ صفحہ ۱۳ میں دی گئی ہیں۔

امن قائم رکھنے کا منشا آدمیوں کو گھروں میں بند کرنے کا نہیں ہے۔ اِس خیال سے کہ قائمی امن کی ضرورت ہی نہ ہو۔ یہی احکام جین سادھوؤں سے بھی متعلق ہیں۔ وہ تنہا گذریں یا جلوس کی شکل میں۔ افسران مجاز کا فرض ہے کہ ان کے اِس حق کو نہ روکیں بلکہ رائج رکھیں۔ جین سادھو تمام ہندوستان اور دیسی ریاستوں میں آزادی سے برابر گھومتے رہے ہیں۔ کہیں کوئی روک ٹوک نہیں ہوتی۔ نہ اِس کے متعلق کسیکو کوئی شکایت ہوئی۔

افسران مجاز کا یہ صریح فرض ہے کہ عمل مذہبی میں اُنکی امداد کریں۔ جیسا کہ وہ ابتک کرتے رہے ہیں۔ اور اِس وجہ سے بھی کہ زمانہ گذشتہ میں تمام دنیا کے لوگوں نے اِس مذہبی عمل کو روا رکھا ہے۔

(اوم۔ شانتی)

جین مترمنڈل دہلی دھرم پورہ کے مطبوعہ ٹریکٹ

نمبر	ٹریکٹ	مصنفہ	زبان	قیمت
۲۱	برہمچریہ۔	بابو رکھب داس جی وکیل میرٹھ۔	"	-/"
۲۲	شاہراہ نجات	بابو چندو لال صاحب جین اختر	"	ر"
۲۳	موہ جال	بابو جوتی پرشاد صاحب دیو بندی۔	"	-/"
۲۴	بھگوان مہاویر کے جیون کی جھلک	رائے بہادر مسٹر جگمندر لال جینی لا ممبر اندور	"	۲/"
۲۵	رتن کرنڈ شراوکا چار	پنڈت گردھر شرما نورتن کا دیہ لنکار ریو سلر المجین	ہندی	ا/"
۲۶	سپت دیسن یا ہفت عیوب	بابو ہمیر چند جین۔ اکونٹنٹ انبالہ	اردو	۰/"
۲۷	ساما ئیک پاٹھ (مپیو رقوٹ)	مترجمہ بابو اجت پرشاد صاحب ایم اے ایل ایل۔بی۔ وکیل لکھنو	سنسکرت انگریزی	ا/"
۲۸	میری بھاؤنا	جھنولال صاحب پیکان دہلوی	اردو نظم	مفت"
۲۹	کیا ایشور خالق ہے؟	بابو جوتی پرشاد صاحب ایڈیٹر جین پردیپ دیوبند	"	-/"
۳۰	گیان سورج اُدے حصہ دوم	بابو سورج بھان وکیل۔ نکوڑ ضلع سہارنپور	" نثر	ا/
۳۱	کلام پیکان	لالہ جھنولال صاحب جوہری۔ پیکان	" نظم	مفت
۳۲	مجموعہ دلپذیر	بابو چندو لعل صاحب اختر۔ وکیل دہلی۔	"	-/
۳۳	رہنما۔	بابو رکھب داس صاحب جین وکیل میرٹھ سٹی	"	-/
۳۴	سلک جواہر یعنی جین ویراگ شتک	لالہ بھولا ناتھ صاحب جین مختار درخشاں بلند شہری	"	۱۰/
۳۵	آرزوے خیرباد	"	"	-/
۳۶	گلزار تخیل یعنی بھگتا مر استوترکا اردو ترجمہ	"		
۳۷	جین کنٹ پشن	شریان چمپت رائے بیرسٹر۔	انگریزی	۲ خرچہ
۳۸	جینیندر سدھانت حصہ اول	شریان برہمچاری شیتل پرشاد جی	ہندی	۱/
۳۹	نایاب گوہر۔	مہرشی شیوبرت لال جی۔	اردو	۱/
۴۰	واش از جینیزم	شریان چمپت رائے جی بیرسٹر۔	انگریزی	خرچہ
۴۱	جین دھرم اور پرماتما	بابو رکھب داس جین مرحوم وکیل میرٹھ	اردو	۲/

نمبر	نام ٹریکٹ	مصنفہ	زبان	قیمت
۴۱	جین دہرم کی عظمت مع جین دہرم والے کسکی پرستش کرتے ہیں	جناب بابو رکھب داس صاحب جینی۔ بی اے وکیل میرٹھ۔ مرحوم	اردو	ار
۴۲	جین دہرم پرویشکا حصہ اول	بابو سورج بھان صاحب وکیل نکوڑ	ہندی	۳ر
۴۳	لارڈ مہاویر	مسٹر ہری ست بھٹاچاریہ ایم۔ اے۔ بی۔ ایل	انگریزی	۳ر
۴۴	بھگوان مہاویر سوامی کی جینتی کے جلسے کی روئداد اور جین متر منڈل کی گیارہ سالہ کارگذاری کی مختصر کیفیت ۲۰ مارچ ۱۹۱۵ء لغایت ۳۱ مارچ سنہ ۱۹۲۶ء	سکرٹری جین متر منڈل دہلی	اردو و ہندی	[illegible]
۴۵	صبح صادق یا انوار حقیقت	پنڈت جنیشور پرشاد صاحب مائل انجہانی	اردو	۱۰ر
۴۶	حقیقت دنیا	دیر قوم لالہ بھولا ناتھ صاحب جینی درخشاں	،،	ار
۴۷	لارڈ مہاویر	مسٹر کامتا پرشاد جینی ایم آر۔ اے۔ ایس۔	انگریزی	۴
۴۸	جین دہرم ہی بہو منڈل کا ساروجنک دہرم سدہانت ہوسکتا ہے	بابو مائی دیال صاحب جین بی۔ اے آنرز	ہندی	۵ر
۴۹	بھگوان مہاویر اور انکا وعظ	بابو رشب لال جین مختار بلند شہر	اردو	ار
۵۰	جین متر منڈل دہلی کا ۱۹۱۵ء لغایت ۱۹۲۷ء تک کے کاموں کی کارگذاری	سکرٹری جین متر منڈل	ہندی	مفت
۵۱	خیالات لطیف یعنی سامائک پاٹھ سنسکرت مصنفہ شری امت گت آچاریہ	دیر قوم لالہ بھولا ناتھ صاحب درخشاں بلند شہری	ترجمہ اردو نظم	مفت
۵۲	جین دہرم	مہرشی شیوبرت لال جی ورمن	اردو	۴ر
۵۳	رپورٹ جین متر منڈل دہلی	سکرٹری جین متر منڈل دہلی	انگریزی	۲ر خرچ
۵۴	لارڈ پارشوناتھ	مسٹر ہری ستیہ بھٹاچاریہ ایم۔ اے۔ بی۔ ایل	،،	۴ر ،،
۵۵	رپورٹ جینتی معہ روئداد کارروائی جین متر منڈل بابت ۱۹۲۷ء	سکرٹری جین متر منڈل دہلی	اردو ہندی	۲ر
۵۶	اہنسا دہرم پر بزدلی کا الزام	بابو رشب لال صاحب جین مختار بلند شہر	اردو	۰ر

نمبر	نام ٹریکٹ	مصنفہ	زبان	قیمت
۵۷	حقیقت معبود	ویر قوم لالہ بھولاناتھ صاحب درخشاں بلند شہری	اردو نظم	۱۰ر
۵۸	حیات بیر	″ ″ ″	″	—ر
۵۹	سحر کاذب	″ ″ ″	″	۱ر
۶۰	دی ریل نیچر اوف پرماتما۔	اینا۔ ایس۔ اگرکر بی۔ اے۔ فاضل کلاس)	انگریزی	۲ر
۶۱	پرماتما پرکاش کا اُردو ترجمہ جلوہ کامل	لالہ بھولاناتھ جی صاحب درخشاں مختار	اردو	۳ر
۶۲	لارڈ ارشٹانیمی	مسٹر ہری ست بھشن آچاریہ ایم۔اے۔بی۔ایل۔ہاوڑہ	انگریزی	۶ر
۶۳	جین دھرم ازلی	لالہ دیوان چند صاحب جین منیجر پنجاب اینڈ بنک لمیٹڈ برانچ جہلم۔	اردو	۲ر
۶۴	آداب ریاضت	لالہ بھولاناتھ صاحب درخشاں مختار بلند شہر	″	مفت
۶۵	مکتی اور اس کا سادھن	برہمچاری شیتل پرشاد جی	ہندی	۱ر
۶۶	گیان سورج ادے دوسرا حصہ	محرر قوم بابو سورج بھان دکیل نکوڑ	″	۴ر
۶۷	ویر جینتی اُتسو ویر سمت ۲۴۵۵ اور جین متر منڈل دورو بھان پبلک لائبریری سنہ ۲۷ء لغایت سنہ ۲۹ء	سکرٹری جین متر منڈل دہلی	ہندی و اردو مشاعرہ	۴ر
۶۸	فرائض انسانی	بابو رشب لال صاحب جین مختار بلند شہر۔	اردو	۱۰ر
۶۹	جین ویروں کا اتہاس اور ہمارا پتن	شریمان بابو اجودھیا پرشاد گوئلی داس دہلوی۔	ہندی	۴ر
۷۰	پنچ برت	لالہ بھولاناتھ صاحب درخشاں مختار بلند شہر	″	۱۰ر
۷۱	رتن تریہ کنج	شریمان دیا وار دھی بیرسٹر چھپت رائے۔	″	۱ر
۷۲	حسن فطرت یا بھگوان مہاویر اور انکی ویراگ بھاونا۔	جناب پنڈت جنیشور پرشاد صاحب مائل مرحوم دہلوی	نظم اردو	مفت
۷۳	مکتی	پربھا چندر جین نیا رتیرتھ نیا ر دھرم شاستری	ہندی	مفت
۷۴	مشاعرہ ویر جینتی سنہ ۳۰ء معہ رپورٹ سالانہ جین متر منڈل دہلی	سکرٹری جین متر منڈل دہلی۔	اردو نظم و نثر	مفت
۷۵	ویر جینتی اُتسو ویر سمت ۲۴۵۶ اور جین متر منڈل کا حساب سنہ ۱۹۲۹ء لغایت سنہ ۱۹۳۰ء مکمل کا	″	ہندی	مفت
۷۶	جینی کون ہو سکتا ہے۔	پنڈت جگل کشور مختار سرساوہ	″	″
۷۷	حیات رشبھ	ویر قوم لالہ بھولاناتھ صاحب درخشاں مختار بلند شہر	اردو	۱ر
۷۸	جین ویروں کا اتہاس	بابو کامتا پرشاد صاحب ایم۔آر۔اے۔ایس۔	ہندی	۴ر

جین متر منڈل ٹریکٹ نمبر ۴۹

بندے جنورم

بھگوان مہاویر

اور

اُن کا وعظ

جو کہ حسب اعلان جین متر منڈل دہلی بتقریب شری
مہاویر جینتی منعقدہ اپریل سنہ ۱۹۲۷ء لالہ شب لعل جین
مختار عدالت کلکٹری بلند شہر نے
رقم فرمایا

جین متر منڈل دریبہ کلاں دہلی نے شایع کیا

تعداد ۲۰۰۰ مسیح ملی پرنٹنگ ورکس دہلی میں چھپا قیمت ۱ر

عرض حال



جین مترمنڈل دہلی دریبہ کلاں کی طرف سے بہ معزز ناظم و ناظر کو شری مہاویر جینتی اپریل ۱۹۲۷ء کی مبارک تقریب پر ان چار عنوانوں میں سے کسی ایک پر جو کہ اعلان میں درج تھے مضمون لکھنے کے لئے دعوت دیگئی تھی۔ اور بہترین مضمون نگار کو "سند اعجازی" دان پتر پیش کرنے کا وعدہ ہوا تھا۔

لہٰذا بعنوان "بھگوان مہاویر اور انکا [illegible]" لالہ [illegible] لال جی جین مختار عدالت کلکٹری بلند شہر کا مضمون قابل ملاحظہ مجوزہ پایا۔ [illegible] بابو جمپت رائے صاحب بیرسٹر نے بہترین قرار دیا۔ اور منڈل ہذا کی [illegible] کمیٹی نے راقم موصوف کو سند اعجازی دینا منظور کیا۔

مضمون بلحاظ مفہوم۔ سلاست زبان۔ اور طرز تحریر [illegible] نادر مجموعہ اور قابل قدر ہے۔ ناظرین باتمکین اسکے مطالعہ سے خود اسکی خوبیوں کا اندازہ لگا لیں گے۔ [illegible] مہرشی شیوبرت لعل جی کا دیباچہ سونے پر سہاگہ کا کام کر رہا ہے۔ جس کے لئے مترمنڈل مہرشی جی کا ممنون مشکور ہے۔

چنانچہ یہ وہی مضمون ٹریکٹ کی صورت میں مترمنڈل ہذا کی جانب سے شائع کیا جاتا ہے۔

سکریٹری جین مترمنڈل

دیباچہ

علم اور عمل کی باہمی نسبت ہے۔ یہ دونوں ساتھ ساتھ چلتے ہیں اور دونوں وسیع المراد ہیں۔ عمل کے سلسلہ میں انسان کے اندر دو مختلف قوتیں کام کرتی ہیں۔ ایک قوت داخلہ۔ دوسری قوت خارجہ۔ کچھ وہ اپنے اندر داخل کرتا رہتا ہے۔ اور کچھ اپنے اندر سے خارج کرتا رہتا ہے۔ اس عملی شغل کا پتہ اس کے حرکات تنفس سے لگتا ہے۔ جو اپنے عملی سلسلہ میں ثلاثی یعنے تین قسم کا ہے (اپنی طرف کھینچنا۔ اپنے سے باہر نکالنا۔ اور اپنے میں روکنا۔) یوگ کی اصطلاحات میں اس عمل ثلاثہ کو ریچک پورک کمبھک کہتے ہیں۔ ریچک عمل خارجی اور پورک عمل جاذبہ ہے اور کمبھک عمل سکون ہے۔ غور سے دیکھنے پر کوئی متنفس ان سے خالی نہیں ٹھہرتا۔ یہاں تک کہ یہی باتیں عالم نباتات کے افراد میں پائی جاتی ہیں۔ یہ عمل کب سے ہے اور کب تک رہے گا؟ اس کا پتہ کسی کو نہیں ملا۔ اور شاید اس کا پتہ کبھی نہ لگے۔ کیونکہ یہ سلسلہ کچھ لاابتدا سا معلوم ہوتا ہے۔ موجودہ حالت میں یہ عمل ثلاثی ہر متنفس میں پایا جاتا ہے۔

جینی بزرگوں نے اس سنسار کو جیو اجیو سموہ مانا ہے۔ یعنی یہ دنیا روح اور غیر روح کا مجموعہ ہے۔ روح اپنا اثر غیر روح پر ڈالتی ہے اور غیر

روح کا اثر اپنے اندر جذب کرتی ہے۔ اور اُسے لیکر کچھ دیر اپنے اندر ٹھیرانی ہے جس سے اُس کی زندگی کے کاروبار کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ اِن تینوں حالتوں سے خالی کوئی نظر نہیں آتا۔

جیو کو روح کہتے ہیں۔ اور اجیو کو عام طور پر مادہ کا نام دیا جاتا ہے دوسرے اور واضح لفظوں میں یہ دنیا روح اور مادہ کے تعلقات کا تماشا گاہ ہے۔ جب تک یہ تعلقات ہیں۔ تب تک راحت۔ سکون اور قرار کا نام ونشان نہیں رہتا۔ کیونکہ یکسانیت نہیں آنے پاتی۔ ہر وقت ضدی کی ضدیت کا نظارہ آنکھوں کے سامنے رہتا ہے۔ کبھی کسی کشش میں زیادتی ہوتی ہے اور کبھی کسی میں۔ کبھی کسی کا اثر حاوی ہوتا ہے۔ اور کبھی کسی کا۔ یہ سبب ہے کہ ترازو کے دونوں پلّے باہم گر مساوی نہیں ہونے پاتے۔ اور نہ وہ ہو سکتے ہیں۔ جیو اجیو کے ساتھ ملا ہوا اُسکے اثرات کے شکنجہ میں کھنچا رہتا ہے۔ اور اُسکی حالت کچھ ایسی پیچ وتاب کی ہوتی ہے کہ صحیح معنی میں اُسے یہہ علم نہیں ہوتا کہ میں کون ہوں اور یہ کون ہے۔ اسی کا نام ہندو شاستروں میں اگیان ہے۔ لیکن ابھی اُوپر کی سطر میں کہا گیا ہے کہ علم وعمل دونوں ساتھ ساتھ چلتے ہیں جس جملہ سے اِس پچھلے خیال کی ایک طرح پر تردید ہوتی ہے اصل میں علم وعمل تو ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ اِس میں شک نہیں ہے لیکن یہ علم صرف جزوی اور عارضی علم ہوتا ہے جس کا نقش دل پر گہرا نہیں پڑتا۔ اور مذبذب حالت بنی رہتی ہے۔ زمانہ کے افسوسناک تجربہ سے کسی وقت دل اُچٹ گیا۔ اور اِس سے نفرت ہو گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ حالت بھول گئی اور عادت کے قانون نے پھر زور کیا۔ اور وہی گورکھ دھندہ جسے تجربہ نے دکھلائی ٹھہرایا

تھا۔ پھر گلے کا ہار بنا۔ نہ جیو کا اُس سے چھٹکارا ہوتا ہے۔ اور نہ اُسے یکسانیت نصیب ہوتی ہے۔ آدمی مردہ کو لیجا کر چتا پر جلا آیا۔ اُس وقت اُسے تیاگ اور ویراگ کی سوجھ سوجھی۔ اور دنیا کی ناپائداری کا خیال دلوں کے اندر آیا لیکن جہاں وہ شمشان بھومی سے واپس آیا۔ پھر اُسی بیوہار کی بھول بھلیاں میں پھنس رہا۔ اور ساری عمر اسی میں صرف کردی

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم۔ نہ اِدھر کے ہوئے نہ اُدھر کے ہوئے
گئے دونوں جہاں کے کام سے ہم۔ نہ ادھر کے ہوئے نہ اُدھر کے ہوئے

کثیر التعداد آدمیوں کی زندگی کی یہی حالت ہے۔ جیو رات اور دن اجیو کے مخمصہ میں گرفتار رہتا ہے اور اُسے اِس طرز تمدن سے جو تجربات اور مشاہدات کا استفادہ ہوتا ہے وہ مضبوط نہ ہونے کیوجہ سے اُسے ایک طرف نہیں ہونے دیتا۔ سانپ چھچھوندر کی کیفیت رہتی ہے۔ جنم جنمانتر اسی حالت میں گذر جاتے ہیں۔ اور ضدین کی مذبذب بندشی حالت سے نجات نصیب نہیں ہوتی۔

لیکن دنیا میں کبھی کبھی ایسی زبردست شخصیتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ جو روح اور مادہ کے تعلقات کو واضح صورت میں ذہن نشین کر کے اُنکے قید و بندگی زنجیر کی کڑیوں کو توڑ دیتی ہیں اور آزاد ہو رہتے ہیں۔ اور ساتھ ہی فرط ترحم سے دوسرے انسانوں کو اپنے ذاتی تجربات اور مشاہدات کے علم سے مستفید کر کے نہ صرف نجات کی منزل مقصود کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔ بلکہ رہبری بھی کر جاتے ہیں۔ اِن تقدس مآب شخصیتوں کو تیرتھنکر کا

اصطلاحی نام دیا گیا ہے - یعنی وہ لوگ جنہوں نے زندگی کے تمام مرحلوں سے گذر کر
اُنکے علمی اور عملی اور معاشرتی پہلوؤں کو ذہن نشین کر کے ہمیشہ کے لئے
اُنھیں ترک کر دیا - انسان کامل بنے - اور مادہ کی لغزشات و ملوثات سے
نجات حاصل کر لی - یہ انسان کامل جین مذہب کی مراد کے موافق ایشور
کہلاتے ہیں یعنی جنہوں نے اصلی معنی میں علمی و عملی طور پر مکمل ہو کر اپنے آپ کو مادہ
کی بندشوں سے اس طرح علیحدہ کر لیا جس طرح سرکنڈے سے تیر کو
جدا کر لیا جاتا ہے - یہ قادر صفات انسان - دنیا کے سچے ہادی - سچے
پیشوا - اور سچے رہنما سمجھے گئے - یہ ہمیشہ نہیں پیدا ہوتے - صرف کبھی کبھی
عالم ظہور میں آکر اپنی ہستی کا حیرت انگیز تماشہ دکھاتے ہیں - اور اُنکی مثال
اُنکی تعلیم - اُنکی زیارت سے دنیا کو روحانی فائدہ حاصل ہو رہتا ہے
انکی زندگی سمتا کا جیون ہوتی ہے - اُن کا ذاتی علم سمتا کا گیان ہوتا ہے
اِن کا ذاتی طرز عمل سمتا کا چارتر ہوتا ہے - یہ تین باتیں ہیں جنھیں سمیک
گیان - سمیک درشن - اور سمیک چارتر کا اصطلاحی نام دیا گیا ہے - اور یہ علمی
اور عملی میراث ہے جو یہ آئندہ نسلوں کو عطا کر جاتے ہیں -

ڈھائی ہزار برس گذرے اس قسم کا ایک پاک وجود دنیا میں آیا تھا -
اُس کا نام **بھگوان مہابیر سوامی** تھا - یہ اپنے آخری جنم میں کشتریوں کی
شاہی نسل اکشواکونش میں پیدا ہوا تھا - اور تیس برس کی عمر میں سب سے قطع
تعلق کر کے اُس نے نہ صرف نجات کے مسئلہ کو حل کیا - بلکہ بے شمار آدمیوں
کو اپنے ساتھ نجات حاصل کرنے کا موقعہ بخشا - لالہ **منشی لال** صاحب

مختار عدالت کلکٹری بلند شہر نے اسی تقدس مآب زندگی پر سرسری
نظر کے نام سے ایک پمفلٹ لکھا۔ بھائی پنالال صاحب جینی نے مجھ سے اس پر
دیباچہ قلمبند کرنے کی درخواست کی۔ میری یہ مختصر تحریر اسی درخواست کا نتیجہ ہے

اس میں کیا ہے؟

(۱) روح اور مادہ کے تعلقات

(۲) روح [illegible] مادہ کے تعلق سے اس کے اثرات کو اپنی
جانب مائل کرتی ہے۔ اور خود اس طرح اس کے زیر اثر آجاتی ہے۔

(۳) اسکے اثرات کی پابند ہو کر اپنے آپ کو بندھ یعنی تعلق کی زنجیر میں
جکڑ لیتی ہے۔

(۴) کونسی ترکیب ہے جس سے ان اثروں کے پیدا ہونے کی روک تھام
ہوتی ہے اور بند ہو سکتے ہیں۔

(۵) ان سوالوں کی مشاقی سے کس طرح روح کو ان سے قطعی طور پر صاف
کر لیا جا سکتا ہے کہ پھر آئندہ خطرات و خرشات کا گمان نہیں رہتا۔ اس کا اصطلاحی
نام نرجرا و سمواسا ہے۔ اور

(۶) صفائی [illegible] مادہ سے روح کے خطرات ہمیشہ کے لئے زائل اور دور
ہو سکیں گے۔ یہ موکش او سمواسا ہے۔ جو جین مت کا معراج خیال ہے۔ اور اسکی تعلیم
کا اعلیٰ مقصد۔ [illegible] نروان کے سچے معنے میں الشارت بتاتا ہے۔
یہ چھ [illegible] جو جین مت کے فلسفہ کے بنیادی اصول ہیں۔ اور جنکی
تحقیق و درستی سمیک گیان۔ سمیک درشن۔ اور سمیک چارتر ہے۔

اسقدر اشارہ دیکر میں پڑھنے والے کو اس چھوٹے سے پمفلٹ کے مطالعہ
کی سفارش کرتا ہوں۔ دیباچہ میں صرف اشارہ ہی دیا جا سکتا ہے۔ وضاحت
کا سامان مصنف کی تحریر میں ملے گا۔ کیونکہ
تصنیف را مصنّف نیکو کند بیاں

۳۱ر اگست سنہ ۱۹۲۷ء

شیوبرت لال

مقام رادھا سوامی دھام

ڈاکخانہ رادھا سوامی دھام (راج بنارس)

اوم

مہابیر سوامی کی ہستی

دنیا کی تھیٹریکل اسٹیج پر عجیب عجیب شکلیں ہماری نظر سے گذریں اور اپنا اپنا کھیل دکھا کر چشم زدن میں غائب ہو گئیں۔ مگر ہم کو کچھ عبرت نہ ہوئی۔ اور ہوتی بھی کیوں! ہم بند ہونے بیٹھے رہنے بارہ کے دروازہ پر لمبی لمبی ڈاڑھی والے منہ پھاڑتے اور غراتے کارٹون دیکھے۔ اندر جا کر بیرونی دنیا کی چکنی چپڑی دلفریب تصویروں نیلے پیلے رنگ برنگ کے چمکیلے پردوں پر نظر پڑی۔ بجلی کی روشنی میں جو آنکھیں چندھیائیں تو سب سیٹی پٹاخ بھول گئے۔ ہم کچھ تو بے خبر تھے ہی۔ اس نادر نظارہ نے بھول بھلیوں میں ڈالکر کچھ اور بھی بے ہوش بنا دیا۔ رات تو اس غلطان و پیچاں میں گذری۔ صبح ہوتے ہی زمانے کی ہوا کے منہ پر طمانچے لگے۔ گردشِ افلاک کی ٹھوکروں سے آنکھیں کھلیں۔ پلک اٹھا کر دیکھا تو کچھ نہیں۔ بیساختہ یہی زبان سے نکلا "خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا" آنکھیں ملتے ہوئے گھر کو واپس آئے۔ میدان یہاں بھی صفاچٹ پایا۔ معلوم ہوا کہ تمام اثاث البیت مخالفین دین و ایمان اور دشمنانِ علم و ہنر نے غداران ملک و قوم کی سازشوں سے ہماری غفلت شعاری۔ اور

شوق تماشا بینی کا ناجائز فائدہ اٹھا کر خورد برد کر دیا۔ کچھ جلا دیا۔ کچھ پانی
کے ریلے میں بہا دیا۔ اور جو مال نقد نارائن سمجھا اُسے اپنے ساتھ لے گئے
ہم یہ چوٹ دیکھ کر رونے لگے۔ مگر اب ہوتا کیا تھا۔ مجبور صبر کیا۔ ادھر اُدھر
جو کچھ بھولا بچا پڑا رہ گیا تھا اُسے بٹورا۔ خوش قسمتی سے ان میں کچھ کاغذات
پھلواری کو تبرکے اُچھوا کہنی چھپری یوں کے متعلق ملے۔ مگر مکمل نہ تھے۔ اور اب
پچیس سو برس پہلے کے سارے تاریخی واقعات کا دستیاب ہونا مشکل
ہی نہیں قریب قریب ناممکن ہو گیا ہے۔

ان کاغذات کے دیکھنے سے صرف اتنا پتہ چلتا ہے کہ ویشالی वैसाली
کنڈلپور (کنڈ گرام) اور دیگر علاقہ جات متعلقہ [illegible] کے لوگ آپس میں میل جول
سے رہتے اور وقت ضرورت ایک دوسرے کی مدد کرتے تھے۔ غالباً اسی وجہ سے
ان کے راج میں ہر قسم کا امن و امان تھا۔ سارا [illegible] خوش حال اور خوش گذران تھی
قحط و وبا اور دیگر آفات ارضی و سماوی کا کہیں نام و نشان نہ تھا۔

ان میں مہاراجہ چیٹک [illegible] لی ڈلیسانی [illegible] کنڈ پور
تو [illegible] اور [illegible] تھے [illegible] دیگر علاقہ جات گرد و نواح کے [illegible]
و راج کرتا رہتے تھے۔ ہمارے ہیرو مہاویر سوامی جی [illegible] سدھارتھ [illegible]
کے فرزند ارجمند اسی خاندان کے ایک چراغ تھے۔

مہاویر سوامی کی ہستی دنیا کی پاکیزہ [illegible] ہستیوں میں سے ایک
تھی جنہوں نے بنی نوع انسان کو ہی نہیں [illegible] مخلوق کو مختلف اقسام کے
قالبوں میں متواتر حیات و ممات کی ناقابل برداشت تکالیف سے بچانے

اور راہِ حقیقت کی جانب رہنمائی کرنے کے لئے قالبِ انسانی میں نزول فرمایا تھا۔
خود اپنی حاصل کی امنت روشن ضمیری سے ہر دو عالم کو روزِ روشن کی طرح منور کیا۔ اپنے
خیالات پاکیزہ کی جاروب سے کثافت روحانی کو صاف کرکے درجۂ وحدانیت پایا
اور اپنی ذاتِ سامی کو تقدس مآب بنایا تھا۔
شاہانہ عیش و عشرت کو عارضی و بے ثبات سمجھ کر راحتِ ابدی پر نثار کیا۔ نفسِ
امارہ جیسے موذی شیطان کو تحس نحس کیا۔ اور اپنے کشف و کمال روحانی سے
قالبِ خاکی کو اکسیر بنا کر اہل دنیا کے سامنے بطور مثال پیش کیا تھا۔
شمع صداقت ہاتھ میں لیکر تاریکی جہالت کو صفحۂ ہستی سے مٹایا۔ گروہ انسانی کے
ظالمانہ و خود غرضانہ رویہ کو اپنی "اہنسا پرمو دھرمہ" کی فلسفیانہ تعلیم سے زائل
کیا۔ متلاشیانِ سرور ابدی کو منزلِ مقصود پر بحفظ و امان پہنچنے کے لئے ان کے
کذب و ناراستی کے ناہموار و پرخار رستہ کو صاف کیا اور خود ہادی صادق
بن کر انکی رہبری کی۔

زندگی ہائے سابقہ

جس طرح گوندے کے لالچ میں بلبل ٹکڑے پر اوندھا لٹک کر طوطا اپنی
پرواز بھول جاتا ہے اور ہزاروں مصیبتوں کا شکار ہو جاتا ہے۔ اسی طرح ہم بھی
کائنات عالم کی دلاویزیوں میں محو اور بیخود ہو کر اپنی روحانی صفات کو بھولے
ہوئے دنیا و عمل کے زنجیر بنے ہوئے ہیں۔ اور اس بحرِ زخار عالم میں انقلاب زمانہ
کے گرداب میں آ پھنسے ڈوبتے ہر چہار ہائے جسمانی، انسانی، حیوانی، ملکوتی

جہنمی (کوسطے کرتے ہوئے سرگردان پھر رہے ہیں۔ رشتہ اعمال سے بندھے ہوئے کٹھ پتلی کی طرح تقدیر کے اشاروں پر مختلف قسم کے ناچ ناچتے ہیں۔ اِس آوارگی و شوریدہ سری سے رہائی پانے کا واحد علاج صرف رشتہ اعمال کو توڑ دینا ہے۔ یہ تار ٹوٹا کہ فوراً ناچنا بند

بھگوان مہابیر کی روح نے بھی مختلف زندگیاں مختلف قالبوں میں گذاریں۔ نیک و بد اعمال کی زنجیروں میں جکڑ کر ناگفتہ بہ صعوبتیں اُٹھائیں۔ کبھی تو جہنم میں پڑکر سخت سے سخت تکلیفیں جھیلیں کبھی وسطی دنیا میں آکر گوناگوں پیکرِ خاکی اختیار کئے۔ اور گاہے بہشت بریں کے مختلف طبقوں میں طرح طرح کے ملکوتی قالب پائے۔ اُنکی روح کو کن کن حالتوں میں ہوکر گذرنا پڑا۔ اور کس طرح ترقی کے رستہ پر پڑکر نجات ابدی حاصل کی۔ ناظرین کی ضیافت طبع کے لئے اُنکی سابقہ زندگیوں کے چند مراتب درج کئے جاتے ہیں۔ اُمید کیجاتی ہے کہ اِس نظارہ کو گنجفہ کے جو کیطرح قطعی نظر انداز نہ کر دیا جاویگا۔ بلکہ اس سے سبقِ نیک لیکر اپنی روحانی ترقی کی کوشش کیجاویگی۔

(۱) زمانہ سلف میں ایک بھیل جس کا نام پورا روا تھا۔ جانداروں کی ایذارسانی سے اپنی روزی کماتا تھا۔ خوش قسمتی سے اُسکو ساگرسین مُنی سے اُپدیش سننے کا موقعہ مل گیا۔ مُنی مہاراج کی ہدایتِ روحانی کے اثر سے اُس نے ایذا رسانی ترک کردی۔ اُسکی روح نے اِس سرائے فانی سے کوچ کرکے بہشتِ بریں کے اول طبقہ میں قالبِ نوری پایا۔

(۲) حیاتِ بہشتی کو ختم کرکے اُس روح نے ماریچ کے جسمِ انسانی میں نزول کیا۔

جو مہاراج بھرت چکرورتی کا ایک فرزند نیک فرجام تھا۔ اُس نے اپنے جد امجد ہمارے اولیں تیرتھنکر سری رشبھ دیوجی کے ساتھ تعلقاتِ دنیاوی اور لذات نفسانی کو ترک کیا۔ لیکن ریاضت کی سختیوں کو نہ سہ سکا۔ ریاضت کے اصل اُصولوں میں کچھ طبع زاد ترمیمات کیں اور کسی قدر سہولیتوں اور تن آسانیوں کے ساتھ ایثار نفسی کرتا رہا اور بہشت کے بالا طبقہ میں قالب جناتی پایا۔

(۳) بعد ازاں ماریچ کی روح نے کولی یک شہر میں ایک برہمن کے گھر لڑکے کے جسم میں صدور کیا۔ ساری عمر ریاضت کی۔ لیکن لوگوں کو غلط اُصولوں کا وعظ دیا۔ اور خود بھی راہِ راست سے منحرف رہا۔ بعد اختتام زندگی بہشت بریں کے پنجم طبقہ میں قالب ملکوتی اختیار کیا۔

(۴) پھر یہی روح قالب بہشتی ترک کر کے شہر استھوناگر میں بھاردوج برہمن کے یہاں لڑکے کے جسم میں آئی جس کا نام پشپ متر تھا۔ ریاضت کی اور مر کر قالب نوری پایا۔

(۵) اس پشپ متر کی روح بعدہ سویت وکا شہر میں اگنی بھوت برہمن کے گھر لڑکے کے قالب میں آئی جس کا نام اگنی متر تھا۔ اور نیک اعمال کے باعث زندگی کے ختم ہونے پر بہشت میں پہنچی۔ اور اسی طرح بہشت سے آکر گوتم برہمن کے بھاردوج نامی لڑکے کا قالب اختیار کیا۔ اور وفات پاکر جنت نغیب ہوئی۔

(۶) اس بھاردوج کی روح نے حوران جنت و غلمان بہشتی کی جدائی کا بے حد صدمہ محسوس کیا اور اُسکے باعث مختلف دنیاوی قالبوں میں مرگ و حیات پاکر۔ آخر دوزخ کی مصیبتیں ایک عرصہ تک سہیں۔

(۷) دوزخی زندگی کے خاتمہ پر کچھ سابقہ نیک عملی کے صلہ میں پھر سانڈل برہمن کے گھر راجگرہی میں زندگی پائی۔ ریاضت کرکے بعد وفات قالب نوری اختیار کیا۔

(۸) جنت سے واپس آکر راجگرہی شہر میں بشو بھوتی راجہ کے گھر لڑکے کے قالب میں آئی جس کا نام بشونندی تھا۔ اپنے باپ کے تارک الدنیا ہونے پر تخت و تاج کے لئے اپنے چچا بساکھا بھوتی سے جنگ کی۔ حالانکہ فتح بشونندی کی ہوئی۔ لیکن اس واقعہ سے چچا بھتیجہ دونوں اس دنیاوی حشمت کو بے ثبات و گنہگاری کا سرچشمہ سمجھ کر تارک الدنیا ہوگئے۔ بشونندی عارفانہ زندگی بسر کرتا شہر متھرا میں پہنچا۔ وہاں ایک بیل کے دھکے سے گر کر مر گیا۔ اور بہشت کے طبقہ دہم میں پہنچا۔

(۹) بشونندی کی روح بہشت سے واپس آکر پودن پور شہر میں ترپشٹ نارائن کے جسم میں آئی جو تین کھنڈ کا راجہ ہوا۔ ساری عمر بادہ عشرت میں مخمور رہا ملک گیری کی ہوس میں خونریزیاں اور لوٹ مار کرتا رہا۔ آخر مر کر دوزخ میں گیا۔

(۱۰) حیات ناری کے خاتمہ پر روئے زمین پر آکر شیر کا قالب اختیار کیا۔ اتفاقاً امرت کیرتی اور امرت بھوتی دو منی اُدھر آنکلے۔ منیوں سے اس نے نہایت اطمینان سے دھرم اپدیش سنا۔ جس کا اثر اسکی طبیعت پر یہ ہوا کہ اس نے خونخواری اور ایذا رسانی چھوڑ دی۔ اپنے خیالات کو اسقدر پاک بنایا کہ آخر مر کر بہشت میں پہنچا۔

(۱۱) حیات بہشتی کے بعد یہ روح ملک کچھ میں ہیم پور کے راجہ کنکابھ کے لڑکے

کنک دھوج کے جسم میں آئی جنبن منی کے اپدیش سے جین دھرم اختیار کیا صحیح
اصولوں پر عمل پیرا ہو کر بہشت کے آٹھویں طبقہ میں پہنچی۔ اور وہاں بھی ہمیشہ اپنے
خیالات کو پاکیزہ رکھا۔ رغبت و نفرت کے خیالات کو پاس نہ آنے دیا۔

(۱۲) اس روح نے وہاں سے اتر کر اجین شہر میں بجر سین راجہ کے لڑکے
ہری سین کا قالب اختیار کیا۔ تارک الدنیا ہو کر ریاضت کی تا دم آخر راسخ الاعتقاد
راسخ العلم و راسخ العمل رہی اور عمر کے آخر پر بہشتی طبقات سے اوپر پریت وردھن
بمان میں جا پہنچی۔

(۱۳) بمان سے واپس آکر وہ روح دہن [illegible] راجہ کے پریہ متر کے
قالب میں آئی۔ چکرورتی راجہ ہو کر عظیم الرتبت بھگوان کی پوجا کی [illegible] شنکر بھگوان کے
سموسرن میں پہنچ کر ان کا وعظ سنا۔ تارک الدنیا ہو کر ریاضت کی۔ اور [illegible] چک بمان
میں جسم نوری پایا۔

(۱۴) پریہ متر کی روح [illegible] چک بمان سے آکر [illegible] پترا شہر میں نند وردھن
راجہ کے بیٹے نندن کے قالب میں آئی جو کسی مرشد کی [illegible] اپنی زندگی بانے سابقہ
کا حال [illegible] سے دل [illegible] ہو گیا تارک الدنیا ہو کر [illegible] ریاضت کی۔ اور بعد
وفات [illegible] پشپوتر بمان میں [illegible] افروز ہوئی۔

(۱۵) پھر روح پشپوتر بمان سے بھگوان [illegible] کے جسم انسانی میں نازل
ہوئی جس سے [illegible] نجات پائی۔ اور مرگ و زیست
کے سلسلے سے آزاد ہو کر [illegible] حاصل کیا۔

[illegible]

ولادت

مہاراجہ چیٹک والیٔ دیسالی کی دختر نیک اختر باسم گرامی ترشلا دیوی عرف پریہ کارنی نے مہاراجہ سدھارتھ والئے کنڈلپور کے عقد زوجیت میں آ کر ان کے قصر شاہی کی زینت کو دوبالا کیا۔ اور چند دنوں بعد ہی بھگوان مہابیر کی روح مقدس بھی مختلف زندگیوں کو روبہ ترقی بسر کرتی ہوئی فردوس بریں سے نزول فرما کر اساڑھ بدی چھٹ کی شب کو مہارانی ترشلا کے حمل میں وارد ہوئی۔ اور چیت سدی تروودشی کو بروز سوموار حضرت عیسیٰ سے پانچسو ننانوے برس قبل روئے زمین پر ایسے نازک وقت میں ظہور فرمایا۔ جبکہ ہر چہار سو ناعاقبت اندیش لوگ سگِ دنیا بن کر ہوا و حرص کے پھندے میں پھنسے ہوئے تھے۔ گناہِ کبیرہ اور رسوماتِ قبیحہ کے مضبوط پنجوں میں جکڑے ہوئے جذباتِ شیطانی و خواہشاتِ نفسانی کے شکار ہو رہے تھے۔ اور بے چارے بے زبان جانداروں کے خونِ ناحق سے بھارت ورش کی پوتر بھومی کو دھرم اور یگیہ کے نام پر گندہ اور غلیظ کیا جا رہا تھا۔ انکے حمل میں وارد ہونے کے کچھ عرصہ پیشتر سے شہر کنڈلپور خاص اور ممالک متعلقہ کی خوشحالی و متول میں حیرت انگیز اضافہ ہونا شروع ہو گیا تھا اور حمل میں آنے والی شب کے آخری حصہ میں انکی مادر ماجدہ کو حسب ذیل سولہ خواب بطور نوید بہجت دکھلائی دیئے تھے۔

۱۔ ایک جسیم سفید چار دانتوں والا فیل مست۔

۲۔ ایک خوبصورت سفید گاؤ نر۔

۳ - آسمان سے رانی کے منہ کیطرف آتا ہوا شیر ببر۔
۴ لکشمی دیوی۔
۵ مندار کے پھولوں کی دو مالائیں۔
۶ ماہ منوّر
۷ مہرِ تاباں
۸ مچھلی کا جوڑا
۹ - دو گھڑے پانی سے بھرے ہوئے
۱۰ - تالاب۔
۱۱ - بحرِ ذخار۔
۱۲ - تختِ مرصع۔
۱۳ - ہوائی جہاز۔
۱۴ - زمین پھوڑ کر نکلتا ہوا اژدر
۱۵ - جواہرات کا ڈھیر
۱۶ - آسمان پر شعلہ بے دخان

صبح دم مہارانی ترشلا خواب راحت سے اٹھ کر مہاراجہ سدھارتھ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ اور اسنے متحیر ہو کر اپنے خوابہائے نادرہ کا بیان کیا۔ مہاراجہ یہ شگن نیک سنکر نہایت خوش ہوئے۔ اور مہارانی کی خواہش پر انکی حسب ذیل تعبیر بیان کی۔

(۱) تمہارے بطن سے تیرتھنکر بھگوان کا جنم ہوگا (۲) تمہارا فرزند علم روحانی کی اشاعت کریگا۔ (۳) مجسم طاقت کل ہوگا (۴) ملائک کوہ سمیر پر لیجا کر اُس کا غسل ولادت کرینگے (۵) اُس کا جسم معطر اور خوشبودار ہوگا (۶) اُسکی ہستی ہر دلعزیز ہوگی (۷) وہ دنیا سے تاریکی جہالت کو دور کریگا (۸) وہ سرور کل ہوگا (۹) اسکی زندگی دنیا کو مسرت بخش ہوگی (۱۰) وہ تشنہ لب ارواح عالم کو روحانیت کا آبحیات پلائیگا (۱۱) وہ ہمہ دان ہوگا (۱۲) وہ نجات ابدی پائیگا (۱۳) وہ فردوس بریں سے اُتر کر آئیگا (۱۴) وہ کاشف اسرار حقیقت ہوگا (۱۵) وہ معدن اوصاف حمیدہ ہوگا (۱۶) وہ اپنی روح کو کثافتِ اعمال سے مصفا و مجلا کر کے زنجیر تناسخ کو توڑیگا۔

اپنے خوابہائے دیدہ کی تعبیر سنکر مہارانی ترشلا اپنے جامہ میں پھولی نہ سمائیں خوشی کی لہریں موجزن ہو کر دل کو بلیوں اچھالنے لگیں۔ ہونٹوں پر تبسم۔ اور آنکھوں میں خمارِ مسرت چھاگیا۔ زبان سے اور کوئی بات نہ نکل سکی۔ کچھ حجاب کچھ فرطِ خوشی مانع مزید گفتگو ہوا۔ مسکراتی محلسرا کو واپس چلدیں سچ ہے ایسے ہونہار فرزند کی امید ولادت کسکو باعثِ فخر و خوشی نہیں ہوتی۔

حمل کی بالیدگی کے ساتھ ساتھ مہارانی ترشلا کی فراست و ذکا بھی خود بخود رفعت پذیر ہونے لگی۔ انکے حفظ حمل اور خطِ طبع کے لئے حورانِ جنت نے حاضر خدمت ہو کر شرفِ کنیزی حاصل کیا۔ شدہ شدہ بہ امن و عافیت حمل کے دن پورے ہو کر چیت شدی ترودشی کا یوم سعید بھی آپہنچا۔ جبکہ مہارانی ترشلا کے برجِ حمل سے اِس مہرِ درخشاں کا طلوع ہوا۔ جس کے نور نورانی کو دیکھنے کے لئے ایک عرصہ سے دو عالم کی آنکھیں ٹکٹکی لگائے انتظار کر رہی تھیں۔

اِس نوزائیدہ بچہ کی ولادت پُر سعادت کے موقعہ پر بطورِ اظہارِ مسرت مہاراجہ سدھارتھ کے مشکوئے معلیٰ میں جن و ملائک نے آسمان سے گل افشانی کی اور جشن تولید منانے کے لئے شاہِ جناں (دیویندر) معہ حوالی وموالی اور ہفتگانہ افواج کے ایوانِ شاہی پر آیا۔ بچہ کو آغوشِ محبت میں لیا۔ ایراوت ہاتھی پر متمکن کیا۔ شاہانہ کروفر کے ساتھ کوہ میرو پر پہنچا۔ اور وہاں پانڈک بن میں لے جاکر پانڈک شلا پر۔ جواہرات کے مرصع تخت پر جلوہ افروز کیا۔ کشیر ساگر کے ایک ہزار آٹھ طلائی کلشوں سے غسل کرا کے زیورات قیمتی اور پوشاک زریں سے مزین کیا اور اسم گرامی "بیر" رکھکر رسم تسمیہ ادا کی۔ پھر ایوانِ شاہی میں واپس آکر اس طفل

نوزاد کو آغوش مادر میں سُلا دیا۔ اور خوشی کے شادیانے بجاتا ہوا اپنے مسکن کو لوٹ گیا۔

عہد طفولیت

اِس طفل نوزاد کی نسبت اِس امر کا یقین کرنا شک وشبہ سے بالکل خالی ہے کہ اس پیکرِ خاکی میں ایک مقدس ومتبرک روح نے نزول کیا تھا حمل میں وارد ہونے سے پیشتر کے علامات عجوبہ۔ بعد کے واقعات نادرہ اور نیز وقت ولادت غیر معمولی طور پر جشن ولادت منایا جانا ایک بین ثبوت اِس امر کی تائید میں ہے جسمانی رو ئیدگی کے ساتھ ساتھ پنہاں اوصاف حمیدہ کا انکشاف بھی شروع ہوا بدن کی ساخت واعضار رئیسہ کی مضبوطی ومناسبت خط وخال کی موزونیت۔ لب ولہجہ کا انداز حرکات وسکنات کا سلیقہ۔ غرضکہ یہ جملہ خوبیاں اُسکی فضیلت مستقبلہ پر دلالت کرتی تھیں ہمعصر بچوں کو اُسکے ساتھ لہو ولعب کا فخر اُنکی خوش نصیبی کا ہی باعث تھا اُسکے عہد طفلی و زمانہ شباب کے کارہائے نمایاں آیندہ زندگی کے کشف وکمال اور کرشمہ وکرامات کے ادنی نمونے تھے۔ اوائل عمری سے ہی لوازمات دنیاوی سے نفرت اور ایثار نفسی کی خصلت کسی تعلیم یا صحبت خاص کیوجہ سے نہ تھی۔ بلکہ صحیح طریقہ پر اُسکی پاکترین روح کا ذاتی خاصہ ہی کہا جا سکتا ہے۔ شاہی باغ یا دیگر موقعوں پر ہمراہیاں کے ساتھ لہو ولعب یا سیر وگلگشت میں کسی حادثہ اتفاقیہ کے پیش آنے پر مردانہ وار اُس کا مقابلہ کرنا۔ اور ساتھیوں کو بھی بخوف وبخطر بنانا۔ اُسکی ہمت عالی اور مستقل مزاجی کا اقتضا تھا۔ چنانچہ ایک روز جب وہ ہمجولیوں کے ساتھ بڑ کے درخت پر چڑھکر اپنے بچپن کے کھیلوں میں مشغول تھا۔ ایک سنگم نام کا دیو اژدہا بنکر اُس درخت سے لپٹ گیا۔ خواہ اس سے

اُس دیو کو اِن بچّوں کے ساتھ اٹھکھیلیاں کرنا منظور تھا۔ یا آپ سے صرف اس مردِ جری کی
ہمت مردانہ کا موازنہ کرنیکا خیال تھا۔ باوجود اسکے کہ اس عجیب الخلقت مہیب اژدر کو
دیکھکر بچے سہمناک ہوکر گر پڑے اور کود کود کر بھاگنے لگے۔ وہ عالی ہمت بنہایت استقلال
سے اپنے دونوں پاؤں اُس ملک الموت دیو اژدر کے پھن پر رکھکر اطمینان سے اترا۔ اور
کسی طرح کا کوئی خوف دل میں نہ لایا۔ ہیرکی یہ غیر معمولی بہادری دیکھ کر اس دیو نے اپنی
اصلی شکل میں ظاہر ہوکر ہیر کو آفرین باد کہا اور اُس کا نام مہابیر رکھا۔

اِسی طرح ایک دن ایک مست ہاتھی اپنے تھان سے چھوٹکر راہ گیروں کو خوفزدہ
کرتا اور اپنی زد میں آجانیوالے بدقسمت متنفسوں کو نقصان پہنچاتا بے قابو یافتہ پھرتا
ہوا شامت اعمال سے اسکی طرف بھی آنکلا ۔ ساتھی خائف ہو کر بھاگنے لگے۔ کچھ
درختوں پر چڑھ گئے۔ کچھ اِدھر اُدھر چھپ گئے۔ غرضکہ جس نے جدھر تحفظ جان کا رستہ
دیکھا بھاگ گیا۔ مگر اس بہادر ہستی پر اُس کا کچھ ہوں طاری نہ ہوا۔ ہیر نے آگے بڑھکر
اُسکی سونڈ پکڑی اور گردن پر سوار ہوکر اُسکو قابو میں کیا۔ اپنے ساتھیوں اور دیگر شخص
کو مزید نقصان سے بچایا۔ ایسی اور بھی چند حکایتیں ہیں۔ جن سے اسکی قوت حوصلہ و استقلال
کا اظہار ہوتا ہے۔ اور کیوں نہو ؎

پھرتا ہے سیل حوادث سے کہیں مردوں کا منہ ۔ شیر سیدھا تیرتا ہے وقتِ رفتن آب میں

اِس طرح اُسنے لڑکپن او شباب کے کارہائے نمایاں سے دنیا کو متحیر کیا۔ آخری دم تک
مجرد رہکر شہزادانہ لباس میں فقیرانہ زندگی بسر کرتے ہوئے عمر کے تیس برس گزارے

ترکِ ریاضت

اِس ذات پاک سے تیس برس کی عمر میں بے ثباتی عالم سے دل برداشتہ ہوکر خلعت

شاہی کو ٹھکرا را۔ تعلقات دنیاوی کو خیرباد کہا اور مراقبہ و ریاضت کے لئے جنگل کی راہ لی
خود میں محو و مستغرق ہوکر بارہ برس کی سخت ریاضت اور نفس کشی کے بعد نہایت امن و
اطمینان قلبی کے ساتھ سیل شدائد اور موجِ حوادث کا مقابلہ کیا۔ جذبات شیطانی دغصہ۔
غرور۔ فریب۔ طمع) پر فتح پائی۔ اور صفاتِ روحانی کو زائل کرنیوالے چاروں افعالِ مہلک
کو فنا کرکے ہمہ دانی۔ ہمہ بینی۔ سرورِ کل و طاقتِ کل کا شرف حاصل کیا۔ زندہ جاوید
کا درجہ پایا۔ اور نیبار ہمہ دانی آفتاب عالمتاب کی طرح روئے زمین پر چمکی۔ کامل صدق
و صفا کے ساتھ طاقتِ کل کا شیر ببر آدم تاسمی بیر بنکر میدان شریعت میں آیا۔ راہِ حقیقت
سے گمراہ کرنیوالوں کے جسم خنجر کو منتشر کیا۔ تیس برس تک ہندوستان کے مختلف مقامات
میں جلوہ نما ہوکر بحر بیکران عالم میں غرقاب ہوتی ہوئی ہستیوں کو ابھارا تشنہ کامانِ
دنیا کو روحانیت کا آبِ حیات پلاکر تشفی و مطمئن فرمایا۔ گم گشتگانِ حقیقت کو راہِ حقیقت
پر لگایا۔ رہروانِ دین کو نغمۂ سعادت سنا کر زندہ جاوید بنایا۔ باقیماندہ چار غیر مہلک
افعال (گھاتیا کرموں) سے بے تعلق ہوکر شدھ۔ بدھ۔ نرنجن نروکار ہوکر عالم
بالا کے بالاترین حصہ (موکش) میں ہمیشہ کے لئے آتمی روح پاک نے سکونت اختیار کی
جو پوران پرماتما ہوکر کرت کرت ہوچکی ہے وہ روح تناسخ اُس نورانی خط سے کبھی واپس
نہ ہوگی۔ وہ تناسخ سے دائم الحبس ہی ہوگئی۔ پھر دنیا میں جنم نہ لیگی۔

وعظ

یہ امر مسلمہ ہے کہ دنیا میں ہر ذی روح مسرت و آسائش کا متمنی ہے۔ مسرت مکمل آزادی
کا نام ہے جس میں کسی قسم کا آزار نہ ہو۔ اسی کو نجات کہتے ہیں۔ بقول ایکہ ؎

بہشت آنجا کہ آزارے نباشد   کسے را با کسے کارے نباشد

پس ہر روح کی منزل مقصود نجات ہی ہے۔ اسکی تمام سعی و جستجو اسی کے حاصل کرنیکے لئے ہے اور ہونی چاہیئے۔ اب سوال ہوتا ہے کہ روح کو نجات کس سے پانا ہے؟ جواب صاف ہے کہ دنیاوی تکالیف سے۔ پھر سوال ہوتا ہے کہ روح کو دنیاوی تکالیف کیوں ہوتی ہیں؟ جواب یہ ہے کہ غیر جنس کے تعلق سے۔ کیونکہ ہر چیز کی اصلی صفات غیر جنس کی آمیزش سے خراب ہو جاتی ہیں۔ اب غور کرنے کی بات یہ ہے کہ روح کا تعلق غیر جنس سے کیونکر ہو جاتا ہے۔ ظاہر یہ ہوتا ہے کہ ہم اسکے نفرت اور رغبت کے خیالات جو اسکی جہالت پر مبنی ہیں روح کے اصلی اوصاف حمیدہ کو معطل و مکسور کر کے اُسے دور تناسخ کے شدائد میں ڈالدیتے ہیں۔ اِس سے اسکو گوناگوں دنیاوی تکالیف سہنا پڑتی ہیں۔ روح بالذات عالِم کل ہے جہالت اسکی اصلی صفت نہیں ہے۔ لیکن ورات فعلی کا غیر جنس مادہ اُس سے لا ابتدا زمانہ سے لگا ہوا چلا آتا ہے جیسے کہ سونا کان میں دیگر ذرات سے ملا ہوا صاف نہیں نکلتا۔ جب اسکو تپا کر صاف کیا جاتا ہے اور غیر جنسی مادہ اُس سے دور ہو جاتا ہے تب ہی وہ اپنی اصلی صورت میں دکھائی دیتا ہے۔ اِسی طرح جو غیر جنسی مادہ اِس روح سے ہمیشہ سے لگا ہوا ہے وہ روح کے اصلی اوصاف کو چھپائے ہوئے ہے۔ اس کا علم ذاتی اِس وجہ سے زائل نہیں ہو گیا ہے بلکہ اس درمیانی پردہ کے حائل ہو جانے سے ڈھک گیا ہے۔ اور اِس وجہ سے اِس میں جہالت کے آثار نمایاں ہو گئے ہیں۔ اِسکے باعث روح میں نفرت و رغبت کے جذبات پیدا ہوتے ہیں جو اسکی اصلی صفات کے بالکل مغائر ہیں۔ اور ان جذبات غیری کا نتیجہ بھی اُسکو ویسا ہی اُٹھانا پڑتا ہے۔ روح کی اصلی حقیقت مسرت کلی ہے لیکن تعلقاتِ غیر جنسی کیوجہ سے روح کو ان حالات میں رہنا پڑتا ہے جہاں مسرت کا

نام ونشان نہیں۔ چنانچہ اسی تعلق غیر جنسی سے رہائی پاکر مکمل طور پر آزاد و مسرت انتہا ہوجاتا ہی اسکی نجات ہے۔ اِس حصولِ نجات کا طریقہ جو بھگوان مہابیر نے اپنے روحانی علم و تجربہ سے اہل عالم کو بتلایا ہے وہ سمیک درشن گیان چارترانی موکش مارگہ" اس کا ترجمہ میری زبان میں یہ ہے کہ راسخ الاعتقادی۔ راسخ العلمی و راسخ العملی۔ بالاشتراک نجات کا رستہ ہے۔ یہ تینوں جواہر سہ گانہ یعنے رتن تریہ کہلاتے ہیں منفرداً طور پر انکا حصول زیادہ مفید مطلب نہیں ہے۔ بلکہ ایک وقت میں تینوں کا حصول ہی منزل مقصود پر لیجا سکتا ہے۔ اگر کسی جنگل میں چاروں طرف آگ لگ جاوے اور درمیان میں کوئی اندھا لنگڑا اور بیوقوف آدمی پھنس جاوے تو نتیجہ کیا ہوگا یہی کہ وہ خود بھی اس آگ میں جلکر مرجائے۔ لیکن اگر وہ اس آگ سے نکلکر بھاگنا چاہے تو اُسکو تین چیزوں کی ضرورت ہوگی۔ یعنی آنکھ رستہ دیکھنے کو علم اس کا کہ کس رستہ سے بھاگ سکتا ہے۔ نیز پیر بھاگنے کے لیئے۔ ظاہر ہے کہ ان میں سے ایک چیز کے بھی نہ ہونے سے اسکی مطلب براری نہیں ہوسکتی۔ پس دنیاوی تناسخ کی تکالیف سے بھی بچنے کے لئے صحیح دانش و بینش اور عمل کی ضرورت ہے جبتک روح کو اس دنیا سے رہائی پانے کا صحیح رستہ معلوم نہ ہوجائے اور راستہ پر بالوثوق اعتقاد نہ ہو۔ نیز علم اور اعتقاد ہوجانے پر اُس پر عمل نہ کیا جائے رہائی پانا مشکل ہی نہیں بلکہ قطعی ناممکن ہے۔ سالکان راہ نجات کے اختیار کردہ رستہ پر قدم رکھنے سے پہلے اِس امر کا یقین کامل ہونا چاہیئے کہ واقعی وہی رستہ منزل مقصود پر پہنچنے کا ہے۔ بلا اس سچے عقیدے کے تمام عملی کوششیں بیکار ہونگی۔ ہر دینی اور دنیوی ترقی کا انحصار اعتقاد پر ہے۔ بھگوان مہابیر نے سات اصول قدرتی

بتلائے ہیں۔ روح (جیو) غیر ذی روح (اجیو) آمد عمل (آسرو) بند عمل (بندھ) سد عمل (سمبر) ازالۂ عمل (نرجرا) اور نجات (موکش)

ہم دنیا میں دو قسم کی چیزیں دیکھتے ہیں۔ ایک ذی روح یعنے اشیاء مدرک۔ یا جاندار۔ دوسری غیر ذی روح یعنے اشیاء غیر مدرک یا بیجان۔ کچھ ایسی چیزیں ہیں جن میں روح اور مادہ کا اشتراک پایا جاتا ہے۔ بعض وہ ہیں جن میں روح نہیں ہے صرف مادہ ہی مادہ ہے وہ ادراک کے قانون کو مدنظر رکھتے ہوئے روح اور مادہ کا تعلق ازلی اور لاابتداز زمانہ سے ہے۔ لیکن ابدی (نہ ختم ہونے والا) نہیں ہے۔ جبتک روح مادہ کے ساتھ مشترک ہے دام تناسخ میں پابہ زنجیر ہے۔ لیکن جب روح مادہ کی شرکت سے قطع تعلق کرکے آزاد ہو جاتی ہے تو پھر یہ کوئی کسی قسم کا قالب اختیار نہیں کرتی۔ لہذا روح کی دو قسمیں ہوئیں۔ ایک متناسخ یا دنیا دار جسکو محض آتما کہتے ہیں۔ دوسری نجات یافتہ یا آزاد جسے پرماتما کہتے ہیں۔

(۱) روح۔ وہ مدرک باہوش اور غیر متشکل جوہر ہے جو علم و نظر۔ طاقت و مسرت کا مجموعہ ہے۔

(۲) غیر ذی روح۔ وہ غیر مدرک بیہوش جوہر ہے جس میں یہ صفات اربعہ موجود نہ ہوں۔ اسکی پانچ قسمیں ہیں۔ مادہ۔ وہ متشکل ذرات ہیں جنکی تحلیل و ترکیب سے مختلف اجسام ظہور پذیر ہوتے ہیں اور انکے خواص حواس خمسہ سے محسوس ہوتے ہیں۔ جوہر متحرکیہ (دہرم) وہ عنصر ہے جو روح اور غیر ذی روح کو حرکت کرنے میں مددگار ہوتا ہے۔ تیسرے جوہر استقراریہ (ادہرم) وہ عنصر ہے جو روح اور غیر ذی روح کو ساکن ہونے میں ممد ہوتا ہے۔ زمانہ (کال) وہ جوہر ہے جو روح اور مادہ کو ایک حالت

سے دوسری حالت میں تبدیل کرتا ہے۔ خلاء (اکاش) وہ جوہر ہے جو روح اور غیر ذی روح کو سمانے کے لیئے جگہ دیتا ہے۔

یہ مذکرہ بالا اشیاء چھ دربیہ یا جواہر ستہ کہلاتے ہیں۔ جوہر یا دربیہ وہ قائم بالذات چیز ہے جو اپنے وجود میں کسی علتِ فاعلی یا علت مادی کی محتاج نہو۔ ان جواہر ستہ میں صرف مادہ ہی متشکل ہے باقی پانچ غیر متشکل ہیں۔

جذباتِ نفسانی کے لطیف ذرات مادی کا روح کی جانب میلان کرنا آمد عمل (اسرو) ہے۔ اور انکا اسکے ساتھ پیوستہ اور وابستہ ہونا بند عمل (دنبادھ) کہلاتا ہے روح جب اپنی اصلیت میں مستغرق ہوکر آیندہ جذباتِ نفسانی کے زیر اثر نہیں رہتی اور ذرات فعلی کی آمد روح کی جانب سے رکجاتی ہے تو اسکو سدعمل (سمبر) کہتے ہیں ذراتِ عمل کے موجودہ ذخیرہ کو یا مادہ کے بند سابقہ کو زائل کردینا ازالۂ عمل (نرجرا) ہے روح کا مادہ جدید کی کشش کو اپنی طرف آنے سے روکدینے اور سابقہ مادہ کے تعلق کو زائل کردینے سے اسکے بلا شرکت غیرے خالص بنجانے کو نجات کہتے ہیں۔

ان اصول ہفتگانہ کے وجود اور انکے باہمی تعلقات سے سچی عقیدت کا نام رسخ الاعتقادی ہے۔ اور انکی اصلیت اور باہمی تعلقات کی وجہ موجبہ کو صحیح طور پہچان لینے کا نام رسخ العلمی۔ اور جن جن طریقوں پر عمل پیرا ہوکر روح مادہ کا قلع قمع کرکے دور تناسخ سے رہائی پاتی ہے اور سرور دائمی حاصل کرلیتی ہے اسکو راسخ العملی کہتے ہیں

راسخ العلمی۔ علم کیا چیز ہے۔ اور صفحہ ہستی پر اسکی کیسی عظمت ہے۔ یہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ دنیا کی قیمتی سے قیمتی چیز اس کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ اخلاقی، مادی روحانی۔ دینی و دنیاوی ترقی کا دارومدار اسی پر ہے۔ تمام شان و شوکت کروفر

جاہ وحشمت اسی کی بدولت ہے۔ یہ وہ دولت ہے جسکو چور نہیں چرا سکتا۔ زبردست نہیں چھین سکتا۔ اور دینے سے نہیں گھٹتی۔ خورشید منور کی طرح چوبیسوں گھنٹے چمکتی رہتی ہے۔ ظلمتِ روحانی کو فنا کرتی ہے۔ اسکو حاصل کرلینے کے بعد دنیا میں کوئی چیز حاصل کرنے کو باقی نہیں رہتی۔ اگر اسے حصولِ مقصد کی کنجی کہیں تو بیجا نہ ہوگا۔ علم درحقیقت عز وعظمت کا پیش خیمہ اور عیش وعشرت کا بیمہ ہے۔ یہ وہ یار غمگسار ہے جو رنج والم میں چشم پرنم کی اشک شوئی کرتا ہے۔ درد کا درماں بنکر مرتے دم تک ہمدردی کا دم بھرتا ہے۔ ہمراز بنکر رازِ حقیقت کا انکشاف کردیتا ہے۔ بیخودوں کو خودی میں لاکر خودداری وخودشناسی کے نشہ میں مست بنا دیتا ہے۔ حق تو یہ ہے کہ علم اظہارِ حقیقت کا سرچشمہ ہے۔ روح کی ذاتی صفت اور جملہ کرامات کی جہت ہے راسخ الاعتقادی کے ساتھ ساتھ اس کا بھی ظہور ہوتا ہے۔ وہ وجہ اور یہ نتیجہ۔ یادہ تخم اور یہ ثمر ہے۔ لیکن یہ علم وہ علم نہیں ہے جو فی زمانا اسکولوں اور کالجوں میں ہمارے نوعمر بچوں کو سکھایا جاتا ہے۔ غرضکہ یہ کوڑی پیسہ کمانے والا عیش وبہار دکھانے والا علم نہیں ہے۔ بلکہ یہ وہ علم حقیقی ہے جو اس دہر فانی کے بحر بے کنار میں روشنی کا مینار (لائٹ ہاؤس) بنکر روحانی بیڑہ کو ساحلِ مقصود کا رستہ دکھاتا ہے کفر وشرک کی ناہنجار چٹانوں سے جذبات نفسانی کی تلاطم خیز موجوں سے۔ اور دورِ تناسخ کی جانگزا گرداب سے بچاتا ہے اور بے خوف وخطر سطح نجات پر پہنچاکر مسرتِ کلی بخشدیتا ہے۔ یہ علم پانچ قسم کا ہے۔

(۱) **علم حواسی** (متی گیان) حواس خمسہ اور دل کے ذریعے سے ہوتا ہے۔ جیسے کسی چیز کی ماہیت چھوکر۔ سونگھ کر۔ چکھ کر۔ سنکر اور دیکھکر معلوم کرنا۔

(۲) **علم امتیازی** (ذہرت گیان) حواس خمسہ اور دل کے ذریعہ سے جسقدر علم ہو اُسکی تفصیلات کی ماہیت قوتِ امتیازی سے معلوم کرنا۔ جیسے کسی کے گانے کی آواز سنکر یہ محسوس کرنا کہ کوئی گا رہا ہے۔ علم حواسی ہے۔ اور قوتِ امتیازی سے یہ معلوم کرنا کہ کون گا رہا ہے۔ کیا گا رہا ہے علم امتیازی ہے۔ یہ علم بغیر سابقہ تجربہ و معلومات کے حاصل نہیں ہوتا۔

(۳) **علمِ غیب** (اووده گیان) بلا حواسِ خمسہ اور دل کی مدد کے محض قوتِ روحانی سے چیزوں کی ماہیت کو کسی حد تک جاننے کا نام ہے۔

(۴) **علم القلوب** (من پریہ) قوت روحانی سے جانداروں کے دلی خیالات کے معلوم کرلینے کو کہتے ہیں۔

(۵) **علمِ کل** (کیول) قوتِ روحانی سے ہر ذی روح وغیر ذی روح کی۔ ماضی۔ حال۔ مستقبل کی حالت۔ ماہیت۔ اور دیگر متعلقہ باتوں کو بے کم و کاست جان لینے کو کہتے ہیں۔

جس علم میں شک۔ غلطی۔ اور وہم نہیں ہوتا ہے وہی علمِ صادق ہے۔ علم القلوب اور علم کل تو صادق ہی ہوتے ہیں۔ لیکن باقی تین قسم کے علم کاذب بھی ہوسکتے ہیں۔ اُنکے اندر شک و غلطی اور وہم کا ہونا ممکن ہے۔ جو علم کے تین عیوب کہلاتے ہیں۔

(۱) **سنشئی** یا علمِ مشکوک۔ جس میں شک وشبہ ہو۔ مثلاً۔ آیا یہ سونا ہے یا پیتل چاندی ہے یا رانگ۔

(۲) **بپریہ**۔ یا برعکس۔ یا علمِ غلط۔ بلا شک وشبہ سونے کو پیتل۔ اور پیتل کو سونا

سمجھ لینا۔ مفید کو مضر۔ اور مضر کو مفید جاننا۔

(۳) اندھوسا۔ علم متوہم جس میں شک وشبہ او غلطی کی بھی گنجایش ہونا۔ مثلاً رستہ چلنے میں یہ معلوم ہوتا کہ کوئی چیز پیروں کو چھوتی ہے۔ یہ نہ معلوم ہوتا کہ کیا ہے۔

روحانیت کی ترقی کے ساتھ ساتھ علم کی ترقی بھی ہوتی ہے جس طرح سورج کے سامنے سے جتنی گھٹا ہٹتی جاتی ہے اتنی ہی اسکی روشنی بڑھتی جاتی ہے اسی طرح روح سے جتنا جتنا تعلق مادی دور ہوتا جاتا ہے۔ اس کا علم صادق انکشاف پذیر ہوتا جاتا ہے۔ اور جب مادہ کا تعلق روح سے قطعی چھوٹ جاتا ہے وہ عالم کل ہو جاتا ہے۔ اس تعلق غیری کے دور ہونے کے دو ہی ذریعے ہیں۔ ایک ریاضت اور نفس کشی۔ دوسرا ثمرۂ اعمال کو صبر و استقلال سے سہنا۔ ریاضت سے سدِّ عمل اور ازالۂ عمل دونوں ہوتے ہیں۔ لیکن ثمر کے سہنے سے صرف ازالۂ عمل ہی لازم آتا ہے۔

راسخ العملی جب یہ امر مسلّم ہے کہ ہم بذریعۂ روح ذرات عملی کے ساتھ بندھے ہوکر زندانِ تناسخ میں پابجولاں ہیں تو ہمکو اپنے قصور دار اور مجرم ہو لینے میں کوئی پس و پیش نکرنا چاہیئے۔ ایک یونانی حکیم EPICTITUS کا قول ہے کہ —

ACKNOWLEDGE THAT YOU ARE BAD IF YOU WISH TO BE GOOD.

یعنی اگر تم نیک بننا چاہتے ہو تو اپنے بد ہونے کا اعتراف کر لو

بائبل میں بھی یہی لکھا ہے کہ دنیا وار آدمی گنہگار ہے۔ جین دھرم کا بھی مضمون یہی ہے کہ سنساری جیو اشدھ ہے۔ لہذا ہم خطاوار تو بالاتفاق راسخ قرار پاتے ہیں۔ اس کا اقرار کرنے میں چوری اور سینہ زوری کی مثل صادق آتی ہے۔

اب ہماری خواہش کیا ہے۔ یہی کہ موجودہ مصیبت ٹل جائے۔ یعنی جو عمال ہم کر چکے ہیں۔ اُنکی سزا بھگتنی نہ پڑے۔ اور آئندہ مبتلائے بلا نہ ہوں۔ اعمال کردنی کی بلائے مکافات بغیر بھگتے ٹل کیسے جائیگی۔ رشوت تو یہاں چلتی نہیں۔ خوشامد کا کچھ کام نہیں۔ سفارش بھی کوئی سنتا نہیں۔ پھر تو یہ کچھ ٹیڑھی کھیر معلوم ہوتی ہے۔ پس یا تو ریاضت کیجئے یا جو پڑے اُسے بھگتنئے۔ بھگتنا مشکل ہے۔ مگر آسان ہو سکتا ہے۔ بشرطیکہ رنج و غم کا احساس نہ ہو۔ بقول غالب ؎

رنج سے خوگر ہوا انساں تو مٹ جاتا ہے رنج مشکلیں اتنی پڑیں مجھ پر کہ آساں ہو گئیں

لیکن حصول مقصد کے لئے ریاضت کرنا ہی بہترین چارہ کار ہے۔ ہر دنیادار کو چھ قسم کی نیک عملی روزمرہ کرنا واجب ہے۔

(۱) دیو پوجا۔ یعنی اُن ارہنت دیو کے جنہوں نے تارک دنیا ہو کر بذریعہ ریاضت و نفس کشی شرکت غیری سے مصفا و مبرا ہو کر درجہ وحدانیت پا یا ہے) اوصاف حمیدہ کی حمد و ثنا کرنا۔

(۲) گرو پوجا۔ اُن مرشدان کامل و استادان بے ریا کی جو راہ نجات کی ہدایت کرتے ہیں تعظیم و تکریم کرنا۔ اور اُنکی نصیحتوں پر کاربند ہونا۔

(۳) سوادھیا۔ ہمہ دان و ہمہ بین ہستیوں کے کلام مقدس کا مطالعہ کرنا و اُنکی تعلیم سے اپنے خیالات کو پاکیزہ بنانا۔

(۴) سینیم۔ حواس خمسہ و دل پر قابو پانا۔ بلا سوچے سمجھے کسی کام کو نہ کرنا۔ بلکہ اُسکے نتیجہ پر غور کر کے نہایت احتیاط سے عمل پیرا ہونا۔

(۵) تپ۔ خواہشات نفسانی اور جذبات شیطانی کو مغلوب کر کے مصروف ریاضت ہونا۔

(۶) دان - حتی المقدور مستحقین کی حاجت روائی کرنا - زکاۃ و خیرات کو ہی اپنے تمول کا حاصل سمجھنا - چنانچہ پہلی شکل کو آسان کرنے کا طریقہ بغیر مذکورہ بالا عمل کے اور کچھ نہیں ہے - آیندہ مبتلائے بلا نہ ہونے کا علاج حسب ذیل ہے -

غصہ - غرور - فریب - طمع - یہ چار ناقص جذبات روح کے دشمن ہیں انکو مغلوب کرکے دل و جسم و زبان کے ذریعے سے سرزد ہونے والے افعال کی مقناطیسی کشش سے مادی ذرات کو روح کے ساتھ وابستگی کا موقعہ نہ دینا چاہیئے - اور پانچ قسم کے گناہ کبیرہ یعنی ایذا رسانی - دروغ گوئی - سرقہ - شہوت پرستی - اور بوالہوسی کے ارتکاب سے کافی حذر و پرہیز کرنا چاہیئے -

راسخ الاعتقادی - اور راسخ العلمی کے ساتھ ساتھ اگر یہ عمل بھی جاری رہے تو اُسکو راسخ العملی کہتے ہیں - ان تینوں کا یکجا و مشترکہ ہونا نجات ابدی کا صحیح - اور سیدھا رستہ ہے - اِسی سے مادی ذرات فعلی کا تعلق روح سے دور ہوجاتا ہے - اور روح اپنی اصلی و جبلی صفات حاصل کرکے - عالم کل - ہمہ بیں - مسرت انتہا - اور قادر مطلق ہوجاتی ہے - بھگوان مہاویر نے جو ہدایات اہل عالم کو دی ہیں یہ اُن کا مختصر بیان کیا گیا ہے - مفصل و مشرح حال جین شاستروں سے معلوم کرنا چاہیئے -

اوم

شانتی -

جین سماج کے فرسودہ قالب میں از سر نو زندگی ڈالنے والا

جین متر منڈل

جین دھرم کی فلسفیانہ حقیقتوں اور صداقتوں۔ اسکے عالمگیر اصولوں اور اعتقادوں کی دنیا میں اشاعت وتبلیغ کرنے کے لئے مارچ ۱۹۱۵ء میں قائم کیا گیا تھا۔ اس وقت سے اب تک جو اس نے کارہائے نمایاں اور قومی خدمات انجام دی ہیں وہ اسکی مختلف رپورٹوں سے بخوبی واضح اور مترشح ہیں۔

ہر ایک وہ انسان جسکی نظر جین سماج کی گذشتہ اور موجودہ حالت، جین مذہب کی تبلیغ واشاعت اور اسکی فلاح وبہبود کی مختلف تحاریک پر رہی ہے۔ منڈل ہذا کی اعلیٰ کارگذاریوں سے ہرگز ناواقف نہیں رہ سکتا۔ اور نہ ہی اس وقت اُن تمام جملہ اُمورات کا بیان کرنا ہی آسان اور مناسب ہے۔ تاہم اسکی چند مساعی اور کوششوں کو حوالۂ قلم کیا جاتا ہے۔

منڈل کا کام۔ ٹریکٹوں کی طباعت واشاعت۔ قومی جلسوں اور سبھاؤں کے انعقاد مباحثہ و مناظرہ کے اہتمام اور مختلف اخبارات ورسائل میں مضامین شائع کرا کر جین مذہب کی اشاعت وتبلیغ تک ہی محدود نہیں رہا۔ بلکہ مختلف اوقات پر منڈل نے معرکے کی سیاسی اور قومی خدمات بھی سرانجام دی ہیں۔ اسکے ٹریکٹ دور دراز ممالک امریکہ۔ ناروے۔ اٹلی۔ فرانس۔ روم۔ روس۔ ہالینڈ۔ انگلینڈ۔ جاوا۔ وغیرہ میں بھیجے گئے اور وہاں کے علماء کی طرف سے انکے متعلق تعریفی خطوط موصول ہوئے۔

صوبہ دہلی میں اننت چودش کی پبلک تعطیل (اب اس روز تمام دفاتر وبنک وغیرہ بند رہتے ہیں) حکام صوبہ سے منظور کرانے کے لئے بیحد کوششیں اور آخر کار اس میں کامیابی اسکی تازہ سرگرمیوں اور جانفشانیوں کی بخوبی مظہر ہیں

ڈاکٹر گوڑ کی گمراہ کن تحریروں کے حوصلہ شکن جوابات اور اُسکے لئے ایک سخت جدوجہد۔ جین لا ر
کا اجراء۔ اسکی طباعت و اشاعت کے متعلق عملی تجاویز و کوششیں۔ لیجسلیٹو اسمبلی میں جینیوں کی فلاح
و بہبودی کی خاطر استفسارات و سوالات اور اخباری دنیا میں اسکی جدوجہد۔ منڈل کے سیاسی
کارہائے نمایاں کی چند مثالیں ہیں۔ اور انفلوئنزا کی عالمگیر مصیبت کیوقت مریضوں کی امداد اور ریلیف
کے درمیان اسکی طبی خدمات۔ سبب پرتشٹھا جی کے مبارک موقعہ پر اسکے ممبروں کی ذاتی خدمات۔ بے بی ویک
(ہفتہ بچگان) کی سکیم بنانے میں مدد و اعانت اسکی قومی خدمات کے کچھ نمونے ہیں۔ اور پبلک کے علمی و
ادبی جلسوں میں شریک ہو کر اسنے حتی الوسع اپنے مقاصد کی تکمیل کی ہے۔ دو سال سے شری مہاویر
جینتی کے منانے کا خاص انتظام و اہتمام کیا ہے اور اب بھی دو تین معرکے کے کام ہاتھ میں لئے ہوئے ہیں
یہ تو اس متر منڈل کی (جس کے متعلق ہندوستان کی رپورٹ مردم شماری کے باب اول صفحہ ۱۰۴ پر یہ
الفاظ مرقوم ہیں "جین متر منڈل دہلی میں ایک عالی و عظیم علمی و ادبی ایجنسی ہے")
کارگزاریوں اور مصروفیتوں کا مختصر سا ذکر ہے مفصل حالات سے آگاہی مقصود ہو تو منڈل کے
سکریٹری سے معلوم ہو سکتی ہے۔ بھارت کی تمام تجارت کے پانچویں حصہ کی مالک اور غالبًا دو ہر سال
لاکھوں روپیہ دان دینے والی جین سماج کے جس زندہ منڈل کی کارگزاریوں کا یہ ذکر ہے اسکے ساتھ جین سماج کو
کیا سلوک واجب ہے؟ کیا سماج کا فرض نہیں ہے کہ وہ اس متر منڈل کی جس نے اسکے دھرم کو تمام دنیا میں پھیلانے
اور اسکی عظمت کو چار چاند لگانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا ہو۔ تن من دھن سے مدد و اعانت کرے
کم از کم مالی پریشانیوں سے تو اسے بالکل بےفکر بنا دینا سماج کے اہل دول اور سخی صاحبان کا عین فرض ہونا چاہئے
کیا وہ صاحبان اور سماج کے دیگر اشخاص اپنے اس فرض منصبی کی جانب توجہ مبذول فرمائینگے اور منڈل کے ممبر
بنکر یا کسی دوسرے ذریعہ سے امداد دیکر دھرم پرچار اور قومی ترقی کے کار ثواب میں حصہ لیں گے؟

تحریک
مہابیر پرشاد۔ بی اے۔ ایل ایل بی، ایڈووکیٹ۔ پریسیڈنٹ
امراؤ سنگھ، سکریٹری
جین متر منڈل آمنہ دریبہ کلاں دہلی

نوٹ منڈل نے اسوقت تک مختلف زبانوں میں پچاس ٹریکٹ شائع کئے ہیں ممبری کی فیس ۲ ، اور لائف ممبری کی ۱۰ ہے

جین متر منڈل ٹریکٹ نمبر ۵۵

اوم

رپورٹ جلسہ جینتی

معہ

روئداد کارروائی جین متر منڈل

بابتہ سنہ ۱۹۲۷ء

مرتبہ سکرٹری منڈل

دلی پرنٹنگ ورکس دہلی میں چھپی

تعداد ۱۰۰۰ قیمت ۲

جین متر منڈل کے مطبوعہ ٹریکٹ

(۱) [illegible] ۱/

(۲) ست دین [illegible] نفت [illegible] ۱۰/

(۳) کیا ایشور خالق ہے؟ جو بھجن ترنا لنڈن ۱/

(۴) گیان سوریج اودے حصہ دوم ۱/

(۵) کلام پیکان ۔ -/

(۶) مجموعہ دلپذیر -/

(۷) سلک صد جواہر ۱۰/

(۸) گلزار تخیل یعنی کھیلتا میرا استوتر ۱۰/

(۹) نایاب گوہر ۱۰/

(۱۰) جین دہرم کی عظمت معہ جین دہرم والے کسکی پرستش کرتے ہیں؟ ۱/

(۱۱) بھگوان مہابیر سوامی کے جینتی کے جلسہ کی روئداد بابتہ ۱۹۲۶ء ۱/

ایضاً معہ ہندی نظم قیمت ۱۰/

(۱۲) صبح صادق ۱۰/

(۱۳) حقیقت دنیا ۱/

(۱۴) بھگوان مہاویر اور اُنکا وعظ ۱/

(۱۵) اختیارات لطیف -

(۱۶) جین دہرم ۴/

(۱۷) مہاویر جینتی کی رپورٹ بابتہ ۱۹۲۷ء ۱۴/

(۱۸) اہنسا دہرم پر بزدلی کا الزام ۱۰/

(۱۹) حقیقت معبود۔ چھپ رہا ہے -/

(۲۰) کمتی اور اُس کا سادھن ۱۰

(۲۱) جلوۂ کامل ۱۱

ہندی اور انگریزی ٹریکٹ

(۲۲) مہا پاسنا تتو۔ ہندی ۱/

(۲۳) جین دہرم پرو فیکا ہندی ۳/

(۲۴) جنید رمت درپن ہندی ۱/

(۲۵) جین دہرم ہی بھو منڈل کا سار و جنک دہرم ہو سکتا ہے۔ ہندی -/

(۲۶) لارڈ مہاویر۔ انگریزی ۴/

(۲۷) لارڈ پارشناتھ انگریزی ۴/

(۲۸) رپورٹ جین متر منڈل انگریزی ۴/

ملنے کا پتہ:- جین متر منڈل۔ دریبہ کلاں دہلی

اوم

جین مترمنڈل دہلی کے تیرھویں سالانہ جلسہ
اور
بھگوان مہاویر کے جشن ولادت
کی
روئداد



"جین متر منڈل" نے جو شہر دہلی میں ۱۹۱۰ء سے قائم ہے اور جس کا مقصد اعلیٰ جین دھرم کی اشاعت کرنا ہے اپنا سالانہ جلسہ اور بھگوان مہاویر کا جشن سالگرہ ۳۱ مارچ و یکم و ۲ اپریل ۱۹۲۸ء کو نہایت سرگرمی کے ساتھ پریڈ کے میدان میں ایک عالی شان منڈپ کے اندر منایا۔ جو سبق آموز موٹو، رنگ برنگ کی کاغذی پھلواریوں اور بجلی کی روشنی سے خوب آراستہ کیا گیا تھا جس میں سامعین کے لئے دری و قالین کے فرش اور کرسیوں کا انتظام تھا۔ درمیان میں ایک سٹیج م

لیکچر ہوا۔ مہمانوں نیتاگیوں اور دیگر کارکنان سنگھ کے ٹھہرنے کا انتظام تھا اور جناب صدر صاحب کے اس اسٹیج پر پرتکلف کرسی وغیرہ لگی ہوئی تھیں۔

جیو دیا پرچارنی سبھا آگرہ کا سالانہ جلسہ مذہبی کانفرنس اور شاعرہ کا اہتمام بھی اسی پنڈال کے اندر تھا جسکو پروگرام میں کافی اور مناسب وقت دیا گیا تھا۔

کارروائی روز اول ۔ ۳۱ مارچ سنہ ۲۸ء

۱۲ بجے دن کے کارروائی جلسہ زیر صدارت جناب بابو **جگت پرشاد** صاحب ایم اے ۔ ایکاؤنٹنٹ جنرل بنگال شروع ہوئی ۔ بھجن و منگلاچرن کے بعد پنڈت پربھو رام صاحب کھتری لاہوری نے جین دھرم کی عظمت پر پُر اثر تقریر کی ۔ اسکے بعد جناب ایچ ایم سعید صاحب ۔ پروفیسر الہ آباد یونیورسٹی کا ڈکھ کی نروتی پر عالمانہ لیکچر ہوا جس میں اُنہوں نے دلائل و مثیلات سے ظاہر کیا کہ دین حقیقی سے بیشتگی ہی ہمارے لئے دنیاوی مصائب کا سبب ہے اور صدق وصفا وغیرہ ان تمام تکلیفات سے نجات دینے والا ہے۔ آپنے جین دھرم میں جو اہنسا پر زور دیا گیا ہے اسکی بہت تعریف کی اور بیان کیا کہ ہر دکھ کی نروتی بلا اہنسا دھرم پالنے نہیں ہوسکتی ۔ اسکے بعد بھجن ہوئے۔

۳ بجے جیو دیا پرچارنی سبھا کا جلسہ شروع ہوا جسکے صدر رو بابا دھی جین درشن دواکر پنڈت چمپت رائے جی بیرسٹر منتخب ہوئے سکرٹری نے سبھا نڈورکے ان کاموں کی جو سال حال کے اندر انجام دیئے گئے مفصل رپورٹ پیش کی ۔ رات کے سات بجے پھر منڈل کا جلسہ شروع ہوا بھجن و منگلاچرن کے بعد پنڈت برج باسی لال صاحب میرٹھ کا موثر و دلچسپ لکچر ہوا جس میں انہوں نے فرمایا کہ سکھ شانتی کا باعث سمیک درشن سمیک گیان اور سمیک چارتر والا مجموعی دھرم ہے اس دھرم کا دلنشین کر دینے والا ایکانت واد کا مسئلہ ہے آخر میں انہوں نے تیرتھ چھیتروں پر دگمبری اور

سوتیامبری فرقوں میں جو دلی کدورتیں بڑھتی جا رہی ہیں انکے مٹا دینے کی جین سماج سے درخواست کی۔

اس کے بعد شری ایم سعید صاحب کا "مذہب اسلام میں اہنسا" اس عنوان پر ایک سحر انگیز لیکچر ہوا۔ جس میں ہنسا اور اہنسا کی لفظی و معنوی تعریف کرکے تمثیلات سے یہ ذہن نشین کرا دیا کہ دنیا دار و تارک الدنیا کس کس قسم کی اہنسا کس حد تک عمل میں لا سکتے ہیں۔ آپ نے بدلائل فرمایا کہ جو لوگ بال بچوں اور بیوی کا گزارہ کرتے ہیں وہ ہنسا کرتے ہیں اور جو دوسروں کے مذہب کی توہین کرتے ہیں وہ بھی ہنسا کرتے ہیں۔ بالآخر آپ نے آیات و اقوال کے حوالے سے اعتراف کیا کہ اہنسا پہ سچے معنوں میں عمل کرنے کی اسلام میں بڑی ہدایت ہے۔ آپ نے فرمایا [illegible] ہو۔ اچھی تعلیم۔ سلوک۔ اور اہنسا [illegible] ایسی عالمگیر [illegible] کہ ان سے [illegible] بلکہ [illegible] دنیا فائدہ اٹھا سکتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ [illegible] الیقین [illegible] جیسی [illegible] سے خدا [illegible] شناسی میں کمی نہ [illegible]

[illegible] وہ [illegible] قول [illegible] لیکن [illegible] منطق [illegible] تحقیق ہے [illegible] اس میں [illegible] تو اسکی [illegible] ہو سکتی ہے۔ [illegible] کچھ زیادہ [illegible] ہو سکتے ہیں۔ علاوہ [illegible] بھی خدا کے خالق دنیا ہونے کا یقین کیا جا سکتا ہے۔ لیکن [illegible] منطق [illegible] مشکل ہے [illegible] کا خوب چرچا کیا جائے۔ کیونکہ اسکی اشاعت سے [illegible] نہیں [illegible]

نفع پہنچے گا۔ باوجود مسلمان ہونے کے میرا عقیدہ ہے کہ جین دہرم کے اندر ایسی بہت سی
باریکیاں ہیں جو دنیا کو مساوی طور سے منفعت بخش ہیں۔

میں مختلف مذاہب کی کتابوں کا ۴ سال سے مطالعہ کر رہا ہوں لیکن میں نے
اہنسا دہرم کی سچی شان اور واقعی پہچان جو جین دہرم میں دیکھی مجھے اور کسی مذہب میں
نظر نہیں آئی۔ اگرچہ اسپر عمل پیرا ہونے کے مدارج بھی دیئے ہیں۔ تاہم اسکی پابندی اہل
اسلام کو سخت معلوم ہوتی ہے۔ غالباً اس وجہ سے کہ وہ اسکے صحیح معنے نہیں سمجھتے۔
دین اسلام بھی اہنسا کے اصول کا حامی ہے۔ لیکن اسکی پابندی پورے طور پر نہیں
کی جاتی۔ ہندوستان میں مسلمانوں کی تعداد کافی ہے۔ اگر ہندو اور خصوصاً جین حضرات
اپنے اہنسا کے اصول کو بھی کچھ ملائم کر دیں اور مسلمان اسکی پابندی کچھ زیادہ
سختی سے کرنے لگیں تو یقین ہے کہ جین دہرم اور دین اسلام بہت قریب قریب
ہو جائیں گے۔

اسکے بعد بابو جگت پرشاد صاحب صدر جلسہ نے ہر دو مقررین کی تقریروں کا خلاصہ
سامعین کو سمجھایا۔ بعد پنڈت منشی لال جی شاستری نے جو پنچتیرتھ ودیاپاٹھی اور کھٹ شاستر
کے جاننے والا بھی ہیں اسکا بیان دہرمی روحانی عقیدہ سے دیکھتے ہیں اب جین دہرم پر مضبوط عقیدے سے
اپنا بیان شروع کیا۔ اور فرمایا کہ جین دہرم کسی فرقہ یا ذات کا نام نہیں ہے۔ کیونکہ
یہ روحانی دہرم ہے اور ہر روح کی ملکیت ہے۔ سمیک درشن گیان چارتر کا مجموعی
طور سے حصول ہی نجات کا ذریعہ ہے۔ حضرت محمد، مسیح مقدس۔ گرو نانک۔ مہاتما بدھ
اور بھگوان مہاویر کی مخصوص شخصیتیں اپنی اچار وچار اور آچار کی یکجائیت اور یکسانیت سے
ہی مشہور عالم ہوئیں۔ ہمارے قلوب اب تک ان مشاہیر عالم مورتیوں کے مندر بنے ہوئے

ہیں۔ ہماری زبانوں پر انکے اسماء پاک منقش ہیں۔ اہنسا دہرم کا سدھانت خود ہی آسان ہے
دنیاداروں کو صرف ارادی ہنسا کے ترک کی ہدایت ہے۔ کاروباری ہنسا سے اگر نہیں
بچ سکتے تو مضائقہ نہیں۔ لیکن ہر ذی روح کے ساتھ نیکی کرنے کا خیال ہر وقت مدنظر
رہنا چاہیئے۔ یہ نہو کہ کیڑے مکوڑوں پر تو رحم کی نگاہ رہے لیکن انسانی حقوق کی پروا
نہ کی جائے۔ اس سے زیادہ اور کیا لچک اس میں دیجا سکتی ہے۔ اگر یہ اصول تسلیم
کر لیا جائے کہ ہستی سے نیستی اور نیستی سے ہستی کبھی نہیں ہوسکتی تو خدا کے صانع
عالم اور خالق دنیا ہونے کا سوال ہی کبھی سامنے نہ آئے۔ کوئی سائنٹسٹ (علم فطرت
کا ماہر) یا فلاسفر تو بیج میں بڑ کے درخت کا وجود قیاس تک نہیں کرسکتا۔ نہ ثابت کرسکتا
ہے۔ لیکن تخم میں شجر کا وجود ہے ضرور۔ اگر نہ ہو تو پھر پیدا کہاں سے ہوجاتا ہے۔ یہ دنیا
ازلی و ابدی ہے۔ ایشور کو اسکے بنانے یا بگاڑنے سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ اپنے
بیان کی تائید میں مقرر نے ہندو دہرم شاستروں اور اُپنشدوں کے حوالے دیکر کہا کہ
ہم اس خیالی ایشور کو نہیں مانتے جو دنیا کا بنانے اور بگاڑنے والا کہا جاتا ہے لیکن
جس مخصوص شخصیت نے جذبات نفسانی پر قابو پاکر اپنی روح کو پاکترین بنا لیا ہے۔
حصول نجات کا مستحق بنکر دوسرے لوگوں کو راہ سعادت کی رہنمائی کی ہے۔
وہی پرم ایشور ہمیشہ ہمارے اقتدار کا باعث ہے۔ ہمہ دانی کے بعد اور نجات حاصل کرنے سے
قبل وہ سکل پرماتما (معبود مجسم) کہلاتا ہے۔ اور حصول نجات کے بعد نکل پرماتما (معبود
غیر مجسم) ہوجاتا ہے۔ ایسی مخصوص شخصیت ابتک بیشمار ہوئیں اور آئندہ بے تعداد
ہونگی۔ وہ سبھی پرماتما (پرم آتما) ہمارے لئے معبود حقیقی ہیں۔ جب لوگ ایک ایشور کو
مان کر ہی ناستک نہیں کہلاتے تو بیشمار ایشوروں کو ماننے والے کس طرح ناستک

کہلا سکینگے۔ اِس لئے جینیوں کو تو سب سے زیادہ آستک (خدا پرست) کہنا چاہیئے
خدا کا صانِع عالم ہونا چاہے کسی دلیل سے ثابت نہ ہو سکے" تاہم معقول پسند طبیعتیں
بھی جو اُسے ایسا ماننے کی عادی ہو گئی ہیں۔ ایک دم اِس خیال کو بدل نہیں سکتیں۔
جبتک لوگوں کی دلی کمزوریاں رفع نہ ہونگی اُس وقت تک راہ راست کو اختیار کرنا
مشکل امر ہے۔ اسکے بعد بھجن وغیرہ ہو کر جلسہ برخاست ہوا۔

کارروائی روز دوئم یکم اپریل ۱۹۲۸ء

اِس روز صبح کو ۹ بجے تک لعل مندر عسرف (اُردو کا مندر) میں مہاویر سوامی کی
پوجا کی گئی۔ اور دن کے ۱۲ بجے سے زیر صدارت جین وِشن دواکر ودیا وارِدھی پنڈت
چمپت رائے صاحب بیرسٹر کارروائی جلسہ شروع ہوئی۔ بھجن گانے کے بعد پنڈت
برجباسی لال جی نے منگلاچرن کرتے ہوئے دیو پوجا اور مورتی پوجا کا فرق بتلایا۔ اور
کہا کہ ہم لوگ جینی متبرک اور قابلِ تقلید ہستیوں کو اپنا اسٹ دیوان کر پوجتے ہیں اِنکے
آورش دلفضوب کو ذہن نشین کرنے کے لئے اُنکی مورتی بنا کر سامنے رکھ لیتے ہیں۔
جس طرح نشانہ بازی کی مہارت کرنے کے لئے سیاہ نقطہ اول نگاہ کا نشانہ بنایا جاتا
ہے ہماری مورتی پوجا گویا دیو پوجا کا ابتدائی مرحلہ ہے۔ عام طور پر مورتی پوجا کے جو
معنے لئے جاتے ہیں ہم لوگ خود اُس مورتی پوجا کے خلاف ہیں۔ ہمارا دھرم ہمکو ایسی
مورتی پوجا نہیں سکھاتا۔ جیسی دوسرے لوگوں میں رائج ہے۔
اسکے بعد بھی ... پریم ساگر نے اپنی ہندی نظم پڑھکر سنائی جو ہندی ... کتاب ...
میں درج ہے۔ پھر لالہ چند میں صاحب ناز فریدکوٹ نے اہنسا دھرم کی عظمت پر فلسفیانہ

تقریر کی اور کہا کہ جس وقت ویدک یگیوں کے ذریعے بھارت میں گھور ہنسا کا پرچار تھا۔ مہاویر سوامی کا جنم ہوا۔ یہ کام اِس دیا کے اوتار اور شجاعت مجسم ویر کا ہی تھا کہ ہنسا کے سمندر میں اہنسا کی لہر پیدا کر دی۔ اہنسا کی عالمگیر مہر بے رحم اور خونخوار دلوں پر بھی ثبت ہو گئی۔ جن ویدوں میں پشو میدھ یگیوں کا وِدھان (ہدایت) تھا اِنکے ماننے والے بھی اہنسا پرمو دھرمہ کا راگ گانے لگے۔ اِس معصوم مشن نے اس تاریک زمانہ میں وہ عام مقبولیت حاصل کی کہ آج ہر مذہب میں اہنسا دھرم کی تھوڑی بہت جھلک دکھائی دے رہی ہے۔

پھر مہرشی شیوبرت لال ورمن نے جو رادھا سوامی پنتھ کے گرو ہیں اور جین دھرم کے ساتھ تھوڑے دنوں سے پریم رکھتے ہیں۔ جین دھرم کی خصوصیات اور قدیم ہونے کے باعث اِسکی قدامت پر مفصل تقریر کی۔ سکندر اعظم کی ایک طویل حکایت بیان کر کے بتلایا کہ جس نے جذباتِ نفسانی پر قابو پا لیا ہے اور حقیقی مسرت کو حاصل کر لیا ہے وہ فاتح ہے جسے سنسکرت زبان میں جن जिन کہتے ہیں۔ اِسی فاتح کامل جن بھگوان کا طریق جین دھرم کہلاتا ہے۔ یہ صوفیانہ قدیم مذہب ہے یونانیوں نے اس کا نام جمینو صوفس رکھا تھا۔ جس کا پتہ یونانی قدیم کتب میں اکثر ملتا ہے۔ دگمبر سادھوؤں کی کتھائیں بھی یونانی کتابوں میں پائی جاتی ہیں۔ جب یونانی کتابوں کا ترجمہ سلطنت عباسیہ کے زمانے میں ہوا تو صوفس لفظ کا معرب صوفی کر دیا گیا جسکے معنے صاف کرنے والے کے ہیں۔ چونکہ جین دھرم سے بہتر دل کی صفائی کا سبق اور کہیں نہیں ملتا اِس لئے جینیوں کو صوفی کہنا بھی بیجا نہیں ہے۔

کمل انسانی ہستی جو تیرتھنکر کہلاتی ہے ناتھ کے لفظ سے موسوم کیجاتی تھی

گویا کہ کمل انسانوں کا سلسلہ ناتھ پنتھ مشہور ہوا جسکی ابتدا رشبھ دیو (آدی ناتھ) سے ہوئی۔ آخرین وردھمان (بدھ) بھی اسی سلسلہ میں ہوئے اور اسی وجہ سے وہ ناتھ پتر کہلائے۔ انہوں نے روحانیت کا سبق جو دنیا کو دیا اسکی قدامت کا ایک یہ بھی ثبوت ہے کہ ہندوؤں نے جینیوں کے دو تیر تھنکروں رشبھ دیو اور بدھ کے نام سے وردھمان کو وشنو کا اوتار مانا۔ ہندوؤں کے نقطہ نگاہ سے جو بدھ وشنو کا اوتار تھے وہ گوتم بدھ نہ تھے بلکہ وردھمان بدھ تھے۔ بدھ کسی شخصیت کا نام نہیں ہے۔ بلکہ یہ صفت کا نام ہے۔ اس سے پرماتما اور ہر مکمل انسان کو خطاب کرتے ہیں۔ خود گوتم کی نگاہ میں جن کا مرتبہ بہت زیادہ تھا اس لئے یہ لفظ بدھ جو اکثر تیر تھنکروں اور جن بھگوان کے لئے استعمال ہوتا تھا۔ گوتم نے بھی اپنے لئے پسند کیا۔

ہندو بیوقوف نہ تھے جو وردھمان بدھ کی مکمل ہستی کو نظر انداز کر کے گوتم بدھ کو وشنو کا اوتار مان بیٹھتے۔ ہندو دھرم شاستروں میں جن اور جین دھرم کا جابجا ذکر آیا ہے۔ لیکن بودھ دھرم کا کوئی تذکرہ نہیں۔ اس سے بھی ظاہر ہے کہ جب ہندو اپنے شاستروں میں گوتم بدھ کو قابل ذکر ہی نہیں سمجھتے تھے تو اسے وشنو کا اوتار کیونکر مان لیتے

نوٹ چونکہ مہرشی جی نے اپنے لیکچر کی تمہید میں معینہ وقت سے زیادہ عرصہ لگا دیا اس لئے انکی تقریر ملتوی کی گئی +

ڈھائی بجے مذہبی کانفرنس شروع ہوئی جس میں مسئلہ بحث یہ تھا کہ نجات کیا ہے اور وہ کس طرح حاصل ہو سکتی ہے۔ اس میں [illegible] کے نمائندے مسٹر احمد مسیح کسی وجہ سے نہیں آسکے۔ سناتن دھرم کے نمائندے پنڈت گنگا پرشاد شاستری۔ ویدک دھرم کے پنڈت رامچندر ست دھرم کے پنڈت آتما رام مذہب

اسلام کے مولنا احمد سعید دہلوی - فرقہ احمدی کے حافظ روشن علی قادیانی اور جین دہرم کے پنڈت ہنسراج شاستری تشریف فرما ہوئے تھے۔

اول صدر جلسہ نے مذہبی کانفرنس کے خیال کو اور نیز تمام مذاہب کی شرکت کو قابل تحسین رویہ ظاہر کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر ہم اسی طرح ایک دوسرے کے مذہبی اصول کو امتیازی نگاہ سے دیکھیں کیونکہ بڑا بھلا نہ کہتے ہوئے یہ غور کریں کہ کس کس پہلو سے مذاہب میں یکسانیت ہے اور کس کس بات میں اختلاف ہے اور آیا کوئی ایسا اختلاف ہے جو باہمی مشورہ سے دور ہو سکتا ہے تو اس قسم کی کوشش ضرور کچھ نہ کچھ کامیاب ہو کر ہمارے مفید ثابت ہونگی - اسکے بعد عنوان زیر بحث پر نمایندگان مذاہب الصدر کو بالترتیب تقریر کرنے کی اجازت دی گئی -

اول پنڈت گنگا پرشاد شاستری نے ویدمنتروں اور شاستروں کے حوالے سے تقریر کرتے ہوئے اعتراف کیا کہ سناتن دہرم نجات اور اسکے ذرائع حصول کو بعینہ ویسا ہی مانتا ہے جیسا کہ جین دہرم بتاتا ہے -

پنڈت رامچندر آریہ سماجی نے صرف ایک امر میں اختلاف کیا کہ نجات ابدالآباد تک نہیں بلکہ ایک خاص مدت مدید کے لئے ہوتی ہے اور اس اختلاف کا اصول یہ بیان کیا کہ جو چیز با ابتدا ہوتی ہے وہ با انتہا بھی ضرور ہوتی ہے اور جو لا ابتدا ہوتی ہے وہ لا انتہا بھی ضرور ہوتی ہے۔ روح کے لیئے دور تناسخ لا ابتدا ہے اس لئے اسکی یہ حالت لا انتہا بھی رہیگی یا حصول نجات با ابتدا ہے اس لئے اسکی کسی عرصہ کے بعد انتہا بھی لازمی ہے۔

نوٹ - جین مت کی رو سے دور تناسخ لا ابتدا ہے -

پنڈت آتمارام نے فرمایا کہ ہم روح کے وجود اور اُسکے دور تناسخ ہی کو نہیں مانتے
لہذا نجات کسکی اور کیسی؟ نیک عملی صرف دنیاوی آداب کا تقاضا ہے۔ اسکے بعد
جزا و سزا کچھ نہیں۔ جیو نیستی سے ہستی میں آتا ہے ہستی سے نیستی میں چلا جائے گا۔
یہی اسکی مکتی ہے۔ اُپائے کی ضرورت نہیں ہے۔ جو مسائل بودھ دھرم کے ہیں وہی
ست دھرم کے ہیں صرف فرق یہ ہے کہ بودھ تناسخ کو مانتے ہیں۔ ہم تناسخ کو بھی
نہیں مانتے۔

مولانا احمد سعید صاحب نے فرمایا کہ ہمارا مذہب خدا پرستی ہیں واحد ہے۔ وہی ذات
پاک واجب الوجود اور باقی ہے دیگر مخلوق فانی ہے۔ اسکی بقا اللہ تعالیٰ کی مرضی پر موقوف
ہے۔ ذات انسانی بھی خود اپنے وجود میں محتاج ہے اور تمام عوارض میں محتاج ہے
روز حساب جب تمام روحیں اس رب العزت کے سامنے پیش ہونگی تو جن روحوں نے
اس دار الامتحان (دنیا) میں آکر اپنی زندگی کو خوش کرداری او نیک خیالی سے کامیاب
بنالیا ہے انسے ملاقات کرنے کو اللہ تعالیٰ [illegible] بھی ملاقات کرینگے۔ جب اللہ تعالیٰ کا
راضی ہو کر بندے سے ملنا اور خوش ہو کر کسی روح کا استقبال کرنا حقیقی نجات ہے
جو روح اپنے آپ کو ناپاک کرکے اپنے خالق کے سامنے جائیگی۔ خدا تعالیٰ اسکی طرف
متوجہ نہ ہونگے۔ اُسکو نجات کبھی نصیب نہ ہوگی جس روح کو نجات یا قربت رب تعالیٰ
کا مرتبہ حاصل ہو جاتا ہے اُسکی مسرت ابدالآباد تک رہیگی۔ وہ روح دنیا کے چکر میں
گرفتار نہ ہوگی۔

حافظ روشن علی قادیانی نے بھی اسلامی اصول کی تائید میں دوسرے طریق
سے فرمایا کہ دنیاوی مصائب سے رہا ہونے کا نام فلاح ہے اور بعد فلاح کے جب کوئی

روح محبوبِ خدا ہو جاتی ہے تو یہ اُسکی آخری منزل نجات ہے ۔

اسکے بعد پنڈت ہنسراج کی تقریر ہوئی ۔ اُنھوں نے فرمایا کہ کرموں کے بندھن سے آتما کا چھوٹ جانا ممکن ہے اور اُسکے حاصل کرنے کا سادھن شرو आस्रव کا سمبر सम्बर اور بندھ बंध کی نرجرا निर्जरा ہے ۔ جب جگت بھرمن کا کارن بندھ ہی نہیں رہتا تو پھر جیو آتما مکتی سے لوٹکر شریر دھارن نہیں کرسکتا ۔

اُصول استمراری سے اختلاف کرتے ہوئے مقرر نے فرمایا کہ اسکی چار قسمیں ہیں با ابتدا با انتہا ۔ با ابتدا لا انتہا ۔ لا ابتدا با انتہا ۔ لا ابتدا لا انتہا مثلاً کاغذ پر ایک حرف لکھا اور مٹا دیا تو اس لفظی حالت وجود با ابتدا اور با انتہا تھی ۔ لیکن حالتِ عدم با ابتدا اور لا انتہا ہے ۔ کیونکہ اس عدم کا پھر کبھی عدم نہ ہوگا ۔ تخم و شجر کا سلسلہ وار تعلق لا ابتدا اور لا انتہا ہے کیونکہ نہیں کہہ سکتے کہ کب سے ہے اور کب تک رہیگا ۔ گویا تخم سے شجر اور شجر سے تخم پیدا ہونے کا سلسلہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہیگا ۔ لیکن اگر تخم کو جلا کر خاک کر دیں تو پھر اسکی طاقت شجر پیدا کرنے کی معدوم ہو جاویگی ۔ ایسی صورت میں جو بھی استمرار کو لا ابتدا با انتہا کہتے ہیں ۔ پس مکتی سے محض اس غلط اُصول پر کہ حالت نجات با ابتدا ہے با انتہا بھی ہونی چاہئیے ۔ جیو کی واپسی بے اُصول ہے ۔ سنسار میں آنے کا سبب کرم کا تعلق ہی جب آتما سے نہیں رہا تو بلا سبب نتیجہ فرض کر لینا قطعی بے اُصول ہے نیز اُنھوں نے یہ بھی کہا کہ وید اور شاستروں میں مکتی سے جیو کے لوٹ کر آنے کا کہیں وہاں نہیں ہے ۔ بلکہ ویدک ۔ سناتن ۔ اور جین ۔ اِن تینوں دھرموں کا اِس مسئلہ پر اتفاق ہے ۔ اگر فروعاتی اختلاف تھوڑا بہت ہو بھی تو بے تعصبی سے اسے دور کر لینا چاہئیے ۔ اِسکے بعد جناب صدر نے نہایت دلچسپ طریقہ سے تمام تقاریر کی واصلباتی

کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر ہم لوگ معترضانہ نگاہ سے نہیں ۔ بلکہ طالبعلمانہ حیثیت سے ہر مذہب کا روزانہ مطالعہ کیا کریں تو بہت سے سربستہ راز ہم پر کھل جائینگے اور صحیح و غلط کی تمیز ہو جائیگی ۔ جبتک آتما کا وجود اور اُسکے کرشمے ہمکو معلوم نہ ہونگے نجات کی اصلی ہیئت سمجھ میں نہیں آئیگی ۔ نہ اسکے حصول کی طرف ہماری توجہ ہوگی ۔

اسکے بعد صدارت کی طرف سے دو اہم رزولیوشن پیش ہوکر باتفاق رائے پاس ہوئے ۔

ایک کا مختصر آیہ تھا کہ جبتک پالیتانہ راج سے نامناسب یاتری ٹیکس کے متعلق انصاف نہو جائے بدستور شترنجے یاترا بند رہیگی ۔ کوئی بھائی وہاں جانے کا قصد نہ کریں ۔ دوسرا یہ تھا کہ لارڈ ارون وییسرائے ہند سے استدعا کی جائے کہ وہ یاتری ٹیکس کو منسوخ کر کے پالیتانہ پہاڑی کی یاترا کھلوا دیں ۔

رات کو بھجن اور منگلاچرن کے بعد مسٹر اکشئے چند بوس ایڈوکیٹ دہلی نے جین دھرم کی تعریفات اور خصوصیات پر نہایت مؤثر اور دلاویز تقریر کی ۔ بعد ازاں مسٹر ہری ستیہ بھٹاچاریہ ۔ ایم اے ۔ بی ۔ ایل ۔ ہاوڑہ نے اپنا انگریزی مضمون پڑھ کر سُنایا جس میں اُنہوں نے جین سدھانت کا ہندو شاستروں سے مقابلہ کرتے ہوئے جین عقائد اور جین اصول کی عظمت بیان کی تھی ۔ اسکے بعد پنڈت تلسی رام اودھیاپک ہزرت جین ہائی سکول کا منوہر واکھیان ہوا ۔

پھر سالگذشتہ کی جینتی کے موقعہ پر جو منڈل نے خاص عنوانوں پر ٹریکٹ لکھائے تھے اور جنکی جانچ کا نتیجہ اخبارات میں شایع ہو چکا تھا اُسکے مطابق بابو بھولا ناتھ جین درخشاں کو تمغہ طلائی دیا گیا ۔ اور بابو رشب لال جین مختار بلند شہر ۔ بابو مائی دیال جین

بی اے (آنرز) بادلی مسٹر ہری ستیہ بھٹاچاریہ (اجین) ایم۔ اے۔ بی۔ ایل۔ باوٹرہ۔ اور مہرشی شیوبرت لال ورمن رادھاسوامی کورو بنارس کو مان پتر پیش کئے گئے۔

اسکے بعد بزم مشاعرہ شروع ہوئی۔ ہندی و اُردو کی پُرزور نظمیں اور غزلیات۔ بھگوان مہاویر کے جنم اتسو پر ہوئیں۔ ملاحظہ ہو ضمیمہ اول و دوم۔

کارروائی روز سوم - ۲ر اپریل ۱۹۲۸ء

۲ر اپریل کو ۹ بجے صبح سے منڈل کے کارکنان و ٹریکٹ کمیٹی کے عہدہ داران کا انتخاب حسب ذیل ہوا۔

لالہ مہاویر پرشاد ایڈووکیٹ دہلی پریسیڈنٹ (نیز جانچ کنندہ ٹریکٹ ہائے انگریزی) لالہ بھولاناتھ جین درخشان مختار۔ بلند شہر سینیر وایس پریسیڈنٹ (نیز سکرٹری ٹریکٹ کمیٹی) لالہ مہاویر پرشاد بجلی والے جونیر وایس پریسیڈنٹ بابو امراو سنگھ اکوٹنٹ پنجاب نیشنل بنک دہلی سکرٹری۔ لالہ پنالال اگروال جوائنٹ سکرٹری۔ لالہ کشن چند ڈرافٹسمین دہلی اسسٹنٹ سکرٹری۔ لالہ شمبر داس خزانچی۔ چودھری بابو سنگھ اسسٹنٹ خزانچی۔ لالہ بنارسی داس اور بابو جانکی پرشاد۔ بی۔ ایس۔ سی۔ آڈیٹرز لالہ جنیندر کمار پہاڑی دھیرج۔ دہلی، پنڈت مہاویر پرشاد دہلی۔ (جانچ کنندگان ٹریکٹ ہندی)، بابو شمبھو دیال۔ ہیڈ ٹکٹ کلکٹر دہلی و لالہ دلیپ سنگھ کاغذی دہلی (جانچ کنندگان ٹریکٹ اُردو) پروفیسر گھاسی رام ایم ایس سی۔ لشکر گوالیار (جانچ کنندہ ٹریکٹ انگریزی) منتخب ہوئے۔ اور لالہ ترلوک چند لالہ منی لال۔ لالہ مہاویر پرشاد ٹھیکیدار۔ لالہ رکھومل۔ چودھری نیادرمل۔ بابو بھگوان داس

ایم۔ اے۔ لالہ عطرسین۔ لالہ ست نراین گوڑوالے (میونسپل کمشنر۔ اجمین)۔ لالہ ٹھاکر لال بجلی والے۔ لالہ آودیشور لعل۔ لالہ محکم لال۔ لالہ سرداری لال گوٹہ والے۔ لالہ جودھیا پرشاد گوبلیہ۔ لالہ دولت رام۔ لالہ لچھمی چندر۔ لالہ چھپا لعل ممبران انتظامیہ کمیٹی کا انتخاب بذریعہ بیلٹ ہوا۔ اسکے بعد ٹریکٹ کمیٹی کے متعلق قواعد پاس ہوئے جو ذیل میں درج کئے جاتے ہیں

قواعد ٹریکٹ کمیٹی

(۱) اس انجمن کا نام ٹریکٹ کمیٹی ہوگا۔ اور یہ جین مترمنڈل دہلی کے ماتحت کام کریگی

(۲) یہ کمیٹی۔ انگریزی۔ اردو۔ اور ناگری صرف تین زبانوں کے ٹریکٹوں کی جانچ کرے گی۔ لیکن ان زبانوں کے ٹریکٹوں میں دیگر زبانوں کے اشعار۔ ضرب المثل اور فقرہ جات بطور حوالہ ہو سکتے ہیں۔

(۳) اس کمیٹی کے صرف سات ممبر ہونگے۔ جن میں سے ایک سکرٹری منتخب ہوگا۔ بقیہ میں سے دو دو ممبر انگریزی۔ اردو و ناگری۔ زبانوں میں لکھے ہوئے ٹریکٹوں کی جانچ کے لئے مخصوص اور نامزد کر دیئے جائینگے۔

(۴) اس کمیٹی کے ممبران کا انتخاب منڈل کے عہدہ داروں کے انتخاب کیوقت سالانہ جلسۂ عام میں کیا جاویگا۔ اور وہ بھی مثل دیگر عہدہ داروں کے منڈل کی ورکنگ کمیٹی کے ممبر شمار ہونگے۔

(۵) ممبران کمیٹی کی کوئی نشست نہ ہوگی۔ بلکہ سکرٹری ان ٹریکٹوں کے متعلق جو اسے براہِ راست یا معرفت سکرٹری منڈل موصول ہونگے بذریعۂ ڈاک

متعلقہ ممبران کی منظوری حاصل کر کے کسی ٹریکٹ کے شائع کرنے یا نہ کرنے کی بابت ورکنگ کمیٹی سے رزولیوشن پاس کرانے کے لئے اپنی رپورٹ سکرٹری منڈل کے پاس بھیجے گا۔

(۶) ورکنگ کمیٹی ہر سال ماہ اکتوبر میں چار عنوان ٹریکٹ لکھنے کے لئے مقرر کریگی جن پر مضمون نگار صاحبان کو اپنے مضامین آخر دسمبر تک منڈل یا اس کمیٹی کے سکرٹری کے پاس بھیجدینا ہونگے۔

(۷) ان مخصوص عنوان کے علاوہ اور عنوان پر بھی کسی صاحب کا کوئی مضمون ٹریکٹ کی صورت میں ہر وقت شکریہ کے ساتھ لیا جا سکتا ہے

(۸) سکرٹری کمیٹی کے دریافت پر ہر ممبر ٹریکٹ رسالہ کو جانچ کر کے اس امر کی نسبت اپنی تصدیق تحریر کرے گا کہ مضمون ہذا دھرم پرچار کے لئے مفید ہے۔ اس میں کوئی بات اصول جین دھرم کے خلاف یا کسی قوم کی دلآزاری کا باعث نہیں ہے اور یہ کہ بلحاظ زبان نفس مضمون اور طرز ادا ٹریکٹ ھذا قابل اشاعت ہے۔

(۹) ان مصدقہ مضامین میں سے بہترین اور اعلیٰ مضمون قرار دینے کا اختیار پریسیڈنٹ اور سکرٹری کمیٹی کو ہوگا۔ اور انکی مشترکہ سفارش کے مطابق ورکنگ کمیٹی ان مضمون نگاروں کو جن کے مضمون ہر لحاظ سے بہترین سمجھے جاوینگے سند اعزازی عطا کریگی۔ اور کسی مضمون پر کسی خاص لحاظ سے طلائی یا نقرئی تمغہ بھی دے سکتی ہے۔

(۱۰) درجہ اول۔ یا درجہ خاص میں آنے والے مضامین کا اعلان مہابیر جینتی کے موقعہ

جلسۂ عام میں کیا جاویگا اور انکے متعلق جین اخباروں کے ذریعے سے اطلاع عام دیجاویگی

(۱۱) اگر کسی ممبر کمیٹی کا کوئی مضمون آئیگا تو سکرٹری اسکی جانچ اسکے بجائے کسی دوسرے ممبر سے یا بمشورہ پریسیڈنٹ منڈل کسی غیر شخص سے کرالیگا۔

(۱۲) جین مترمنڈل کا فرض ہوگا کہ جن مضامین پر سندات اعزازی یا تمغہ جات عطا ہوں انکو اپنے سرمایہ سے تاریخ اعلان فیصلہ سے ایک سال کے اندر شائع کرے۔ دیگر مضامین کو حسب صوابدید ورکنگ کمیٹی و گنجایش سرمایہ منڈل شائع کیا جائے گا۔

(۱۳) کمیٹی کی ممبری یا عہدہ داری کے لئے منتخب ہونا اس وجہ سے ممنوع نہ ہوگا۔ کہ کسی ممبر کا انتخاب منڈل نے کسی عہدے کے لئے بھی ہو چکا ہے۔

(۱۴) سکرٹری کمیٹی ایک رجسٹر میں ٹریکٹ کی آمد اور اسکی نسبت منظوری یا نامنظوری کی یادداشت تاریخوار رکھیگا اور منظور شدہ ٹریکٹ پر سرخی سے نمبر دیگا جسکے مطابق ٹریکٹوں کا نمبر کیا جائیگا۔ لیکن اگر کوئی ٹریکٹ مکرر طبع کرایا جائیگا تو اسپر جدید نمبر ٹریکٹ کا نہ دیا جاویگا۔

(۱۵) اگر کوئی صاحب کسی منتخب مضمون کو اپنی طرف سے شائع کرنا چاہیں گے تو بلالحاظ نمبر شائع کیا جا سکتا ہے اور اشاعت کا منہ تبدیل کیا جا سکتا ہے

(۱۶) اس کمیٹی کے ٹریکٹ خاص سائز پر شائع کئے جاوینگے تاکہ چند ٹریکٹوں کی ایک جلد ہو سکے۔

(۱۷) ان قواعد میں ترمیم تنسیخ جین مترمنڈل کے سالانہ جلسۂ عام میں جو بیر جینتی کے موقع پر ہوگا ہو سکتی ہے۔

۱۲ بجے دوپہر کو بھجن اور منگلا چرن کے بعد "جیو دیا پرچارنی سبھا" کا سالانہ جلسہ دویا وادھی حمین درشن وار بابو چمپت رائے صاحب بیرسٹر کی صدارت میں ہوا جسکی رپورٹ مفصل سبھا مذکور کی جانب سے شائع ہوگی۔

۳ بجے سے متر منڈل کا جلسہ ہونا تھا۔ اور رائے بہادر لالہ سلطان سنگھ صاحب رئیس دہلی جو اس تاریخ کے لئے صدر منتخب ہوئے تھے اُنکے باہر تشریف لیجانے کی وجہ سے بابو رلارام صاحب جج خفیفہ دہلی کا اُنکے بجائے صدر جلسہ ہونا قرار پایا تھا۔ لیکن کار عدالتی کی وجہ سے وقت معینہ پر وہ بھی تشریف نہ لاسکے اس لئے باتفاق رائے حاضرین رائے بہادر لالہ پارس داس صاحب رئیس و آنریری مجسٹریٹ شہر دہلی صدر جلسہ فی الوقت منتخب کئے گئے۔

اول سکرٹری منڈل نے حسب ذیل رپورٹ کارکردگی منڈل بابت سال حال پڑھکر سنائی اسکے بعد اسسٹنٹ سکرٹری متر منڈل نے اپنا حساب پیش کیا جسکی جانچ آڈیٹر نے کرکے یہ رپورٹ دی تھی کہ حساب باقاعدہ او صحیح ہے۔ جس پر حاضرین جلسہ نے کوئی اعتراض نہیں کیا چنانچہ حساب باتفاق رائے پاس کیا گیا۔

اسکے بعد سکرٹری کی تحریک پر حسب ذیل رزولیوشن پیش ہوکر باتفاق رائے پاس ہوا

" لالہ رلارام صاحب جج عدالت خفیفہ ممبر جین متر منڈل کے دہلی سے "
" تبدیل ہوجانے پر یہ منڈل کھید پرگٹ کرتا ہے۔ آپ متر منڈل سے "
" بڑی دلچسپی رکھتے رہے ہیں۔ اور متر منڈل کو آپ پر بڑا بھروسہ "
" رہا ہے۔ اُمید ہے کہ آپ دہلی سے باہر تشریف لیجانے کے بعد بھی "

"اہلِ منڈل کو یاد رکھیں گے اور منڈل سے اپنی دلچسپی برابر جاری رکھیں گے"

رپورٹ

جناب صدر و معزز ارکان ملت!

آج اس پر فضا و مسرت انگیز جلسہ عام میں اپنے فرض منصبی کی یہ سالانہ رپورٹ پیش کرنے پر جس فرحتِ قلبی کا احساس مجھے ہو رہا ہے وہ حیطہ تحریر اور حد و د تقریر سے باہر ہے۔ کیوں؟ اِس وجہ سے کہ ملک ہند کی فوتی پیمایش کی اس رُوداد نے کہ ہماری قوم کے اکثر بچے اوائل عمر میں ہی لقمۂ اجل ہو جاتے ہیں۔ ہر نوعمر بچے کی زندگی کو غیر متیقن بنا رکھا ہے۔ چنانچہ جین متر منڈل نام کے اِس ضعیف القویٰ طفل کم سن کی زلیست بھی ابتک نہایت غیر مطمئن حالت میں رہی۔ شکر ہے درانحالیکہ اس مذبذب حالت میں اِسکی نشوونما کی نگہداشت مجھ جیسے نااہل کے سپرد تھی۔ یہ قوم کا نونہال مسان اور مسانی کی ان تمام آفات ناگہانی سے جو عہد طفولیت میں اکثر بچوں کو سکھا سکھا کر جان بحق کر دیا کرتی ہیں اپنی عمر کے تیرہ سال خلاف امید کامیابی کے ساتھ پورے کرکے آج ایسے نیک فال اور مبارک موقعہ پر چودھویں سال میں داخل ہوتا ہے۔ جبکہ اسکے بہت سے بہی خواہان اور خدمت گذاران ہمارے آخری تیرتھنکر سری مہاویر سوامی کا پچیس سو چھبیواں جشن سالگرہ منانے کے لئے سرگرمی و جوش دلی کے ساتھ اس کودکِ صغیر سن کی آماجگاہ میں تشریف فرما ہیں۔ غالباً اسکی اِس نیک بختی کا ایک یہ بھی قدرتی سبب ہے کہ اہلِ ملت ازراہ محسن پرستی و نیازمندی اپنے جس رہنمائے حقیقی بھگوان مہاویر کا یہ جشن ولادت منا رہے ہیں اُس نے بھی

اسی ذات مقدس اور ہادی طریقت کی پاک اور بے لوث تعلیم نورانی کی ٹریکٹوں اور اُپدیشوں کی صورت میں اشاعت کر کے عالم ہستی کے گوشہ گوشہ سے کورایمانی اور ظلمتِ کفر ان کو کافور کر دینے کا ارادہ کیا ہے۔ یہی نہیں بلکہ اپنی کوشش بلیغ سے اِس مقصد میں کماحقہ کامیابی بھی حاصل کر چکا ہے جسکی مفصل کیفیت روئداد ہائے جینتی ٹریکٹ نمبر ۱۶ میں شائع ہو چکی ہے۔

اب مجھے صرف یہ عرض کرنا باقی ہے کہ سال زیر رپورٹ میں معمولی چھوٹے چھوٹے کارہائے منصبی کے علاوہ متر منڈل نے اور کیا کیا قابل ذکر اہم کام انجام دیئے ہیں۔

اشاعت ٹریکٹ

بھگوان مہاویر کی تعلیم وہدایات کی اشاعت یا جین دہرم کا پرچار بذریعۂ ٹریکٹ کیا جاتا ہے اِس نوعمر انجمن نے سالگذشتہ کی جینتی تک ۴۴ ٹریکٹ شائع کئے تھے۔ جنکی فہرست نمبروار رپورٹ سابقہ میں بغرض آگاہی عوام دیجا چکی ہے۔ اِس سال اِس انجمن نے دس ٹریکٹ شائع کئے ہیں جنکی تفصیل سطور ذیل میں معلوم ہوگی۔

منڈل نے سالگذشتہ سے بایں خیال کہ ہماری قوم اور ملک کے جید اہل قلم اور بغز مضمون نگار قابلِ انتخاب مضامین بغرض اشاعت منڈل کو عطا کر سکیں یہ طریقہ ایجاد کیا کہ اسنے چار عنوان (۱) بھگوان مہاویر اور انکی تعلیم (۲) جین دہرم ہی عالمگیر مذہب کی بنیاد ہو سکتا ہے (۳) جین دہرم کی قدامت اور (۴) دنیا ازلی و ابدی ہے موضوع و مصنوع نہیں ہے۔ انتخاب کر کے اعلان کیا تھا کہ جو ٹریکٹ کسی عنوان پر بلحاظ زباں دادائے مطلب بہترین سمجھا جائے گا اسکے مصنف کو سند اعزازی پیش کیجائیگی۔ اور ان چاروں منتخب شدہ ٹریکٹوں میں یا بھی جو سب سے

زیادہ دلچسپ اور مکمل مضمون ہوگا۔ اُسکے مصنف کو ایک طلائی تمغہ دیا جائے گا۔
چنانچہ ان عنوانوں پر بہت سے مضامین منڈل کو دستیاب ہوئے۔ جن کے انتخاب
کے لئے منڈل کی کارکن کمیٹی نے صریح رزولیوشن کی رو سے جین درشن دواکر
ودیا وارد ہی مسٹر چمپت رائے صاحب بیرسٹر کو مجوز قرار دیا۔ اور اُنکی منصفانہ تجویز کے
مطابق عنوان نمبر ۴ پر ہماری قوم کے قادر الکلام شاعر بابو بھولا ناتھ صاحب
درخشان کا مضمون موسومہ "حقیقت دنیا" منظوم بزبانِ اردو بہترین منتخب
چار ٹریکٹوں میں بھی ہر لحاظ سے ایک خاص مضمون تصور کیا گیا۔ اور انکو طلائی تمغہ
حسب اعلان دیا گیا۔ عنوان نمبر ۲ پر بابو مائی دیال صاحب جینی۔ بی۔ اے۔ آنرز بالی
کا ٹریکٹ بزبان ہندی۔ اور عنوان نمبر ا پر بابو شب لعل صاحب جینی مختار
عدالت بلند شہر کا مضمون بزبان اردو اور عنوان نمبر ۳ پر مہرشی شیو برت لال
صاحب ورمن کا جو راد با سوامی پنتھ کے پیرو ہیں مضمون انتخاب میں آیا۔ ان پر
ہر سہ اصحاب کو مان پتر پیش کئے گئے۔ علاوہ ازیں مسٹر ہری ستیہ بھٹیا
چاریہ۔ ایم۔ اے۔ بی۔ ایل۔ ہاوڑہ کا ایک مضمون بزبان انگریزی جو انھوں نے
بھگوان پارشناتھ جی کی سوانعمری کے متعلق تحریر کیا تھا۔ خاص طور پر منتخب قرار دیکر
انکو بھی سند اعزازی دینے کا رزولیوشن پاس کیا گیا۔ ہم اپنے مذکورہ بالا معزز دوستوں
کو منڈل کی قلمی امداد کرنے پر تہِ دل سے شکریہ اور نیز اُنکے تمغہ و سندات دیئے جانے
کی تجاویز پر صدقِ دل سے مبارکباد پیش کرتے ہیں۔
یہ جملہ الفاقی ٹریکٹ بالترتیب نمبر ۴۶۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۲ و ۵۳ پر شائع ہوئے
ہیں۔ ما سوا انکے "تصحیح صادق" ٹریکٹ نمبر ۵۴ جس میں روحانی صفات عشرہ یعنی

دس لکشن دہرم کی تفصیل دی گئی ہے۔ بھگوان مہاویر بزبان انگریزی ٹریکٹ نمبر ۷ ہم خیالات لطیف منظوم یعنے ساماییک پاٹھ کا اردو ترجمہ ٹریکٹ نمبر ۱۵ رپورٹ منڈل بزبان انگریزی ٹریکٹ نمبر ۴۵ رپورٹ منڈل بزبان ہندی ٹریکٹ نمبر ۵۰ اور شائع ہوئے ہیں۔ جن سے جین اور اجین پبلک کے مطالبات ایک حد تک پورے ہوجانے کی امید کیجاتی ہے۔

سالِ رواں میں بھی اسی طرح چار عنوان (۱) بھگوان مہاویرا ور انکی تعلیم (۲) جین دہرم اور قومی تنظیم (۳) اہنسا دہرم پر بزدلی کا الزام (۴) حقیقتِ معبود اصلی دیئے گئے ہیں۔ اور ان پر بھی چند مضامین منڈل کو موصول ہوئے ہیں لیکن انکا باقاعدہ ابھی انتخاب نہیں ہوا ہے۔ بموجب قواعد ٹریکٹ کمیٹی انکو سال آئندہ میں شائع کیا جاویگا۔ انکے علاوہ چند مفید اور پسندیدہ مضامین ٹریکٹ کی صورت میں قابل اہل قلم کے مرتبہ و مؤلفہ ہمارے پاس آئے ہوئے رکھے ہیں جنکو بوجہ قلت سرمایہ منڈل شائع کرنے سے قاصر رہا۔ امید ہے کہ ہمارے فیاض طبع سخاوت شعار فدایانِ مذہب مالی امداد دیکر ان مضامین کی اشاعت کے باعث بنیں گے۔ اور منڈل کو اپنا مرہون منت بنائیں گے۔

لیکچر دوسرا طریقہ مذہبی اصول کی اشاعت کا منڈل نے یہ اختیار کیا ہے کہ بذریعہ خط و کتابت ہندوستان یورپ امریکہ غرضکہ جہاں کہیں علماء و فضلا کا میلان طبع جین دہرم کی طرف پایا جاتا ہے انکو مذہبی واقفیت کے لئے کافی مواد مہیا کیا جاتا ہے۔ اور جو کوئی فلسفہ دان کہیں سے تشریف لاتے ہیں انکا لیکچر کرانے کا خاص طور سے انتظام کیا جاتا ہے۔ چنانچہ سال زیر رپورٹ

میں ڈاکٹر ہلمتھ ون گلاسینپ سنسکرت پروفیسر برلن یونیورسٹی اور ڈاکٹر ڈبلیو شبرنگ پروفیسر ہمبرگ یونیورسٹی جو جین مذہب کے دلدادہ اور اصول و آداب مذہبی سے کافی واقفیت رکھتے ہیں مختلف اوقات میں دہلی تشریف لائے تو انکا پرتپاک خیر مقدم کیا گیا۔ انکو جین مندروں اور شاستر بھنڈاروں کے درشن کرائے گئے جس سے وہ بیحد متاثر ہوئے۔ جلسہ عام میں انکا جین دھرم کی عظمت پر لیکچر کرایا گیا اور سامعین کے اجتماع کی خاص کوشش کی گئی۔ اِن دونوں حضرات کی تقریریں نہایت قابلانہ اور معرکہ کی تھیں جن کا سامعین پر اچھا اثر پڑا۔ اِن حضرات کے آخری الفاظ یہ تھے کہ

"جین دھرم کے سامنے دنیا سر جھکائیگی"

امور معترضہ کی صحت

دنیا میں فنِ تاریخ نویسی جسقدر مشکل ہے شاید کوئی دوسرا مضمون ہو لیکن نئی دُنیا لوگوں نے اسکو ایسا آسان سمجھا ہے کہ گویا کسی ملک کی تاریخ لکھہ دینا اُنکے نزدیک کوئی بات ہی نہیں ہے۔ غالباً اِسکی وجہ یہ ہے کہ مورخ صاحبان واقعات تاریخی کو اسکی صحت کی جانچ کئے بغیر سابقہ تواریخ سے ردوبدل کے ساتھ نقل کر دیتے ہیں۔ اور اِس وجہ سے کسی معاملہ میں جو غلطی ایک مرتبہ کسی مورخ سے ہو گئی ہے وہ اِس نئی روشنی کے دور میں بھی ناقابل تردید معقولی و منقولی شہادت بہم پہنچانے پر بھی اُسکی درستی کرنا اپنی شان کے خلاف سمجھتے ہیں۔ جین دھرم جین آچاریوں۔ اور جین راجاؤں کے متعلق بھی مکمل اور صحیح حالات آج تک کسی تاریخ میں نہیں دیئے گئے۔ اگر کسی صاحب نے کچھ لکھا

بھی ہے تو اِس بُری طرح سے کہ اُنکا لکھنا اور زیادہ قابلِ اعتراض ہو گیا ہے اور جین طبقہ میں بے چینی کا باعث بن گیا ہے۔ اِس سے تو انکا کچھ نہ لکھنا شاید بہتر ہوتا خیر ہمارے لیئے بہتر تو یہ تھا کہ ان روز کے قصوں سے نجات پانے کے لئے اپنی ایک مکمل تاریخ مرتب کر دیتے۔ تاکہ دیگر مورخوں کو بھی کوئی وقت نقل کرنے میں نہ ہوتی اور جین قوم میں بھی بے چینی کے آثار نمایاں نہوا کرتے۔ مہا سبھا نے اسکی ضرورت محسوس کر کے یہ سوال اُٹھایا تھا۔ مگر نہ معلوم کیا ہوا۔ غالباً یہ مسئلہ داخل دفتر کر دیا گیا۔ مسٹر منڈل نے اس سوال کو صرف اسقدر اپنے ہاتھ میں لیا ہے کہ جبتک اتہاس پوری نہ ہو جائے جین دھرم کے متعلق قابلِ اعتراض تحریرات کی درستی کرانے کی کوشش کیجائے۔ چنانچہ منڈل نے لالہ لاجپت رائے اور ڈاکٹر ایسری پرشاد صاحبان کو انکی تواریخ ہند میں جین دھرم کے متعلق قابلِ اعتراض فقرات کے درست کرانے کی استدعا کی۔ ڈاکٹر صاحب نے بلاکسی حجت کے نہایت معقول پسندی کے ساتھ اپنی تاریخ میں درستیاں کر دی ہیں اور لالہ صاحب نے طبع ثانی میں انکے درست کر دینے کا پختہ وعدہ کر لیا ہے۔ جسے "قولِ مرداں جاندارد" کے اُصول پر لالہ صاحب ضرور پورا کر دینگے۔ ایسی اُمید ہے۔ بہرحال ہم ان دونوں صاحبان کی عنایات کے مشکور ہیں۔ اور تاریخوں میں جو فقرات قابلِ اعتراض ہیں اُنکے صحیح کرنے اور درست کرانے کا کام بابو مائی دیال صاحب بی۔ اے کے سپرد کیا گیا ہے۔

سوامی شنکراچاریہ اور مہرشی دیانند سرستی نے جو جین دھرم سے ناواقف ہونے کے باعث کچھ ناگوار الفاظ میں جھوٹے بہتان جین دھرم اور جین آچاریوں پر لگا کر علمی دنیا میں بیجا مذاق اُڑایا ہے۔ منڈل چاہتا ہے کہ اصلیت کو اہل نظر کے سامنے

ٹریکٹ کی صورت میں پیش کرے جس سے جین دہرم کی پوزیشن صاف ہوجائے کیونکہ کسی پاک اور بے لوث مذہبی فلسفہ کو اِس قسم کے زہریلے مادوں سے بچا کر ہی اُسکے پرچار میں کامیابی ہوسکتی ہے۔

اُصولاً جس رستہ کو عام گذرگاہ بنانا مقصود ہوتا ہے پہلے اُسکو کانٹے کنکروں سے صاف کرنا ضروری ہوتا ہے۔ کیا منڈل کو اُمید کرنی چاہیئے کہ قوم کے برگزیدہ اہل قلم مستند فلسفہ دان اور فیاض طبع متمول لوگ اِس کام میں منڈل کے ساتھ دلی ہمدردی رکھیں گے۔ اور سال آئیندہ میں اِس خیال کو کامیابی کی معراج پر پہنچا دینگے

مسئلہ تعلیم

ایک طرف تو منڈل کئی سال سے اس امر کی جی توڑ کوشش کر رہا ہے کہ یونیورسٹی دہلی میں جین سماج کو نمایندگی کا حق عطا ہوجائے اور جین دہرم کے اصول اسباق خواندگی میں شامل کر دیئے جائیں۔ دوسری طرف منڈل کو یہ فکر دامنگیر ہے کہ اگر خوش قسمتی سے اِس سماج کو یہ عروج حاصل ہوگیا تو اِن تجاویز کو عملی صورت میں لانے کا مصالحہ کس طرح فراہم کیا جائے گا۔ جین سدہانت کے متعلق کیا اسباق ایسے ہونگے جنھیں ہم عام درسگاہوں میں دے سکیں۔ اور جین سکولوں کے لئے تاریخ و جغرافیہ کی آسان کتابیں کس طرح مرتب کرا کر انکو بہم پہنچائیں۔

اے بزرگان قوم! یہ تجاویز اگرچہ بچوں کے واسطے ہیں لیکن بالکل بچوں کا کھیل نہ سمجھئے۔ انکا کامیاب ہوجانا ایک خاص اہمیت رکھے گا۔ گنا ہست مہا بھاشیہ جے دہول جیسے قدیم ترین گرنتھوں کی اشاعت کا سوال سرمایہ نہ ہونے کی وجہ سے مہا سبھا کو منتقل کر دیا گیا اور وہاں وہ غالباً ردی کی ٹوکری میں ڈالدیا گیا وہ وقت

بھی عنقریب ہے کہ شاید اس عظیم کام کو بھی منڈل اپنے سر پر رکھ لے۔ لیکن یہ یاد رکھیئے کہ یہ سب کام ایسے نہیں ہیں کہ بیٹھے کہدیا۔ آپ نے واہ واہ کردی۔ اور بس پورا ہوگیا۔ ان کاموں کے لئے گرانقدر سرمایہ کی اور جانکش علماء کی سخت ضرورت ہے۔ امید ہے کہ قوم ان ضروری مسائل پر غور کرکے صحیح نتیجہ پر پہنچے گی اور اسکے مطابق عمل پیرا ہوگی۔

ثبوت ہردلعزیزی

سال گذشتہ کی جینتی کے وقت ممبران منڈل کی تعداد ۲۵۰۰ تھی۔ لیکن اسوقت ۳۵۰۰ ہے۔ جس میں ڈاکٹر۔ وکیل۔ اڈیٹر۔ مضمون نگار۔ پروفیسر۔ ملازمان۔ تاجران۔ ساہوکاران۔ بابو۔ پنڈت وغیرہ غرضیکہ ہر معزز طبقہ کے لوگ شامل ہیں منڈل کے پسندیدۂ عام ہونیکی یہ زندہ دلیل ہے۔

امریکہ میں عنقریب ایک عالمگیر مذہبی کانفرنس ہونے والی ہے اور اس میں ہر زندہ مذہب کے دو نمایندوں کو شریک ہونے کا حق دیا جاویگا۔ چنانچہ اس کانفرنس کی ابتدائی کارکن کمیٹی نے جین مذہب کو بھی قابل شمار زندہ مذہب قرار دیا ہے۔ اور اسکے دو نمایندے کانفرنس کے لئے منتخب کرکے بھیجنے کی منڈل سے استدعا کی ہے۔ یہ تو ابھی بالیقین نہیں کہا جاسکتا کہ اس بھاری بوجھ کو منڈل اٹھا سکے گا یا نہیں۔ تاہم یہ واقعہ اس امر کا کافی ثبوت ہے کہ منڈل کے ٹریکٹوں نے امریکہ میں پہنچکر یہ منادی کردی ہے کہ ہندوستانی مذاہب میں جین مذہب بھی ابھی بقید حیات ہے چاہے اسکے ماننے والے کیسے ہی کم تعداد میں ہوں۔ نیز امریکہ والوں کو یہ بھی یقین ہوگیا ہے کہ تمام ہند کے جینیوں کی طرف سے مذہبی

اشاعت کا ذمہ دار دہلی کا متر منڈل ہی ہے۔

علاوہ ازیں متر منڈل کے کاموں اور اسکی طرز اشاعت کو دنیا کے لوگ کسقدر اونچی نگاہ سے دیکھتے ہیں اِس کا بیان کرنا گویا اپنے مُنہ میاں مٹھو بننا ہے۔ اِس امر حقیقی سے واقفیت حاصل کرنے کے مشتاق منڈل کے دفتر میں سینکڑوں ہندوستانی۔ یوروپین اور امریکن ۔علم دوست ۔فلسفہ دان ۔ اور عقیدت مند اصحاب کی تحریری رائیں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ جو منڈل کی ہر دلعزیزی کی زندہ شہادتیں ہیں۔

ہم اُمید کرتے ہیں کہ ہماری قوم کے برگزیدہ بزرگ اِس کمسنی کے عالم میں اِس بھاری ذمہ داریوں کے انجام دینے کی اپنے اِس ہر دل عزیز بچے کو ہمت و توفیق عطا کرینگے۔

اظہار غم

کہنے کو تو یہ دنیا آنی جانی ہے۔ ہر شے کا وجود اسکے عدم کا نشان ہے لیکن ہم جیسے دنیا داروں کا عمل بالکل کچھ اور ہے جن ہستیوں سے کسی انسان یا انجمن کی مطلب براری ہوتی ہے اُنکے جدا ہونے پر اکثر متعلقین کو اُنکی یاد ستایا کرتی ہے۔ پنڈت گوپال داس ۔ بابو مراری لعل پنڈت بنارسی داس۔ ماسٹر بہاری لال ۔ رائے بہادر لکشمی چند۔ لالہ سیتل پرشاد پنڈت فتح چند۔ لالہ موتی لعل ۔غرضیکہ ایسی بہت سی ہستیاں صفحۂ عالم سے مٹ گئیں ۔جنہوں نے منڈل کو قلمی و مالی امداد سے ہمیشہ مستفیض کیا اور اسکے کاموں سے بالخصوص دلچسپی رکھی ۔کارکنان کی حوصلہ افزائی کی ۔نیز اسکی کامیابی کی ہمیشہ دلی آرزو رکھی ۔ اگر ان میں سے اب تک بھی کسی کی یاد آجاتی

ہے تو دل کو تڑپا دیتی ہے۔ اِن کا رنج و قلق ابھی دل سے نہیں بھلایا جا سکا تھا کہ ایک اور قابلِ قدر ہستی یعنے رائے بہادر مسٹر جگمندر لعل جینی ہم کو داغ مفارقت دے گئے۔ اُنہوں نے نہ محض قلمی و مالی امداد سے ہی اِس نونہال منڈل کی تربیت و پرورش کی بلکہ اسکے اوپر ہمیشہ اپنا سایۂ عاطفت رکھکر فرائض پدری انجام دیئے۔ یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ رائے بہادر مرحوم کی بے وقت جُدائی نے اِس مسکین بچے کو داغ یتیمی لگا دیا۔ اِس صدمۂ جانکاہ کی تازہ ٹیسیں ت اسکے ہر زخمِ جگر نے ناسور کی صورت اختیار کرلی ہے۔ جس کا اندمال اُسوقت تک قطعی دشوار معلوم ہوتا ہے۔ جبتک کہ اس ضعیف کم سن بچے کو رائے بہادر مرحوم کی مانند کوئی سچا باپ نصیب نہ ہو جائے۔

اَدائے شکریہ

جن اصحاب نے منڈل کو وقتاً فوقتاً قلمی۔ جسمانی۔ اور مالی امداد دیکر اسکے مقصد براری میں سہولیتں پیدا کی ہیں اُنکے ناموں اور کارناموں کا شمار کرنا بیسود ہے۔ اُن میر چشم ہستیوں کو اسکی تمنا نہیں۔ اور ہم یہ دیکھکر کہ اُنکے اسمار گرامی منڈل کے صفحۂ دل پر نقش کالحجر ہیں اُنکے نام کاغذ پر سیاہی سے لکھنا اُنکی مقتدر شخصیتوں کی توہین سمجھتے ہیں۔ تاہم آدابی رسم کے خیال سے اِس جلسہ عام میں ہم اُنکا شکریہ ادا کئے بغیر نہیں رہ سکتے ہیں اُمید ہے کہ منڈل کی جن صاحبان نے کسی قسم کی کبھی کوئی مدد کی ہے۔ وہ ہمارے اس زبانی شکریہ کو ہمارے ضمیر کے سچے جذبات تصور کرکے قبول فرمائینگے

—— (+) ——

اسکے بعد اصحاب بیرونجات کے جو پیغام اور سندیش ہندوستان اور دیگر ممالک سے مہاویر سوامی کے جلسہ سالگرہ کی مبارکبادی اور منڈل کے ساتھ ہمدردی کے آئے تھے وہ پڑھکر سنائے گئے۔

(دیگر ممالک کے)

(۱) مسٹر ہربرٹ وارن صاحب (لندن)

(۲) مسٹر ہیرن ہوون صاحب (لندن)

(۳) مسٹر جارج گیرسین سوارے (لندن)

(۴) صاحب آرڈر آوف گولڈن ایج (لندن)

(۵) ہینری ٹے۔ اٹیکنسن۔ جنرل سکرٹری یونیورسل رلیجیس صلح کانفرنس لندن

(۶) ایم۔ مرٹنس۔ ہیمبرگ۔ (جرمنی) (۷) پی جوس۔ ایس۔ بون (جرمنی)

(ہندوستان سے)

(۸) ڈاکٹر۔ ڈوی۔ کے۔ لدود پی۔ ایچ۔ ڈی۔ پونہ۔

(۹) شری۔ ایم۔ آر۔ جیاکر۔ ایم۔ ایل۔ اے۔

(۱۰) شری نیل کنٹھ داس۔ ایم۔ ایل۔ اے۔

(۱۱) شری۔ ہربلاس۔ شاردا۔ ایم۔ ایل۔ اے۔

(۱۲) شری۔ ایم۔ ایس۔ جوشی۔ ایم۔ ایل۔ اے۔

(۱۳) شری منی لعل۔ ایچ۔ اوانی۔ راجکوٹ۔

(۱۴) مسٹر ہیم چندر رائے۔ ایم۔ اے۔ ایم۔ آر۔ اے۔ ایس۔

(۱۵) بھٹنا چاریہ پرنسپل۔ وشوبھارتی۔ شانتی نکیتن۔

(۱۶) لالہ کنول - ایم اے سیشن جج دھولپور-
(۱۷) رائے بہادر ہیرا لال جی کٹنی-
(۱۸) شری گنیش شنکر جی - ودیارتھی (ایڈیٹر پرتاپ کانپور)
(۱۹) شری دلارے - بھارگیو - (اڈیٹر سدھا لکھنؤ)
(۲۰) پروفیسر ... ت کمبتو - (ودیالنکار گروکل - کانگڑی)
(۲۱) پروفیسر ستا شوموہن ... پدھیائے - ایم - اے (بنارس)
(۲۲) پنڈت جگلسور ... ساوہ -
(۲۳) پنڈت منشا پرشاد جی شستری لکھنؤ
(۲۴) بابو راجت پرشاد ایم - اے - ایل - ایل - بی - وکیل لکھنو-
(۲۵) پنڈت - جگدیو جی - شاستری - سوائی مادھوپور-
(۲۶) سیٹھ لال چند جی سیٹھی - (جھالرا پاٹن)
(۲۷) پنڈت ... نرائن جی چترویدی (الہ آباد)
(۲۸) پنڈت ... جی شاستری - (بیکانیر)
(۲۹) پنڈت کنور لال جی - نیائے تیرتھ (بلرام ضلع ایٹہ)
(۳۰) بابو جوتی پرشاد جی - اڈیٹر جین پردیپ (دیوبند)
(۳۱) اواسین تیاگی - پنڈت پنا لال جی گودھا (اندور)
(۳۲) بابو رکھب داس جین - بی - اے - وکیل (میرٹھ)
(۳۳) بابو کشوری لال جی - کشور (فرید کوٹ)
(۳۴) سوبھدرا دیوی - بی ایچ - ڈی جرمن جہلا-

(۳۵) بی۔ جے۔ سیٹھیا۔ (بیکانیر)
(۳۶) پنڈت۔ بیچرداس۔ جیوراج (احمد آباد)
(۳۷) پنڈت چین سکھ داس جی۔ نیائے تیرتھ۔ کچامن۔
(۳۸) بابو رتن لال جی۔ سکرٹری۔ آل انڈیا (بھارت ورشیہ) ڈگمبر جین
۳۹ پریشد۔ بجنور۔
(۴۰) بابو دیوا چند جی۔ منیجر پنجاب اینڈ کشمیر بنک لمیٹڈ (جہلم)
(۴۱) لالہ منوہر لال جی۔ بیراٹھی۔ (ریواڑی)
(۴۲) بابو اجودھیا پرشاد جی۔ آنند شملہ۔

چٹھہ مصدقہ اڈیٹر

خرچ	رقم	آمدنی	رقم
خرچ جلسہ بیر جینتی	[illegible] ۸/	بقایا سابقہ	۱۰۶ ۸/
چھپائی روداد جلسہ جینتی	۹۶ ۹/	آمدنی متعلقہ جلسہ بیر جینتی	۶۹۴
ٹریکٹ کھاتہ خرچ	[illegible] ۹/	فروختگی رپورٹ جینتی	۳۰
خرچ خیر مقدم ڈاکٹر ہیلمتھ	[illegible] ۱۱/	آمدنی از سود کھاتہ	۱۱/
خرچ خیر مقدم ڈاکٹر شبرنگ	۱۲ [illegible]	آمدنی از دان شادی وغیرہ	۳۰۲ ۱۴/
تنخواہ چپراسی	۶۴	آمدنی از فیس ممبری	۹۶۹
خرچ ڈاک	[illegible] ۲/	آمدنی از کھاتہ امداد و فروختگی ٹریکٹ	۳۳۲ ۱۲/
اسٹیشنری	[illegible] ۱۰/		
چھپائی متفرقات	۲۵ ۱۲/	میزان کل	[illegible] ۳/

خرید کتب متعلقہ پرچار	[illegible]
فرنیچر	[illegible]
ٹائپ خرچ	[illegible]
کرایہ تانگا وغیرہ	[illegible]
خرچ متفرقات	[illegible]
میزان کل	[illegible]
پیپل بنک میں جمع ہیں	[illegible]
	[illegible]
بقایا نزد خزانچی	[illegible]
	[illegible]

حساب مذکورہ کو بالتفصیل سنکر حاضرین جلسہ نے کوئی اعتراض نہیں کیا چنانچہ باتفاق رائے پاس کیا گیا ؀

رات کو کارروائی جلسہ

زیر صدارت لالہ رلا رام صاحب جج خفیفہ دہلی ۸ بجے شروع ہوئی بھجن منگلاچرن کے بعد برہمچاری پریم ساگر جی نے ایک ہندی نظم پڑھی جو ضمیمہ میں درج ہے۔ پھر بابو بائی دیال صاحب بی۔ اے۔ بادلی کا جین دہرم کی صداقت روحانی طاقتوں کے انکشاف اور اہنسا دہرم پر بزدلی کے الزام کی تردید پر نہایت پُر جوش اور با اثر لیکچر ہوا۔ اسکے بعد لالہ نیمی چند نے حسب ذیل نظم مبارکبادی گائی۔

کیا مُبارک آج کا دن ہے زمانے کیلئے
یہ سوامی کی جینتی کمنانے کے لئے

مِتر منڈل نے کیا جلسہ کا یہ سب انتظام
بیر کے اُپکار ہم سب پر جتانے کیلئے

بھائیوں کو دعوتی بھیجے تھے خط نزدیک و دور
وقت تھا یہ جذبۂ الفت آزمانے کیلئے

شکر ہے ہر سمت سے آئے یہاں کھنچ کھنچ کے لوگ
دید اور وا دید کی حسرت مٹانے کیلئے

یہ سجاوٹ خوب مجمع خوب باتیں بھی ہیں خوب
نقش دل پر بیر کے احساں کرانے کیلئے

بغض و کینہ کو مٹا دو تو جینتی کا ہے لطف
گوش ہوں با ہوش محسن کے فسانے کیلئے

کیا اہنسا دہرم دہاری کیا پجاری بیر کے
تیر تھوں پر بیٹھے ہیں جو خوں بہانے کیلئے

شانتی دایک جی جیت کو بیر کی ہے پرتما
بکی کارن وہی جھگڑے اٹھانے کیلئے

یاد ہے اُس پاک ہستی کی تو دل بھی پاک رکھ
گھر بھی اچھا چاہیئے مہماں کے آنے کیلئے

آتما کرموں سے چھٹ کر بنتی ہے پرماتما
بیر کا جیون ہے یہ سر وہاں لانے کیلئے

بھی ہے بھگتی درخشاں بیر کے سن سن کے گن
وقف کر دو سر اُسی کے آستانے کیلئے

بعدازاں پروفیسر اوپیندر ناتھ ڈاکٹر کا اہنسا دھرم پرواکھیان ہوا۔ اُنہوں نے
بھاگوت اور دیگر ہندو شاستروں سے ثابت کیا کہ راگ دویش میں پڑ کر جس کا چت آشدھ
ہو جاتا ہے وہ یم نیم کا پالن نہیں کرسکتا۔ اور اس وجہ سے یوگی بھی نہیں ہوسکتا
جذبات نفسانی سے پرہیز کرنا اہنسا ہے۔ اہنسا ہی سے یوگ سادھن ہوسکتا ہے
اور یوگ سادھن سے ہی مکتی کی پراپتی ہوتی ہے۔ اسی طرح پر اہنسا اور مکتی میں کارن
اور کاریہ یعنی سبب اور نتیجہ کا تعلق ہے۔

مانس بھکشن (گوشت خواری) ہنسا ہے۔ مانس کے معنے ہیں "وہ کھائے گا"
یعنے جسے میں کھاتا ہوں وہ مجھے کھائیگا۔ اور جو کسی کا دل دکھاتا ہے اُس کا دل
بھی دکھایا جائیگا جس کا شکار کیا جاتا ہے وہ شکار کرنے والے کا شکار کریگا۔ یا یُوں
کہئے کہ کوئی کسی کا شکار نہیں کرسکتا۔ خود اپنا شکار کرتا ہے۔ کوئی دوسرے کا مانس نہیں
کھاتا خود اپنے آپ کو کھاتا ہے۔ نیتی شاستر میں لکھا ہے کہ زمین کو دیکھکر چلنا چاہیئے
تاکہ پرماد (بے احتیاطی) سے کوئی پران گھات نہ ہو جائے۔

منوسنگھتا میں بھی اہنسا کو مہاپوتر دھرم مانا ہے۔ اگر کسی سے ہنسا ہو جائے
تو اُسکو چھ مرتبہ پرشچت لینا چاہیئے۔ ہندوؤں کے کسی شاستر میں ہنسا کی آگیا نہیں
ہے نہ گوشت کھانے کی اجازت ہے۔ پرماد سے ہنسا نہ ہونا چاہیئے۔ کرت کارت انومودنا
سے بھی ہنسا نہ ہونی چاہیئے۔ یہی سدھانت جین دھرم کا ہے۔ اہنسا دھرم جینیوں ہی
کا نہیں بلکہ آریہ جاتی کا سدھانت ہے۔ سب کو حتی المقدور اس کا پالن کرنا چاہیئے۔
اہنسا سے بزدلی نہیں آتی۔ راج نشٹ نہیں ہوتا۔ اس سے پریم اور سنیہ پیدا ہوتا
ہے۔ راجہ پرجا میں جب سنیہ ہوتا ہے تو پرجا راج پر پران نچھاور کرنے کو خوشی سے تیار

رہتی ہے۔ راجہ کی ترقی اور خیریت کی دعا مانگتی ہے۔ اگر راجہ پرجا کا جی دکھاتا ہے تو وہ ہنسا کرتا ہے۔ اُس میں محبت نہیں رہتی۔ پرجا راجہ کے ناش کی دعا کرتی ہے۔ راج نشٹ ہو جاتا ہے۔ ظلم اور زبردستی کرنے سے حکومت نہیں ہوتی۔ پرجا کے خوش کرنے ہی سے راجہ بھی خوش رہتا ہے۔ اہنسا دھرم کے اندر جینی۔ بودھ اور ہندو راجہ سمراٹ اور چکروتی تک کروڑوں برس بھارت میں شاسن کرتے رہے۔ انکا راج ہنسا کی وجہ سے نشٹ نہیں ہوا۔ لیکن جب راجہ پرجا میں کا ویش ہوگئی۔ ایک دوسرے کا بدخواہ ہوگیا۔ راگ دویش کی بھاونا وں سے ہنسا کا خفیہ مقدمہ کیا گیا۔ ایک دوسرے کا جی دکھانے لگے تو نتیجہ یہ ہوا کہ ہماری شہنشاہی غارت ہوگئی۔ بھارت راج کا ناش اہنسا سے نہیں ہوا۔ بلکہ ہنسا سے ہوا۔ اہنسا دھرم تو آتما کا دھرم ہے۔ جو ہر ایک کو حاصل کرنا چاہیئے۔

اسکے بعد مسٹر اندرسین صاحب۔ ایم۔ اے۔ پروفیسر ہندو کالج نے اہنسا پر تقریر کی۔ آپنے فرمایا کہ تعصب اور رغبت و نفرت کے جذبات سے دوسروں کی دل آزاری کرنا ہنسا ہے۔ جو دل وجسم و زبان سے کی جاتی ہے۔ ہر ذی روح کو زندہ رہنے کا ہماری طرح حق حاصل ہے اُسکے حق اور اسکی ضرورتوں کا احساس کرتے ہوئے۔ اسکو ہر طرح آسایش اور آزادی و بے خوفی کی آب و ہوا میں رہنے دینا ہمارا انسانی فرض ہے اور فرض کی ادائیگی اہنسا ہے۔

بعد ازاں مہاتما بھگوان دین جی نے نہایت آزادانہ اور بے باکانہ اپنا ویاکھیان دیا۔ اور سیاسی نقطۂ نگاہ سے ثابت کیا کہ اصلی اہنسا دھرم کیا ہے اور اس زمانہ میں کس طرح اسکو اختیار کیا جا سکتا ہے۔ آپنے فرمایا کہ یہ جلسہ منڈل کا محدود ہے اُسکے فرائض و مقاصد بھی محدود ہیں۔ ایک ملازم سرکار کی صدارت میں یہ جلسہ ہو رہا

ہے اسکے اختیارات بھی محدود ہیں۔ یہ جگہ اُس گورنمنٹ کی حکومت میں ہے جو نرمیدہ
کی تیاریاں کر رہی ہے۔ یہاں آکر بھی طاقت محدود ہے۔ اہنسا دھرم غیر محدود
ہے وہ آزادی کا سبق دیتا ہے۔ بندھنوں سے چھوٹنے کی ہدایت کرتا ہے۔ جنہوں نے
اہنسا دھرم اختیار کیا ہے۔ انھوں نے ذاجات کی قید کو توڑا۔ سماج کی بندشوں کو توڑا
سیاسی حدود کو توڑا۔ دلی جذبات کے حدود کو توڑا۔ کرم اور آتما کے تعلق کو توڑا
ہمیشہ کے لئے آزاد ہوئے مسرت جاودانی پائے۔ کہتے ہیں کہ پنچم کال میں مکتی نہیں
اس کال کا حساب گھڑی۔ گھنٹوں۔ دن اور سالوں میں نہیں۔ بلکہ کیفیات موجودہ
پر ہے۔ جب ملک آزاد نہیں ہوتا۔ نہ ملک والوں میں آزاد ہونے کی طاقت ہوتی
ہے۔ بیرونی بندشیں ملک اور ملک والوں کو جکڑے ہوئے ہوتی ہیں۔ اسکو پنچم
کال کہتے ہیں۔ اِس زمانے میں دھرم کی پراپتی نہیں ہوسکتی۔ قول اور فعل میں
صداقت نہیں آسکتی۔ مکروفریب جھوٹ حکمت عملی۔ اور بوالہوسی آتما کے خواص
بنجاتے ہیں۔ ایسی آتماؤں کو مکتی کا سادھن ممکن نہیں۔ بلا تصدق دلی بلا عقیدہ
محض رسم کے طور پر دھرم کو پالتے ہیں۔ یہ دکھاوٹ ہے اصلی دھرم نہیں۔ اِس نمائشی
دھرم سے مکتی نہیں ہوسکتی۔ اہنسا کی فلاسفی کو محض سمجھ لینا نجات کا باعث نہیں۔
جبتک اس پر بے خوفی کے ساتھ عمل نہ کیا جائے۔ مہاویر سوامی جیسے پربھگوان
نے خود عامل ہوکر اہنسا کا پرچار کیا۔ پہلے خود آزاد ہوئے تب اوروں کو آزاد کردیا
انکے ذرائع۔ شارے سے اہنسا کا چاردانگ عالم میں جھنڈا لہرا گیا۔ اب روز جلسے
ہوتے ہیں۔ اہنسا کے اپدیش دیئے جاتے ہیں لیکن اثر نہیں ہوتا۔ برابر ہنسا ہورہی
ہے۔ راج کیطرف سے ہنسا ہوتی ہے پرجا بھی ہنسا کرتی ہے۔ دنیا کے کاموں میں

ہنسا ہوتی ہے۔ دین کے کاموں میں ہنسا ہوتی ہے۔ اہنسا کی قدر کسی کی نگاہ میں
نہیں ہے۔ یہ وہ باریک مسئلہ ہے جسکے اندر سارے یم نیم برت۔ دھرم اور سادھن
مخفی نہیں بلکہ نمایاں ہیں مجھے اس پلیٹ فارم پر آکر اگر کوئی خوشی ہوئی ہے تو یہ
ہے کہ منتر منڈل نے تمام مذہبوں کو ایک جگہ بلا لیا۔ یہ محبت باہمی اہنسا ہے۔
جب دلوں میں محبت اور تعظیم کا خیال ہوتا ہے تو کسی حکومت کی ضرورت نہیں ہوتی
مندروں اور مسجدوں میں کوئی نہیں تھوکتا۔ کیوں؟ کیا وہاں کوئی تعزیرات ہند
رکھی ہے؟ یا سزا دینے کو کوئی مجسٹریٹ بیٹھا ہے؟ صرف اس جگہ کی محبت اور عظمت
دلوں کے اندر ہے جو خود ہم کو بیجا حرکتوں سے روک دیتی ہے۔ بس اہنسا دھرم ہی
ہمکو یہ سکھلاتا ہے کہ باہم محبت اسقدر ہو جائے کہ ہمکو بیجا حرکت سے روکنے کے
لئے پولیس فورس کی ضرورت نہ پڑے۔ یہ آزاد خیالی ہی اہنسا کا سچا روپ ہے۔
مہابیر سوامی نے جب جنم لیا تھا یگیوں میں پشو بدھ ہوتا تھا۔ انہوں نے اسکو بند کیا
اہنسا کا سکہ جمایا۔ اسکے پیرو آج نرمیدھ میں امداد کرنے کو لیار بیٹھے ہیں۔ کیا انہوں
نے اہنسا دھرم کو شطرنج کا مہرہ تصور کیا ہے کہ شاہ و زیر۔ گھوڑا۔ پیادہ کہکر
کھیل لیئے اور جی خوش کر لیا۔ نہیں اب حقیقت کو نصب العین بنانا ہوگا۔ صداقت
سے عمل کرنا ہوگا۔ تب ہی اہنسا دھرم کا پالن ہو سکے گا۔

اسکے بعد ودیا ساگر پنڈت بابو رام جی کی عالمانہ تقریر اہنسا دھرم پر ہوئی آپنے
فرمایا کہ واقعی جبتک ہماری نظر دوسروں کے رحم پر ہے ہم کسی پر رحم نہیں کر سکتے۔ نہ
دیا دھرمی بن سکتے ہیں۔ اہنسا کا آسن سب سے اعلیٰ ہے۔ اس کا سبق لینے کے لیئے
دیگر ممالک کے بادشاہ شاگردانہ حیثیت سے یہاں آئے تھے۔ اس وقت راج اہنسا

منی تھا۔ جب وہ لوگ جابرانہ طریقہ سے غنیم بنکر اسے کچلنے کے لئے آئے ہنسا کا راج ہوگیا۔
جب ہماری غلامی کی زنجیریں کٹ جائیں گی ہندوستان پہلی حالت میں آجائے گا
دیا دھرم کا جھنڈا لہرائیگا۔ اُس وقت اہنسا ہو گی۔ ادھرم کو دھرم ماننا بھی اہنسا ہی
ادھرم کا مٹانا اور دھرم کا پرچار کرنا اہنسا ہے چاہے کتنا ہی جیو گھات کرنا پڑے۔
رامائن اور مہابھارت کے واقعات اسکے گواہ ہیں۔ نفس پروری کے لئے تو کسی کا
جی دکھانا بھی پاپ ہے اول انسانوں میں محبت ہونا چاہیئے۔ جسکو انسانوں سے
محبت نہیں حیوانوں پر کیا مہربانی کرے گا۔ جس طرح ثابت ہیرے کے مقابلہ میں پہل دار
ہیرا زیادہ وزنی اور قیمتی ہوتا ہے۔ اسی طرح ہندوستانی دھرم میں بھی مختلف
سدھانتوں کے پہل لگے ہوئے ہیں۔ اس وجہ سے یہ زیادہ باوقعت اور قابل
قدر ہوگیا ہے۔ اب بھی ہندوستانی فلسفہ کو دوسرے ملک والے ذوق و
شوق سے دیکھتے ہیں۔ اُنکے سمجھنے میں زندگیاں ختم کردیتے ہیں۔ ہندوستان چاہے
بالکل غارت ہوجائے لیکن روحانی فلسفہ جسکی بنیاد اہنسا پر رکھی گئی ہے۔ اور جسکی
چوٹی ست وادی کی فضا میں ہے کبھی نابود نہیں ہو سکتا۔
بعد ازاں لالہ جوہری پرشاد صاحب نے جناب صدر کی خاص اجازت سے دہلی
کے مرد اور عورتوں کے فیشن اور بے پناہ تقلید کرتے ہوئے زمانہ کی رفتار پر آجانے
کی نصیحت کی اور جتایا کہ سنسکار رس کے [illegible] ہیں۔ اب پیدا کرنے کی ضرورت ہے
اسکے بعد پروفیسر ہومی صاحب نے بھجن اور [illegible] گائی اور سب لوگ کھڑے
ہو کر پریم شانتی پاٹھ پکاروں کے ساتھ ایک بجے رات کو اور شکریہ جلسہ برخاست ہوا

مشاعرہ

طرح

آج کسکے نور سے معمور کنڈل پور ہے

جناب پنڈت امرناتھ صاحب ساحر دہلوی

جلوہ ساماں پیکرِ عالم میں حسنِ حور ہے
اک تجلی پردہ ہائے راز میں مستور ہے

قلبِ انساں جلوہ ہائے حسن سے معمور ہے
عنصری قالب میں تجلی سراپا نور ہے

پردہ دارِ حسن کو جلوہ نیا منظور ہے
انکشافِ راز بست و چار پر مجبور ہے

مطلعِ خورشید خاور خاکِ کنڈل پور ہے
خانہ سدھارتھ میں روشن چراغِ طور ہے

ترشلا دیوی یہاں دیدار سے مسرور ہے
سحر چشم تیر تھنکر سے جہاں مسحور ہے

اک مہاویر زماں وہ صاحب مقدور ہے
جسکی قوت سے دلِ پیل دماں رنجور ہے

وصف میں جسکے قلم قاصر زباں معذور ہے
اُسکی پیدائش کا اُتسو تین دن تا مور ہے

ہند میں اس جشن کا چرچا قریب و دور ہے
جمع ہو کر سب مناتے ہیں یہی دستور ہے

جسکے نرواں کا صحیفوں میں جہاں مذکور ہے
نیز تعلیم اہنسا کا بیاں مسطور ہے

تعلیم سے اہنسا کی جس کا نشہ دل سے چور ہے — نام خونریزی ہی جسکا ننگ رخ کا نور ہے

تن حواس ور دل پہ قابو یافتہ منصوب ہے — "تیاگ" کی لذت سے بے بہرہ ہر مغرور ہے

جین مت اپنی جگہ اک شربت انگور ہے

وہ چکھے اسکو جو سب لذات سے مجبور ہے

جین مت شیوۂ مردانگی مقصود ہے — یہ غلط ہے خود پسندی میں غرض محصور ہے

مرکز قوت ہے دل نار نفس طنبور ہے — اور ارادت زخمہ ہائے علم کی مشکور ہے

علم یکتائی کی فطرت سے شرک غیرت دور ہے

مرد و زن ساحر سبھی ہیں گرد فغفور ہے

جناب لالہ شیر سنگھ صاحب جین۔ ناز۔ دہلوی

آج کسکے دم سے روشن شہر کنڈل پور ہے — ذرہ ذرہ اس زمیں کا رشک شمع طور ہے

چل رہی ہے دھوم ہر میں کیسی نشاط افزا ہوا — مے کے بدلے ساغر دل عیش سے معمور ہے

کون ہے رشک مہ خورشید مہمان نظر — خیمہ زن ہر سو فضا میں آج موج نور ہے

طالبان دید ہیں سرشار شوق دید ہیں — بادۂ رنگ محبت سے ہر اک مخمور ہے

نور افگن پرتو تقدیس ہے کسکا یہاں — داغ دل بھی آج تو رشک چراغ طور ہے

مژدہ عشرت فزا لائی صبا کس طور سے — رنج و غم سب کے دلوں سے آج کوسوں دور ہے

ترشلا دیوی مہارانی کا فیض عام ہے — آج اسکے نور سے معمور کنڈل پور ہے

ناز دنیا کو سبق جسنے اہنسا کا دیا

دامن نظارہ جسکے نور سے معمور ہے

ایضاً

چرخ سے جلووں کی بارش ہو رہی ہے نور ہے
وہ تجلی ہے کہ دامانِ زمیں معمور ہے
آج قدرت کو بھی زیبائش نئی منظور ہے
ذرہ ذرہ خاک کا گویا چراغِ طور ہے

نام جس کا زخمیوں کو مرہم کافور ہے
آج اُس کے نور سے معمور کنڈل پور ہے

آج وہ دن ہے ہوا مہابیر سوامی کا جنم
جسکے ہیں اوصاف اعلیٰ لوحِ ہستی پر رقم
یک قلم جس نے مٹادی وہ رسمِ ستم
کردیا جس نے بلند آکر اہنسا کا علم

رحم بنکر آگیا قربانیوں کے دور میں
پریم کا تھا رنگ اُسکی ہر ادا ہر طور میں

امن کا پیغامبر تھا وہ زمانے کے لئے
خاک اُفتادوں کو آیا تھا اُٹھانے کیلئے
غمزدوں کو اپنے سینے سے لگانے کیلئے
کرم کے بندھن سے جیووں کو چھڑانے کیلئے

راہبر بنکر دکھائی موکش کی منزل ہمیں
مل گیا قسمت سے کیا مرشد کامل ہمیں

فلسفے کی جان ہو ای نازو جو اپدیش ہے
قدر اسکی جانتا ہے جو عقیدت کیش ہے
ہو سدا جیووں کی رکھشا بس یہی اُودیش ہے
ورنہ منزل توفنا کی ہر گھڑی درپیش ہے

منتر منڈل کا ہے یہ پیغام دنیا کے لئے
جمع نیک اعمال کی دولت ہو عقبیٰ کیلئے

از جناب بابو بھولا ناتھ صاحب جین درخشاں بلند شہری

آج کس بہجت سے عرشِ عنبریں مسرور ہے — بادۂ فرحت سے کیوں بادِ صبا مخمور ہے
طبقۂ انوار کس کے حسن کا مشکور ہے — آج کیوں ہر ذرۂ خاکِ زمیں پرنور ہے

کس کے ضوِ پاک سے روشن چراغِ طور ہے
آج کس کے نور سے معمور کنڈ لپور ہے

کیا تنِ خاکی میں طالع بدرِ کامل ہو گیا — کیوں شگفتہ آج اس کا غنچۂ دل ہو گیا
دردِ زہ کیوں جانبِ تسکین مائل ہو گیا — کس کی ماں بننے کا اِستاو فخر حاصل ہو گیا

کس لئے جامِ مسرت میں ترشلا چور ہے
کیا امید اسکی بر آئی کس لئے مسرور ہے

قلعۂ شاہی پہ خیلِ قدسیاں آیا ہے کیوں؟ — پھول برساتا ہوا شاہِ جناں آیا ہے کیوں؟
گیت گاتا مجمعِ کرّوبیاں آیا ہے کیوں؟ — آج کیا باعث زمیں پر آسماں آیا ہے کیوں؟

آج کیوں ایوانِ سدّھارتھ سراپا نور ہے
آستاں یہ بہرِ نو حاضر کسلئے حور ہے

جم رہی ہیں جا بجا بزمِ طرب کس واسطے؟ — ہر گلی کوچہ کی سج دھج ہے عجب کس واسطے؟
شادیانے بج رہے ہیں کیا سبب کس واسطے؟ — کو بکو بستی کا ہے شور و شغب کس واسطے؟

اس لئے شاید دلوں کی تیرگی کافور ہے
شہر سارا جلوہ گاہِ شاہدِ مستور ہے

کشتیِ بحرِ جہاں کا ناخدا پیدا ہوا — گمرہانِ راہِ حق کا رہنما پیدا ہوا

ظلمتِ دیں کے لئے بدر الدجیٰ پیدا ہوا — صورتِ آدم گویا نورِ خدا پیدا ہوا

جو کرا وصافِ نکو سے سر بسر معمور ہے

مژدہ تولید اسی کا آج نزد و دور ہے

ضوفشاں روشن چراغِ خانۂ امید ہے — ہے شبِ قدر آج کی شب روز روزِ عید ہے

مرجع ہر گوش اس کا مژدۂ تولید ہے — اسکے رخ کا ہر نظر کو اشتیاقِ دید ہے

خانۂ دل اسکی یادِ خیر سے معمور ہے

ہر زباں پر اسکی ذاتِ پاک کا مذکور ہے

ہوم کے آتشکدوں میں آبیاری کے لئے — زندہ قربانی پہ شغلِ آہ و زاری کے لئے

مذہبی تبلیغ کی حاجت براری کے لئے — اور اہنسا کی بنا پر دینداری کے لئے

جسنے آ کے جسمِ خاکی میں کیا منظور ہے

آج اسکے نور سے معمور کنڈل پور ہے

ہے محیطِ قلب جانِ احسانِ عالی ویر کا — ہر نظر میں ہے جمالِ ذاتِ سامی ویر کا

یاد آئیگا درخشاں نامِ نامی ویر کا — قابلِ نسیاں نہیں اسمِ گرامی ویر کا

بندگی پہ اسکی ہر جن و بشر مجبور ہے

دین میں محسن پرستی کا یہی دستور ہے

از جناب بابو چندو لال صاحب - بی - اے - اختر - دہلوی

چپہ چپہ کیوں زمیں کا جلوہ گاہِ طور ہے — آج کسکے نور سے معمور کنڈل پور ہے

پتہ پتہ باغِ عالم کا نشہ میں چور ہے — سرو مجذوب ہے کہیں سوسن کہیں مخمور ہے

بچہ بچہ آج بھارت ورش کا مسرور ہے
رنج و غم کا نام تک بھی دل سے کوسوں دور ہے

پھول برسائے نہ بام چرخ سے کیوں نہ بھی
شادیٔ جنت کے لئے بھگتی کا یہ دستور ہے

وقت یہ اُس شری سوامی کی ولادت کا ہے جو
نامور دنیا میں ہے آفاق میں مشہور ہے

جسکا بے نواؤں سے بھی تھا مہر و شفقت کا سلوک
ڈنک کھا کر بھی بچاتا جو تنِ زنبور ہے

مردہ روحوں میں بھی پیدا کر دیئے آثارِ زیست
کس قیامت کی صدا ہے یا کہ بانگ صور ہے

تارکِ دنیا ہوا حشمت کو ٹھوکر مار کر
کیا ہوس دولت کی استغنا سے دل معمور ہے

بے نوایانِ جہاں پر دیکھ کر اس کا کرم
اب زبانِ حال سے ہر بے زبان مشکور ہے

اُسکے فیضِ عام سے حاصل کر اے دل کچھ سبق
کیوں بڑوں کے کام پر بیکار تو مغرور ہے

کامرانی کیلئے مستقل ہو کر کام کر
کامیابی کام میں انسان کے مستور ہے

جہل کی تاریکیاں بھی گر نہ تجھ سے مٹ سکیں
ہے تبالس کام کا اختر ترا یہ نور ہے

از جناب افتخار الشعراء مہاراج بہادر برق۔ بی۔ اے۔ دہلوی

مبارک ہے مبارک جینتی مہابیر سوامی کی
جہاں میں آج تک شہرت ہے جسکے نام نامی کی

زباں پر سبکی مہما ہے اہنسا کے پیامی کی
ریاضت کی صفا کی صدق کی شیریں کلامی کی

وہ جیون مکت ہیں اب زندہ جاوید مرنے پر
ہے قائم جن کا یش پچیس صدیوں کے گذرنے پر

مہان یوگی ہیں وہ جو ستیہ کا پرچار کرتے ہیں
نفس کو جیت کر جو جگت کا اُپکار کرتے ہیں

مبارک ہیں وہ جو نشکام پر اُپکار کرتے ہیں
جو بنکر ناخدا اوروں کا بیڑا پار کرتے ہیں

پلٹ دیتے ہیں جو پاپوں بھرا جیون نئے سر سے
کنارے پر لگا دیتے ہیں جو سنسار ساگر سے

مبارک ہیں جنھیں یہ پریم یکساں دوست دشمن سے　　کبھی ایذا نہیں دیتے بچن سے کرم سے من سے
ہمیشہ پریم کی دھاریں نکلتی رہتی ہیں تن سے　　تڑپ اٹھتے ہیں گر چیونٹی بھی چھوٹی ہو دامن سے

مبارک ہیں جو دل میں دوسروں کا درد رکھتے ہیں
جو آنسو آنکھ میں اور لب پہ آہِ سرد رکھتے ہیں

مبارک ہیں جو پہنچاتے ہیں سب کو فیضِ روحانی　　جو ظلمت کو مٹا دیتے ہیں مثلِ شمعِ نورانی
جو تیاگی ہیں جنہیں یکساں ہے تن پوشی و عریانی　　برابر ہیں نظر میں جن کی آلام و تن آسانی

نہ وہ دلشاد رہتے ہیں نہ وہ غمگین رہتے ہیں
ہمیشہ دھیان میں پرم روپ کے لولین رہتے ہیں

وہ کامل ہیں جو اسرارِ حق و باطل سمجھتے ہیں　　اہنسا کے مسائل عقدۂ مشکل سمجھتے ہیں
جو سرِ معرفت اور رازِ آب و گل سمجھتے ہیں　　سرائے دہر کو جو خواب کی منزل سمجھتے ہیں

بڑا گہرا ہی اُنکا فلسفہ جو سیادبادی ہیں
سمجھتے ہیں کہ کیا چیزیں ہیں حادث کیا انادی ہیں

مبارک امن کا دنیا کو جو پیغام دیتے ہیں　　نوید عیش و عشرت بہر خاص و عام دیتے ہیں
جو مژدہ کامیابی کا پئے ناکام دیتے ہیں　　شرابِ معرفت کے بے طلب جو جام دیتے ہیں

بتا دیتے ہیں اصلی گیان کا آدرش کیا شے ہے
اترتا ہی نہیں جس کا نشہ وہ کونسی مے ہے

مبارک ہیں جنھیں پرلوک کا بھی دھیان ہوتا ہے　　سراپا جن کا جیون دھرم پر قربان ہوتا ہے

وہی ہیں تتودرشی جنکو سچا گیان ہوتا ہے وہ جیون مکت ہیں حاصل جنہیں نروان ہوتا ہے

مہاپرش اس جہاں میں ایسے ہی مہابیر سوامی تھے
جو ہر دوی روح کی رکھشا کے سچے دل سے حامی تھے

لڑکپن ہی سے سوامی پر تھا غلبہ یوگ کا طاری فضیلت دہرم کی پائی ہے پورن برہمچاری
سر و سامانِ دنیا سے طبیعت کو تھی بیزاری کیا ترک تعلق و تپسیا کی کرکے تیاری

سمادھی کا لیا آنند تپ کرنے لگے بن میں
کیا نج روپ کا دیدار خود اکیانت سیون میں

لبِ اعجاز سے سبکو دیا مژدہ اہنسا کا بجایا محفلِ ہستی میں ڈنکا جیو رکشا کا
کیا پرچار ہر سو دہرم کا اور ستیہ و دیا کا دیا پیغام انسانوں کو ذی روحوں کی سیوا کا

کلیشوں کو مٹا کر شانتی کی لہر پھیلا دی
مٹا دی برق دنیا سے سراسر طرز بیدادی

ازجناب بابو جوگل کشور صاحب بسمل۔ دہلوی۔

کبھی تھا وقت جب بھارت ہمارا جہاں میں تھا عجب نادر نظارا
درخشاں تھا سعادت کا ستارا رواں تھی دہرم کی شفاف دھارا
نہیں تھا یہ کسیکو تاب و یارا ملائے آنکھ تک ہم سے بچارا

دشا بدلی ہوئی ہے آج ساری گھٹا ہے رنج و غم کی آج طاری
گنوا کر لکشمی ہم ہیں بھکاری جہاں میں خوار ہے ہستی ہماری
خفا ہے آج ہم سے رب باری کہ گم کردہ اثر ہے آہ و زاری

ذرا سوچو کہ اس کا کیا سبب ہے کہ ہم پر آج یہ غیظ و غضب ہے

فلاکت بیکسی رنج و تعب ہے
شکایت بر زبان شکوہ بہ لب ہے

ہماری آج کیوں طاقت سلب ہے
ہمارا قلب کیوں سکتہ قلب ہے

نیم آچار بگڑے آج سارے
ہوئے ہیں مغربی فیشن ہمارے

پرلے ڈھونڈتے ہیں ہم سہارے
پڑے ہیں شاستر کو نہیں بچارے

گروہ جن جہاں میں سدھ پیارے
سدا جو شاستر مریادائیں وھلے

ترگن نے نقشۂ عالم جمایا
ترگن کی ہے یہاں لاریب مایا

ترگن سارے چراچر میں سمایا
ترگن نے بھاؤ نیک و بد بنایا

ترگن کی ہے بڑی ہی دیرگھ چھایا
اہنسا دھرم بھی سب نے نہ پایا

اگر بھے سے اسے کوئی رنجائے
سو کشٹ موذیوں کو گر بنائے

کریں جو ظلم اُنکو بھی بچائے
نہ دیکر ڈنڈ من اُن کا بڑھائے

تموگن کی ادھکتا وہ دکھائے
اہنسا تامسی اُس کی کہائے

اہنسا کو نبھانا آرزو سے
حصولِ آبرو کی جستجو سے

بناوشو اس کو رہی گفتگو سے
جتا کر کردگی اپنی غلو سے

کہائے راجسی ہی رنگ و بو سے
نہیں ہے گر یقیں پوچھو گرو سے

وچن سے کرم سے من سے سراسر
اہنسا پالنا یہ دِڑھ دھرا کر

بچیں ظلم و ستم سے سب چراچر
چلیں اُپکار کی ریلیں فرافر

مٹے دکھ سکھ ملے سب کو برابر
اہنسا ساتوکی ہے یہ بھرابھر

اگر ہو جائے یہ آدیش اپنا
اگر ہو جائے سچا دیش اپنا

اگر چھٹ جائے ہنسا لیش اپنا
اہنسا ہی اگر ہو کیش اپنا

جمل مٹ جائے سارا کلیش اپنا
جہاں میں نام پائے دیش اپنا

تمت

جین مترمنڈل ٹریکٹ نمبر ۵۶

اہنسا دھرم پر بزدلی کا الزام

از قلم جادو رقم جناب بابو شت لال صاحب جین مختار عدالت
کلکٹری بلند شہر

جسکو

جین متر منڈل دہلی دریبہ کلاں نے شائع کیا

ویر نروان سمت ۲۴۵

دلی پرنٹنگ ورکس دہلی میں چھپا

تعداد ۲۰۰۰

قیمت ۱/

اعلان

سال گذشتہ کی طرح اس سال بھی جین متر منڈل دہلی کیجانب سے چار عنوانوں پر مضمون نگار صاحبان کو طبع آزمائی کی دعوت دی گئی تھی۔ منجملہ انکے ایک عنوان "اہنسا دھرم پر بزدلی کا الزام" تھا۔ ہمکو اس امر کا اعلان کرنے میں بیحد مسرت ہوتی ہے کہ اس سرخی پر ملک ہند یا غیر ممالک کے کسی اہل قلم کو اہنسا دھرم پر بزدلی کا الزام بجا ثابت کرنیکی ہمت نہیں ہوئی یہ دوسری بات ہے کہ کوئی شخص اپنی شہرت حاصل کرنے کا آرزومند ہو کر "خوئے بد را بہانہ بسیار" کے مصداق پر تذکرۃً کچھ کہہ جائے یا لکھ مارے لیکن ایسی ظاہرا غلط بات کو عوام میں اصولاً با دلائل ثابت کرنا ہر شخص کے لئے کارے دارد کا مضمون تھا۔ چنانچہ کوئی ایک مضمون بھی ہمارے پاس ایسا نہیں آیا جس سے ہم یہ نتیجہ اخذ کر سکتے کہ ساری دنیا میں کوئی ایک متنفس بھی ایسا بقید حیات ہے جو عدم ایذا رسانی (اہنسا) کے روحانی جوہر کو بزدلی کے ناپاک الزام سے روگردان کرنے کی خفیف کوشش بھی کر سکتا ہو۔ برخلاف اسکے ہمکو اس عنوان پر متعدد مضامین ایسے موصول ہوئے ہیں جن میں مختلف طریقوں سے اصول اقوال و دلائل کے حوالہ سے یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ عدم ایذا رسانی کے پاک اصول پر بزدلی کا الزام لگانا ایک تعصبانہ اور مکروہ حملہ ہے۔ اس عنوان پر جو مضامین ہمکو موصول ہوئے انکی جانچ ٹریکٹ کمیٹی کے ممبران نے منصفانہ اور نقادانہ نظر سے کرکے جین قوم کے مشہور جادو رقم او مستند اہل قلم بابو شب لعل صاحب جین مختار عدالت بلند شہر کا مضمون ادائگی مطالب، طرز بیان اور نیز شستگی زبان کے لحاظ سے بہترین قرار دیا اور شرائط اعلان کے مطابق مضمون نگار صاحب کو سند اعزازی دان تیرہ پیش کیا جانا تجویز کیا۔ ہم اس کامیابی پر بابو صاحب موصوف کو دلی مبارکباد دیتے ہیں اور انکے منتخب او قابل قدر مضمون کو بجنسہ ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔

امراؤ سنگھ جین۔ سکرٹری متر منڈل دہلی۔

اوم

زمینِ چمن گُل کھلاتی ہے کیا کیا　　　بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے

میری کہانی اور میری ہی زبانی۔ کہتا ہُوں تو دل لرزتا ہے کلیجہ منہ کو آتا ہے لیکن چُپ بھی نہیں رہا جاتا۔ میرا خاموش رہنا بھی میرے لئے وبالِ جان اور مزید مصیبت کا پیش خیمہ ہے "گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل" کے گرداب تفکر میں غوطہ کھاتا۔ اور مجبوروں کی جان کو روتا ہوں۔ مجبوراً اپنی سرگذشت زبانِ قلم پر لاتا ہوں اور سطح کاغذ پر سیاہ آنسو بہاتا ہوں۔

سُنیئے! ایک زمانہ تھا کہ تاج الملوک میرا نام تھا۔ اب مجھے غریب ہندوستان کہتے ہیں۔ پہلے میں ہفت اقلیم کا بادشاہ تھا لیکن اب محض غلام ہوں۔ زمانہ شہنشاہیت میں میری شوکت و عظمت کا طوطی بولتا تھا۔ دولت و ثروت کا نقارہ بجتا تھا۔ صنعت و حرفت کا بول بالا اور علمیت و فضیلت کا چہار دانگ عالم میں اُجالا تھا۔ علم روحانیت میری جان۔ اور میری سرزمین جواہرات خودشناسی کی کان تھی۔ میں دنیا بھر کا مایۂ ناز۔ اور اسبابِ عالم کا کارساز تھا۔ دُور دراز سے لوگ میری زیارت کو آتے تھے۔ اور محض میری قدمبوسی سے اپنی ہستی کو مبارک سمجھتے تھے۔ مگر تابکے "ہر کمالے را زوالے" فلک ناہنجار کو میرا یہ عروج پسند نہ آیا۔ ہوا نے رُخ پھیرا۔ قسمت نے پلٹا کھایا۔ فوراً کمبخت پھوٹ نے یہاں قدم آجمایا۔ زر۔ زمین۔ وزن کی ہوس باطل نے دل و دماغ میں ٹھکانا پایا۔ بس پھر کیا تھا۔ آپس میں خوب مہا بھارت مچا۔ کوروں۔ پانڈوں کی باہمی جنگ عظیم نے نام لیوا اور پانی دیوا باقی نہ چھوڑا۔

تمام نظام سلطنت کو تہ و بالا کر کے میری شان شاہی کو خاک میں ملا دیا اور ہمیشہ
کے لئے مجھے تباہی کی گود میں بٹھا دیا۔ نسل آئندہ نے اس سے بھی زیادہ غضب
یہ ڈھایا کہ تم نے اپنے بزرگوں کے نامۂ اعمال پر مہر جواز ثبت کرنے کے لئے
انسانوں کے ساتھ جانوروں کا بھی خون بہانے کا فتویٰ لگایا۔ بقول لیکہ "اگر پدر نتواند
پسر تمام کند"۔ شجاعت کا ہی ایک شعبہ باقی بھی رہ گیا تھا۔ جس پر مہا بھارت کے نقصان
کی تلافی اور آئندہ کی بہبودی کا انحصار تھا۔ نتیجہ میں زندہ جانوروں کی بلی دی گئی اور خون
اور گوشت جیسے پاک پدارتھوں سے اگنی دیوتا کی پوجا کی گئی۔ خوب! ثواب کے دھوکے
میں عذاب کمایا اور میرے ماتھے کلنک کا ٹیکا لگایا۔ بے زبان جانداروں کے خون ناحق
سے زمین لرزی۔ آسمان گونجا۔ مہاتما بدھ اور بھگوان مہاویر نے اس ناگفتہ بہ حالت زار
پر رحم کھایا۔ ان بیگناہوں کی قربانی کے انسداد کا بیڑا اٹھایا۔ اور اہنسا پرمو دھرمہ کے
جھنڈے کو سرتاسر لہرایا۔ خلقت کے آزار کو مٹایا۔ پرامن رویہ کا سبق سکھایا جس
سے ابھی دم میں دم آیا۔ میری سرزمین پھر پہلے سے لعل بے بہا اگلنے لگی۔ اور ایک سرے
سے دوسرے سرے تک فرحت بخش و جانفزا ہوا چلنے لگی۔ راجہ راج اور پرجا چین
ہونے لگا۔ مہاراجہ اشوک۔ اور چندر گپت کے عہد حکومت اسکے شاہد ہیں۔ یہ امن و
امان کا زمانہ تقریباً پندرہ سو برس تک گذرا۔ اس کے بعد پھر مصیبت کے بادل
سر پر منڈلانے لگے اور باد سموم کے جھونکے آنے لگے۔ پرتھی راج اور جے چند کی کاوش
قلبی نے جنگ و جدل کی سلسلہ جنبانی کی۔ مسلمان حملہ آوروں کو پرجوش دعوتیں
دی گئیں۔ انکے ذریعہ مال و دولت کی غارتگری کرائیں اور خون کی ندیاں بہائیں
غرضکہ جن کو آغوش محبت میں پالا۔ انہوں نے ہی میری گردن میں طوقِ غلامی

ڈالا۔ آئے دن کی خانہ جنگیوں نے ناک میں دم کیا اور بالآخر سلطنت انگلشیہ کا یہاں سکہ جما دیا۔ اب اسی کے سایۂ عاطفت میں جیتا ہوں۔ اپنی اولاد کے کرتوت پر کفِ افسوس مل مل کر خون کے گھونٹ پیتا ہوں۔ میں کیا تھا کیا ہو گیا اور کیوں ہو گیا میری تیرہ بختی کے ان واقعات سے تاریخوں کے ورق کے ورق سیاہ ہوئے پڑے ہیں۔ ہر شخص دیکھ سکتا ہے اور میری بربادی کے وجوہات معلوم کر سکتا ہے۔

موجودہ زمانہ میں بھی گروہِ انسانی کی فرقہ دارانہ کشمکش نے امن و اتحاد کے کرۂ باد کو حقیقتاً زہریلا بنا رکھا ہے اور زمین کے گوشہ گوشہ میں خود غرضی اور مطلب پرستی کا جوش جنون ہر ملک و ملت کے دماغ کو پریشان کن ہو گیا ہے وہ کسی اہلِ ہوش سے پوشیدہ نہیں۔ ایک طرف دنیا کی ملوکیت پرست اقوام نے طاقت کو حق مان کر خلائق دہر کی زندگی کے دائرہ کو تنگ بنانے اور فراخی وسعت کو نابودی کے مرکز پر محدود کرنے کا تہیہ کر لیا ہے۔ دوسری طرف زیردست طبقہ نے آزادی کو اپنا پیدائشی حق سمجھ کر زبردستوں کے ظلم و تعدی سے جلد سے جلد نجات پانے کا شور مچا رکھا ہے۔ یہی جد و جہد کا نتیجہ ہے کہ چاروں طرف بدامنی اور بے چینی کا عالم طاری ہے۔ اطمینانِ قلب کسی کو حاصل نہیں۔ والیانِ ملک کو مزید ملک گیری کی فکر۔ صاحبِ ثروت کو مزید حصول دولت کی ہوس اور اہلِ اقتدار کو مزید قدر و منزلت کی خواہش نے اُبھار اُبھار کر ایک کو دوسرے کی گلو تراشی پر آمادہ کر رکھا ہے لیکن اے حضرتِ انسان! "کارِ بد تو خود کرے لعنت کرے شیطان کو" خود تیرے خود غرضانہ رویہ نے یہ طوفان بے تمیزی اُٹھایا ہے جس سے میرے سر پر غلامی کا آسیب چھایا ہے۔ کاش تجھے عقلِ سلیم عطا ہو۔ تو اپنے فرضِ منصبی کو سمجھے اور میرے اہنسا دھرم کے پردلعریز

اُصول پر عمل کرنا تب لازمی و دنیا میں امن چین قائم ہو۔ اور یہ خارزار بیابان جہاں قدم قدم پر آبلہہائے آرزو کے توڑ دینے کو یاس و حسرت کے موشگاف کانٹے بچھے ہوئے ہیں ایک فرحت بخش گلستان بنجائے۔

اکثر ناعاقبت اندیش اور کوتاہ خیال اشخاص میرے فطرتی اہنسا دہرم کو بزدلی سے منسوب کرکے میری غلامی کا باعث تشخیص کرتے ہیں لیکن یہ انکا ضعفِ عقیدت اور خیالِ خام ہے۔ غالباً اہنسا دہرم کے عدیم النظیر اور معجز طراز فلسفہ سے اُن کی نا دانستگی اور مادہ پرست فلسفیوں کے ساتھ عرصہ دراز تک انکی صحبت ہی انکی قوت فہم و ادراک کے مکدر ہونے کا سبب ہے۔

اہنسا دہرم کو میری غلامی کا ذمہ دار ٹھیرانا اور اسپر بزدلی کا الزام لگانا گویا مرد کو عورت۔ دن کو رات اور آفتاب عالمتاب کو ذرۂ خاک تبانا ہے۔ جس مہابھارت نے ابتدا ہی میرے علم و ہنر کا خاتمہ کر دیا۔ ہمیشہ کے لئے میری مردانگی اور بہادری کا نام و نشان مٹا دیا اُس کا سبب اہنسا دہرم نہ تھا۔ بلکہ کوروں کی اہنسا دہرم سے برگشتگی اسکی اصلی وجہ تھی۔ جنھوں نے بے یار و مددگار سمجھکر غریب پانڈوں کے ساتھ بے ایمانی کرنا چاہی۔ اُنکے جائز حق کو ناجائز طریقوں سے غصب کرنے کا اعادہ کیا اُنکے واجب مطالبہ کو ناز و نخوت سے ٹھکرا دیا۔ اور اُنکی لب کشائی پر زعم و تکبر سے اعلانِ جنگ کر دیا۔ کوروں کے ان جذبات ناشائستہ کو جو مہابھارت کا اصلی سبب تھے اہنسا کہتے ہیں۔ اگر کوروں کو اہنسا دہرم کے اُصول کا اتباع پسند ہوتا تو بیکس پانڈوں کی دل آزاری کا نا روا اقدام نہ کرتے۔ اپنے چچا زاد بھائیوں کی حالت زار پر رحم کھا کر اُنکے جائز حقوق سے اُنکو مستفید کر دیتے۔ لیکن واہ رے پانڈو مردان جری!

کہ اُس سیل حوادث کے مقابلہ سے اپنا منہ نہ پھیرا۔ وہ کم تھے۔ کمزور تھے۔ کم مایہ تھے۔ تاہم اہنسا دہرم کا زبردست سہارا۔ حق زناحق کی تمیز کا پارا انکو فتح ونصرت کی تھپکیاں دیتا تھا
جنہوں نے بھگوت گیتا کے اصلی مفہوم پر کبھی سرسری نظر بھی ڈالی ہے وہ جانتے ہیں کہ باوجود اسکے کہ دولتِ شہنشاہی ارجن کے تیر کی نوک پر لٹک رہی تھی تاہم وہ اپنے خویش واقارب کے خون کی قیمت پر اُسے حاصل کرنا گراں سمجھتا تھا۔ مہابھارت میں جسقدر خون خرچ ہوا اُس کا نقشہ اُسکی نظروں میں پہلے سے چکر کاٹ رہا تھا لیکن وہ دنیاوی جاہ وحشمت کو لہو کی دھار کے مقابلہ میں ہیچ سمجھتا تھا۔ کیا یہ اُسکی بزدلی تھی نہیں ارجن کو بزدل کہنا پاپ ہے۔ یہ اُسکی مستغنے المزاجی تھی جو اہنسا دہرم کا فطرتی نتیجہ ہے۔ جن کو نگاہ نہیں اُنہیں بزدلی اور سیر چشمی میں فرق نظر نہیں آتا۔ دوسری ایک اور پاک ہستی جو اُس زمانہ میں روحانیت اور شجاعت کا مجسمہ تھی۔ سری کرشن کے قالب میں چراغ ہدایت بنکر سامنے آئی۔ اور اُس نے سیاسی نقطہ نگاہ سے جنگ کرنا فرض انسانی قرار دیکر ارجن کو جنگ پر آمادہ کیا۔ کیا کوئی اہل عقل سری کرشن کی تعلیم پر ہنسا کا الزام لگا سکتا ہے۔ یہ کہنا گناہ میں داخل ہے کہ ارجن جیسا شیر نر اور سری کرشن جیسا عارف کامل۔ دونوں اہنسا دہرم کے پیرو نہ تھے۔ یا اہنسا دہرمی ہونے کی وجہ سے بزدل تھے۔ اِن اہنسا دہرم دہاریوں نے کیا کیا؟ وہی جو انھیں اپنے فرض کی ادائیگی میں زیادہ بجا واجب تھا۔ یعنی اپنے جائز مطالبہ کے لئے ہی تو سنگرام کیا۔ ہتھیار گروہ غنیم کو تلوار کے گھاٹ اُتارا اور بالآخر دنیا کو دکھا دیا کہ اہنسا دہرم دہاری ہماور اپنے جائز حقوق کو ہنسائی بزدل گروہ کے پنجہ غضب سے کس طرح آزاد کیا کرتے ہیں۔

مسلمان حملہ آوروں کی آمد سے پہلے میرا خان حکومت آن ہندو راجاؤں

کے ہاتھ میں تھی جو مسلمہ طور پر اہنسا دھرم کے عامل نہ تھے۔ گوشت بھی کھاتے
تھے۔ شکار بھی کھیلتے تھے اور ویدک دھرم کے کٹر مقلد تھے لیکن تاہم ہزیمت
نصیب ہوئے۔ انگریزی قوم نے ہماری سلطنت تلوار کے ذریعے ان مسلمان
حکمرانوں سے چھینی جو عملاً خواہ نخواہ بہ ہنسا خونریزی اور نظریاتی طور پر اہنسا دھرم کے مخالف تھے
کیا اب بھی کوئی باحیا شخص یہ کہنے کی جرأت کر سکتا ہے کہ ہماری غلامی کا
سبب اہنسا دھرم ہے۔

اہنسا دھرم بزدلی کا باعث نہیں

اہنسا دھرم بزدلی کا متضاد ہے۔ لفظ "اہنسا" ہنسا کا برعکس ہے لفظ
ہنسا کی تعریف اس طرح پر ہے۔

प्रमत्त योगात्प्राण व्यपरोपणं हिंसा।

اپنے خواہشات نفسانی اور جذبات شیطانی (غصہ۔ غرور۔ فریب۔ طمع) کے
زیر اثر کسی جاندار کے حواس ظاہری و باطنی کو خیالاً۔ قولاً و فعلاً نقصان پہنچانا
ہنسا۔ ایذا رسانی ہے۔ ملاحظہ کیجئے لفظ "ہنسا" "ایذا رسانی" ...
بذات خود کس قدر مکروہ اور نفرت انگیز ہیں۔ خود غرضی و بوالہوسی اس کا منبع
ہے۔ ہنسا کا ارتکاب فعل انسانی نہیں بلکہ شیطانی ہے۔ ہنسا حسب ذیل چار قسم کی
ہوتی ہے۔

(۱) ادیوگی (حرفتی) جو پیشہ یا بیوپار کے طریق پر کیجاتی ہے۔ جیسے قصاب۔ چڑیمار
ماہی گیر وغیرہ۔ جو بلحاظ اپنے پیشہ کے دلآزاری کا عمل کرتے ہیں۔

۲۔ سنکلپی (ارادی) جو کسی جذبہ فاسد کے زیر اثر کسی جاندار کی خیالاً قولاً وفعلاً دل آزاری کی جاتی ہے۔ اس میں مٹی یا آٹے کا فرضی مرغا وغیرہ بنا کر کسی دیوتا پر بھینٹ چڑھانا۔ دشمن کی تصویر بنا کر اسکی بے عزتی کرنا بھی شامل ہے۔ کیونکہ اس قسم کا عمل بھی اخلاق کا مخرب اور رحمدلی کے پاک جذبہ کو ٹھیس پہنچانے والا ہے۔

(۳) ورودھی (مخالفانہ) جان و مال کی حفاظت کے لئے بطور حفاظت خود اختیاری دشمن سے جنگ و جدال کرنا خطرہ کے وقت کسی موذی درندہ کو مارنا وغیرہ

۴۔ آرمبھی (اتفاقیہ) جو دنیاوی کاروبار کے کرنے میں ہر اہل دنیا سے اکثر عمل میں آتی ہے۔ جیسے مکان بنانا۔ روٹی وغیرہ پکانا چولہا وغیرہ لگانا۔

نمبر ۱ و نمبر ۲ یعنی وہمی و ارادی ہنسا کا ارتکاب ہر دنیادار کے لئے مذہباً ممنوع ہے اس میں دوسروں کی ایذا رسانی کے علاوہ خود کرنے والے کے ضمیر کا بھی خون ہوتا ہے اخلاق بگڑتا ہے۔ سنگدلی و بیرحمی پیدا ہوتی ہے۔ لیکن نمبر ۳ و نمبر ۴ کسی اہل دنیا کے لئے ممنوع نہیں۔ اگرچہ انکو حتی الوسع اس سے بھی پرہیز رکھنا چاہیئے۔ مگر دنیادار کو اس قسم کی ہنسا سے بچنا اگرنا ممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے

غرضکہ نفرت اور رغبت کے جذبات کو دل میں رکھکر کسی جاندار کو زدوکوب کرنا قید کرنا۔ اسکے کسی جزو بدن کو کاٹنا۔ چھیدنا۔ اسکو بھوکا پیاسا رکھ کر بقصد بیعہ دنیا گناہ ہے۔

جھوٹ بولنے۔ چوری کرنے۔ زنا بالجبر یا طمع ناجائز کے ذریعے دوسروں کی دل آزاری کرنا بھی ایسا ہی گناہ ہے جیسا سطور بالا میں کہا ہے۔ قتل عمد یا بالارادہ

زدوکوب کرنا گناہ کبیرہ ہے۔

فرض منصبی کی ادائیگی میں بحالت مجبوری کسی فعل کا ارتکاب جو ضمیر کے منافی نہ ہو گناہ نہیں ہے۔ ملک اور اہل ملک کی حفاظت کے لئے دشمن سے لڑنا بادشاہوں کے لئے ناجائز نہیں بلکہ رعایا کے حقوق کا تحفظ کرنے کی غرض سے شورہ پشت سرکشوں اور ظالموں کو سزا دینا انکا فرض منصبی ہے۔ تاریخی واقعات اس امر کے مؤید ہیں کہ جین راجاؤں نے جو اہنسا دھرم کے معتقد تھے وقتاً فوقتاً جنگیں کی ہیں۔ قزاقوں اور جابروں کو سزائیں دی ہیں۔ ملک میں امن و امان قائم کیا ہے۔ نظامِ سلطنت کو اس خوبی اور قابلیت سے انجام دیا ہے اور مضبوط بنایا ہے کہ دیگر حکمرانوں نے انکی تقلید کی ہے۔ لیکن بلاوجہ جنگ کرنا۔ خون بہانا اور دوسروں کو نقصان پہنچانا انکے لئے ہی روا نہیں بلکہ کسی متنفس کے لئے جائز نہیں۔

دھرم کیا ہے؟

دھرم سنسکرت زبان کا لفظ ہے۔ ہر شے کی خاصیتِ جبلّی و روح کی صفاتِ ذاتی کو کہتے ہیں۔ مثلاً آگ کا دھرم جلانا۔ سورج کا دھرم گرمی و روشنی دینا وغیرہ وغیرہ۔

رُوح جو اپنی صفات ذاتی سے ذرّات فعلی کے ساتھ آغشتگی کے باعث گم گشتہ ہے۔ اُس کے اِس تعلق بیرونی سے پاک و صاف ہونے کے پاکیزہ عمل کو بھی اصطلاح میں دھرم کہتے ہیں۔ گویا کہ دنیا و مافیہا کی حقیقت کے راز کا انکشاف خدا اور اُس کے اوصاف حمیدہ کا ذکر حصول مسرت کا ذریعہ۔ رنج و الم کا خاکہ اور انکے مستقل طور پر دفعیہ کے ذرایع کو بھی عام فہم زبان میں دھرم کہتے ہیں۔

اِس سے اُن خواصِ روحانی اور اسرارِ سربستہ کا انکشاف ہوجاتا ہے جو انسانی فہم و دانش کی حدود سے باہر اور اُسکے وہم و گمان سے پرے ہیں۔ اِس اصطلاحی دھرم کا مترادف لفظ عربی میں "مذہب" اور انگریزی میں "ریلیجن" (Religion) ہے۔ مختصراً دھرم یا مذہب تعلیم صداقت اور آئین حقیقت کا ہی نام ہے۔ زندہ رہو اور زندہ رہنے دو۔ اِس کا پیغام ہے۔ رواداری کا طریق۔ سلامت روی کا رویہ اور خوش اخلاقی کا مسلک ہے۔ اِسی سے تو کہا ہے ؎

مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر کرنا ہندی ہیں ہم وطن ہے ہندوستاں ہمارا

طریقت رواداری۔ اور مسلک خوش اخلاقی میں ایذا رسانی کا امکان نہیں۔ بدیں وجہ عملِ عدم ایذا رسانی ہی سچا دھرم یا مذہب ہے۔ دنیا کے مختلف مذاہب کا بنیادی اصول عملِ عدم ایذا رسانی یا اہنسا دھرم ہی ہے۔

"اہنسا پرمو دھرمہ" جین دھرم کا سب سے بڑا اور مقدم اصول ہے۔ سناتن دھرم نے بھی اسی اصول کو اپنی مذہبی عمارت کا ستون قائم کیا ہے۔ عیسائی مذہب کا بھی یہی کہنا ہے (Thou shall not Kill) شیخ سعدی نے بھی ایسا ہی کہا ہے ؎ میازار مورے کہ دانہ کش ست کہ جاں دارد و جانِ شیریں خوش ست

تلسی داس جی نے بھی رامائن میں فرمایا ہے ؎

دیا دھرم کا مول ہے پاپ مول ابھمان تلسی دیا نہ چھوڑیے جب تک گھٹ میں پران

غرضکہ رحم یا عملِ عدم ایذا رسانی سب سے بڑا دھرم اور عملِ ایذا رسانی مسلمہ طور پر سب سے بڑا پاپ ہے۔

بزدلی

بزدلی۔ دل کی کمزوری ہے۔ جو دل میں کسی گناہ کے ارتکاب سے پیدا ہوتی ہے ضمیر کے

خلاف فعل کرنے سے دل لرزتا ہے۔ گھبرا کر بیٹھ جاتا ہے ہمت ٹوٹ جاتی ہے آگے بڑھنے
سے قدم رک جاتا ہے۔ آئندہ فاعل کے لئے سبقت کی راہ بند ہو جاتی ہے۔ بادلوں کے مقابل
میں آجانے سے سورج کی روشنی رک جاتی ہے۔ سونے میں تانبے کی آمیزش اسکی قیمت کو کم
کر دیتی ہے۔ آندھی کا جھونکا چراغ کو بجھا دیتا ہے۔ دودھ میں پانی کی ملاوٹ اسکے اثر کو خفیف
بنا دیتی ہے۔ ٹھیک اسی طرح حرکت ناشائستہ کا عمل توسنِ دل کی لگام کو از خود کھینچ
لیتا ہے اور اُسے کمزور بنا دیتا ہے۔ کمزوری نقص ہے۔ خاصیت جبلی نقص سے مبرا
ہے۔ کمزوری دل کی خاصیت نہیں بلکہ صفتِ مکسوبہ ہے۔ عملِ عدم ایذا رسانی گناہ
نہیں اسوجہ سے بزدلی کا موجب نہیں۔ بلکہ اسکے برعکس اسکی قوتِ ارادی کا سبب ہے
ہر شخص کے مذہبی اعتقاد کے مطابق خدا رحیم ہے کریم ہے اور مہربان ہے لیکن اگر رحم
کرم اور مہربانی بزدلی ہے تو ماننا ہوگا کہ خدا بزدل و کمزور ہے۔ لیکن خدا کی
نسبت ایسا خیال کرنا کفر ہے۔ اگر رحم۔ کرم اور مہربانی کی عادت کو خدا کی تعلیم میں
انسان اختیار کرتا ہے تو بجائے محبوب خدا اور قدرت خصلت ہونیکے بزدل اور کمزور کہا
جاتا ہے۔ **بشرم!** رحم دلی و اہنسا کو بزدلی کا باعث قرار دینا انسان کو حقیقت سے گمراہ کرنے
کے لئے کس قدر غلط اور مکارانہ فتویٰ ہے۔

پس ایذا رسانی بہادری کی نشانی نہیں ہو سکتی۔ بلاوجہ کسی جاندار کی دل آزاری کرنا
اُسکو مار کر نگل جانا اور اپنے پیٹ کو قبرستان بنا لینا کوئی مردانگی نہیں۔ دوسروں کا مال و
اسباب لوٹنا۔ زن و فرزند کو ذبح کرنا۔ ظالمانہ و جابرانہ رویہ اختیار کرکے اس قسم کے عمل
کو زندگی کا طریق بنانا محض حدِ اخلاق سے تجاوز کرنا ہی نہیں بلکہ قانوناً جرم اور قابل
سزا ہے۔ قتلِ عمد۔ زد و کوب۔ دروغ گوئی۔ چوری۔ ڈاکہ زنی۔ زناکاری وغیرہ گناہوں کا

ارتکاب کسی مذہب وملت کی رو سے جائز وقابلِ تحسین نہیں۔ قاتل۔ جابر وظالم جوانمرد نہیں
چور ڈاکو وریاکاروں کو بہادری کا خطاب نہیں۔ قصاب۔ چڑیمار۔ ماہی گیر وغیرہ دلیر و
باہمت نہیں۔ چونکہ ایذارسانی ضمیر کو ناپاک بناتی ہے حوصلہ کو پست اور طاقتِ روحانی
کو زائل کرتی ہے اِس لئے حوصلہ مندی کی علامت نہیں۔ بلکہ وہ فرقہ جو عملِ ایذارسانی
کو بطور پیشہ اختیار کئے ہوئے ہے عوام کی نظروں میں ذلیل اور کمینہ خیال کیا جاتا ہے

اہنسا دہرم یا عملِ نا ایذارسانی کی غرض وغایت ہر جاندار کے ساتھ برادرانہ سلوک
اور اُنس ومحبت کا برتاؤ کرنا ہے۔ دنیا میں ہر جاندار زندہ رہنا چاہتا ہے۔ زندہ رہنا۔
اور آزادانہ زندگی بسر کرنا ہر جاندار کا پیدائشی حق ہے۔ کسی کے حق میں مداخلت کرنا فرضِ
انسانی نہیں۔ جو بات خود اپنے لئے گوارا نہیں ہے دوسروں کیلئے بھی جائز رکھنا جائز
نہیں۔ آنچہ برخود نہ پسندی بردیگران مپسند۔

اسی وجہ سے تو انگریزوں کی غلامی سے ہندوستانی آزاد ہونا چاہتے ہیں اور سوراج کو اپنا
پیدائشی حق بتلاتے ہیں لیکن یہ حق محض ذات انسان کے لئے مخصوص نہیں بلکہ انصافاً
اُصولاً وحقاً ہر جاندار کا ہے اور ہونا چاہیئے کسی عاقل کا قول ہے

THE RELIGION OF LIFE IS TO DO GOOD

انسان کو اشرف المخلوقات ہونیکا دعویٰ بھی ہے۔ شاید اس وجہ سے کہ بلحاظ علم ودانش اُسکو
دیگر قسم کے کمتر جانداروں پر قدرت اور برتری حاصل ہے اِس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ انسان
اُنکے ساتھ ظالمانہ برتاؤ کرے اُنکو مارے۔ کاٹے۔ پکاوے اور کھا جاوے۔ اور اُنکی نسل
کو برباد کرے۔ جو انسان اشرف المخلوقات اور امین خلقت ہونے کا دعویدار ہے اُس کا فرض
ہے کہ ہر ذی روح کی پرورش کرے۔ اُس سے ہمدردی کرے۔ اُنکو کسی قسم کی تکلیف نہ ہونیکے

اور اُسکے معاوضہ میں اُنسے اپنی جائز خدمت لے یعنی جس طرح انسان کو اوخلقت کی مانند وبود مفید ونافع ہی انسان کا وجود بھی دیگر مخلوق کیلئے مساوی طور پر سود مند و راحت بخش ہونا چاہیئے۔

دیکھو! دودھ دینے والے مویشی انسان کو دودھ گھی۔ مکھن دیتے ہیں جو اسکی خاص غذا ہی اور اسکی تندرستی کو قائم رکھنے اور قوار جسمانی کو مضبوط بنانے کے لئے نعمت عظمیٰ ہے بیل بھینسے۔ اُونٹ۔ ہاتھی۔ گھوڑے گدہے اسکی کھیتی۔ کیاری۔ سواری۔ باربرداری کے کام آتے ہیں اُسکو ہر طرح کا آرام پہنچاتے ہیں۔ مرنے کے بعد بھی اپنی کھال اور ہڈی وغیرہ اُسکے آئندہ استعمال کے لیئے چھوڑ جاتے ہیں جو اسکی روزانہ زندگی کی ضروریات کو پورا کرتی ہیں۔ کتا و بلی و دیگر قسم کے جانذار اُسکے جان ومال کی حفاظت کرتے ہیں۔ خود تکلیف اُٹھاتے ہیں لیکن اس اشرف المخلوقات ہستی کو تکلیف سے بچاتے ہیں غرضکہ لاچار مخلوق اپنے اظہارِ وفاداری اور انسان کی خدمت گذاری میں کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑتی۔ لیکن حضرت انسان اشرف المخلوقات ہونیکا دعویدار اپنی شرافت کیا ثبوت دیتا ہی اور اپنے زیردست جانداروں کا کیا حق الخدمت ادا کرتا ہی؟ یہ روزانہ آنکھوں سے دیکھا جاتا ہے۔

اُنکو مارتا ہی۔ کاٹتا ہی خصی کرتا ہی۔ بھوکا پیاسا رکھتا ہی۔ آرٹھ چبھوتا ہی۔ چھیدتا ہی۔ قید کرتا ہی۔ پرندوں کے پر نوچتا ہی۔ کھال اُڑاتا ہے ٹکڑے کرتا ہے۔ جلاتا ہی۔ بھونتا ہی۔ اُبالتا ہی پکاتا ہی اور کھا جاتا ہی۔ اپنے اوپر سے صدقہ کرکے پھینک دیتا ہی۔ یہ ہی حضرتِ انسان اشرف المخلوقات کا عمل ہے اگر اسکو ایک خونخوار موذی درندہ کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا۔ کاش انسان کے ساتھ ایسا عمل ہو تو مردم خواری کا شور مچا کر آسمان سر پر اُٹھا لے۔ غرضکہ اس قسم کے کارنامے انسان کی جوانمردی۔ حوصلہ مندی۔ اور بہادری کے مظہر نہیں بلکہ سیاہ قلبی خودغرضی اور

بداخلاقی کی علامتیں ہیں۔

اہنسا دھرم کے ہر دلعزیز اصول کو بزدلانہ اصول بتاکر اس قسم کی ناپاک تحریک سے جن بڑی شخصیتوں کے دماغ کا رجحان عوام کے پاکیزہ جذبہ کو غلیظ و متعفن بنانے اور گروہ انسانی کو اخلاقی درجہ سے گراکر خونریزی کیطرف مائل کرنے کا ہے انکی ہستی گندم نما جوفروش سے زیادہ وقیع نہیں۔ ایسی ہستیاں مسلمہ طور پہ ملک اور قوم کے دامن پر داغ ہیں سیاسی۔ اخلاقی۔ روحانی و متمدنی زندگی کے لئے زہریلی وبا ہیں۔ میرا تو عقیدہ یہ ہے کہ گذشتہ زمانہ میں ہر چہار اطراف سے آنیوالی زبردست آندھیوں سے مجھے بچانے اور میرے وجود کو اسوقت تک قائم رکھنے کا واحد ذریعہ اہنسا پرمودھرمہ کا مذہبی اعتقاد اور اسپر زمانہ کی رفتار کے مطابق کاملتہً عمل ہی تھا ورنہ یہ خاک بسر آپ کا وطن مالوف کبھی کا صفحہ ہستی سے نابود ہوگیا ہوتا۔ دنیا کی مختلف قوموں نے یہاں آکر اسے اپنایا اور اہنسا پرمودھرمہ کے بینظیر فلسفہ کے سامنے سر تسلیم خم کیا۔ اِس موجودہ گئی گذری حالت میں بھی دوسرے ملکوں کی نظروں میں اگر اسوقت بھی اِس ملک کی کوئی عزت ہے تو وہ محض میرے اسی اصول کا ساحرانہ اثر ہے۔

دور جانے کی ضرورت نہیں ہے پچھلے سالوں میں مہاتما گاندھی نے بھی ہر دلعزیزی کا درجہ اور دنیا کی عظیم الشان شخصیت ہونے کا فتویٰ غیر ممالک سے محض مخالفین کے ساتھ عدم تعاون کے اصول میں عدم ایذا رسانی کے جذبہ کی شمولیت کیوجہ سے ہی حاصل کیا ہے اِسی عدم ایذا رسانی کے اصول پر چندروزہ عمل سے نے اہل ہندوستان کو آزادی کی امید دلائی تھی جس پر باہمی نفاق خود غرضی اور ہنسا کی فروعات نے پانی پھیر دیا۔ اور مہاتما جی کو دل برداشتہ بنادیا۔

حاصل مطلب یہ ہے کہ دنیا میں ہر ذی روح خوش رہنا چاہتا ہے۔ خوشی اہنسا دھرم کے اصول پر ہی کاربند ہونے سے حاصل ہوسکتی ہے۔ دینی و دنیاوی ترقی کا انحصار اسی اصول پر ہے۔ خواہشاتِ نفسانی کے تابع ہوکر دنیا میں کوئی شخص عیش و آرام حاصل نہیں کرسکتا ہے۔ گوشت خوری جسمانی و دماغی و روحانی طاقت کا ذریعہ نہیں ہے۔ بلکہ مذہباً ممنوع اور طباً مضرِ صحت ہے۔ اسی عادتِ بد کا شکار ہوکر انسان جانداروں کی قربانی پر مجبور ہوا ہے۔ خون منہ لگا پڑا ہوتا ہے۔ زبان کے ذائقہ نے حضرت انسان کو حق و ناحق مضر و مفید کی تمیز کرنے میں اندھا بنا دیا ہے۔ گوشت خوری یا عمل ایذا رسانی سیاہ قلبی کا باعث ہے۔ خلاف اسکے اہنسا دھرم دل و دماغ کو مضبوط بناتا ہے۔ طاقتِ روحانی کو بڑھاتا ہے مستقل مزاجی پیدا کرتا ہے۔ انسان کو باحوصلہ اور باہمت بناتا ہے دنیا میں جسقدر بڑے بڑے فلاسفر ہوئے ہیں وہ سب اہنسا دھرم کے ہی عامل تھے۔ مثلاً سقراط۔ بقراط۔ ارسطو۔ افلاطون۔ جالینوس۔ نیوٹن۔ ڈارون۔ بھگوان مہابیر۔ مہاتما بدھ۔ سوامی دیانند وغیرہ۔ یہ سب لوگ سبزی خور ہی تھے یہ کیا بزدل اور کمزور تھے؟ ایذا رساں یا دل آزار تھے؟ غرضکہ عدم ایذا رسانی یا اہنسا دھرم بزدلی کا موجب نہیں بلکہ ایسا کہنا سخت غلطی اور کور ایمانی کی دلیل ہے۔ جانداروں کو مارنا بزدلی اور اس سے اجتناب یعنی خواہشاتِ نفسانی کو مارنا شیر دلی ہے چنانچہ حضرت ذوق نے فرمایا ہے

بڑے موذی کو مارا نفس امارہ کو گر مارا — پلنگ و اژدہا و شیر نر مارا تو کیا مارا

نہ مارا آپ کو جو خاک ہو اکسیر بن جاتا — کسی نکبیں کو لے بیدا دگر مارا تو کیا مارا

اوم۔ شانتی۔

شب لال جین

جین متر منڈل ٹریکٹ نمبر ۶۳

نہ کھنڈن سے ہمیں مطلب منڈن تھا اپنا　　فقط ثابت کیا ہے ہمنے وہی لا ابتدا اپنا

جین دھرم ازلی ہے

مرتبہ

لالہ دیوان چند جین منیجر پنجاب اینڈ کشمیر بنک لمیٹڈ برانچ جہلم

مؤلف "گوہر بے بہا" "سچے موتیوں کی لڑی"

شری ویر نربان سمت ۲۴۵۵ مطابق ۱۹۲۸ء

جین متر منڈل دہلی نے شائع کیا

دلی پرنٹنگ ورکس دہلی میں چھپا

تعداد ۲۰۰۰　　قیمت ۲/

تقریظ

اس عالم فانی میں جسقدر مذاہب اس وقت بقید حیات ہیں۔ بجز کسی خاص کے وہ تمام روح اور روحانیت کے قائل ہیں۔ اور نجات دائمی کو بھی روحانیت کا معراج بتلاتے ہیں۔ لیکن اس پاک اصول پر بلا کسی ہیر پھیر کے کوئی مذہب قائم نہیں ہے۔ اسکے بانیان نے تو نہیں گمراہ مبلغان نے ضرور کچھ تعصب اور خود غرضی سے کام لیا اور اس اصول کی اصلی ہیئت کو کچھ سے کچھ کر دکھایا۔ اس وجہ سے ان مسائل میں کہ روحانیت کیا ہے۔ نجات کسے کہتے ہیں۔ روح کو نجات حاصل ہونے کا مطلب کیا ہے۔ اور نجات کس طرح ہو سکتی ہے۔ جملہ مذاہب میں بیحد اختلاف واقع ہوا ہے۔ کہ معمولی فہم و دماغ کے دنیادار انسانوں کو یہ تحقیق کرنا سخت مشکل ہو گیا ہے کہ معراج روحانی حاصل کرنے کا قدیم ترین طریق کونسا ہے جسکو مقبول عام اور تجربہ کار ہستیوں نے اولاً اہل عالم کے سامنے پیش کیا۔

قابل مصنف نے اس چھوٹے سے رسالے میں ناقابل رد کتابی حوالجات اور علماء کے اقوال سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ جین دھرم اور اسکے اصول تمام موجودہ مذاہب کے مقابلہ میں قدیم ترین ہیں۔ وہ اپنی کوششوں میں پر محن مطالعہ کے بعد ایک حد تک کامیاب ہوئے ہیں اور اس کامیابی پر میں انکو مبارکباد دیتا ہوں۔ اور اس عقدہ پیچاں کے حل کرنے میں جو دیدہ ریزی انہوں نے کی ہے آپر آفریں کہتا ہوں۔

"این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند"

لیکن میرے خیال میں جین دہرم کو محض قدیم ترین ثابت کرنا اسکے بہترین۔ اور برترین ہونے کی شہادت نہیں ہے۔ ہاں اگر قابل مصنف اِس متغاین مذہب کو فطرتی اور قدرتی مسلک بھی جیساکہ حقیقتاً وہ ہے ساتھ ساتھ ثابت کردیتے تو بیشک ازلی ہونے کا اطلاق ہوسکتا تھا۔ یہ مانا کہ یہ مسئلہ بہت باریک ہے اور فی زماننا ایسے ادق مسائل کو بحث میں ڈالنا ممکن ہے چند خاص ہستیوں کو لطف کا باعث ہوسکے۔ لیکن عوام الناس کے لئے وہ دلچسپی کا مضمون نہیں ہوسکتا۔ ممکن ہے قابل مصنف نے اسی نقطہ نگاہ سے یہ فروگذاشت کی ہو۔ تو بھی میں سمجھتا ہوں کہ جین دہرم کی ازلیت کی بحث اٹھاکر ایک جزو اعظم کو ترک کردینا اس مقصد عام مضمون کو خواہ مخواہ انگشت نمائی اور حرفگیری کا نشانہ بناتا ہے۔

جین دہرم کیا ہے۔ محض خاصہ قدرتی اور ارکان فطرتی کا واضح طور پر ایک بیان ہے جسکو ہر عقل سلیم تسلیم کرنے پر مجبور ہے۔ یعنی یہ کہ عالم ہستی۔ روح۔ مادہ۔ وقت۔ خلا اور اخراجی واستقراری دو قسم کی کشش ہائے سے معمور ہے۔ سوائے انکے اور کوئی چیز اسکے اندر نہیں ہے۔ انہیں عناصر ستہ کا وجود اور انکی باہمی تحلیل و ترکیب ظہور عالم اور نیرنگی دنیا کا باعث ہے۔

جس طرح پر ان عناصر کا کبھی آغاز نہیں ہوا۔ نہ کبھی انجام ہوگا اسی طرح ان کی ذاتی طاقتوں کا اور انکے اوصاف حقیقی کے لحاظ سے ان میں تحلیل و ترکیب کا سلسلہ بھی نہ کبھی شروع ہوا نہ ختم ہوسکے گا۔ اسی کو اصول قدرت اور بنائے فطرت کہتے ہیں۔ یہ ایک ایسا سادہ اور بغیر ملوث بیان ہے جس پر کسی قسم کا حاشیہ نہیں چڑھایا جاسکتا۔ پس جب روح کے وجود کا آغاز نہیں تو اسکے ساتھ حیات و موت کے سلسلہ کا بھی آغاز

کیسے قیاس کیا جا سکتا ہے۔ لہٰذا ماننا پڑے گا۔ کہ روح ازل سے دامِ تناسخ میں ماخوذ ہے اور اس وادیِ ہستی میں مرگ و زیست کے آلام ہمیشہ سے سہتی رہتی ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ آیا روح فطرتاً متناسخ ہے یا کسی جنس غیر کے اشتراک سے اسکی یہ حالت واقع ہوئی ہے۔ اگر روح کو فطرتاً متناسخ مان لیں گے تو چونکہ کوئی امر خلافِ فطرت وقوع میں نہیں آسکتا اِس لئے روح کے لئے نجات پانے کا سوال قطعی بیکار ہو جائیگا۔ اور جن مذاہب میں روحانیت کا معراج نجات ابدی قرار دیا گیا ہے وہ فلاحِ آخرت کے لئے بے اثر ثابت ہونگے یہی نہیں بلکہ اعمالِ حسنہ بصورت زکوٰۃ و صلوٰۃ، عبادت و ریاضت عبث مانے جائیں گے۔ اِس لئے یہی ماننا صحیح ہوگا کہ روح فطرتاً متناسخ نہیں ہے۔ بلکہ جنس غیر سے وابستہ ہو کر اپنی اصلیت سے دور ہوگئی ہے اور اس جنس غیر سے رستگاری ہی اسکی نجات ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ علاوہ روح کے جو پانچ عناصر [illegible] بیان کئے گئے ہیں ان میں سے کس کا اثر زائل ہو جانے پر روح خالص بالذات ہو سکتی ہے۔ وقت ایک ایسا عنصری جس کا اثر [illegible] ہر حالت میں رہیگا۔ کیونکہ روح کی کوئی حالت [illegible] [illegible] ہو [illegible] [illegible] [illegible] حالت میں رہنے [illegible] [illegible] کشش ہاے [illegible] [illegible] استغراق کا وجود [illegible] وقت [illegible] [illegible] لئے ان چاروں عناصر کے اثر سے روح کا چھوٹ پانا [illegible] [illegible] یہی کہا جا سکتا ہے کہ روح سے مادہ کا اشتمال [illegible] اسکے تناسخ کا [illegible] ہے [illegible] روح اور مادہ کے باہمی تعلق کا مکمل ازالہ ہی روح کی نجات کا سبب ہو سکتا ہے۔

[illegible] روح لطیف [illegible] چیز ہے اِس سے کثیف قوم کے مادہ کا اشتراک پہلے بہ پہلے

کس طرح ممکن ہے۔ یہ ایک سوال پیدا ہوتا ہے۔ لیکن محض وہم ہے۔ روح خیالاً قولاً اور فعلاً جب کوئی حرکت و عمل کرتی ہے تو اس سے نہایت لطیف ذرات مادی کو جنبش ہوتی ہے جو اسکے گرد و پیش رہتے ہیں اور متحرک ہونے کی حالت میں روح کے اندر بھی ایک جذباتی کشش پیدا ہو جاتی ہے۔ جس سے وہ ان ذرات مادی کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ اس کارروائی کو آمد عمل کہتے ہیں۔ اور جب ذراتِ مادی روح کی طرف کھینچکر روح سے وابستہ ہو جاتے ہیں تو اس کارروائی کو بند عمل کہتے ہیں۔ برخلاف اسکے جب روح کے اندر جذبات فاسد اور افعالِ ناقص کی جانب سے تارکانہ تحریک ہوتی ہے تو آمدِ عمل کا سلسلہ معدوم ہو جاتا ہے جسے سدِ عمل کہتے ہیں۔ اِس حالت میں متحرک ہونے سے روح میں ایک اخلاصی کشش پیدا ہو جاتی ہے۔ جس سے وہ جذباتی اور فعلی ذرات جنہیں پیشتر روح نے اپنا اشتراک کر لیا تھا اس سے دور ہو جاتے ہیں اور اس کارروائی کو رد عمل کہتے ہیں۔ جب روح آلائیشِ افعال سے قطعی پاک و خالص ہو جاتی ہے تو اسکو درجۂ نجات حاصل ہو جاتا ہے اور وہ ہم تناسخ سے رہائی پا جاتی ہے۔ پس روح۔ غیر روح۔ آمد عمل۔ بند عمل۔ سد عمل۔ رد عمل۔ اور نجات یہ ارکانِ سبعہ کہلاتے ہیں۔ انکی اصلیت و حقیقت کو صحیح طور پر جان لینا بعقین کر لینا۔ اور حصولِ نجات میں کوشش کرنا یعنی صادق العقیدت۔ صادق البصیرت۔ اور صادق الطریقت۔ اِن جواہر ثلاثہ کی یکجائیت ہی حصول نجات کا ذریعہ ہے۔

اِس میں شبہ کرنے کی گنجایش نہیں ہے کہ ذرات فعلی کا جاذبہ روح کو کثیف بناتا ہے اور اسے روحانیت کی معراج سے گرا دیتا ہے برخلاف اسکے انکا تنافعہ روح کو لطیف کرتا ہے اور جسقدر روح لطیف ہوتی جاتی ہے آہستہ آہستہ وہ اپنے معراج کے نزدیک آتی جاتی ہے بالآخر جب روح ذرات فعلی کے اشتراک سے قطعی پاک ہو جاتی ہے تو مکمل طور

پر آزادی اور رستگاری حاصل کر لیتی ہے جو اس کا حقیقی معراج ہے۔

جن برگزیدہ ہستیوں نے ان امور حقیقی کو سمجھا اور یقین کیا ہے۔ نیز ان پر عمل کر کے رستگاری کا ذاتی تجربہ حاصل کیا ہے انکو اس وجہ سے کہ انہوں نے مادہ پر یا جنس غیر پر کامل فتح حاصل کی ہے فاتح کہتے ہیں جس کے لئے سنسکرت میں لفظ "جن" مخصوص ہے اور جو طریق عمل یا مسلک ان فاتح (جن) ہستیوں کا رہا وہ طریق نصرت یا جین دھرم کہلاتا ہے۔ یہ وہ قدرتی اور فطرتی اصول کا مجموعہ ہے جسکی صحت سے کوئی ذی شعور اور با تمیز انسان انکار نہیں کر سکتا۔ چونکہ اصول قدرتی کا کبھی آغاز نہیں ہوا۔ نہ انجام ہوگا۔ اس لئے جین دھرم کو بھی ازلی ابدی کہنا مبالغہ نہیں۔

میں امید کرتا ہوں کہ ناظرین و ناظمین بلا کسی خیال ذاتیات کے مضمون نفس الامر کو بغور ملاحظہ فرما کر خاص نتیجہ پر پہنچنے کی کوشش کرینگے۔ عمل کرنے یا نہ کرنے کے وہ مجاز ہیں۔

احقر العباد دیپچران درخشان

بلند شہری

اوم

دیباچہ

آپ نے شاستروں و تواریخوں میں پڑھا ہوگا کہ آج سے تقریباً دو ہزار برس پیشتر اس مقدس جین دھرم کے اصول اہنسا کی دنیا میں کیا قدر تھی۔ جین دھرم کے فلسفہ اور اصولوں کا چرچا آج بھی۔ امریکہ۔ انگلینڈ۔ جرمنی۔ فرانس اور اٹلی وغیرہ ملکوں میں ہو رہا ہے۔ اس لاثانی دھرم کے سچے اور قابل عمل اصولوں پر چل کر ہر ذی روح نجات دائمی حاصل کر سکتا ہے۔ اس متبرک دھرم کا ڈنکہ زمانۂ سلف میں چاروں طرف بج رہا تھا۔ بڑے بڑے راجے مہاراجے اس دھرم کے پیرو تھے۔ لاکھوں سیٹھ ساہوکار اور بڑے بڑے ذی رتبہ اشخاص نے اسکو اپنایا تھا۔ مگر آج یہ دھرم تمام مذہبوں سے نیچے درجے پر گنا جانے لگا ہے۔ اسکی فلاسفی اور سدھانت لاثانی ہوتے ہوئے بھی لوگ اس میں بہت کم حصہ لیتے ہیں۔ اس کے پیرووں کی تعداد کروڑوں سے گھٹ کر لاکھوں میں رہ گئی ہے۔ اس منظور نظر دھرم میں علماء کی بھی کمی ہوگئی ہے۔ نہ ایسے پرچارک ہی رہے ہیں۔ نہ اُپدیشک ہی ہیں جو اس عصمت مآب دین کی کھلے بندوں اشاعت کریں۔ لوگ اس دھرم کے

ادق مسائل کو تو بھول گئے۔ اس کا اعلیٰ سدھانت جاننے کے لئے لوگوں نے غفلت اختیار کر لی۔ صرف اسکے ترتھنکروں کے نام اور انکے کارنامے قصے کہانیوں کیطرح کسی کسی کو یاد رہ گئے۔ آج یہ وقت آ گیا ہے کہ یہ بھی معلوم کرنا مشکل ہے کہ جین کسے کہتے ہیں۔ جین دھرم کیا ہے اور اس کے بانی کون تھے۔ جین دھرم کا سدھانت اور اس کا بنیادی اصول کیا ہے۔ زمانہ گذر گیا۔ مغرب کے لوگ اس ملک میں آئے انہوں نے جین تواریخ کے نہ ہونے سے اس دھرم کے حالات قصے کہانیوں سے۔ دھرم گرنتھوں سے کتبوں سے پٹوں سے اور پرانے سکوں سے معلوم کرنے شروع کئے۔ یہی وجہ ہے کہ اس پاک مذہب کو کسی مورخ نے بودھ دھرم کی شاخ بتلا دیا۔ کسی نے برہمن دھرم سے نکلا ہوا لکھہ مارا۔ کسی نے اسکو بودھ اور برہمن دھرم کا مرکب یا درمیانی سمجھوتہ بتلا دیا۔ کسی نے شری پارشنا تھ جی کو اور کسی نے مہابیر سوامی کو اس کا بانی تحریر کر دیا۔

ہم آیندہ چند اوراق میں تواریخوں۔ شاستروں۔ اور دیگر علماء کی رایوں سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرینگے۔ کہ جین دھرم نہ تو بودھ دھرم کی شاخ ہے۔ نہ برہمن دھرم سے نکلا ہے اور نہ ہی مہابیر یا پارشناتھ اسکے بانی تھے۔ بلکہ یہ بالکل علیحدہ اور سب سے قدیم دھرم ہے۔ امید کہ علماء اسکو غور کے ساتھ ملاحظہ فرماوینگے۔ اور ان غلط خیالات کو دل سے نکال دینگے جو انکے دلوں میں تعصب یا کھوج کی کمی کی وجہ سے بیٹھ گئے ہیں۔

نیازمند۔

دیوان چند جنرل سکرٹری جین سمتی منڈل راولپنڈی

مینیجر پنجاب اینڈ کشمیر بنک لمیٹیڈ جہلم (برانچ)

کیا جین دھرم بدھ دھرم کے بعد چلا؟

آج کل سکولوں اور مدرسوں میں جو تواریخیں اور اتھاس پڑھائے جاتے ہیں اُنکو غور سے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جین دھرم کے متعلق اُنہوں نے کسقدر غلط بیانی سے کام لیا ہے۔ اُسکو بلا تحقیق بالکل نیا اور جدید مذہب لکھ مارا۔ یورپ کے مشہور اور نامور مورخان پروفیسر ولسن۔ بارتھ اور ویبر وغیرہ نے۔ تو یہاں تک کہہ دیا کہ جین دھرم بودھ دھرم کے بعد شروع ہوا ہے۔ کیونکہ اُسکے اکثر اصول بدھ دھرم سے ملتے جلتے ہیں۔ اِن غلط بیانیوں کے ذمہ دار جس قدر مورخان مذکور ہیں اُس سے زیادہ جوابدہ جین علما بھی ہیں۔ کیونکہ اُنہوں نے ابھی تک خود کوئی اپنی مستند تواریخ مرتب نہیں کی۔ جس سے مورخوں کو کچھ مدد مل جاتی۔ اور نہ کسی نے زبردست دلائل سے اُن غلط بیانیوں کی تردید کرنے کی کوشش کی۔ یہی وجہ ہے کہ جین دھرم کے متعلق مختلف قسم کی ابتک غلط فہمیاں پھیلی ہوئی ہیں۔ اِس لیے جین قوم کا فرض ہے اور ہم جین علما سے عرض کرسکتے ہیں کہ جابجا جلد ایک مکمل جین ہسٹری مرتب کریں۔

پروفیسر ویبر وغیرہ مورخوں نے جو جین دھرم کو بدھ دھرم کے بعد شروع ہوا بتلایا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ انکی تفتیش کا دائرہ بہت ہی تنگ تھا۔ اگر وہ کسی جین گرنتھ کو نہ سہی کم از کم ہندو دھرم کے شاستروں کو ہی دیکھ لیتے یا دیگر مورخوں

کی تواریخوں کا مطالعہ کر لیتے تو انکو کبھی ایسی بات کہنے کا یارا نہ ہوتا۔ لیتھبرج صاحب نے بھی دبے الفاظ میں اپنی مختصر تواریخ ہند ۱۹۰۴ء کے صفحہ ۲۴ پر "جین مت کی بابت لکھا ہے :۔ کہ

جب بودھ مذہب کو زوال ہو رہا تھا۔ اُس وقت ایک اور مذہب جس کو جین مت کہتے ہیں ہند میں بہت ترقی پر تھا۔ یہ مذہب مسائل اور تعلیم کے لحاظ سے بودھ مذہب اور برہمن دہرم کے بین بین ہے۔ سنہ ۶۰۰ء میں اِس کا آغاز ہوا۔ اور سنہ ۱۲۰۰ء کے بعد اس میں زوال آنا شروع ہو گیا۔ مگر ہند کے بعض مقاموں میں اب بھی بہت سے شخص اِس مذہب کے پیرو ہیں۔

اسکے خلاف مسٹر رومیش چندر دت سی۔ آئی۔ ای نے اپنی مصنفہ تاریخ ہند میں تحریر کیا ہے کہ اس بات کی شہادت موجود ہے کہ قبل از مسیح صدیوں پہلے جینیوں کی دولتمند اور متمول قوم موجود تھی۔

جین رتنا کر کلپدرم مصنفہ مہاتما شیو برت لعل صاحب صفحہ ۱۸ پر شری ارہن جی کا ذکر کیا گیا ہے ۔ کہ

ارہن جی کو (جو کہ ایک جین رشی تھے) گذرے ہوئے چھبیس سو برس سے زیادہ ہوئے۔ مگر ابتک انکے جس کی پنپا کا کھڑی ہے۔ انہوں نے بدھ مذہب کے شاگردوں سے وہارک بحث و مباحثہ کیا۔ یہاں ایک بات سوچنے کے قابل ہے کہ گوتم بدھ کو گذرے ہوئے ۲۵۰۰ سال بتائے جاتے ہیں۔ سوال کیا جائے گا۔ کہ پھر ارہن جی کا انکے کسی شاگرد کے ساتھ مباحثہ کیسے ہو سکتا ہے۔ اِس سوال کا جواب ہم خاطر خواہ نہیں دے سکتے۔ ہاں اسقدر کہہ سکتے ہیں کہ جیسے جینی اپنی پرمپرا کے لحاظ سے بہت قدیم ہیں۔ ویسے بدھ بھی قدیم ہیں۔ جو گوتم بدھ سے پہلے اپنے دہرم

کا پرچار کرتے رہے ہونگے - کیونکہ گوتم جی سے تو ارہن جی پہلے گذرے ہیں -
بلکہ ہماری دانست میں جینیوں کے چوبیسویں ترتھنکر مہابیر سوامی بدھ دیو کے ہمعصر تھے
جین قوم کی طرف سے جدوجہد کی گئی تو لیتھبرج صاحب نے اِس بات کو
مان لیا کہ جو کچھ انہوں نے لکہا تھا - عدم واقفیت کے باعث لکہا تھا - اور اس کے
بعد جو انکی تاریخ چھپی - اِس میں انہوں نے صاف الفاظ میں لکھدیا کہ جین دہرم
ایک قدیم مذہب ہے -

بدھ دیو کی سوانحعمری حصہ چہارم اردو مصنفہ مہاشے شردھے پرکاش جی
کے صفحہ ۲۰۸ - ۲۰۹ پر فٹ نوٹ میں لکہا ہے :-

جس زمانہ میں بدھ زندہ تھا اور اپنے مذہب کی اشاعت کر رہا تھا - اس
زمانہ میں ایک اور کھشتری قوم کا شہزادہ تھا - جس کا نام "وردھمان" تھا - اُسنے
مہاویر کا لقب اختیار کیا - اور ایک اور مت پھیلایا - جو بہت سی باتوں میں بودھ مت
سے ملتا جاتا ہے - یہ خود "جن" یعنی "سدھ" کہلاتا تھا - اِس کے مت کو جن مت
یا جین مت کہتے ہیں - اِس مت کے پیرو جینی کہلاتے ہیں - یہ بھی شمالی ہند میں
رہتا اور وعظ کرتا تھا - جینیوں کا دعویٰ ہے کہ ہمارا مذہب بودھ مت سے بہت
پرانا ہے اور بعض عالموں کا خیال ہے کہ انکا یہ دعوی صحیح ہے -

مذکورہ بالا سطور صاف ظاہر کرتی ہیں کہ پروفیسر و تیبر - بارتھ اور ولسن صاحب
کی یہ رائے کہ جین دہرم بودھ دہرم کے بعد شروع ہوا - غلط ہے -

ہسٹری آف انڈیا حصہ اول - مولفہ - ای - مارسڈن بی - اے - ولالہ جیارام
صاحب ایم - اے - میں جس کا خلاصہ ماسٹر گنیش داس راولپنڈی نے لکہا ہے -

صفحہ ۲۰ پر جین دہرم کا حال اس طرح دیا ہوا ہے -

"اِس مت کا بانی "وردھمان" نام کا ایک کھشتری قوم کا شاہزادہ تھا۔ اِس نے بعد میں لقب مہابیر اختیار کیا۔ یہ خود جن یعنی سدھ کہلاتا تھا"

اِن تمام حوالہ جات سے ثابت ہے کہ جین دہرم بُدھ دہرم کے بعد کا نہیں ہے

جین دہرم بُدھ دھرم کی شاخ بھی نہیں ہے

تاریخ ہندوستان مصنفہ لالہ ایشوری پرشاد ایم۔اے۔ایل۔ایل۔بی۔ مطبوعہ ۱۹۲۸ء کے صفحہ ۱۵ پر لکھا ہے کہ جین مذہب بودھ مذہب سے قدیم ہے۔

تاریخ ہند حصہ اول یا پراچین آرین تہذیب کا مختصر بیانات اُردو مصنفہ لالہ لاجپت رائے صاحب ۱۹۰۸ء کے صفحہ ۱۵ پر جین دہرم کے متعلق لکھا ہے۔

"بعض لوگ جین دھرم کو بھی بودھ دہرم کی ایک شاخ سمجھتے ہیں۔ اگر شاخ نہیں تو اپنی تعلیم اور مسائل میں یہ بہت کچھ مشابہ بدھ دہرم کے ہے۔ جین لوگوں کے خیال کے مطابق انکے مذہب کے اول بانی شری پارسناتھ جی تھے۔ انکے مشہور ترتھنکر مہابیر سوامی کا اصل نام وردھمان یا ناتری پتر تھا۔

اگرچہ لالہ جی کا یہ کہنا بھی قابل اعتراض ہے کہ جینی پارسناتھ بھگوان کو جین دہرم کا بانی بتلاتے ہیں۔ نہ معلوم انہوں نے یہ بے پر کی کہاں سے اُڑائی ہے۔ مگر تو بھی اِس سے اِس بات کی تردید ضرور ہوتی ہے کہ جین دہرم بودھ دہرم کی شاخ ہے۔ اب تک تو مورخوں نے مہابیر سوامی چوبیسویں ترتھنکر کو جین دہرم کا بانی بتلایا تھا۔ لیکن انہوں نے پارشناتھ سوامی کو جین دہرم کا بانی ظاہر کیا۔ جو مہاویر سوامی سے ۲۵۰ سال پہلے ہوئے تھے۔ اِس سے کم از کم اسقدر ثابت

ضرور ہوتا ہے کہ بدھ بھگوان کے جو مہاویر سوامی کے ہمعصر تھے وجود سے بھی پیشتر جین دہرم عالم ہستی میں موجود تھا۔

شریان سی۔ ایس میگھ کمار جی کا عالمانہ لیکچر متعلقہ "جین دہرم" مترجمہ لالہ ودیا رتن جین۔ بی۔ اے۔ جین دہرم کی قدامت کا مظہر ہے۔

جرمنی کے مشہور و معروف ڈاکٹر ایچ جیکوبی صاحب نے مدت تک نہایت غور و خوض سے جین شاستروں کا مطالعہ کرنے کے بعد ثابت کیا ہے کہ جین مذہب بودھ مذہب سے بہت قدیم ہے۔ انہوں نے اپنے دعوے کو ثابت کرنے کے لئے تمام دلیلوں کو چار حصوں میں تقسیم کیا ہے۔

اول بودھ مذہب کے پرانے گرنتھوں میں جین دہرم کے قابل تعظیم خدائی۔ اخلاقی اور روحانی عقائد کا ذکر واضح طور پر کیا گیا ہے۔

(۲) بودھ دہرم کے گرنتھ "دکھ نکائے" کے "برہم جل ستا" میں پانی کے جیووں کا حوالہ درج ہے۔ جو اس بات کی پختہ دلیل ہے کہ پانی میں جیو ہیں۔

اسی گرنتھ میں یہ بھی لکھا ہے کہ جینی اجیوک (گوشالہ مت) کے اس عقیدے کو کہ روح کا بھی کوئی رنگ ہے نہیں مانتے۔

(۳)۔ دکھ نکائے کے "سمن پھل ست" میں شری پارشناتھ جی (جین دہرم کے تئیسویں ترتھنکر) کے چار مہا برتوں کا حوالہ بھی دیا ہوا ہے۔ اور یہ حوالہ قابل تسلیم ہے۔ اس سے صاف طور پر پتہ لگتا ہے کہ بدھ لوگ بھی شری پارشناتھ جی کے اپدیش کے مطابق اس زمانہ کے جینیوں کی تمام روایات کو بخوبی جانتے تھے۔

(۴)۔ بودھ مت کے مشہور گرنتھ "مجھم نکائے" کے اندر بھگوان مہاویر سوامی۔ جین دہرم کے چوبیسویں ترتھنکر کے اپالی نامی ایک چیلے کا گوتم بدھ کے

ساتھ روح اور جسم کے گناہوں کے متعلق گفتگو کرنے کے بعد بودھ دہرم تسلیم کرنے کا حوالہ درج ہے۔

(۵) اسی کے اندر جسمانی، لفظی۔ اور روحانی (من بچن کایا) تین قسم کی سزاؤں کا ذکر بھی آتا ہے۔ جسکو جینی بھی مانتے ہیں۔

(۶) ۔ وسالی نگری کے لچھوی شہزادہ ابھے کمار نے "گوتر یانکائے" گرنتھ میں لکھا ہے کہ جینیوں کا دعویٰ ہے کہ وہ اپنے نئے اور پرانے کرموں کا ناش کر سکتے ہیں اور کیول گیان حاصل کر سکتے ہیں۔

(۷) ۔ اسی نکائے میں "دگ برت" نیم کا بھی ذکر آتا ہے جسکے معنے یہ ہیں کہ میں "فلاں دن فلاں سمت کو ہی جاؤں گا" اور پروشدھ برت کا بھی ذکر کیا گیا ہے جس میں گرہستیوں کو اس روز اپنے خیالات کو گوشہ نشین ہو کر پوری طرح سے پاک و صاف رکھنا پڑتا ہے۔

(۸) بودھ گرنتھ "مہاوگ" میں لکھا ہے کہ مہاویر بھگوان کا سیہہ بلند نامی جو لچھوی فوج کا جرنیل تھا اپنے گرو مہاویر جی کی بلا اجازت گوتم بدھ کے درشن کرنے چلا گیا۔ اور بدھ نے اسے اپنے دہرم کے "اکریاواد" مسئلہ کی تعلیم دیکر اسے بودھ مت کا پیرو بنا لیا۔ اور اس نے جین دہرم کے کریاواد مسئلہ کو جس میں جیو۔ دنیا۔ اور کرم پر اعتقاد لانا بھی شامل ہے۔ چھوڑ دیا۔ کرم پر یقین لانے کا مطلب یہ ہے کہ چاہے کوئی کام ہم بذات خود کریں یا اوروں سے کرائیں یا اوروں کو کرتے دیکھ کر خوش ہوں یا اچھا سمجھیں تو اس میں کریا یعنے پاپ ضرور لگ جاتا ہے۔

دوم۔ بودھ مت کے گرنتھ ایک اور طریقہ سے بھی جین دھرم کی قدامت کی شہادت دیتے ہیں۔

(۱) ۔ وہ نرگرنتھ جینیوں کو جو بودھ دھرم کو چھوڑ کر نرگرنتھ جین ہو گئے تھے۔ ایک مخالف گروہ تصور کرتے ہیں۔ اور یہ ذکر ان کے گرنتھوں میں کہیں بھی نہیں پایا جاتا کہ یہ نرگرنتھ فرقہ کوئی نیا پیدا شدہ فرقہ تھا۔

(۲) ۔ منکھلی گوشالہ نے بنی نوع انسان کو چھ قسموں میں تقسیم کیا ہے۔ جس میں تیسری قسم نرگرنتھوں کی بتلائی ہے۔ لیکن یہ کون تسلیم کر سکتا ہے کہ ایک نیا فرقہ دنیا کے تمام انسانوں کی عظیم تقسیم میں اپنی پیدائش کے عین بعد ہی تیسرے درجے پر شمار کیا جا سکے۔

(۳) ۔ گوتم بدھ کی مذہبی گفتگو مسمی سیہاک سے ہوئی۔ جس کا والد نرگرنتھ (جین) فرقہ میں تھا۔ اس سے صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ جین دھرم بودھ مت کی شاخ نہیں۔

سوم۔ جین دھرم کے اپنے گرنتھ بھی اس بات کے شاہد ہیں۔

(۱) جین دھرم کی پرانی تحریروں کو جو کہ ایک کثیر التعداد مردمان کی روایات کا نمونہ ہیں۔ خیالی اور لا یعنی کلام ثابت کرنے کے لئے کوئی پختہ اور قابل تسلیم دلائل نہیں مل سکتیں۔ تمام واقعات اور حادثات جن سے جین دھرم کی قدیم باتوں کا پتہ لگتا ہے ایسے درست اور موثر طریقے سے بیان کئے گئے ہیں کہ وہ غیر منصف مزاج اور متعصب عالموں کی دلائل کو چھوڑ کر غیر متعصب محققین کی پختہ اور مضبوط دلائل کے بغیر جھوٹے اور بے بنیاد تصور نہیں کئے جا سکتے۔

(۲) جین دھرم کے مقدس شاستر "اُتر ادھین" میں ذکر ہے کہ ایک دفعہ ایک باغیچہ کے اندر بھگوان مہاویر کے مُرید گوتم اور بھگوان پارشناتھ کے مرید المرید "کیسی" نامی کے درمیان بات چیت ہوئی۔ اور گفتگو کے خاتمہ پر دونوں نے تسلیم کیا کہ درحقیقت دونوں تیرتھنکروں (مہاویر اور پارشناتھ) کا سدھانت ایک ہی ہے۔ اِس بات پر اعتقاد لاتے ہوئے اور تسلیم کرتے ہوئے کہ اِن دونوں کا مسلک ایک ہی ہے دونوں باغیچے سے واپس لوٹے۔ اِس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ جین دھرم بھگوان مہاویر سے پہلے ہی قائم تھا۔ یہ دوسری بات ہے کہ بھگوان مہاویر کے زمانہ سے اِس دھرم میں زمانہ کی تبدیلی کے مطابق کچھ معمولی ردوبدل ہو گیا۔

چہارم جین دھرم کا فلسفہ اسکی قدامت کی آخری شہادت ہے جسکی نسبت پروفیسر جیکوبی صاحب مندرجۂ ذیل تین دلائل دیتے ہیں۔

(۱) روحوں کے متعلق یقین جسکو انگریزی میں Animistic Belief کہتے ہیں۔

(۲) دنیا کے عناصر Elements کا بلحاظ اپنے فطری خواص کے مختلف نہ ہونا۔

(۳) دنیا میں تمام قسم کے مادہ یعنی Substance کے ساتھ دھرم آستی کا اور ادھرم آستی کائے کا شامل ہونا۔

(نوٹ) دھرم آستی کائے اُس عنصر کو کہتے ہیں جو اشیا کو حرکت کرنے میں مددگار ہو۔ جیسے مچھلی کے تیرنے میں پانی مددگار ہے۔ اور ادھرم آستی کائے اِس طاقت کو کہتے ہیں جو متحرک اشیاء کو ٹھہرنے کا ذریعہ ہو۔ جیسے تھکے ہوئے اور گھبرائے ہوئے

مسافر کو درخت کا سایہ اُسے آرام کرنے پر مائل کر دیتا ہے۔ یہ دونوں طاقتیں دنیا میں ازل سے موجود ہیں۔

مذکورہ بالا باتوں سے پروفیسر صاحب نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ جین دھرم بودھ دھرم کی شاخ نہیں۔ بلکہ ایک علیحدہ دھرم ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ بودھ دھرم کے آغاز سے پہلے کا ہے۔ اسکے متعلق شری سوتیا مہر ستھانک واسی جین کانفرنس کی تیسری سالانہ رپورٹ کے صفحہ ۹ پر ہز ہائنس دی گیکواڑ آف بڑودہ فرماتے ہیں۔

"صدیوں سے باہر کے ودوان خیال رکھتے تھے کہ جین دھرم بودھ دھرم کی شاخ ہے۔ اِس یقین سے وہ جین دھرم کا مطالعہ کرنے میں لاپروائی کرتے تھے اب کس نے یہ غلط فہمی دور کی؟ کیا تمہاری برادری کے آدمیوں نے؟ نہیں۔ بلکہ ایک جرمن سکالر نے تمام دنیا کو ڈنکے کی چوٹ بتلایا کہ جین دھرم بودھ دھرم سے بالکل علیحدہ ہے۔ اور یہ ثابت کر دیا کہ پارشناتھ ۲۳ دیں ترتھنکر تھے جو ۷۰۰ برس قبل از مسیح ہوئے ہیں"

نوٹ۔ جو اصحاب پروفیسر جیکوبی صاحب کی دلائل انگریزی میں ملاحظہ کرنا چاہیں۔ انکو شری آچارنگ سوتر کا انگریزی ترجمہ پڑھنا چاہئے۔ اور خاص کر اُس کا دیباچہ پڑھنے کے لائق ہے۔

جین دھرم بودھ مت سے پہلے کا ہے

بہت سی تاریخوں میں لکھا ہے کہ شاکی منی گوتم جی مہاراج ۵۶۷ برس قبل از

مسیح پیدا ہوئے اور انہوں نے ۵۲۷ برس قبل از مسیح وفات پائی۔ ۳۰ سال کی عمر میں یعنی ۵۴۸ برس قبل از مسیح انہوں نے سنیاس دھارن کیا۔ اور شری مہابیر سوامی ۵۹۹ برس قبل از مسیح پیدا ہوئے۔ ۵۲۷ برس قبل از مسیح انہوں نے وفات پائی اور ۳۰ برس کی عمر میں یعنی ۵۶۹ برس قبل از مسیح سنیاس دھارن کیا۔

مذکورہ بالا اعداد سے ثابت ہوتا ہے کہ مہابیر سوامی بودھ بھگوان سے ۵۹۹ - ۵۷۷ یعنی ۲۲ سال پہلے پیدا ہوئے۔ اور ان سے ۵۶۹ - ۵۲۷ یعنی ۴۲ سال پہلے شری مہابیر سوامی سنیاس دھارن کر چکے تھے۔ یا یوں کہیئے کہ بھگوان بدھ کی پیدائش سے دو سال پہلے شری مہابیر سوامی تارک الدنیا ہو چکے تھے۔ پھر یہ کس طرح ممکن ہے کہ جین دھرم بودھ دھرم کی شاخ ہو۔ یا جین دھرم کی تعلیم بدھ دھرم کی تعلیم سے ملتی جلتی ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ بودھ دھرم کی تعلیم جین دھرم کی تعلیم سے ملتی جلتی ہے۔ بہت ممکن ہے کہ بدھ بھگوان نے جین سدھانت سے بہت سے اصول لیئے ہوں کیونکہ وہ شری مہاویر سوامی سے پیچھے ہوئے اور بدھ بھگوان کے سنیاس دھارن کرنے کے وقت مہاویر سوامی کی عمر ۵۲ سال کی تھی اور شری مہاویر سوامی ۴۲ سال پیشتر مرکار پر چار بھی کر چکے تھے۔

مشہور زمانہ جنتری ۱۹۲۴ء مصنفہ پنڈت گردھاری لال جی کے صفحہ ۳۰ پر لکھا ہے بکرمی سمت ۱۹ میں بدھ کا سمت ۲۴۶۹ شروع ہوگا۔ اگر یہ سمت ان کی وفات کے بعد شروع ہوا ہے تو غلط ہے کیونکہ مذکورہ بالا حوالے سے ۱۹۲۴ + ۵۲۷ = ۲۴۵۱ ہونا چاہیئے۔ اور اگر ان کو سنیاس دھارن کرنے سے شروع کیا جائے تو ۱۹۲۴ + ۵۴۸ = ۲۴۷۲ ہونا چاہیئے۔ اور اگر ان کی پیدائش سے شروع ہوا ہو تو مانا جاوے تو ۱۹۲۴ + ۵۷۷ = ۲۵۰۱

۲۴۹۱ ہوتا ہے۔

پنڈت گردھاری لال جی کے حساب سے ۱۹۲۴؁ میں بودھ سمبت ۲۴۷۵ سال قبل از مسیح شروع ہوا۔ مگر اسکی تصدیق کسی شہادت سے نہیں ہوتی۔ اگر بفرض محال اسکو مان بھی لیا جائے کہ یہ سمبت بھگوان بدھ کی پیدایش سے شروع ہوا ہے۔ تو یہ ماننا پڑے گا کہ شری بدھ بھگوان شری مہاویر سوامی سے ۲۵ سال پیچھے پیدا ہوئے کیونکہ مہاویر سوامی کا جنم ۵۹۹ سال قبل از مسیح ہوا یعنی ۱۹۲۴؁ میں مہاویر سوامی کی پیدایش کو ۱۹۲۴ + ۵۹۹ = ۲۵۲۳ سال ہوئے۔ یعنی جین دہرم کا پرچار پہلے ہوا۔

رسالہ انڈین ریویو اپریل ۱۹۲۴؁ کے پرچہ میں بدھ بھگوان کے نروان کی تاریخ پنڈت اے۔ ایم۔ سرہانیہ ملیجی نے مختلف پرمانوں سے ۵۴۴ برس قبل از مسیح ثابت کی ہے۔ یعنی ۱۹۲۴؁ میں بودھ سمبت ۲۴۶۸ ہوتا ہے۔ اس تاریخ کو بھی اگر درست مان لیا جائے تو مہاویر سوامی کے سنیاس دھارن کرنے کے وقت بدھ بھگوان کی عمر ۴ سال ثابت ہوتی ہے۔ اس لئے یہ قطعاً نا ممکن ہے کہ بھگوان مہاویر سوامی نے ایک چار سالہ بچہ سے جسکے دل و دماغ میں بھی بودھ دہرم اور اسکے اصول نہ آئے ہوں بودھ دہرم کے اصول لئے ہوں۔ بلکہ ماننا پڑیگا کہ بدھ بھگوان نے ۳۰ سال کی عمر میں سنیاس دھارن کرکے بہت سے اصول جین دہرم سے لیکر نیا ایک نیا مت چلایا ہوگا۔

جیوگرافی آف دی انڈین ایمپائر کے صفحہ ۲۰۸ پر مسٹر کیرون مالیسن ایم۔ اے۔ ایس۔ ایل۔ ڈی۔ لکھتے ہیں۔

"جین دہرم جیسا کہ خیال کیا جاتا رہا ہے بودھ دہرم کی شاخ نہیں ہے بلکہ یہ

ایک بہت پرانا دھرم ہے"

مذکورہ بالا حوالوں سے بخوبی ثابت ہے کہ جین دھرم بودھ دھرم کی شاخ نہیں ہے بلکہ بودھ دھرم سے پہلے شری مہاویر سوامی نے اسکو از سر نو زندہ کیا۔

جین دھرم شری مہاویر سوامی سے پہلے بھی موجود تھا

(۱) شری مہاویر سوامی جین دھرم کے چوبیسویں ترتھنکر ہیں۔ اِس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان سے پہلے ۲۳ ترتھنکر ہو چکے ہیں۔ جنہوں نے جین دھرم کا پرچار کیا۔

جین شاستر شری آچارنگ سوتر۔ دوسرا سر سکندھ۔ چوبیسواں ادھین صفحہ ۵۸ پر لکھا ہے۔

بھگوت مہاویر سوامی کے ماتا پتا یعنے کنڈل پور نگری کے راجہ سدھارتھ اور رانی ترشلا دیوی شری پارشناتھ سوامی کے سنتھانیہ شرمنوں (سادھوؤں) کے شراوک تھے۔ بہت کال تک شراوک دھرم پال کر چھ کائے کی رکھشا ہتھ پاپ کی الوچنا کر کے اور شریر کا تیاگ کر کے بارہویں دیولوک میں دیوتا ہوئے۔

(۲) ڈاکٹر جوہن جارج بوہلر سی۔ آئی۔ ای۔ پی۔ ایچ۔ ڈی۔ اپنی مصنفہ کتاب "دی جین" The Jaina کے صفحہ ۲۲۔ اور ۲۳ پر لکھتے ہیں۔

بودھ مت والے خود جینیوں کے ترتھنکر کی ہستی کو مانتے ہیں۔ قدیم تواریخ میں بھی بدھ کی وفات سے پانچ سو سال پہلے تک جینیوں کی خود مختارانہ ہستی کو مانا گیا ہے اس لئے یہ امر مسلمہ ہے اور پایۂ ثبوت کو پہنچ چکا ہے۔

(۳) مسز اینی بیسنٹ۔ ایف۔ ٹی۔ ایس۔ اپنے ایک لیکچر میں جو انہوں

نے بمقام اویار (مدارس) تھیوسافیکل سوسائٹی کے اُنیسویں سالانہ جلسہ کے موقعہ پر دیا تھا اور جسکو اُنہوں نے کتابی شکل میں "دی رلیجیس پرابلم آف انڈیا" کے نام سے شائع کیا ہے یوں بیان کرتی ہیں۔

"جینی اگرچہ تعداد میں تھوڑے ہیں لیکن زندگی کی پاکیزگی کے اعتبار سے وہ بہت برتر ہیں۔ اگرچہ پہلے یہ خیال تھا کہ جین دھرم بودھ مت سے نکلا ہے۔ مگر حقیقت یہ نہیں ہے۔ اگرچہ دونوں مذہبوں میں کئی ایک باتوں میں مشابہت ہے۔ مگر ان دونوں میں فرق بھی بہت سا ہے۔ اور میں یہ کہنے کی جرأت کر سکتی ہوں کہ جین دھرم بودھ دھرم سے بہت پرانا ہے۔ اس کا آخری اوتار (مہاویر) شاکیہ منی گوتم کا ہمعصر ضرور تھا۔ مگر وہ صرف آخری اوتار تھا جس نے اِس دھرم کو نئے سرے سے سرسبز کیا وہ اس کا موجد یا جاری کنندہ نہیں تھا"۔

(۴) بودھ دھرم کے ایک شاستر "دکھ نکائے" "سمن پھل ست" میں شری پارشناتھ جی کے جو جین دھرم کے ۲۳ ویں تیرتھنکر تھے چار مہابرتوں کا حوالہ دیا ہوا ہے۔

(۵) بنگال کے ضلع ہزاری باغ میں ایک پہاڑ ہے جس کا انگریزی نام "پارشناتھ ہل" ہے اور جینیوں میں اس کا نام سمید سکھر مشہور ہے۔ جین دھرم کے تئیسویں تیرتھنکر بھگوان پارشناتھ جی ۲۷۰۰ سال قبل از مسیح نہایت خوبرو۔ خوش وضع اور عالی حوصلہ ہوئے اُنکے والد مہاراجہ اشوسین کا پایہ تخت بنارس تھا۔ اُنکے عہد سلطنت میں پارشناتھ جی نے فتوحات اور بلند اقبالی سے کالنگ دیش کا تمام علاقہ اپنی قلمرو میں شامل کر لیا تھا۔ تیس سال کی عمر میں شاہانہ شان و شوکت کو چھوڑ کر فقیرانہ زندگی اختیار کی۔ ستر سال تک اہل عالم کو جاندار جیو کے ساتھ ہمدردانہ برتاؤ اور دوستانہ سلوک کی تلقین کی اور ساری دنیا میں دیا دھرم کا ڈنکا بجایا

۱۷۰ سال قبل از مسیح سمید سکھ پہاڑ پر موکش حاصل کی جسکی یادگار میں یہ پہاڑ ابتک **پارشناتھ ہل** کے نام سے مشہور ہے۔ (ٹریکٹ جین دھرم اردو)

(۶) **پروفیسر من موہن** ۔ ایم ۔ اے ۔ ور پروفیسر عبد المجید خان ۔ ایم اے اس بات کی تائید اپنی تاریخ ہندوستان کے صفحہ ۵۷ پر اس طرح کرتے ہیں ۔

"وہ جس زمانے میں بدھ اپنے مت کا اپدیش دے رہا تھا۔ انہیں ایام میں ایک اور مذہب یعنی جین مت بھی ہندوستان میں جڑ پکڑ رہا تھا۔ اس کا پیشوا بردھمان یا مہاویر قریباً ۵۹۹ برس قبل از مسیح ویسالی کے راجہ سدھارتھ کے ہاں پیدا ہوا۔ جب وہ بڑا ہوا تو اُسے دنیا چھوڑ کر گوشہ عافیت اختیار کر لیا۔ دنیا سے بیزار ہو کر ایک سادھوؤں کے فرقہ میں داخل ہو گیا۔ جو تقریباً تین سو سال سے ویسالی میں قائم تھا۔ دنیاوی چیزوں سے اُسے اسقدر نفرت ہوئی کہ اُس نے اپنے تن بدن سے کپڑے بھی اُتار کر پھینکدیئے آخر کار وہ اپنے خیال میں سدھ ہو گیا۔ اُسکے انتقال کی تاریخ ۵۲۷ برس قبل از مسیح بتاتے ہیں۔ شروع میں لوگوں کا خیال تھا کہ یہ مذہب بودھ مت کی شاخ ہے۔ لیکن یہ خیال غلط ثابت ہوا۔"

(۷) **بمبئی** سے ایک اخبار **جین ہتیشی** نکلتا تھا۔ اسکے بارہویں سال کے نویں اور دسویں نمبر میں ابجا کش سرکار۔ ایم۔ اے۔ بی۔ ایل۔ ایک بنگالی عالم نے "جین درشن یا جین دھرم" کی سرخی سے ایک مضمون چھپوایا ہے جس میں لکھا ہے کہ ۔

"یہ اچھی طرح ثابت ہو چکا ہے کہ جین دھرم بودھ مت کی شاخ نہیں ہے۔ مہاویر سوامی جین دھرم کے سنستھاپک (بانی) نہیں ہیں۔ اُنہوں نے محض پراچین (قدیم) دھرم کا پرچار کیا ہے۔"

(۸) **بھارت ورش** کے مایہ ناز مہا اشٹر کے ایک چمکتے ہوئے ستارے مشہور عالم لوکمانیہ پنڈت بال گنگا دھر تلک مہاراج نے اپنے اخبار "مہنڈتی کیسری" ۱۹۰۴ء کے نمبر ۱۳ میں جین دھرم سے متعلق لکھا ہے۔

"یہ تو سدھ ہی ہے کہ جین دھرم ۵۲۶ برس قبل از مسیح شروع ہوا۔ مہاویر سوامی جین دھرم کو دوبارہ پرکاش میں لائے۔ اس بات کو آج چوبیس سو برس گذر گئے ہیں۔ کہ بودھ دھرم کی ستھاپنا کے پہلے جین دھرم چل رہا تھا۔ یہ بات وشواش کرنے یوگیہ ہے چوبیس ترتھنکروں میں مہاویر سوامی آخری ترتھنکر تھے۔ اس سے بھی جین دھرم کی پراچینتا جانی جاتی ہے۔ بودھ دھرم پیچھے سے ہوا۔ یہ بات نشچت ہے۔

اس شہادت کی موجودگی میں کیا کوئی اور حوالہ درکار ہے؟

(۹) **ہندوستان** کے مشہور و معروف اخبار **ٹائمز آف انڈیا** کے بیش بہا و قابل قدر خاص نمبر ۱۹۲۳ء میں مسٹر بورک صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

"اب میں چند الفاظ میں اپنے ذاتی خیالات اس قدیم مذہب کی نسبت بیان کرونگا جین دھرم بودھ مت کی پیدائش سے بھی پہلے موجود تھا۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ بودھ مت جین مت کی ایک شاخ ہے۔ جینیوں کے سب سے آخری اور چوبیسویں ترتھنکر شری مہاویر جی وردھمان جی ہوئے ہیں۔ انکے نجات پانے کی تاریخ ۵۲۷ سال قبل از مسیح ہے۔ اور گوتم بودھ کپل وستو میں ۵۶۷ سال قبل از مسیح پیدا ہوئے تھے۔ مہاویر بھگوان کی عمر ۷۲ سال کی ہوئی ہے۔ گویا گوتم بدھ کی پیدائش کے وقت آپ کی عمر قریب ۳۲ کے تھی۔ جیسا کہ خود مہاتما بدھ کی سوانحعمری میں مذکور ہے۔ ممکن ہے کہ گھر سے نکلنے کے بعد مہاتما بدھ نے اہنسا دھرم کی تعلیم مہاویر سوامی ہی سے حاصل کی ہو۔

(۱۰) **بھارت کا دہارمک اتہاس** مصنفہ پنڈت شیوشنکر جین دہرم کے بارے میں صفحہ ۱۲۳ پر لکھتا ہے۔

"پرنتو جب دہرم کی سرشٹی ہوئی۔ تب اس دہرم (جین دہرم) کا پرچار رک گیا۔ کچھ ہی دنوں کے بعد جین دہرم کے انتم ترتھنکر مہاویر سوامی کا پراوربھاؤ ہوا۔ انہوں نے بودھ دہرم کے آچاریہ سے بہت مباحثہ کرکے انکو پراجت کیا یعنی جیتا۔ اور جین دہرم کی پھر سے پران پرتشٹھا کی۔

(۱۱) **پنجاب کے** ودوان مسلم لیڈر لالہ لاجپت رائے جی اپنی بھارت ورش کا اتہاس نامی کتاب میں رقمطراز ہیں:۔

"مہاویر جی مگدھ ونش کے راجکمار تھے۔ وہ عین عالم شباب میں ترک دنیا کرکے پارشناتھ کی جماعت میں شامل ہوگئے۔ اس سے ظاہر ہے کہ مہاویر سے پہلے شری پارشناتھ کی سمپردائے موجود تھی۔

(۱۲) جین پرنانت کلپدرم کے مصنف مہاتما شیوبرت لال جی صفحہ ۲۲ پر تحریر فرماتے ہیں۔

"مہاویر سوامی جینیوں کے چوبیسویں اور آخری ترتھنکر تھے۔ ان کا ظہور پارشناتھ جی سے اڑہائی سو برس بعد ہوا تھا۔ وہ صفحہ ۱۳ پر لکھتے ہیں۔ پارشناتھ جی چوبیس ترتھنکروں میں سے ۲۳ ویں تھے۔

(۱۳) **مسٹر ڈی۔ ڈبلیو۔ ڈی** اپنی کتاب سینچری ڈکشنری آف دی انگلش لینگویج لندن ۱۸۹۹ء حصہ ۱ کے صفحہ ۳۲۱۰ میں لکھتے ہیں۔

"جین مذہب انکی اپنی کتب مقدسہ کی روسے ۵۰۰ سال قبل از مسیح شری

پارشناتھ جی سے شروع ہوا معلوم ہوتا ہے لیکن دوسو سال بعد وردھمان ذاتی پتر نے اس کا اچھی طرح پر چار کیا۔

(۱۴) دی نیو والیوم آف دی این سائیکلوپیڈیا برٹنیکا جلد ۲۹ کے دسویں ایڈیشن میں صفحہ ۶۶۲ پر لکھا ہے۔

"یہ اب یقیناً کہا جا سکتا ہے کہ جین دھرم بدھ کے وقت سے بہت پہلے کا ہے اور مہاویر نے اسکو ترتیب دیا۔ جو بودھ کا ہمعصر تھا۔"

(۱۵) سر ولیم ولسن کے سی۔ ایس۔ آئی۔ ای۔ ایم۔ اے۔ (اکسفورڈ) ایل۔ ایل۔ ڈی (کیمبرج) ۱۹۰۳ء میں اپنی کتاب کے صفحہ ۸۳ پر لکھتے ہیں۔

"ہندوستان کے جین عام طور پر سوداگر یا ساہوکار ہیں۔ وہ بہت دان دیتے ہیں۔ اور حیوانات کے ہسپتال بنانے میں بڑی مدد کرتے ہیں۔ وہ حوالوں سے ثابت کرتے ہیں کہ جین دھرم بودھ دھرم سے پرانا ہے۔ بلکہ بدھ کی تعلیم بھی جین دھرم ہی کی بنیاد پر رکھی گئی ہے۔"

(۱۶) انگریزی کتاب دنیا کے مذاہب مصنفہ مسٹر بان مرڈک صاحب ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ ڈی۔ مطبوعہ ۱۹۰۲ء میں صفحہ ۱۲۷ پر لکھا ہے

"جین دھرم بہت کچھ بودھ دھرم سے ملتا ہے۔ جین دھرم غالباً پہلے شروع ہوا ہے۔ یہ غالباً پارشناتھ جی نے چلایا ہے۔ جو کہ بدھ سے تقریباً دوسو سال پہلے ہوئے۔ مہاویر نے اس دھرم کو ترقی دی۔ جو کہ بدھ کا ہمعصر تھا۔"

(۱۷) ہارمس ورتھ صاحب کی ہسٹری آف دی ورلڈ جلد ۱ صفحہ ۱۱۹۸ پر لکھا ہے۔ "جین ناٹی پتر (شری مہاویر وردھمان) سے بھی پہلے کتنے تیرتھنکروں کا ہونا

مانتے ہیں جن میں سب سے آخری پارشناتھ جی کی بہت عزت کرتے ہیں۔ ان کا ایسا ماننا ٹھیک ہے کیونکہ یہ آخری ہستی (پارشناتھ) پورانک نہ ہوکر چھپاؤ ہٹ سے یعنی محض مذہبی شخصیت نہیں ہے۔ بلکہ تاریخی رکن بھی ہے۔

مذکورہ بالا حوالوں سے یہ بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ مہاویر سوامی جین دھرم کے چلانے والے نہیں تھے۔ بلکہ شری پارشناتھ جی نے جین دھرم کا پرچار کیا۔ جو کہ ۲۳ ویں تیرتھنکر مانے جاتے ہیں۔ یہ بھی ثابت کرتا ہے کہ پارشناتھ جی سے بھی پہلے جین دھرم موجود تھا۔ واضح رہے کہ جین دھرم کے چوبیس تیرتھنکروں میں سے شری منی سُبرت سوامی بیسویں، شری نمی ناتھ جی اکیسویں۔ اور شری اشٹ نیمی جی بائیسویں تیرتھنکر تھے۔

شری کرشن مہاراج جی کے وقت جین دھرم

شری پارشناتھ جی سے پہلے بائیسویں تیرتھنکر شری نیم ناتھ جی ہوئے ہیں۔ یہ شری سمدر وجے راجہ کے فرزند ارجمند تھے۔ وہ شری کرشن جی مہاراج کے چچا زاد بھائی تھے۔ جیسا کہ نسب ذیل شجرہ سے ظاہر ہوگا۔

جین شاستروں میں شری نیم ناتھ جی کا ذکر اس طرح ہے کہ یہ شری سمدر وجے راجہ کے لڑکے شو دیوی رانی کے بطن سے شراون شدی چھٹ کو پیدا ہوئے چھوٹی عمر سے ہی بڑے بلوان تھے جب جوان ہوئے تو کرشن جی نے ان کی شادی راجہ اگرسین والئے جوناگڑھ کی لڑکی راجمتی سے طے کر دی۔ جب انکی برات چڑھی تو راجہ اگرسین نے براتیوں کے کھلانے کے لئے بہت سے جانور پکڑ کر

بند کر رکھے تھے۔ وہاں پر جا کر جب شری نیم کمار جی کو اس کا پتا لگا تو افسوس کیا۔ کہ میرے بیاہ کی خاطر اسقدر جانور مارے جاوینگے۔ رحم کا جذبہ موجزن ہوا۔ فوراً رتھ کو پیچھے موڑ لیا۔ ہاتھ کا کنگنا توڑ دیا۔ گرنار پربت پر جا کر ریاضت شروع کر دی۔ اور وہیں سے نجات حاصل کر لی۔ آپکی یادگار میں ایک نہایت عالی شان اور خوبصورت مندر بنا ہوا ہے جو ہندوستان کی مشہور اور قابلِ دید عمارات میں شمار کیا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اسکی تعمیر میں اٹھیس کروڑ روپیہ صرف ہوا تھا۔

شجرہ

سورسین راجہ والئے سوریہ پور

سوروِیر

سوکاشا رانی / نرپت درشن / دیہ ناوتی رانی

دھارنی رانی / اندھک درشن / دیوی رانی

اگرسین — دریوسین — مہاسین — گاندھاری

سمدر وجے — اکشوبھی — ستمت — ساگر — ہموان — اچل — دھرن — پورن — ابھی چندر — واسدیو — کنتی — مادری

شیو دیوی رانی — نیمی ناتھ

دیوکی رانی — کرشن

(از آفتاب جین ماہ جنوری سنہ ۱۹۲۵ صفحہ ۱۲)

چونکہ ہندوؤں کے خیال کے مطابق مہاراج کرشن کو گذرے پانچ ہزار سے زیادہ برس ہو گیا ہے اس واسطے یہ ثابت ہوا کہ جین دھرم پانچ ہزار سال سے پہلے بھی جین دھرم تھا کیونکہ شری نیمناتھ جی جین دھرم کے بائیسویں ترتھنکر تھے۔

شری رامچندر جی مہاراج کے وقت جین ہوئے۔

ہندوؤں کا سب سے پرانا اور مستند گرنتھ یوگ وششٹھ کو مانا جاتا ہے جس کی بابت کہا جاتا ہے کہ یہ گرنتھ شری رامچندر جی کے زمانہ میں تصنیف ہوا تھا۔ جس کے دیباچہ میں لکھا ہے کہ۔

"یہ گرنتھ مہرشی بالمیک جی نے زبان کیا اور شری وششٹ جی ... سال سے زیادہ رگھوونس ہی شری رامچندر جی کو اس کا اپدیش کیا۔"

اس گرنتھ کا ہندی ترجمہ جو سیٹھ کھیم راج شری کرشن داس ... سوامی میں بکرم سمت ۱۹۵۳ میں چھپا ہے اس کے صفحہ ۳۳ پر جو "اس ویراگ پرکرن" ... سے پہلے کی گئی ہے لکھا ہے۔

"میں شیور ہوں دکھ کا کارن اہنکار ہے جب اہنکار کا ناش ہو دکھ کا بھی ناش ہو جاویگا ... رام ہوں ... نہیں ... تو پھر ... جیسے جنیندر کو اہنکار کا ... ان ... جین مذہب کی ... ایسی ... چھپا ہے۔"

مذکورہ بالا حوالہ میں شری رامچندر جی مہاراج نے ... اس بات کی شہادت

دیتے ہیں کہ جین، ظاہر کی ہے کہ مجھے وہ درجہ حاصل ہو کہ انانیت قطعی نہ رہے۔ جیسے سے معلوم ہوتا ہے ت کا غلبہ نہیں ہوا۔ ایسی ہی میری حالت ہو جائے۔

(۱) مہا پ" الفاظ میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ شری رامچندر جی نے ترکِ انانیت کے جین سادھو کی جنیند بھگوان کو اپنا معراج بنایا تھا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ جنیندر"

(۲) شوپاکرن یت گرامر کی رو سے جنیندر اسکو کہتے ہیں جو کرم روپی دشمنوں کو ہوتی ہے۔ [illegible] جس اور ان پر قابو پا لیا ہو اسکے مسالک کا نام جین مت ہے اور اہلا تا ہے۔ سنسکرت علم ادب کی قواعد کی جسقدر کتابیں ہیں تمام اکی ڈ वस्वस्य ठाण:॥ کرتی ہیں۔ اسکے علاوہ مظہر بار بقہ جین کی ابتدائی تاریخ ہند مطبوعہ یعنے نمبر ۲ پر بھی لکھا ہے۔

رجہ بران و پاٹر ہرم بدھ دھرم سے ذرا پہلے ہوا جین "جن" لفظ سے بنا ہے جس کے بنے ہوئے رشی کے ہیں یعنی جسنے اپنے آپ کو اور خواہشات کو جیت لیا ہو۔ یہ نشاں بھی جو مسرت آور دہ ہستی ہوتی ہے اسکو "جنیندر" کہتے ہیں۔ گویا ایسی ہی تر تھنکر ہیں۔ چنانچہ جین آچاریہ بھی اس لفظ جنیندر کو تر تھنکر کے معنوں لیتے رہے ہیں۔ वितारय:

حوالوں سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ شری رامچندر جی نے بھی کسی ارہنت ایلا ... جنیندر بھگوان کو ہی اپنا معراج بنایا تھا۔ جو اس وقت موجود ہونگے ... سمو ... وہ ... اور انکے زمانے میں جین دھرم کے اصولوں کا پرچار ... ان سے ہو رہا ہوگا۔

... شری منی سہرت سواتی دبیسویں تر تھنکر سے کچھ عرصہ आदिनाथस्यदेवस्य

بعد اجودھیا میں شری رامچندر جی ہوئے ہیں۔ شری رامچندر جی نے شری منی سبرت بھگوان کو ہی اپنا معراج بنایا تھا۔ اور بالآخر شری رامچندر جی نے بھی جین دِکشا لیکر سخت ریاضت کی اور نجات پائی۔

پنڈت لیکھرام جی آریہ مسافر اپنی کتاب کلیات آریہ مسافر مطبوعہ ۱۹۰۴ء کے صفحہ ۲۰ پر لکھتے ہیں کہ شری رامچندر جی ترتیا اور دواپر کی سندھی میں ہوئے۔

اِس حساب سے دواپر کے ۲ آٹھ لاکھ چونسٹھ ہزار سال۔ کلجگ کے ۱۹۲۷ء تک ۵۰۳۱ (پانچ ہزار اکتیس سال)، کل آٹھ لاکھ انہتر ہزار اکتیس سال ۸۶۹۰۳۱ سال ہوئے۔ جبکہ دواپر اور ترتیا کی سندھی شروع ہوئی۔ شری رامچندر جی اِس سندھی کے درمیان ہوئے۔ اِس لیے انکو ہوئے آٹھ لاکھ انہتر ہزار اکتیس سال سے زیادہ عرصہ گذر گیا۔ اور ہمارے الفاظ میں شری منی سبرت سوامی کو نروان حاصل کئے اس سے بھی کچھ زیادہ عرصہ ہو گیا۔ گویا جین دھرم کے بیسویں ترتھنکر شری منی سبرت سوامی کو ہوئے آٹھ لاکھ ستر ہزار سال کے قریب ہوئے۔ اور کہ منی سبرت سوامی جی سے پہلے انیس ترتھنکر اور جین دھرم کا پرچار کر چکے تھے۔ اس سے ثابت ہوا کہ جین دھرم شری رامچندر جی سے پیشتر کا ہے۔

جین دھرم برہمن دھرم کی شاخ نہیں ہے

بعض مورخوں اور مشرقی عالموں نے جین مذہب کو برہمن مذہب کی شاخ بتلانے میں فاش غلطی کی ہے۔ کیونکہ برہمن دھرم اور جین دھرم کے اصولوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ ہندو دھرم کے شاستر گرنتھ اور پران اس بات کی شہادت

دیتے ہیں کہ جین دہرم ایک بہت پرانا دہرم ہے۔ جیسا کہ مندرجۂ ذیل حوالجات سے معلوم ہوتا ہے۔

(۱) مہابھارت کے آدی پرب کے ادہیائے ۳ شلوک ۲۷-۲۶ میں ایک جین سادہو کا حوالہ دیا گیا ہے۔

(۲) شوپران میں ایک سادہو کا ذکر آیا ہے جس کے منہ پر مکہ بستر کا (مکہ پتی) ہوتی ہے

मुंड मलिनवस्त्रं च कुंडी पात्र समन्वितः॥ दधाना: पुंजिका हस्ते चालयंतः पदे पदे॥ हस्ते पात्रं दधानाश्च तुण्डे वस्त्रस्य धारकाः। मलिनान्येव वासांसि धारयंतो ऽल्प भाषिणः॥

یعنے منڈن کئے ہوئے میلے بستر۔ ہاتھ میں پاتر یعنی لکڑی کے برتن۔ اور رجوہرن دہارن کرنے والے۔ راستوں میں گھومنے والے۔ کمنڈل یکت منہ پر پٹی باندہے ہوئے۔ تھوڑا بولنے والے۔ میلے بستر دہارن کرنے والے۔

یہ نشانیاں قطعاً جین شاستر انک جینی سادہو کی ہیں۔

اسی شیو پران میں مندرجہ ذیل شلوک پایا جاتا ہے۔

कैलाशे पर्वते रम्ये वृषभोऽयं जिनेश्वरः चकार स्वावतारंयः सर्वज्ञः सर्वगः शिवः॥ १॥

ارتھ۔ کیلاش پہاڑ پر رہنے والے برشبھ دیو جنیندر بھگوان کا یکایک ظہور ہوا۔ اور وہ ہمارگل سوگیہ نندہ و سیادویہ جیون مکت) ہوگئے۔ انہیں کو شو کہتے ہیں۔

"ناگ پران میں ایک شلوک ہے جو متو زسنے پرساد" گرنتھ سے نقل کیا جاتا ہے

अष्ट षष्ठि तु तीर्थेषु यात्रायां यत्फलं भवेत। आदिनाथस्यदेवस्य

स्मरणेनापि तद्भवेत्॥

ترجمہ۔ آدی ناتھ دیو کا نام یاد کرنے کا اسقدر پھل ہے جتنا کسی تیرتھ کی اٹھسٹھ مرتبہ زیارت کرنے کا ثواب ہو سکتا ہے۔

سکندھ پران۔ پربھاس پران۔ برھمانڈ پران وغیرہ پرانوں میں بہت سے شلوک ملتے ہیں۔ جن میں شری رکھب دیوجی چھٹے ترتھنکر اور شری نیم ناتھ جی بائیسویں ترتھنکر اور اسی طرح دوسرے ترتھنکروں کے نام آتے ہیں۔ چونکہ پران **شری وید ویاس** جی کے بنائے ہوئے ہیں۔ اِس واسطے ہم نے مذکورہ بالا شلوک درج کرکے وید ویاس جی کے زمانہ میں جین دہرم کا ہونا ثابت کیا ہے۔ مذکورہ بالا دو شلوکوں سے ثابت ہوتا ہے کہ وید ویاس جی نے بھی جین دہرم کے اولین ترتھنکر کا ذکر کیا ہے۔ جو کہ مسلمہ طور پر پران سے پہلے ہو چکے ہیں۔ اسکے علاوہ شانتی پرب موکش دہرم کے ادھیائے ۲۳۹ شلوک ۶ میں جینیوں کے سپت بھنگی نیائے اور سیادواد کا ذکر ہے۔

اور بھگوان وید ویاس نے برہم سوتر میں لکھا ہے کہ नैकस्मिन्नसम्भवात् یعنی "دو مترادف باتیں ناممکن ہیں" یہ بھی جین سیادواد پر ایک حملہ ہے۔ اِس سے ظاہر ہے کہ وید ویاس جی کے وقت بھی جین دہرم تھا۔ اور اس کے سیادوادی اصولوں کا کافی پرچار تھا۔

شری بھاگوت پران میں شری رشبھ دیوجی کا ذکر خیر

ہندو دہرم کے مستند گرنتھ شریمد بھاگوت پران سکندھ ۵۔ ادھیائے ۹

لغایت ۱۵میں لکھا ہے کہ

"مہاپرلے کے بعد جب چاروں طرف جل ہی جل ہوکر کچھ دکھائی نہ دیتا تھا اُس وقت وہ آدپرش شیش ناگ کی چھاتی پر شین کرتے تھے۔ اِسکی نابھی سے ایک کنول کا پھول نکلا۔ اِس پھول کی نال سے برہماجی پرگٹ ہوئے اور اس پھول پر آبیٹھے۔ برہماجی نے اپنے داہنے انگ سے سوایمبھومنو نام کا ایک پرش اور بائیں انگ سے ست روپا نام کی استری پیدا کی۔ اِن دونوں کا بیاہ کر دیا۔ اور کہا کہ آدمی پیدا کرو۔ سوایمبھومنو کے ہاں پریہ ورت بیٹا ہوا۔

سکندھ ۵۔ ادھیائے ۱۔ ۲۔ ۳۔

پریہ ورت نے شانتی اور برکھمتی سے شادی کی۔ پہلی سے تین لڑکے اور دوسری سے اگنی دھرو وغیرہ کئی لڑکے پیدا ہوئے۔ پریہ ورت کے تارک الدنیا ہونے کے بعد اس کا بیٹا اگنی دھرو راج کا مالک ہوا۔ اُس نے پورب جتی اپسرا سے بیاہ کیا۔ جس سے نابھی وغیرہ نو لڑکے پیدا ہوئے۔ اگنی دہرو نے جمبودیپ کے ۹ حصے کئے اور نابھی کو بھرت کھنڈ کا راج دیا۔

نابھی نے اپنی زوجہ مرودیوی کو ساتھ لیکر اولاد کی خاطر جنگل میں تپشیا کی۔ نارائن نے خوش ہوکر ور دیا۔ کہ ہم تمہارے ہاں خود اوتار لیں گے۔ چنانچہ رشبھ دیو نے اوتار لیا۔ اندر نے اپنی لڑکی سے رشبھ دیو کی شادی کر دی۔ اِس سے بھرت وغیرہ سو لڑکے پیدا ہوئے۔

(سکندھ ۲۔ ادھیائے ۷ صفحہ ۷)۔ نارائن نے ہی رشبھ دیو کے روپ میں آٹھواں اوتار لیکر شراوگیوں اور جین دھرمیوں کی ذات دنیا

میں ظاہر کی۔

سکندھ پہلا۔ ادھیائے ۳ صفحہ ۲۶۔۲۷ پر چوبیس اوتاروں کے حسب ذیل نام سلسلہ وار دیئے ہیں۔ (۱) سنت کمار (۲) باراہ جی (۳) جگبہ پرش (چتر بھجی) (۴) گریو اوتار (سب جسم آدمی کا اور سر گھوڑے کا) (۵) نر نارائن (۶) کپل دیومنی (۷) وتاتریہ (۸) رشبھ اوتار (۹) راجہ پرتھ (جو راجہ بین کے شریر متھنے سے پیدا ہوا) (۱۰) مچھ اوتار (۱۱) کچھ اوتار (۱۲) دھنونتری اوتار (۱۳) منموہن (یعنی موہنی مورت دھار کر دیتوں کو موہت کرنیوالا) (۱۴) نرسنگھ اوتار (۱۵) باون اوتار (۱۶) ہنس اوتار (۱۷) نارد جی۔ (۱۸) ہری (۱۹) اوتار (گجندر کو گراہ کے منہ سے چھڑانیوالا) (۱۹) پرشرام اوتار (۲۰) شری رامچندر (۲۱) بید ویاس (۲۲) شری کرشن (۲۳) بودھ (۲۴) کلنکی۔

اس فہرست سے صاف ظاہر ہے کہ رشبھ دیوجی آٹھویں ہندو اوتار ہیں اور وید ویاس جی اکیسویں اوتار ہیں۔ گویا کہ وید بیاس جی رشبھ دیوجی سے بہت پیچھے ہوئے۔

سکندھ پہلا۔ ادھیائے ۷ صفحہ ۲۹ پر ہندو پرانوں کی تصنیف کا اس طرح پر ذکر ہے کہ نارائن کے اوتار بیاس جی نے سرسوتی کنارے اشنان کر کے پرمیشور کے دھیان میں اکیلے بیٹھ کر بچار کیا کہ دیکھو کلجگ باسی بڑے بد نصیب اور مورکھ ہیں جو ایسی سنگت نہیں کرتے۔ جس میں گیانی ہو کر پرمیشور کو پہچانیں۔ جو بات گیان کی سنتے ہیں وہ بھی قبول نہیں کرتے سدا آلس (سستی) میں رہ کر سنساری ترشنا (خواہشات دنیاوی) کو نہیں چھوڑتے۔ یہ بات بچار کر ہمارے گورو نے رگوید۔

یجروید۔ سام وید۔ اور اتھروں وید۔ اِس اچھیا سے تصنیف کئے۔ کہ اگر دنیا کے لوگ تھوڑی عمر ہونے سے سب وید نہ پڑھ سکیں تو کیول ایک وید پڑھ کر ہی بھوساگر سے پار ہو جائیں۔ جب بیاس جی نے چار وید بنا کر استری کو وید پڑھانا اُچت نہ جانا تب اُنہوں نے اُن ویدوں کا سار نکالکر مہابھارت اور ستر ہ پران بنائے۔ جس کا پڑھنا سہج ہو کر سب چھوٹے بڑے شودر اور استری آدک اس کے سننے سے بھوساگر پار اتر جائیں۔

اِسی طرح صفحہ ۸۲ پر لکھا ہے۔ "نارائن بھگوان نے اکیسواں اوتار وید بیاس جی کے روپ میں لیکر سنساری جیووں کو سنسار ساگر سے پار اُتارنے کے لیے چار وید اور مہابھارت وغیرہ اٹھارہ پران بنائے۔

شری بھاگوت پران کے اِس بیان نے معاملہ کو بالکل صاف کر دیا۔ یعنے یہ کہ آٹھویں اوتار شری رشبھ دیو جی پہلے ہوئے۔ جنہوں نے جین دہرم کو چلایا۔ اور اکیسویں اوتار شری وید ویاس جی پیچھے ہوئے۔ جنہوں نے وید اور پران بنائے یعنے جین دہرم پہلے ہوا۔ اور وید پیچھے بنے۔

شری یت مہا مہوپادھیائے ستیہ سمپردایا چاریہ پنڈت سوامی رام مشر جی شاستری سابق پروفیسر سنسکرت کالج بنارس نے سمت ۱۹۶۲ میں بنارس شہر میں ویاکھیان دیا تھا۔ اُس میں فرمایا تھا کہ:۔

"مجھے اس میں کسی پرکار کا عذر نہیں ہے کہ جین درشن ویدانت آدی درشنوں سے پہلے کا ہے۔"

"جین بزبانت کلپدرم" ادہیاتما شیو برت لال جی مطبوعہ ۱۹۱۱ء کے صفحہ ۶

پر لکھا ہے۔ "لوگوں کا خیال ہے کہ جینیوں کی ابتدا مہابھارت کے بعد ہوئی ہے یہ غلط خیال ہے۔ اگر جین بالکل نئے ہوتے تو میمانسا۔ سانکھیہ وغیرہ شاستروں میں ان کے مسائل کی بحثیں نہ ہوتیں۔

ویدوں میں بھی جین دہرم کا ذکر ہے

رگوید کے نویں منڈل میں شری رکھب رشی کا نام ہے۔ اور دسویں منڈل میں انکا بھی نام آیا ہے۔ بھارت ورش کا اتہاس پرتھم کھنڈ مصنفہ پنڈت شام بہاری مصر ایم۔ اے۔ ایم۔ آر۔ اے۔ ایس۔ اور شکل بہاری مصر بی۔ اے میں صفحہ ۷۴ پر لکھا ہے۔

رگوید منڈل ۱۰۔ ادھیائے ۱۲ سکت ۱۰ منتر میں شری رکھب دیوجی کا نام آیا ہے جنہوں نے جین دہرم کو چلایا۔

یجر وید۔ ۲۵ شلوک ۱۹ میں جین ترتھنکر رشبھ دیو۔ اور اجت جی (جینیوں کے دوسرے ترتھنکر) کا نام آتا ہے (مستھیا کھنڈن)

اخبار جین پردیپ جلد ۱۲۔ نمبر ۱۱ صفحہ ۵ پر مسٹر بودک صاحب کا ایک مضمون چھپا ہے کہ رگوید میں جین دہرم کا ذکر ضرور موجود ہے۔ اس سے ثابت ہے کہ جین دہرم ویدوں کا ہمعصر تو ضرور ہے۔ اور ممکن ہے کہ وہ اس سے بھی قدیم ہو۔ واضح ہو کہ جین ترتھنکروں کو۔ اری ہنت ارہنت۔ جن۔ جنیندر۔ ارہن وغیرہ شبدوں سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ چنانچہ جینیوں کے نموکار منتر میں ترتھنکروں کو اس طرح نمسکار کیا گیا ہے۔ مثلاً نمو اری ہنتانم یعنی ارہنتوں کو نمسکار ہو۔ اب ہم

بتلائیں گے کہ ویدوں میں "ارہم - ارہن - وغیرہ لفظ جین تیرتھنکروں کے لئے ہی استعمال کئے گئے ہیں۔

شری یُت وروپاکش وڈیر پروفیسر سنسکرت کالج مدراس

"جین سدھانت لیکھ مالا" جلد ۱ نمبر ۷ کے صفحہ ۳۸ پر "جین دہرم میمانسا" کی سرخی سے ایک مضمون میں حسب ذیل حوالہ دیتے ہیں۔

ایرشا - دویش کے کارن دہرم پرچار کو روکنے والی ورتی کے رہتے ہوئے جین شاسن کبھی پراجت نہ ہو کر سرو تر وجئی ہی ہوتا رہا ہے - اس پرکار جس کا ورنن ہے "ارہن دیو" ساکھشات پرمیشور (وشنو) سروپ ہیں - اس کے پرمان بھی آریہ گرنتھوں میں پائے جاتے ہیں - چنانچہ ارہن پرمیشور کا ذکر ویدوں میں بھی پایا جاتا ہے - جیسے

अर्हन्न मर्षिमाय कान घा अर्हा निष्क यजत विश्वरूपम॥

अर्हन्नहंस्यसावेनधुम-इवं नवा वोजोयो रुद्र त्वदास्ति॥

اگرچہ اس منتر کی توضیح میں ساناچاریہ مہاراج نے لفظ ارہن کا ترجمہ یوگیہ دیا ہے لیکن مفہوم و مطلب کے لحاظ سے انکا ترجمہ بظاہر غلط معلوم ہوتا ہے - چنانچہ انہیں ساناچاریہ جی نے سرو درشن سنگرہ نامی گرنتھ میں جین دہرم کو خود ارہت دہرم لکھا ہے - جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ویدوں کی تصنیف سے قبل جین دہرم - یا ارہت دہرم عالم وجود میں تھا۔

اسی منتر کو پیش نظر رکھکر ایک مشہور مصنف ملی سین نے جین دہرم کا ذکر حسب ذیل طریقے پر دیا ہے۔

स्व एव दोषाः किल नित्यवादे विनाशवादेऽपि समस्त एवा
परस्परध्वंसिषु कंटकेषु जयत्यधृष्यं जिन शासनं ते ॥

یعنے ہر شے کو بالوجود یقین کرنے میں جو نقص عائد ہوتے ہیں وہی ہر شے کو بالعدم ماننے
میں بھی آتے ہیں لیکن کسی جہت سے کسی کو بالوجود اور کسی جہت سے بالعدم ماننے
والا مسلک (جین دھرم) ہمیشہ فتح نصیب ہوتا ہے۔ گویا اس اصول پر کسی قسم کا
کوئی نقص آ ہی نہیں سکتا۔

سری ہیم چندر آچاریہ نے ارہم لفظ کی وضاحت اس طرح پر کی ہے۔

अकारेण भवेद्विष्णु रेफो ब्रह्मा व्यवस्थितः।
हकारेण हर प्रोक्त स्तस्यान्ते परमं पदम्॥

اکار अ سے وشنو کا رف (र) سے برہما اور ہا (ह) سے ہر کا سروپ سمجھ کر سب کے
انت میں پرم پد کہا گیا ہے۔

مہادیو ستوتر میں بھی ایک شلوک ہے۔

भवबीजांकुर जनना रागाद्या क्षयमुपगता यस्य।
ब्रह्मा वा विष्णुर्वा हरो जिनो वा नमस्तस्मै॥ इति महादेव स्तोत्र॥

ارتھ سنسار بیج کے انکر کو اتپن کرنے والے راگ دویش آدی وکار جس کے نشٹ
ہو گئے ہیں وہ چاہے برہما ہو۔ یا ہر ہو۔ یا جن روپ ہو اسکی سیوا میں میرا نمسکار ہو

यं शैवाः समुपासते शिव इति ब्रह्मेति वेदान्तिनो
बौद्धा बुद्ध इति प्रमाण पटवः कर्तेति नैय्यायिकाः॥
अर्हन्नित्यथ जैन शासनरताः कर्मेति मीमांसकाः।

सोऽयं वो विदधातु वाञ्छित फलं त्रैलोक्यनाथो हरिः।

جس کو شیو لوگ شو کہہ کر اپاسنا کرتے ہیں۔ ویدانتی جسے برہما مانتے ہیں۔ بودھ لوگ جسے "بدھ" سمجھتے ہیں۔ نیائے درشن والے منطقی جسکو "کرتا" بتلاتے ہیں۔ میماںسا والے جسکو کرم مانتے ہیں۔ جینی جسے "ارہن" کہکر پوجتے ہیں وہ ترلوک پالک بھگوان ہماری ساری دلی آرزو پوری کریں۔

جین دھرم کے اولین ترتھنکر "شری رکھب دیو" کے بارے میں رگوید کے آٹھویں اشٹک میں کہا گیا ہے کہ

ऋषभं मासमानानां सपत्नानां विषा सहितम्।
हंतारं शत्रूणांकृधि विराजं गोपितं गवाम्॥ ऋग्वेद अष्टक ८-२४

اگرچہ یہ ماننا چاہیئے اس منتر کی شرح کرتے ہوئے جین دہرم کے رشبھ نامی ترتھنکر کا کہیں تذکرہ نہیں کیا۔ لیکن اس منتر میں رشبھ کا مفہوم جین دہرم کے پرچارک رشبھ دیو کو نہ ماننا محض اسے اربی سمجھنا چاہیئے۔ ورنہ اس کا سیدھا سچا مفہوم تو یہ ہے کہ کر اسے پرمیشور ہم جیسے عامی "نابار" اشخاص میں رشبھ جیسے دیوتا کو پیدا کر جو غصہ وغیرہ جذبات ناقص کو زائل کردے۔

آدی ناتھ ترتھنکر (رشبھ دیو) کا ذکر منوسمرتی میں بھی پایا جاتا ہے۔

अष्ट षष्टितीर्थेषु यात्रायां यत्फलं भवेत्।
श्री आदिनाथदेवस्य स्मरणेनापि तत्फलम्॥

یہ شلوک حال کی چھپی ہوئی سمرتی میں تو نہیں ملتا۔ مگر اسکے قدیم نسخوں میں ضرور پایا جاتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ جین مذہب سے تعصب رکھنے والے لوگوں نے اس

شلوک کو نکالدیا ہے۔ اگر اسی مدعا سے یہ شلوک نکالدیا گیا ہے تو وہ آدی ناتھ جس کا اس میں ذکر ہے جینیوں کا پہلا تیرتھنکر ہی ہونا چاہیئے۔ اِس شلوک سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ منوسمرتی سے پہلے جینیوں کا سدہانت موجود تھا۔

رگوید میں اور بھی ایک جگہ پر کہا گیا ہے

स्वास्ति नइन्द्रोंरष्द्धश्रवाः स्वस्तिनःपूषा विश्ववेदाः।
स्वास्तिनस्ताक्ष्र्यो आरिषू नेमिःस्वस्तिनोवृहस्पति र्देधानु॥
ऋग्वेद प्रथमाष्टक अ ६ व. १६.

ارتھ۔ ورِدھ شروا یعنے بیشمار مدح و ثنا کے قابل جو اندر دیو ہے وہ ہمارا کلیان کرے۔ موجوداتِ عالم کا جاننے والا پرماتما ہمارا کلیان کرے۔ ارشٹ نیمی ہمارا کلیان کرے۔ برہسپتی ہمارا کلیان کرے۔

ارشٹ نیمی کا ارتھ سائنا چاریہ جی نے کچھ اور ہی کیا ہے۔ مگر ہم اُس سے متفق نہیں۔ اصل میں ارشٹ نیمی جین دھرم کے بائیسویں تیرتھنکر کا نام ہے اور یجروید کے مترجم مہیدھرا چاریہ نے "ارشٹ نیمی" کا ارتھ अनूपाहंसितास्य (جس کے اثر سے ہنسا نہیں ہوتی) دیا ہے۔ یعنی ارشٹ نیمی اُس ہستی کا نام ہی جس نے اہنسا (عدم ایذا رسانی) کا اُپدیش دیا۔ اِس ارتھ سے بھی جین دھرم کے اصول کی تائید ہوتی ہے۔

رگ وید میں "ارشٹ نیمی" کا نام اور بھی آیا ہے:۔

त्यमूषु वाजिनं देवजूतं सहावानं तरुतारं रथानाम्।
आरिष्टनेमि पृतनाजमाशुं स्वस्तये तार्क्ष्य मिहाहुवेम॥
ऋ. अ. ८ व. ३६

اس منتر میں بھی ارشٹ نیمی ایک ترتھنکر کا ہی نام ہے۔ اس کا لفظی ترجمہ یہ ہے ارشٹ (ہنسا۔ ایذا) کے لئے جو نیمی (محافظ) ہو۔ وہ ارشٹ نیمی ہے۔ اور جینیوں کے بائیسویں ترتھنکر ارشٹ نیمی نے جانداروں کی ایذا رسانی کے خلاف اہنسا دھرم کا جھنڈا بلند کیا تھا۔ اس وجہ سے وہ اس نام سے موسوم ہیں۔

جین دھرم کے پہلے ترتھنکر شری رشبھ دیو

شری بیت: کارام کرشن لڈو۔ بی۔ اے۔ پی۔ ایم۔ ڈی۔ ایم۔ آر۔ اے۔ ایس ایم۔ اے۔ ایس۔ بی۔ ایم۔ پی۔ پروفیسر سنسکرت۔ شلا۔ لیکھ۔ کوئینس کالج بنارس نے "سیادواد مہاودیالیہ" کاشی کے دسویں سالانہ جلسہ پر اپنی تقریر میں فرمایا تھا کہ سب سے پہلے اس بھارت ورش میں رکھب دیو نام کے مہرشی ہوئے۔ وہ دیاوان (رحمدل) بھدر پرنامی (نیک خیال) پہلے ترتھنکر ہوئے۔ جنھوں نے سمیک درشن آدی رتن تریہ (سمیک درشن۔ سمیک گیان۔ اور سمیک چارتر) کا اپدیش دیا۔ انکے بعد اجت ناتھ سے لے کر مہاویر سوامی تک ۲۳۔ اور ترتھنکر اس دھرم کا پرچار کرتے رہے

مسٹر آمٹے بی۔ اے۔ ڈبائی نے اپنی ایک انگریزی کتاب میں جو لنڈن میں ۱۸۱۷ء میں چھپی ہے لکھا ہے کہ:۔

جین دھرم قدیم ہے۔ اور آدیشور بھگوان سے جن کو رکھب دیو بھی کہتے ہیں چاروید پرتھما نو یوگ۔ کرنا نو یوگ۔ چرنا نو یوگ اور درویا نو یوگ) تصنیف کئے۔ اور یہ چوبیس ترتھنکروں میں سب سے پہلے ترتھنکر ہوئے ہیں۔

مغرب کے ودوان ڈاکٹر فیرر نے متھرا کے کتبوں سے ثابت کیا ہے

کہ پہلے وقتوں میں جین لوگ رکھب دیو کی مورتیاں بناتے تھے۔ اور رکھب دیوادول
ترتھنکر کے نام سے مشہور تھے۔

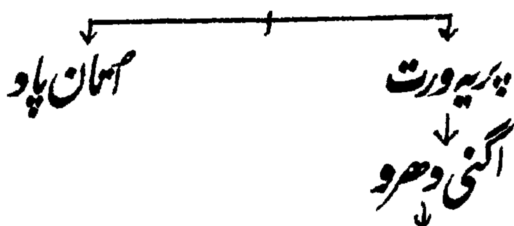
جین پردیپ جلد ۲ نمبر ۱۱ میں سٹر بوبوک صاحب فرماتے ہیں کہ
" جین دہرم کے سب سے پہلے ترتھنکر شری رشبھ دیو جی ہوئے ہیں۔ انہیں
کو آدی ناتھ یا آدیشور بھی کہتے ہیں۔ عام طور پر حضرت آدم بھی انہیں کو کہتے ہیں
آپ کا نشان رشبھ یعنی بیل کا ہے جو ہندوؤں کے شیوجی (مہادیو) کے
نادیئے بیل کی یاد دلاتا ہے۔

بھارت ورش کا اتہاس - پرتم کھنڈ مصنفہ شام بہاری مصر ایم۔ اے
ایم۔ آر۔ اے۔ ایس۔ اور شکل بہاری مصر بی۔ اے کے صفحہ ۳۰ پر لکہا ہے:-

" برہمانے چار منش پتر (آدمی) اُتپن (پیدا) کئے۔ ارتھات (یعنے) سادھارن
ریتی (معمولی طریقہ) سے نہ اُتپن کر کے اِن کو من (خیال) سے بنایا۔ اِن چاروں
نے برہما کے کہنے پر سرشٹی (دنیا) نہ چلائی۔ تب برہمانے اور دس منش پتر (آدمی)
پیدا کئے۔ اِنکے علاوہ سوامبہو منو۔ آدرا اور دکش نام کے تین اور برہم پتر ہوئے۔
اُنہیں مہاشیوں (اعلیٰ ہستیوں) سے پرسدھ (مشہور) پورانک ونش (تاریخی
خاندان) ہوئے ہیں۔

اور صفحہ ۳۰ پر حسب ذیل شجرہ سوامبہو کے خاندان کا دیا ہوا ہے۔

سوایمبو منو



نابھی | کمپ پرش | ہری ورش | الاورت | رمیہ | ہرنیہ وانیہ | کرو | بھدراشو | کیتوپال

رشبھ (جسکو جینی پہلا ترتھنکر اور ہندو آٹھواں اوتار کہتے ہیں)

بھرت

جین برتانت کلپدرم ۱۹۱۱ء مصنفہ مہرشی شیوبرت لال ورمن میں لکھا ہے کہ :۔ "اِس جین دھرم کی ابتدا کا کچھ پتہ رشبھ دیو سے لگتا ہے جو جینیوں میں آدی ناتھ کہلاتا ہے۔ یہ مہاتما سوایمبو منو کے پریہ ورت کل کے راجہ نابھی کا لڑکا تھا۔ ماتا۔ مرودیوی تھی۔ اِسکی پیدایش اجودھیا نگری میں بتلائی جاتی ہے۔ کسی کسی نوشت سے اِس کی جنم بھومی کیلاش دیش اور ونیتا نگری میں لکھی گئی ہے۔ یہ ہندوؤں کے اوتاروں میں آٹھواں اوتار ہے۔

بھارت کا اتہاس مصنفہ شام بہاری مصر کے صفحہ ۸۹ پر لکھا ہے :۔

"نابھی کے پتر جگت پرسدھ (مشہور انام) راجہ رکھب دیو تھے۔ انھیں کے پتر راجہ بھرت تھے۔ جن کے نام پر یہ دیش بھارت کہلاتا ہے۔

بھارت کا وہارک اتہاس مصنفہ پنڈت شیو شنکر میں صفحہ ۲۱ پر جین دہرم کا عنوان دیکر لکھا ہے۔

"اس دہرم کے گرنتھوں کو پڑہنے سے یہ دہرم اتینت پراچین (نہایت قدیم) اور ویدکال میں ستھاپت (قایم) ہوا۔ ایسا پرتیت ہوتا ہے۔ آدی پرش (رشبھ دیو) منو بھگوان کے ونشج (نسل میں) پریہ ورت کل اُتپن (پریہ ورت کی اولاد) نابھی نامی راجہ رشی کی مرو دیوی نامی استری سے ہوئے۔ اُسی رکھب دیو (آدی ناتھ) پہلے ترتھنکر سے جین لوگ اسکی (اپنے دہرم کی) اتپتی (پیدائش) مانتے ہیں۔

مدراس پریذیڈنسی **کالج** کے سنسکرت اور کمپیریٹو (مقابلہ کی) فیلالوجی (بھاشہ شاستر) کے پروفیسر گسٹو اوپرٹ پی۔ ایچ۔ ڈی۔ لکھتے ہیں

Panini refers to Sakatayana as a previous grammarian and this supplies a reason why the latter makes no mention of the former. Sakatayana's name occurs also in the Pratisakhyas of the Rigveda and Suktas of Yajur veda.

and in Yáskás Nirukta.
The Colophon at end of each Pada of the Sabdanusasna name this Grammar as the work of Sakhtayana Srutakevlidesiyacharya, as the President of the great Jain assembly

ترجمہ۔ پانینی نے ساکٹائن کو زمانہ سلف کا سنسکرت قواعد کا مصنف تبلایا ہے یہی وجہ ہے کہ ساکٹائن نے پانینی کا کہیں ذکر نہیں کیا۔ ساکٹائن کا نام رگ وید۔ اور یجر وید میں بھی پایا جاتا ہے۔ ساکٹائن کے تصنیف کردہ قواعد شبد انوشاسن میں ہر بیت کے آخر میں اپنے آپ کو سرت کیولی اچاریہ لکھا ہے جس کے معنے صدر جین انجمن کے ہیں۔

میجر جنرل جے۔ بی۔ آر۔ فارلونگ صاحب الیف۔ آر۔ الیس۔ لکھتے ہیں:۔

"جین دہرم ہندوستان میں سب سے پرانا دہرم معلوم ہوتا ہے۔ ۔۔ ۵۰۰ سال قبل از مسیح کے قریب۔ اور تواریخی زمانے سے پہلے کل شمالی ہند اور شمالی مغربی حصہ ہند پر ایک قوم درادہ حکمران تھی۔ اِس قوم کے لوگ اکثر سانپ اور درختوں کی پوجا کرتے تھے۔ اُس زمانہ میں تمام ہند میں جین مذہب موجود تھا۔ یہ ایک بڑا قدیم۔ شائستہ اور فلسفانہ مذہب ہے اور اس مذہب سے بودھ مذہب کی پیدائش ہوئی ہے۔ آریہ لوگوں کے گنگا ندی تک پہنچنے سے پہلے جینیوں کے بائیس ترتھنکر دینی تعلیم کی اشاعت کر چکے تھے۔ اُس وقت دوسری مذہبی کتابوں کی ہستی بالکل نہ تھی۔

کیمبرون مارنیس۔ ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ ڈی ۱۹۰۹ء میں جیو گرافی آف دی انڈین ایمپائر اینڈ سیلون کے صفحہ ۱۴۰ پر لکھتے ہیں۔ کہ

"جین دہرم بہت پرانا دہرم ہے"

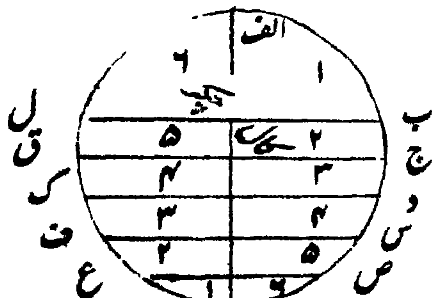
شری ست سوامی رام مصر جی شاستری اپنے بنارس کے لیکچر میں فرماتے ہیں :۔ کہ

"جین دہرم تب سے پرچلت ہوا ہے جب سے سرشٹی (دنیا) کا آرنبھہ (آغاز) ہوا ہے"

جین دہرم کے متعلق جین گرنتھ



جین دہرم اس بات کو مانتا ہے کہ یہ دنیا ازلی و ابدی ہے۔ یعنے اسکی نہ ابتدا ہوئی ہے اور نہ ہی اس کا خاتمہ ہوگا۔ البتہ وقت کے لحاظ سے اسکی حالت بدلتی رہتی ہے۔ جین دہرم میں وقت کو بھی ازلی مانا ہے اور اس کو چکر خیال کیا گیا ہے۔ اس چکر کو دو برابر کے حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔



اُتسرپنی کال (عروجی دور)

اوسرپنی کال (نزولی دور)

شری جمبودیپ پنتی کے "کال" ادھیکار میں مذکورہ بالا شکل کی تشریح حسب ذیل طور پر ہے۔

الف ۔ ج ۔ ط ۔ حصہ کو اوسرپنی کال (نشیبی دور) کہا گیا ہے۔ اور اسکے چھ حصے کئے گئے ہیں۔

الف ۔ ب ۔ کا نام سکھما سکھم آرہ ہے۔ جو چار کروڑا کروڑ یعنے چار × کروڑ × کروڑ ساگراوپم سال کا ہے۔

ب ۔ ج ۔ کا نام سکھم آرہ ہے۔ جو تین کروڑا کروڑ یعنی ۳ × کروڑ × ساگراوپم سال کا ہے۔

ج ۔ د ۔ کا نام سکھما دکھم آرہ ہے جو دو کروڑا کروڑ یعنی ۲ × کروڑ × ساگراوپم سال کا ہے۔

د ۔ س ۔ کا نام دکھم سکھم آرہ ہے۔ جو ایک کروڑا کروڑ یعنی ۱ × کروڑ × کروڑ ساگراوپم سال میں سے بیالیس ہزار برس کم کا ہے۔

س ۔ ص ۔ کا نام ۔ دکھم آرہ ہے۔ اکیس ہزار (۲۱۰۰۰) سال کا۔

ص ۔ ط ۔ کا نام دکھما دکھم آرہ ہے اکیس ہزار سال کا۔

اس طرح سے اوسرپنی کال کے چھ آرے کل دس کروڑا کروڑ ساگراوپم سال کے ہیں۔ اس کال کے حصہ کو گھٹتی کا پہرا بھی کہا جاتا ہے۔ کیونکہ سکھ درجہ بدرجہ کم ہوتا جاتا ہے اور دکھ بڑھتا جاتا ہے۔ برعکس اسکے اُتسرپنی کال کے چھ آرے بڑھتی کے پہرے کہے جاتے ہیں۔ کیونکہ ان میں ہر ایک چیز ترقی پر ہوتی ہے۔ ان آروں میں سے اُوسرپنی کے آروں کی نسبت یہ فرق ہے

کہ یہ اُلٹے چلتے ہیں۔ یعنی اتسرپنی کا پہلا آرہ اکیس ہزار سال کا۔ دوسرا اکیس ہزار سال کا۔ تیسرا ایک کروڑا کروڑ ساگراوپم میں سے بیالیس ہزار سال کم کا۔ چوتھا دو کروڑا کروڑ ساگراوپم کا۔ پانچواں تین کروڑا کروڑ ساگراوپم سال کا اور چھٹا چار کروڑا کروڑ ساگراوپم کا۔ اسی طرح اُتسرپنی کال کا زمانہ بھی دس کروڑا کروڑ ساگراوپم کا ہوتا ہے۔ گویا اوسرپنی اور اُتسرپنی کال کا عرصہ بیس کروڑا کروڑ ساگراوپم کا ہوتا ہے۔ یہ کال چکر ہمیشہ چلتا رہتا ہے ختم نہیں ہوتا۔ ہر اوسرپنی کال میں۔ اور ہر اُتسرپنی کال میں چوبیس چوبیس تیرتھنکر بھرت کھیتر میں ہوتے ہیں۔ آج کل اوسرپنی کال کا پانچواں دکھم آرہ گذر رہا ہے جس میں سے اڑھائی ہزار سال کے قریب گذر گئے ہیں۔ اور ابھی ساڑھے اٹھارہ ہزار سال باقی ہیں۔

اِس اوسرپنی کال سے پہلے جو اُتسرپنی کال گذر چکا ہے اُسکے چوتھے آرہ میں جو چوبیس بھگوان تیرتھنکر ہوئے تھے اُنکے نام حسب ذیل ہیں۔

(۱) شری کیول گیانی جی (۲) شری نروانی جی (۳) شری ساگر جی (۴) شری مہاشہ جی (۵) شری وِمل پربھو جی (۶) شری سروانو بھوتی جی (۷) شری شری دھر جی (۸) شری شری دت جی (۹) شری دامودر جی (۱۰) شری سوتیج جی (۱۱) شری سوامی ناتھ جی (۱۲) شری منی سبرت جی (۱۳) شری سمتی جن جی (۱۴) شری شوگتی جی (۱۵) شری استانگ جی (۱۶) شری نمیشور جی (۱۷) شری انل ناتھ جی (۱۸) شری یشودھر جی (۱۹) شری کرتارتھ جی (۲۰) شری جنیشور جی (۲۱)

شری شدہ منی جی (۲۲) شری شونک نگ جی (۲۳) شری سیانندن ناتھ جی (۲۴) شری سمپرات جی ۔

شری سمپرات جی چوبیسویں ترتھنکر کے بعد اٹھارہ کروڑا کروڑ ساگر اوپم کے بعد یعنی موجودہ اوسرپنی کال کے تیسرے آرہ کے خاتمہ پر نابھی کلکر کی پتنی مرودیوی سے ورتمان چوبیسی کے پہلے ترتھنکر شری رشبھ دیو جی کا جنم ہوا

پہلے ترتھنکر رشبھ دیو جی کے ۵۰ لاکھ کروڑ ساگر اوپم سال کے بعد دوسرے ترتھنکر اجت ناتھ جی ہوئے
دوسرے ترتھنکر اجت ناتھ کے ۳۰ لاکھ کروڑ ساگر اوپم سال بعد تیسرے ترتھنکر سمبھو ناتھ ہوئے
تیسرے سمبھو ناتھ کے ۱۰ " " چوتھے " ابھے نندن جی "
چوتھے " ابھے نندن کے ۹ " " پانچویں " سمتی ناتھ جی "
پانچویں " سمتی ناتھ کے ۹۰ ہزار کروڑ " " چھٹے " پدم پربھو جی "
چھٹے پدم پربھو کے ۹ ہزار " " ساتویں سپارش ناتھ جی "
ساتویں " سپارش ناتھ کے ۹ صد کروڑ " " آٹھویں " چندر پربھ جی "
آٹھویں " چندر پربھ کے ۹۰ کروڑ " " نویں " سدھی ناتھ جی "
نویں سدھی ناتھ کے ۹ کروڑ " " دسویں " شیتل ناتھ جی "
دسویں " شیتل ناتھ کے ۱ کروڑ " " گیارہویں " شریانس ناتھ جی "
گیارہویں " شریانس ناتھ کے ۵۴ ساگر بعد " بارہویں " شری باسوپوج جی "
بارہویں " شری باسوپوج کے ۳۰ ساگر سال بعد " تیرہویں " شری بمل ناتھ جی "
تیرہویں " شری بمل ناتھ جی کے ۹ ساگر " چودہویں " شری اننت ناتھ جی "

چودھویں شری اننت ناتھ جی کے ۴ ساگر اوپم سال کے بعد پندرھویں تیرتھنکر شری دھرم ناتھ جی ہوئے

پندرھویں دھرم ناتھ جی کے ۳ " " سولہویں " شانتی ناتھ جی "

سولہویں شانتی ناتھ جی کے نصف پل اوپم سال کے بعد سترھویں " کنتھو ناتھ جی "

سترھویں " کنتھو ناتھ جی کے چہارم پل اوپم سال کے بعد اٹھارہویں " ارہ ناتھ جی "

اٹھارہویں " آرہ ناتھ . ایک کروڑ ایک ہزار سال کے بعد انیسویں " ملی ناتھ جی "

انیسویں " ملی ناتھ " ۵۴ لاکھ برس کے بعد بیسویں " منی سبرت سوامی "

بیسویں " منی سبرت " ۶ " " " اکیسویں " نمی ناتھ جی "

اکیسویں " نمی ناتھ " ۵ " " " بائیسویں " نیم ناتھ جی "

بائیسویں " نیم ناتھ " ۸۴ ہزار برس کے بعد تیئیسویں " پارشناتھ جی "

تیئیسویں " پارشناتھ جی " اڑھائی صد برس کے بعد چوبیسویں " شری مہاویر "

(جین تتو پرکاش صفحہ ۲۰ سے ۲۳ تک)

بھرت کھیتر میں اوسرپنی کال کے پانچویں اور چھٹے آرہ میں اور اتسرپنی کے پہلے اور دوسرے آرہ میں کوئی تیرتھنکر نہیں ہوتے۔ مگر جین دھرم بالکل معدوم نہیں ہو جاتا۔

نوٹ پل اوپم۔ اور ساگر اوپم کا حساب دیکھنا ہو تو شری جمبودیپ کے "کال" ادھیکار میں دیکھیں۔ جمبودیپ کے بھرت کھیتر میں اوسرپنی اور اتسرپنی کال کا حال مفصل طور پر ادھیکار میں ہے۔ جین دھرم میں گنتی ۱۹۴ اعداد تک شمار کی گئی ہے۔ اس سے آگے گنتی کا شمار "مثال" کے روپ میں کیا جا سکتا ہے جیسے بہت بڑے لشکر کی تعداد کو "ٹڈی دل" سے تشبیہ دی جاتی ہے وغیرہ۔ شری انویوگ دوار میں بھی گنتی کا شمار اسی طرح کیا گیا ہے۔

مذکورہ بالا گنتی سے بہت سی باتیں نئی ظاہر ہوتی ہیں۔

(۱) شری کرشن جی کا زمانہ ۸۷ ہزار سال پہلے کا ہونا مانا ہے۔

(۲) شری رامچندر جی کو ہوئے گیارہ لاکھ برس سے زیادہ ہو گئے ایسا بتلایا گیا ہے۔ ہوئے نو لاکھ برس کا ہونا تو ہم پہلے بتلا چکے ہیں۔ چونکہ ہند کی تواریخ ابھی پورے طور پر روشنی میں نہیں آئی۔ اس لئے ممکن ہے کہ مذکورہ بالا حوالوں کی تصدیق تاریخ کے مرتب ہوتے ہوتے زندہ شہادتوں سے ہو جاوے۔

جین گرنتھوں میں تو آئندہ اُتسرپنی کال میں ہونے والے چوبیس ترتھنکروں کے نام بھی حسب ذیل بتلا دیئے گئے ہیں۔

(۱) شری پدم ناتھ جی (۲) شری سُر دیو جی (۳) شری سپارشو جی (۴) شری سوئم پربھو (۵) شری سروانو بھوتی جی (۶) شری دیو شرتی جی (۷) شری اودے ناتھ جی (۸) شری پیڈھال جی (۹) شری پوٹل جی (۱۰) شری ستاک جی۔ (۱۱) شری منی برت جی (۱۲) شری امم جی (۱۳) شری نکھشائے جی (۱۴) شری نش پولاک جی (۱۵) شری نرمم جی۔ (۱۶) شری چتر گپت جی (۱۷) شری سمادھی ناتھ جی (۱۸) شری سنور ناتھ جی (۱۹) شری لیشو دھر جی (۲۰) شری وجے جی (۲۱) شری ملیہ دیو جی (۲۲) شری دیو چندر جی (۲۳) شری انت ویریہ جی (۲۴) شری بھدر کر جی۔

غرضیکہ ہر اُتسرپنی اور اوسرپنی کال میں چوبیس ترتھنکر ہوتے رہتے

رہتے ہیں۔ یہ سلسلہ ہمیشہ سے چلا آیا ہے اور اسی طرح چلا جائے گا۔ کبھی اس کا نہ شروع ہوا۔ اور نہ کبھی خاتمہ ہوگا۔ گویا جین دھرم لاابتدا زمانہ سے چلا آیا ہے اور آئندہ لاانتہا زمانہ تک رہے گا۔ البتہ کسی وقت اس کی اشاعت کا زور زیادہ ہوگا اور کسی وقت کم ہو جائے گا۔ یعنے اُسکو کبھی کمال اور کبھی زوال ہوتا رہے گا۔ مگر بالکل معدوم نہ کبھی ہوا۔ نہ کبھی ہوگا۔

یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جین دھرم دنیا کو "انادی اننت" مانتا ہے۔ یعنی نہ دنیا کا آغاز ہوا ہے اور نہ کبھی خاتمہ ہوگا۔ اسی طرح جین دھرم کو بھی انادی اننت ہی سمجھنا چاہیئے۔

مذکورہ بالا حوالوں سے جو کہ بڑے بڑے مشہور ودوانوں۔ مورخوں کی تحریروں اور ہندو گرنتھوں سے دیئے گئے ہیں جین دھرم کی قدامت ثابت کی گئی ہے۔ گویا کہ جب سے یہ دنیا کا سلسلہ ہے۔ اسی وقت سے یہ جین دھرم چلا آتا ہے۔ اور جین دھرم کی رو سے جین دھرم کا وجود انادی اننت ثابت کیا گیا ہے۔ اُمید ہے کہ اب دنیا کے مورخین و علماء کو یہ پتہ لگ جائیگا کہ جین دھرم کو ابتک قطعی غلط سمجھا جاتا رہا ہے۔ اور اب انکو ماننا ہوگا۔ کہ جین دھرم محض قدیمی ہی نہیں بلکہ ازلی مذہب ہے۔ اور اسی دھرم کو آتما کا دھرم سمجھنا چاہیئے۔

اخیر میں ہم اپنے ودوان بھائیوں سے پرارتھنا کرتے ہیں کہ اگر انکو کسی قسم کا شک ہو۔ یا کسی حصہ مضمون کو غلط سمجھتے ہوں۔ تو کرپا کرکے بغیر کسی تعصب کے بذریعہ خط و کتابت اسکو سمجھنے کی کوشش کریں۔ تاکہ اگر کوئی

غلطی ہو تو آیندہ درست کیجائے۔ میں اُن بھائیوں کا بھی بے حد مشکور رہوں گا جو اس مضمون کو اور وسیع ورمکمل کرنے کی خاطر مزید حوالے بہم پہنچائیں گے۔
چونکہ یہ ٹریکٹ تاریخی پہلو سے لکھا گیا ہے اس لئے کسی صاحب کو اسکے پڑھنے میں مذہبی تعصب سے کام نہ لینا چاہیئے۔ محققانہ نگاہ سے اصلیت کی تصدیق کرنی چاہیئے۔



عرض حال

اے اہل کرم اک نظر لطف ادھر بھی!

جس طرح اس نئی روشنی کے دور میں نئی نئی دماغی اختراعات شب و روز نشوونما پا رہی ہیں۔ مذہبی میدان بھی تجسس و تفکر کی دوڑ دھوپ سے خالی نہیں ہے۔ ہر مسلک کے دلدادگان صداقت و شفاعت کے دعوے دار نظر آتے ہیں۔ اپنے اپنے اصولوں کی اشاعت اور تعداد قوم کی افزائش کے لئے تلے ہوئے ہیں۔ جب دیگر مذہب والوں کے تبلیغ کا سورج بانسوں چڑھ گیا اور اسکی تیز کرنیں ہماری خفتہ قوم کے دلوں میں نشتر کی طرح چبھنا شروع ہو گئیں۔ تو اس نے بھی یکایک خواب غفلت سے آنکھ کھولی۔ دیکھا کہ عالم کا کاروان اشاعت کے میدان میں اپنی منزل کے چند ابتدائی مرحلے طے کر چکا ہے اور جستاں و گریزاں بڑھا جا رہا ہے۔ اگرچہ اس مردہ قوم کے لئے آغازی مسافت کسی قدر دشوار گذار ہو گئی تھی تاہم اسکو لازم ہو گیا کہ اپنے مذہبی اصول کو جیسے بن سکے روشنی میں لائے۔ تو قوم کے چند دل چلے نوجوانان دہلی نے سوچا کہ مذہبی اشاعت کا یہ پہلو کہ ہم اپنے ایسے ذاتی سکول

ہو کالج یا مدرسہ جن میں مذہبی تعلیم لازمی ہو۔ اور بچے ہوش سنبھالتے ہی طالبعلمی
کی حالت میں اصول دینی سے واقف ہو جایا کریں۔ قومی اتفاق اور کافی
سرمایہ نہ ہونے کی وجہ سے [illegible] جا سکتا۔ ایسے تارک الدنیا عالمان
با عمل کا ملنا [illegible] جو [illegible] دینی مسلک کا عملی نظارہ لوگوں کو دکھا سکیں
اور [illegible] تعلیمات کو عوام کے دلوں [illegible] نشین کر سکیں اس زمانہ میں ناممکن سا
معلوم ہوتا ہے۔ ان [illegible] کو چھوڑ دو تجارت کی انگشت شہادت بنا کر دنیاداروں کے
دل سے [illegible] ہدایات دینی دینے کے لئے جا
[illegible] آخر کار یہی تدبیر میسر [illegible] نظر
[illegible] نے اپنے ذاتی تجربہ سے جس طریق
تجارت کو [illegible] اپنی نیک ہدایات کو حوالہ قلم
[illegible] سے [illegible] آکی اشاعت
[illegible] چنانچہ اسی مقصد کو لیکر وہ چینیوں کی ایک
[illegible] شہر دہلی میں ۱۹۱۵ء سے جاری کی گئی
جب سے [illegible] ٹکیوں کی صورت میں پانوانگ
[illegible] شہرت [illegible]
[illegible] وجہ سے جو [illegible] پاک مذہب کے اصولوں پر [illegible] جا
[illegible] نیک [illegible] اور ہندوستان ہی نہیں۔ بلکہ
ممالک غیر [illegible] کے فلسفہ کو [illegible] دوست اور حقیقت جو اصحاب کا مطمح نظر بنا دیا
[illegible] اور اگر اسی طرح جاری رہے گا تو امید قوی ہے کہ اس
پاک دین کو ایک دن ہردلعزیزی اور عام مقبولیت کا شرف بھی حاصل ہو جائے

اور مردم شماریوں سے اتبک جو جینیوں کی تعداد ہر مرتبہ کم نظر آتی رہی ہے آیندہ اُس میں بیشی ہونے کی اُمید کی جا سکے۔ لیکن اشاعت مذہبی کا یہ اہم کام محض جسمانی مشقت اور دماغی محنت سے ہی سرانجام نہیں پا سکتا۔ بلکہ اسکے لئے کافی سرمایہ کی بھی ضرورت ہے جس کا ذریعہ محض ارکان قوم کی سخاوت شعاری ہے۔

پس ہم اُمید کرتے ہیں کہ جین اصولوں سے محبت رکھنے والے امیر طبع اصحاب اپنی دریا دلی سے کبھی ہمارا حوصلہ پست نہ ہونے دینگے اور اس کار نیک میں بقدر مقدرت وقتاً فوقتاً مالی امداد دیکر ثواب دارین حاصل کرینگے ؛

پنا لعل جین

جوائنٹ سکرٹری۔ جین مترمنڈل۔ دہلی۔

جین متر منڈل ٹریکٹ نمبر ۳۶

بندے جنورم

اہنسا پرمو دھرم

یتو دھرم ستتو جئیم

سپت ویسن
یا
ہفت عیوب

از قلم

بابو سمیر چند اگروال جین سابق اکونٹنٹ انبالہ چھاؤنی

جسکو

جین متر منڈل دھرم پورہ دہلی نے

برائے افادۂ خاص و عام شائع کرایا

مہاویر نروان سمت ۲۴۵۸
مطابق اکتوبر سنہ ۱۹۳۲ء

بار دوم ۔ قیمت آدھ آنہ

(تجارتی پریس دہلی میں چھپا)

شکریہ

ہم لالہ جنگی مل گورنمنٹ پنشنر اور انکے پسران بابو جیون سنگھ اور نیز بابو ہر پرشاد نائب تحصیلدار صاحب جین ساکنان جھاڑسہ ضلع گوڑگانوں کے بیحد مشکور ہیں جنہوں نے نہایت فراخدلی سے بوساطت پنڈت کشن لال جی صاحب پربھاکر جین متر منڈل دہلی کے اپدیش سے ٹریکٹ ہا کی ایکہزار جلدوں کی لاگت جین متر منڈل دہلی کو عطا فرمائی۔ اور نیز ہم اس سلسلہ میں پنڈت جی موصوف کی نیک خدمات کے بھی معترف ہیں۔

نویدک

رتن چند جین

سکریٹری جین متر منڈل دھرم پورہ دہلی

سپت ویسن یا ہفت عیوب
(اوم)

آج میں آپ صاحبان کی توجہ سپت ویسن یا ہفت عیوب کی طرف دلاتا ہوں۔ یہ سات بد عادتیں ایسی ہیں کہ ان کا تیاگ ویرتی شراوک کی پہلی پرتما (درجہ یا جماعت) میں تو ہے ہی۔ مگر اورتی شراوک کے لئے بھی ہے جو جین دھرم کا صرف امیدوار بننا چاہتا ہے۔ اس میں بھی یہ عادتیں نہ ہونی چاہئیں۔ بلکہ جہاں تک ہو سکے ان کا تیاگ ہی مناسب ہے۔ جین دھرم پر چلنے والے تین قسم کے آدمی ہیں۔ ایک اورتی شراوک یا امیدوار۔ دوسرا ورتی شراوک۔ یا داخل شدہ شراوک۔ تیسرا منی یا شراوکوں کا گرو۔ اورتی شراوک تو وہ شخص ہوتا ہے جو ابھی تک جینی نہ ہوا ہو۔ مگر اس کی توجہ اور رجحان جین مذہب کی طرف جھکا ہو۔ تو یا یہ جین مذہب کے امتحان داخلہ میں داخل ہونے والا شخص ہوتا ہے۔ جیسا کہ کسی کالج کا پرنسپل اپنے کالج میں داخل کرنے سے پہلے جاننا چاہتا ہے کہ آیا یہ لڑکا ہمارے کالج میں داخل ہونے کے لائق ہے یا نہیں۔ اس واسطے وہ پہلے چند مضامین میں داخلہ کا امتحان لیتے ہیں۔

اسی طرح جین مذہب کے منی واچاریہ و گرو شراوک دھرم میں داخل کرنے سے پہلے یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ آیا یہ امیدوار ایسا شخص ہے جو شراوک کے دھرم کے گرہن کی قابلیت رکھتا ہے یا نہیں۔ تو پھر آپ جانتے ہیں کہ ایسے اشخاص میں ایسی عادتیں نہ ہوں جیسے کہ "سپت ویسن" میں بیان کی گئی ہیں۔ باقی اور دوسرے شراوک وہ گیارہ جماعتوں میں داخل شدہ ہوتے ہی ہیں۔ اور منی جین دھرم کے گرو جو سب دیال چلن سے وشاستروں کی تعلیم سے لوگوں کو دھرم کا اپدیش دیتے ہیں۔

چنانچہ یہ سات ویسن یا بد عادتیں ہیں جو ایک شخص اس طرح بیان کرتے ہیں

دوھا

جوا کھیلن۔ مانس۔ مدرا۔ ویشیا ورتی۔ شکار۔ چوری۔ پر استری رمن۔ ساتوں پاپ اور
بیٹے جوئے کا کھیلنا۔ مانس کا کھانا۔ شراب کا پینا۔ رنڈی بازی کرنا۔ شکار
کا کھیلنا۔ چوری کرنا۔ اور دوسرے شخص کی استری کا دلدادہ ہونا۔ یہ ساتوں پاپ
ایسے ہیں جن کے تیاگ کا اوپدیش شراوک کو بھی دیا جاتا ہے۔

(۱) جوا کھیلنا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جوا کھیلنا پہلے کسی نکمے آدمی نے جسکے پاس
کوئی دوسرا کام نہیں ہوگا چلایا ہوگا۔ اور اسکو پہلے پہل صرف گٹوں کے ساتھ
کھیلتے ہونگے۔ جیسا کہ بہت سی لڑکیاں کھیلتی ہیں۔ پھر اسکے بعد کوڑیوں
سے کھیلنے لگے۔ بعد ازاں پیسوں سے [illegible] روپیوں سے جس کا رواج یہاں تک
بڑھا کہ اسکے شائقین نے اپنا گھر بار زیور وغیرہ اسپر رکھنا شروع کیا۔
پھر تو یہ عادت ایسی ہوگئی کہ اس کا کچھ ٹھکانا ہی نہ رہا۔ چنانچہ دھرم پتر وغیرہ
نے دروپدی جیسی ستی کو داؤ پر [illegible] لگا دیا اور اسکو ہار گئے
پھر دریودھن نے یہاں تک اتیاچار کیا کہ ستی دروپدی کو اسی وقت دربار میں
بلا لیا۔ اور اسکے کپڑے اتارنے کا حکم دیا۔ ستی دروپدی کے ہوش و حواس
خطا ہوگئے۔ اُس وقت اُس نے بھگوان سے عرض کی کہ اے دینا ناتھ مجھ
غریب کا تیرے سوا کوئی سہائک نہیں ہے۔ تو ہی سہایتا کر۔ دیوتوں نے
اسکی مدد کی کہ ایک ایک کپڑا دروپدی کے اوپر سے اترتا تھا اور دوسرا اسکے
اوپر آجاتا تھا۔ یہ حالت دیکھ کر دریودھن چپ ہوگیا۔ اور ناچار ہو کر چودہ برس
کا بن باس دیا جس کا نتیجہ آپ دیکھتے ہیں کہ کیا ہوا۔ پانڈو کے دل میں
آگ لگ گئی۔ اور انہوں نے جنگ مہابھارت رچا جس میں سب عالم اور
فاضل کام آئے۔ اور ہندوستان کے لئے یہ جنگ مہابھارت غارت کر گیا

جس کو سب آجتک روتے ہیں۔

کیا آپ ایسا کرنا چاہتے ہیں کہ جو اپکے بزرگوں نے کیا۔ ہرگز نہیں۔ تو پھر اس بُرے کام کی عادت کیوں ڈالی جاوے کیا ہمارے پاس خالی وقت کے لئے کوئی کام نہیں ہے دنیا میں تو اسقدر کام بہت پڑے ہیں جن کا کوئی ٹھکانا نہیں۔ کیا آپ کوئی کام کرنا نہیں چاہتے۔ پیارے مترو! یہ سب تمہاری بد عادات کا قصور ہے۔ اگر کوئی اور مناسب دنیاوی کام نہیں ہے تو وقت کو فضول مت کھو۔ وقت کو کاٹنے کی طرح نکالا جاتا ہے (ع) گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں ✤ اگر تمہارے پاس کوئی کام نہیں ہے تو مذہبی کتابوں کا مطالعہ کیا کرو۔ جنکے پڑھنے سے تمہارے دل کو شانتی ہوگی۔

بعض آدمی یہ کہا کرتے ہیں کہ دیوالی کے روز تو ایک دفعہ جوا ضرور کھیلنا چاہیے۔ ورنہ گدھے بنیں گے۔ بیشک دیوالی والے روز جوا کھیلنا گدھوں کا کام ہے۔ ورنہ کہاں وہ مبارک دن کہ جسکو شری مہابیر سوامی مکت گئے تو اس روز تو آپ کو تمام رات رتجگا منانا چاہئے۔ اور جین شاستر پڑھنے چاہئیں۔ نہ کہ جوا کھیلنا چاہئے۔ جوا کا تو مہابیر سوامی نے تیاگ بتلایا تھا پھر یہ ایسی عادت کیسی؟

خیر بھائی۔ گئی سو گئی۔ اب رکھ رہی کو۔ کا عامل ہو کر آئیں ہم۔ اور آپ ملکر اور شری مہابیر سوامی کا نام لیکر ہی جوا کھیلنا بند کریں۔ اور ساتھ ہی "اس کا کھیلنا۔ چوسر کا کھیلنا۔ لوٹری ڈالنا۔ سٹہ لگانا۔ یہ سب جوئے کی شاخیں ہیں سب کے منہ پر خاک ڈالیں۔ بولو شری مہابیر سوامی کی جے!

(۲) **مانس کا کھانا**۔ لفظ مانس کے معنے سنسکرت میں "مام سہ۔ کھاوتی" وہ ہمکو کھائیگا۔ پھر یہ تو بتانا ہے کہ ہم کو مانس کھا کر اس جیو کو یہ سکھایا دینا کہ وہ ہمکو کھاوے یہی تو اس میں بھول ہے کہ ہم آجتک اس کے معنی ہی نہیں سمجھے

اگر ہم یہ سمجھتے کہ اس کا عوض ہمکو دینا پڑیگا تو ہم بھیڑ میں بری عادت کو پہلے ہی چھوڑ دیتے
بھلا ہندو مت کا تو یہ اصول ہی ہے جن کے وید مقدس میں اہنسا پرمو دھرم
لکھا ہے بودھ مت کا یہ پہلا اصول ہی اہنسا ہے - پر ایک مت والے تلسی داس
جی نے بھی کہا ہے دیا دھرم کا مول ہے - پاپ مول ابھیمان تلسی دیا نہ
چھاڑیئے جب لگ گھٹ میں پران - عیسائیوں کی کتاب پیدایش یعنی انجیل
میں لکھا ہے کہ خدا نے حضرت آدم کو پیدا کر کے اسکو باغ عدن میں رکھا تھا - اور
فرمایا تھا کہ

And God said 'behold, I have given you every herb bearing seed, which is upon the face of all the earth, and every tree in which is the fruit of a tree yielding seed, to you it shall be for meat.

ترجمہ دیکھو میں نے تمہارے لیے زمین کے درختان و نباتات قائم کیے ہیں جن میں بیج
اور بیج سے درخت پیدا ہوتے ہیں - یہ سب تمہاری خوراک ہونگے

اس سے صاف ظاہر ہے کہ انسان کی خوراک نباتات ہے نہ کہ ماس -

اہل اسلام کی احادیث میں بھی ایسا آیا ہے - چنانچہ ملفوظات حضرت عثمان
فاروقی چشتی نے ... میں لکھا ہے کہ عبد اللہ بن مسعود روایت کرد از رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم ہر کہ چہل بارہ گاؤ بسمل کند یک خون کبیرہ در گردن او بنویسند
و ہر جانورے کہ بے نفس بکشد ہمچناں باشد کہ بویران کردن خانہ کعبہ را سعی
کردہ باشد - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمودہ است کہ نشاید جانورے را کہ در
آتش افگند یا بہ بے رحمی بکشد او آن است کہ بردہ آزاد کند یا شصت مسکین را
طعام دہد یا دو ماہ روزہ دارد پیوستہ رسول گفتے سید انید کہ ہیچ جانورے را

آتش نرسد مگر خدا تعالیٰ شمارا بعقوبت در دنیا و آخرت عذاب خواہد بود ہر کہ جانوران در آتش افگند چنان است کہ با مادر خود زنا کردہ باشد (دکان یامنت ربیع مسافر صفحہ ۵۰۰ و تاریخ مدینہ جلد دوم صفحہ ۵۷ و ۵۸) ترجمہ عبداللہ بن مسعود رسول اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ جو کوئی چالیس گائیں ذبح کرے گا۔ اس کے ذمہ ایک ہی خون لکھا جاویگا۔ اور خواہش نفسانی سے کسی جانور کا قتل کرنا گویا کعبہ شریف کے ڈھا دینے جیسا کرتا ہے۔ نیز حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ کوئی شخص کسی جانور کو نہ تو آگ میں ڈالے اور نہ بیہودگی سے قتل کرے اگر ایسا کرے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ یا تو غلام آزاد کرے۔ یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔ یا لگاتار دو مہینے کے روزے رکھے۔ نیز فرماتے ہیں کہ خبردار کسی جانور کو آگ نہ لگانا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ تم کو دنیا و آخرت میں عذاب میں مبتلا کریگا۔ اور جو کوئی جانوروں کو آگ میں ڈالتا ہے وہ گویا اپنی ماں سے زنا کرتا ہے۔

اور مولانا خواجہ حسن نظامی صاحب فرماتے ہیں ؎

مبازار موری کہ دانہ کش است	کہ جان دارد و جان شیریں خوش است

(ترجمہ) چیونٹی کو مت ستاؤ کہ وہ دانے کھینچنے والی ہے۔ جان رکھتی ہے اور جان شیریں عزیز ہے) حضرت شیخ سعدی گلستاں میں فرماتے ہیں ؎

ندیدہ کہ چہ سختی رسد بجان کسے	کہ از دہانش بدر میکنند دندانے
قیاس کن کہ چہ حالش بود در آن ساعت	کہ از وجود عزیزش بدر کنند جانے

(ترجمہ) اے بھائی کیا تو نے نہیں دیکھا ہے کہ اس شخص کو کیسی تکلیف ہوتی ہے جس کے منہ میں سے ایک دانت نکالتے ہیں پس اس شخص کی تکلیف کا اندازہ کرے

جسکے بدن سے جان نکالی جاتی ہے۔ حضرت نظیر اکبر آبادی فرماتے ہیں ؎

کانٹا کسی کے مت لگا گوشل گل پھولا ہے تو
وہ تیرے حق میں تیر ہے کس بات پر پھولا ہے تو
مت آگ میں ڈال اور کو پھر گھاس کا پولا ہے تو
سن رکھ یہ نکتہ بیخبر کس بات پر بھولا ہے تو
کلجگ نہیں کرجگ ہے یہ یاں دن کو دے اور رات لے
کیا خوب سودا نقد ہے اس ہاتھ دے اس ہاتھ لے

علاوہ ازیں انسان کے جسم، منہ، دانتوں کی بناوٹ مانس خوار حیوان جیسی نہیں ہوتی ہے۔ حیوانات میں صرف وہ جانور مانس کھاتے ہیں جو زبان کے ذریعہ پانی پیتے ہیں جیسے شیر، کتا، بلی وغیرہ۔ اور ہزار ہا جیسے جانور جو زبان سے پانی نہیں پیتے مانس خور نہیں ہیں۔ چہ جائیکہ انسان جو اشرف المخلوقات کہلاتا ہے اور جانتا ہے ؎

اے یار کسی کو جو کوئی کلپاویگا
یہ یاد رہے وہ بھی نہ کل پاویگا
اس دہر مکافات میں سن اے غافل
جو آج کرے گا وہ کل پاویگا

مانس کھانے سے عقل پر تیرگی آتی ہے۔ کاہلی بڑھتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمان بمقابلہ ہندوؤں کے ذہنی کاموں علم ریاضی وغیرہ میں کمزور ہوتے ہیں۔ مانس خور آدمی دل یکسو نہیں کر سکتا۔ اور دل کو یکسو نہ کرنے کی وجہ سے پرماتما کا دھیان کر سکتا ہے اور نہ کوئی ایجاد و اختراع کر سکتا ہے۔ آج تک جتنے بڑے بڑے فلاسفر، سائنسداں پیدا ہوئے دنیا میں کوئی بھی مانس خور نہیں تھا۔ مثلاً سقراط، بقراط، ارسطو اور افلاطون، نیوٹن، ڈارون، کپل، گوتم، ویاس، شری رشبھ دیو جی سے لے کر مہاویر سوامی تک کبیر، نانک، سوامی دیانند وغیرہ سب ہی ویجیٹیرین تھے۔ الغرض! مانس خوری کو ہنسا اور پاپ کا کام سمجھ کر اس کا تیاگ کرنا مناسب ہے۔ ہنسا سے دل کمزور ہو جاتا ہے۔ دیا اور رحم جو انسانی بلکہ روحانی صفتیں ہیں دور ہو جاتی ہیں۔ انسان اشرف المخلوقات کے درجہ سے گر جاتا ہے۔ بعض لوگوں نے ہنسا کا اطلاق صرف انسان تک ہی محدود رکھا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ وہ حیوانات میں روح نہیں مانتے ہمکو ایسے

اشخاص کی عقل پر بڑا بھاری افسوس آتا ہے۔ کہ حیوانات دُکھ سکھ محسوس کرتے ہوئے۔ مارنے پیٹنے۔ ذبح ہونے سے ڈر کر بھاگتے ہوئے۔ چلاتے ہوئے تڑپتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ پھر اس ثبوت بیّن سے انکار کرنا اور ان میں روح نہ بتانا سراسر جہالت نہیں تو اور کیا ہے۔ ہندوستان میں وام مارگ کے پھیلنے پر لوگ ایسے بیخبر ہوگئے کہ دھرم کا نام لیکر ہزارہا پشوؤں کو یگ وہون میں ڈالدیا کرتے تھے اور مہا گھور پاپ کے بھاگی ہوتے تھے اس کارن پاپوں سے بچانے والے شری مہاویر سوامی و بودھ دیوجی ہوئے ہیں جنھوں نے دیوی دیوتاؤں پر ہونے والی قربانیوں کو بند کرایا۔ آج کل جو اہنسا یا گ ہندوستان میں نظر آتا ہے وہ ان مہاتما پرشوں کی بدولت ہے۔ ورنہ یہ دیش بھی مثل دوسرے دیشوں کے ماس خور ہی تھا۔ آجکل جو غیر دیش میں بہت سی ویجیٹرین سوسائٹیاں قائم ہورہی ہیں وہ ان ہی کے اپدیش کے مطابق ہیں۔ لفظ ہندو کے معنے ہیں ہنسا سے دور رہنے والا۔ جب دیگر ممالک سے آکر اس دیش میں جو قومیں آئیں وہ اسی مذہب کہلاتا تھا اپنے دیش کے باشندوں سے اس بات میں خلاف پایا تو اس کا نام ہندوستان یا دیا وانوں کا دیش رکھا۔

میری آپ صاحبان سے پرارتھنا ہے کہ آپ انگریزی مثل

Do as you would be and live and let live

(ترجمہ) دوسروں کے ساتھ ایسا کرو جیسا تم چاہتے ہو کہ دوسرے تمہارے ساتھ کریں۔

(ترجمہ) تم زندہ رہو اور دوسروں کو زندہ رہنے دو۔ پر عامل ہوکر اپنا مونٹو بنا لو کیونکہ جیو رکشا ہی ہمارا اصول مذہب ہے۔

(۳) مدرا یا شراب کا پینا بھی اُن ہی شخصوں کا کام ہے جن کے پاس کچھ اوکام نہیں ہے ایسے شخصوں کے لئے مندرجہ ذیل چند سطور کا ملاحظہ ہی کافی ہے۔

لاونی دُھن چلو تال قوالی طرز۔ کروں کیا تجھکو بارے بہار

بُری ہے مدرا کی پھٹکار۔ بدھی۔ دھیرج۔ مان اور دولت ناش ہوت اکبار
پیتے ہی مدہوش نشہ میں شدھ بدھ کی آن بھگنی بھاجت۔ واس بتاوکھت میں ایک سمان
نفع نہیں وت سمجھ سنجھا۔ بُری ہے مدرا کی پھٹکار
پڑا ہوا الی سکیچ اور گھر میں موت شوان۔ ور وہاں ایسی بوری تب بھی لاڈ ہیرا وہی کان
کرتے ہیں ہر دم ہی پکار۔ بُری ہے مدرا کی پھٹکار
کُل کا دھرم بڑوں کی عزت سب پڑواری خاک۔ بگاڑتا ہے تن کی اور دامن کرتا ہے چاک
نہیں سو جبت دو جوے سا۔ بُری ہے مدرا کی پھٹکار
چھند سمیر کہے سن بیارو۔ تیاگو یہ اگھ مول۔ ہر گھٹ دوش دکھت ہیں ہم نے پیا۔ آج سر میں جھول
چلے نرک آخر کار۔ بُری ہے مدرا کی پھٹکار

مدرا کے تیاگ میں دوسرے نشے بھی شامل ہیں مثلاً چرس۔ گانجا۔ افیون۔ پوست۔ بھنگ وغیرہ۔ جو شخص شراب کا تیاگ کرتا ہے اسے ان کا تیاگ بھی کرنے کو لازمی ہے۔

(۴) ویشیا ویسن یعنی رنڈی بازی اکثر بعض اشخاص کو ایسی لت لگجاتی ہے کہ گھر کی خبر نہیں رہتی۔ خواہ گھر میں کیسی ہی خوبصورت عورت کیوں نہ ہو مگر وہ ان اشخاص کو اچھی نہیں معلوم ہوتی رنڈی کی فرمائشوں کے پورا کرنے میں روپیہ برباد ہو جاتا ہے۔ بعض دفعہ آتشک اور سوزاک وغیرہ مہلک مرض لگجاتے ہیں دھرم کرم سب جاتے رہتے ہیں بھکش ابھکش کا کچھ خیال نہیں رہتا لوگ رنڈی باز کو عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھتے۔ رنڈی بازی کے ساتھ ساتھ شراب نوشی۔ ماس خوری وغیرہ بُری عادتیں پڑجاتی ہیں۔ چنانچہ اگر اس کا نام ام العیوب رکھا جائے تو بجا ہے۔ ساتوں ویسن تو اس میں ظاہراً موجود ہیں جیسا کہ پنڈت منوہر لال جی نے دھرم پریکشا میں کہا ہے۔ (سویا ۱۳)

دھن کو ناس ہوئے سو ہی وشت کرم جانو جنہیں کو وے مدھو ماس دوش لیجے۔
بھوگ جو کرت نانا بھانت سوئی کھیٹ کرم۔ انکے سمیپ رہے گن گرام دیجے

گھر کی سنگی سوئی چوری کو ویسن جان پنج ناری ہیں۔ پر ناری دوش سبھے
ایسی نگ نایکا کو تجے جو نہا دیسے ساد ہے۔ اسکو ملا نہی سو تیاپی کہیے

(ترجمہ) رنڈی بازی میں ساتوں ویسن کا پاپ لگتا ہے۔ دھن کا جو ناش ہوتا ہے۔ اسکو تو قماربازی سمجھو۔ بوس وکنار کو اپنی خوشی جانو۔ مباشرت کرنے کو شکار کے برابر فرض کرو چونکہ اپنی عورت سے پوشیدہ رکھا جاتا ہے اسلئے چوری سمجھو۔ اور چونکہ وہ اپنی عورت نہیں ہے اسلئے زناکاری مانو۔ اس ملاپ سے تمام نیک صفات ضائع ہوتی ہیں۔ انکا ترک کرنیوالا زاہد و عابد مشہور ہو جاتا ہے۔ اور اس سے محبت کرنیوالا مہا پاپی شمار کیا جاتا ہے۔ رنڈی بازی کی لت اسکے آشناؤں سے لگ جاتی ہے جس میں وہ بناوٹ کیا کچھ دکھا کر دیکھنے والوں کو اپنی طرف کر لیتی ہے اسلئے اس کا تماشا دیکھنا نہایت برا ہے۔

(۵) شکار کھیلنا۔ شکار میں پانچ اندری جیو کا گھات ہے اسلئے ممنوع ہے۔ جو شخص دوسرے کی تکلیف کو اپنی جیسی جانتا ہے وہ ہرگز اس عادت کا عادی نہیں ہو سکتا۔ ہندو دھرم میں تو کسی جانور کو ایذا پہنچانا پاپ کہا ہے مگر مسلمان بھی بیت اللہ (یعنی مکہ معظمہ) کعبے میں خون گرانا گناہ کہا ہے۔ مگر افسوس اس بات کا ہے کہ یہ ممانعت صرف کعبہ تک ہی محدود رکھی جاتی ہے۔ مگر وہ نہیں سوچتے کہ چونکہ خدا حاضر و ناظر سب جگہ ہے اسلئے تمام دنیا ہی اس کا گھر ہے جس میں خون کرنے کی ممانعت ہے نہ کہ صرف کعبہ ہی میں۔ عیسائیوں کا چھٹا حکم جو عربی کا ہے **Thou shalt** not kill (کسی کو قتل و ذبح مت کرو) پھر ہم نہیں سمجھتے کہ یہ ناحق کا پاپ کیسا۔ جانور بیچارے دین ہوئے جنگلوں میں پھرتے ہیں۔ انکو ناحق بندوق سے مارنا عذاب ہے۔ آپ نے بادشاہ سبکتگین کی کہانی سنی ہوگی جس میں لکھا ہے کہ سبکتگین جسوقت الپتگین کا غلام تھا اسوقت وہ ایکدفعہ شکار کھیلنے غزنی کے جنگل میں گیا۔ وہاں اس نے ایک ہرنی کی طرف گھوڑا ڈالا جو اپنے بچے سمیت وہاں چرتی پھرتی تھی۔ اسوقت ماں تو بھاگ گئی مگر بچہ سبکتگین کے ہاتھ آیا جسکو وہ [illegible] باندھ کر چلا۔ پیچھے پھر کر جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ ماں ممتا کی ماری گھوڑے کے پیچھے پیچھے

آرہی ہے۔ سبکتگین کو یہ حال دیکھ کر بڑی دیا آئی۔ اس نے فوراً بچہ کو چھوڑ دیا اور ہرن اسکو ساتھ
لے چلی گئی ۔ مگر وہ تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد مڑ مڑ کر سبکتگین کی طرف دیکھتی جاتی تھی
گویا کہ وہ اسکو دعا دیتی جاتی تھی۔ اس رات کو سبکتگین نے خواب میں دیکھا کہ آسمان کی
طرف سے ایک آواز آسمان سے آئی جس میں اس نے کہا کہ اے سبکتگین تو نے جو آج ہرنی
پر دیا کی وہ بات ہمارے کو بڑی پسند آئی بادشاہت تیرے نام لکھی گئی تجھ کو چاہیے کہ اسی طرح
کی دیا اپنی رعیت پر کیا کر۔ چنانچہ وہ جب بادشاہ ہوا تو اُسنے ہمیشہ اس کہانی کو یاد رکھا۔

کیا اچھا ہو جو ہمارے بہادر شکاری بجائے بیگناہ حیوانات کے اپنے جذبات نفسانی کا
شکار کھیلنا سیکھیں کیونکہ حضرت ذوق نے فرمایا ہے کہ کسی بلی کو اور ببیاگر کو مارا یا مارا
جو آپ ہی مر رہا ہو [illegible] مارا تو کیا مارا۔ بڑے موذی کو مارا نفس امارہ کو گر مارا۔ نہنگ و اژدہا و شیر نر
مارا تو کیا مارا۔ شیخ سعدی صاحب فرماتے ہیں کہ مباش در پئے آزار و ہر چہ خواہی کن کہ
در طریقت ما غیر ازیں گناہ نیست۔ یعنی کسی جانور کو مت ستا۔ اور جو تیرے جی میں آئے سو کر
کیونکہ ہمارے مذہب میں اس سے بڑھکر کوئی گناہ نہیں ہے۔

(۶) چوری کرنا بہت برا کام ہے جیسے کوئی دوسرا شخص اپنی چیز کا مالک بنجائے تو وہ برا
معلوم ہوتا ہے ویسے ہی دوسری چیز کا بے آپ مالک بنجانا ہے۔ [illegible] کسی شخص کا [illegible] زمین میں گڑا ہو
جو یا مکان وغیرہ میں دفینہ ہو یا کوئی شخص امانت سونپ گیا ہو یا کسی کی پڑی چیز [illegible]
اطلاع دینے کے رکھ لیا ہو یا وعدہ کے شمار میں سمجھا گیا ہے کپڑے و برتن کا خواہ دولت ہوں یا
[illegible] دینے کے دنیا یا مال کا کچھ اٹھا کر دوسرے کو دینا سب چوری ہے۔ انسان روپیہ کیواسطے اپنی جان
تک کی پروا نہیں کرتا۔ وہی کیواسطے سمندر میں غوطہ لگاتا ہے۔ مگر مچھ کا خوف نہیں کرتا۔ روپیہ کے بس میں پہاڑ
چڑھ جاتا ہے۔ آرے کا خوف نہیں کرتا غرضیکہ روپیہ جان سے زیادہ عزیز ہے۔ لہذا کسی کا مال چرانا اسکے
قتل کرنے سے کم نہیں ہے۔ مثل مشہور ہے کہ مردے کو بیٹھ کر روتے ہیں اور روپیہ کو کھڑا ہو کر۔ چوری ہر مذہب
و ہر قوم سب کا ناحق کرنے والی ہے۔ چور کو ہر شخص برا جانتا ہے۔ کوئی اس کا اعتبار نہیں کرتا۔ چور کو ہر وقت
طمع رہتا ہے۔ اس کا دل پراگندہ رہتا ہے۔ چوری کا روپیہ نیک کاموں میں خرچ نہیں ہوتا۔ زندگی

بازی۔ زناکاری۔ شراب نوشی۔ قمار بازی وغیرہ عیوب میں اُڑجاتا ہے۔ پھر ہمیشہ متفکر و غمگین
اور اندیشہ میں رہتا ہے ظاہر ہونے پر راج سے ڈنڈ پاتا ہے۔ مہذب سلطنتوں میں جیلخانہ
خرابانہ تازیانہ کی سزا آتا ہے۔ غیر مہذب میں ہاتھ پاؤں وغیرہ کاٹے جاتے ہیں۔ دنیا
میں اس طرح کی زندگی بسر کر عاقبت میں مفلس و بدبخت و دوزخی ہوتا ہے۔
(۷) دوسرے شخص کی عورت کا دلدادہ ہونا۔ یا زنا کرنا۔ اس پاپ کے برابر کوئی
پاپ نہیں ہے۔ راون کا جو حال ہوا وہ آپ سے پوشیدہ نہیں ہے اُسکے گھر بار کا جو حال ہوا پتری
بیبی سیتاجی کو لیجانے پر وہ سب پر عیاں ہے۔ کیچک کا جو حال ستی دروپدی کے ساتھ ہوا وہ
بھی آپکو معلوم ہے۔ ایسے ایسے بڑے پُرشوں کا حال جانتے ہوئے بھی پھر اس واہیات
کام میں پڑنا دنیا سر اسر نادانی نہیں تو اور کیا ہے۔ ان ساتوں ویسنوں میں رنڈی بازی کو علیحدہ
لکھا ہے اور پر استری کو علیحدہ۔ سو یہ علیحدہ علیحدہ نہیں ہیں۔ کسیکو رنڈی بازی کی لت لگجاتی
ہے۔ کیکو دوسرے کی عورت کی۔ اسی واسطے انکو علیحدہ علیحدہ بتلایا ہے۔ دراصل پر استری کا
سودا ایسا ہی ہے جیسا کہ سگتے کو ہڈی کا۔ کتا ایک ہڈی کا چباتا ہوا اپنی غلطی سے یہ جان رہا ہے
کہ مجھے یہ خون کا سواد ہڈی میں سے آتا ہے۔ مگر اُس نادان کو یہ معلوم نہیں ہے کہ یہ ہڈی ہی میرے
مسوڑوں میں چبھکر اپنی خون نکالتی ہے بس سے یہ سواد آتا ہے حقیقت میں پر استری کا سودا ایسا
ہی ہے جس سے نادان زناکار یہ نہیں سمجھتا کہ یہ سواد میرے ہی میں سے آتا ہے۔ مگر مجھے اُلٹا پر استری
میں سے آتا ہوا معلوم دیتا ہے اسلئے اے مترو پر استری کو ہڈی سے بھی بُرا جان کر تیاگو۔ ورنہ تم
بھی آخر میں پچھتاؤ گے اور اُس وقت بات تمہارے ہاتھ میں نہ رہیگی۔ دیکھو ایک شاعر اسکی
بُرائی کیا کرتا ہے (راگ کو سیا) سب اوگن ہیں ان ناری میں۔ جن میں ہیں تین سارے۔
(دکھ دینے والے)
بچھو پیچھے بیش جانو۔ ناگن کے مکھ میں پہچانو۔ ناری زہر بھرا انس انس میں۔ کامی کا من
(زناکار)
ڈسا رہے سب اوگن ہیں۔
(زہریلے)
یہ حکمت جال کی بیدا کی ہے۔ اور مقصیامت آپ پاشک ہے۔ آن پران کو دے مرک باس۔ جن کا من ان سے

چھنار ہے سب اوگن ہیں۔ وغیرہ وغیرہ اس طرح ان سات بُری عادتوں کا جن کا تیاگ
حتی المقدور امیدوار جین کے لئے بھی ہے ذکر کیا گیا۔ یہ چودہ باتیں اور ہیں جو اس امیدوار
جین کے لئے کرنی مناسب ہیں جنکا ذکر ساگار دھرم امرت ادھیائے ایک شلوک ۱۱ میں ہے

न्यायो पात्त धनो यजन् गुण गुरून्सद्गीस्त्रिवर्गं भजन्
न्यायोन्यान्य गुणं तदर्हगृहिणी स्थानालयो ह्रीमयः
युक्ताहारविहार आर्य समिति प्राज्ञः कृतज्ञो वशी
शृण्वन धर्म विधिं दयालुर घभी सागार धर्मं चरेत॥

(ترجمہ) جو شخص نیک بست وہن کماتا ہو (۲) اچھے گنوں اور گروں کی پوجا کرنیوالا ہو (۳) ست
اور میٹھے بچن بولتا ہو (۴) دھرم ارتھ اور کام ان تینوں پُرشارتھوں آپس میں ورودھ
رہت سیون کرتا ہو (۵) اوپر کے لکھے ہوئے تینوں پُرشارتھوں کے لئے سیون کرنے کے
لائق شہر یا گاؤں کے گھر میں استری سمیت رہتا ہو (۶) حیاوالا ہو (۷) شاستر چال چلن
کے ساتھ اہار بہار کرتا ہو (۸) سجن پُرشوں کی سنگت کرتا ہو (۹) وچار وان ہو (۱۰) احسان مند
ہو (۱۱) حواس خمسہ اور اپنے من کو بس میں رکھنے والا ہو (۱۲) ہمیشہ دھرم شاستروں کو
سننے والا ہو (۱۳) دیاوان ہو (۱۴) پاپوں سے ڈرنیوالا ہو۔ ایسا انسان جین دھرم کو
پانے کے لائق ہوتا ہے۔

اس طرح لکھی ہوئی چودہ باتیں بھی اس میں پائی جاویں جب جاین کہلانے
کے لائق ہوتا ہے ای پیارے مترو آؤ ذرا سوچیں کون کون سے گن ہمارے اندر ہیں
اگر یہ سب گن ہمارے اندر ہیں تو ہم جین کہلانے کے لائق ہیں ایسا نہیں تو نہیں جو غیر شخص جین
ہونا چاہے پہلے اس میں یہ گن دیکھنے چاہئیں پھر جین دھرم کا اُپدیش سننے کے لائق
ہوتا ہے۔

بولو شری مہابیر سوامی کی جے۔

[illegible]

جین مِتر منڈل دھرم پورہ دہلی

عرصہ ۱۷ سال سے دہلی میں قائم ہوا جین سماج اور جین دھرم کی بہترین طریقہ سے
اہم خدمات انجام دے رہا ہے۔ اسکے کارہائے نمایاں آپ پر بخوبی روشن ہیں۔ دھرم پرچار
کرنا اس کا مقصد عظیم ہے۔ منڈل کی طرف سے اسوقت تک مختلف زبانوں میں
۱۴۰ ٹریکٹ شائع ہوچکے ہیں جنکی اشاعت ۱۰ لاکھ کے قریب پہنچ چکی ہے۔ شائع شدہ ٹریکٹوں
کی مانگ ہندوستان کے مختلف حصوں کے علاوہ ممالک غیر مثلاً لندن جرمنی
اٹلی۔ امریکہ۔ سوئیڈن۔ ناروے وغیرہ سے بھی برابر آتی رہتی ہے۔ ٹریکٹوں کا ریویو غیر جین
اخباروں میں برابر ہوتا رہتا ہے۔ منڈل نے اس کام کی غرض سے دھرم پرچار کے ایک پرچارک بھی
رکھ لیا ہے جسکے ذریعہ بڑے بڑے شہروں قصبوں اور گاؤں میں جین اجین بھائیوں میں
برابر ٹریکٹ پہنچ رہے ہیں۔ علاوہ اسکے اور بہت سے دھرم سمبندھی کام ہوئے ہیں جن سے دھرم
کا خوب پرچار ہو رہا ہے۔ جنکی رپورٹ وقتاً فوقتاً آپ صاحبان کو اخباروں کے ذریعہ معلوم ہوتی
رہتی ہوگی۔ لہذا گذارش ہے کہ جن صاحبان کو دھرم سے پریم ہے اور جین دھرم سے واقفیت
حاصل کرنا چاہتے ہیں حسب ذیل کاموں میں امداد دیکر منڈل کے کارکنان کی حوصلہ افزائی
کریں۔ فیس ممبری صرف تین روپیہ سالانہ ہے اور یہ ٹریکٹ ممبر صاحبان کو مفت نذر کئے جاتے ہیں
دھرم کے پریمیوں سے نویدن ہے کہ منڈل کے ممبر بنیں۔ مفید ٹریکٹ لکھئے۔ لکھائیے چھپوائیے
مفت بانٹیے۔ قیمت دلائیے۔ فروخت کرائیے۔ جین اجینوں میں پرچار کیجئے۔ ہر سال چیت
شدی تر دوشی کے دن ہونیوالی مہاویر جینتی میں شامل ہوئیے اور دیگر جین سماج صدا جلسے
اور دھرم پرچار کے ضروری کاموں کی ہمیں اطلاع دیجئے۔ انکو پورا کرنے میں ہمارا ہاتھ بٹائیے
منڈل کو دان دیجئے۔ مان دیجئے۔ پران دیجئے۔ وغیرہ وغیرہ ❖

جین متر منڈل کے ذریعہ قائم شدہ

شری وردھمان پبلک لائبریری دھرم پورہ دہلی

عرصہ چار سال سے قائم ہے۔ اس میں ہاتھ کے لکھے اور چھپے شاستر۔ تواریخی۔ علمی۔ اور بڑے قدیم گرنتھ۔ دلکش ناول۔ ہر قسم کی کتابیں موجود ہیں۔ وہ سب آپکی ہیں۔ آپکے لئے ہیں۔ آپ انہیں خود پڑھ سکتے ہیں۔ اوروں کو پڑھا سکتے ہیں۔ لائبریری کے ممبر ہو جایئے اور فائدہ اُٹھایئے۔

پھر اس میں اخبار آتے ہیں۔ ہندی۔ اُردو۔ انگریزی۔ روزانہ۔ ہفتہ وار پندرہ روزہ۔ اور ماہواری۔ سب طرح کے اچھے اچھے اخبارات اور رسائل کا مطالعہ کیجئے۔ فائدہ اُٹھایئے اور اُسے اپنایئے۔

اس میں شک نہیں کہ ہر ایک کے سہارے اور امداد سے کسی دن یہ لائبریری ملک کی ایک بہترین علمی۔ مذہبی۔ درسگاہ ثابت ہوگی ۔

بشن چند جین

سیکرٹری جین متر منڈل دھرم پورہ دہلی

روحانی ترقی کا راز

یعنی

منزل مقصود پر پہنچنے کا زینہ

مصنفہ

(جین کوی) لالہ جیوتی پرشاد صاحب جین۔

سابق ایڈیٹر جین پردیپ پریم بھون، دیوبند یوپی۔

پرکاشک

جوہری مل جین صراف

دریبہ کلاں دہلی

دوسری مرتبہ

تین ہزار

[illegible] ۱۹۵۱ء — مطبوعہ جوب برقی پریس دہلی — قیمت ۱۰ [illegible]

دو الفاظ

حقیقت نگار سورگیہ پنڈت بھودرداس صاحب کی شاعری ہماری دنیا میں کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ انکے واقعات پر مبنی بلند تخیلات اعلیٰ مشاہدات۔ اور پاکیزہ تاثرات۔ صاف و شستہ زبان کے جامہ میں محض دلاویز اور دلکش ہی نہیں معلوم ہوتے ہیں۔ بلکہ بدرجہ اتم سبق آموز و عبرت انگیز بھی ہیں۔

جب دنیا کی گوناگوں عارضی لذتوں، موہوم مسرتوں، اور ناپائدار محبتوں میں محو و منہمک انسان اپنے وجود اور منتہائے مقصود سے غافل و بےخبر ہو کر حقایق و وقائع سے آنکھیں بند کر لیتا ہے، اور اسکی چشم باطن موجودات عالم کو اصلی شکل و صورت میں دیکھنے سے معذور رہتی ہے تو ایسی صورت میں شاعر موصوف کی تصنیف کردہ نظم موسومہ "بارہ بھاؤنا" شمع ہدایت کا کام کرتی ہے، اور گم کردہ راہ کو شاہراہ نجات پر گامزن کرنے میں ممد و معاون ثابت ہوتی ہے۔

یہ "بارہ بھاؤنا" جینیوں میں اسقدر مقبول ہے کہ ہر کس و ناکس - خورد و کلاں کی نوکِ زباں پر ہے - اِسی بارہ بھاؤنا کو جین سماج کے مشہور و مقتدر شاعر لالہ جیوتی پرشاد صاحب جین سابق ایڈیٹر جین پردیپ دیوبند نے جنکی قومی خدمات ہر فردِ بشر پر بخوبی روشن ہیں - اُردو پیراہن میں آراستہ و پیراستہ کیا ہے - اور ہندی کے ہر ایک دوہے کے مفہوم کو اُردو نظم کے ایک ایک بند میں تحریر کیا ہے - اِس کے علاوہ اُردو نثر میں بھی اس کا خلاصہ مطلب واضح فرما کر سونے پر سہاگہ کا کام کیا ہے۔

اُمید واثق ہے کہ اُردو داں اصحاب اِس کے مطالعہ سے مسرور اور مستفید ہونگے ۔

چندو لال جین اختر

بی - اے - ایل - ایل - بی -

وکیل - بڑادریبہ - دہلی

شکریہ

خلاصہ

زمانہ قدیم یعنی انادی کال سے دنیا کی تمام روحیں دنساری آتمائیں چوراسی لاکھ قالبوں کو پاکر یعنی انسان حیوان اور روحیں بہشتی بنکر وقت پیدائش۔ وقت بیماری۔ وقت ضعیفی۔ اور آخر میں وقت مرگ۔ ہزارہا تکلیفیں اور مصیبتیں اٹھا کر حیران و پریشان ہو رہی ہیں۔ اور گھبرا رہی ہیں ان پریشان روحوں نے دنیاوی تکالیف سے نجات پانے کا سب سے آسان طریقہ موت کو سمجھ لیا ہے۔ انہوں نے عام طور پر کہنا شروع کیا ہے کہ "ہے رام موت دیدے تاکہ ان دنیاوی جھنجھٹوں سے چھوٹ جائیں" لیکن یہ خیال سراسر غلط ہے۔ مرکر چین پانے کی منطق خواب کی بادشاہت ہے اسلئے گھبراکے یہ کہتے ہیں کہ مرجائینگے مرکے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائینگے۔ حالانکہ مرکر چین پانے کی گارنٹی کس نے دے رکھی ہے۔ جبکہ موت کے مانند پیدائش اور پیدائش کے ساتھ موت کا نہ چھوٹنے والا سلسلہ تا قدیم سے چلا آرہا ہے۔ تب یہ تعلق کیسے اور کس طرح چھوٹ سکتا ہے۔ اس بات پر نہ کوئی غور کرتا ہے۔ اور نہ دنیا کی مصیبتوں کے چنگل سے رہائی ملتی ہے

اس دنیا میں ہر ایک شے ہمیشہ قائم نہ رہنے والی یعنے فانی ہے جو پیدا ہوتی ہے اُسکے لئے نیست و نابود ہونا ضروری ہے۔ کوئی شے لازوال نہیں ہے۔ انسان پیدا ہوتا ہے۔ زمانہ طفلی میں کھیلتا کودتا ہے۔ جوانی میں عیش و عشرت کی زندگی گذارتا ہے۔ اور زمانہ ضعیفی میں زندہ درگو ہو کر اور طرح طرح کی تکلیف اُٹھا کر موت کے نزدیک جانے لگتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ موت آتی ہے اور اپنے آہنی پنجوں میں روح کو دبا کر لیجاتی ہے۔ یہ واقعات ہر ایک ذی روح کے ساتھ پیش آتے ہیں۔ خواہ کوئی انسان ہو یا حیوان۔ توانا تندرست ہو یا بیمار۔ غریب ہو یا امیر۔ شاہ ہو یا فقیر۔ بچہ ہو یا بوڑھا۔ مرد ہو یا عورت۔ مصیبت زدہ ہو یا عیش پرست۔ عالم ہو یا جاہل۔ برہمن ہو یا شودر۔ غرض موت کسی کے ساتھ بھی رعایت نہیں کرتی۔ اور نہ اسے وقت بیوقت کا ہی خیال ہے۔ ابھی خاوند مرا ہے۔ غریب عورت بیوہ ہو گئی ہے۔ صرف اس غریب کی گود میں ایک دو سالہ بچہ چھوڑا ہے۔ جو اس بیوہ کی زندگی کا سہارا ہے۔ لیکن موت ظالم نے اس غنچہ کو بھی شگفتہ ہونے سے پہلے مسل ڈالا غریب بیوہ کی حالت زار پر بھی رحم نہ کھایا۔ لیکن یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ زمانہ قدیم سے ایسا ہی

ہوتا چلا آرہا ہے۔ اور آئندہ بھی ایسا ہی ہوتا رہیگا۔ بس۔ اسی کا نام بے ثباتی یا دارِ فانی ہے۔

دنیاوی روحوں کو کسی جگہ پر بھی پناہ نہیں ہے۔ جسم کو عارضی طور پر پناہ ملجانے کا نام پناہ نہیں ہے۔ جیسے کہ زمانہ طفلی میں ماں کی گود پناہ دیدیتی ہے۔ آگے چلکر بڑے بزرگوں کا سرمایہ پناہ دیدیتا ہے یا دوستوں کی محبت سے پناہ ملجاتی ہے اور حاکم وقت کی امداد پناہ دیدیتی ہے لیکن یہ پناہ روح کی حقیقی حفاظت کے لئے کچھ بھی کام نہیں دیسکتی۔ یعنی روح کی حفاظت ذرا بھی نہیں ہوسکتی۔ جب انسان بستر مرگ پر لیٹ جاتا ہے۔ تب موت کے زبردست آہنی پنجوں سے چھڑانے کا چارہ کسی طاقت میں بھی نہیں ہوتا۔ ماں باپ۔ بھائی بہن۔ چچا تاؤ۔ شوہر۔ بیوی۔ بیٹا بیٹی۔ یار دوست نوکر چاکر۔ وید حکیم۔ سپاہی پیادے۔ سیانے چیلے۔ سب دیکھتے کے دیکھتے ہی رہجاتے ہیں۔ اور مال و زر۔ منتر جنتر۔ جادو ٹونہ۔ پیر پیغمبر۔ دیوی دیوتا۔ دوا دارو۔ اور توپ طمنچے۔ سب دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں۔ اور موت اپنا کام کرجاتی ہے۔ جن بڑے بڑے عالیشان قلعہ جیسے محلوں میں پرندہ تک کا گذر ہونا مشکل ہوتا ہے۔ وہاں اس بے پناہ روح کو موت کے خونخوار فرشتے

آن واحد میں نے بھاگتے ہیں۔ پھر اس سے زیادہ دنیاوی روحوں کے لئے
بے پناہی اور کیا ہوگی۔

دنیا میں سکھ نام کو بھی نہیں ہے۔ دنیا کی اصلیت سے ناواقف انسان
اپنی غلطی سے سکھ مان رہا ہے۔ اور مان رہا ہے دھن دولت۔ ہاٹ حویلی
مال خزانہ۔ باغ۔ باغیچے کوٹھی۔ بنگلے۔ ہاتھی۔ گھوڑے۔ موٹر گاڑی۔ اولاد
پوتوں کی موجودگی میں۔ اور حواس خمسہ کے موج مزوں میں۔ لیکن یہ سکھ
نہیں ہے، یہ تو کتے کی ہڈی چبانے کی مانند سکھ کی جھلک کو لئے ہوئے
دکھ ہے۔ کتا سوکھی ہڈی چباتا ہے۔ اسکے مسوڑے چھل جاتے ہیں۔
اور خون نکل آتا ہے۔ اس اپنے ہی جسم کے خون کو چاٹ کر کتا سکھ مانتا ہے
لیکن بعد میں جب چھلے ہوئے مسوڑوں میں جلن ہوتی ہے تب دکھی
ہوتا ہے اور روتا چلاتا ہے۔ ایسے ہی انسان کی حیوانی خصلت پڑی
ہوئی ہے۔ یہ بھی اسیطرح پر سکھ مانتا ہے۔ ورنہ بغور نظر تحقیق دیکھا جائے
تو ہر ایک انسان دکھی نظر آتا ہے۔ کوئی مفلسی سے تنگ ہے۔ کوئی دولتمند
ہوکر ہمیشہ بیمار رہتا ہے کسی کے اولاد نہیں ہے کسی کے بیٹا ہوکر مر گیا
ہے کسی کا بیٹا مرا تو نہیں لیکن بدچلن ہوگیا۔ بڑے بزرگوں کے سرمایہ

اور آبرو عزت کو خاک میں ملا ڈالا کسی کی عورت بد مزاج ہے۔ بات بات میں تکرار کرتی ہے کسی کا بیوفا اور خود غرض دوست سے پالا پڑ گیا ہے۔ کوئی حاکم وقت کی سختی سے پریشان ہے غرض ہر طرح سے دکھ ہی دکھ نظر آتا ہے۔ گو ان دکھوں سے پریشانی اور گھبراہٹ حد سے زیادہ موجود ہے لیکن پھر بھی دنیاوی ساز و سامان کو اپنایا جا رہا ہے اور سب پر اپنا قبضہ کیا جا رہا ہے۔

لیکن اب ذرا سوچنا یہ ہے کہ دنیا میں اپنا کون ہے جبکہ عام طور پر یہ باتیں کہی جاتی ہیں کہ مطلب آشنا عزیز ہیں کے یار جیتے جی کے ساتھی، روپے پیسے ہیت، ورنہ کوئی بھی کسی کا نہیں ہے۔ سب اپنے سے جدا ہیں اور جدا ہی رہینگے تب اپنا کون؟ جس وقت روح قالب سے نکلتی ہے تب کون ساتھ دیتا ہے سب دیکھتے ہی رہتے ہیں۔ گناہ عظیم سے پیدا کئے ہوئے مال و اسباب کے حصہ دار سب بن گئے تھے لیکن اب کوئی بھی حصہ دار نظر نہیں آتا۔ سب جی چرا کر جدا ہو رہے ہیں پسینہ کی جگہ خون بہا دینے والے دوست محبت کی وجہ سے سب کچھ قربان کر دینے والے وارثین سب غیر ہو جاتے ہیں۔ بس زیادہ سے زیادہ یہ سلوک ہوتا ہے کہ روح کے نکل جانے پر مردہ جسم کو لیکر مرگھٹ تک چلے جاتے ہیں۔ اور وہ بھی مرنیوالے کی خوشنودی مزاج کے لئے نہیں بلکہ گھر میں سے مردہ جسم کو جلا کر ٹھکانے لگا دینے کے لئے تاکہ گھر صاف ہو جائے۔

جب انسان پیدا ہوتا ہے۔ بیمار ہوتا ہے ضعیف العمر ہوتا ہے۔ یا موت کے گھاٹ اترتا ہے تب اکیلا آپ ہی ہوتا ہے۔ کوئی بھی شریک حال نہیں

ہوتا سب جُدا ہوتے ہیں۔ بھلا اور تو کیا جس جسم کو انواع و اقسام کے لذیذ کھانے کھلا کر نفیس اور بیش قیمتی لباس پہنا کر اور ہزار ہا ناز و نخرے اٹھا کر پرورش کیا تھا۔ اور توانا و تندرست بنایا تھا آخیر وقت میں وہ بھی ساتھ چھوڑ کر جدا ہو گیا پس کوئی بھی کسیکا ساتھی نہیں ہے یعنی روح سب سے جدا ہے اور سب روح سے جدا ہیں۔ یعنی یگانگی و بیگانگی کا نظارہ ہے۔

مگر تماشا یہ ہے کہ یہ تمام نقص ہوتے ہوئے بھی روح جسم کو پاکر اکڑ جاتی ہے اور سمجھ لیتی ہے کہ میں خوبصورت ہوں۔ تندرست ہوں۔ اور طاقتور ہوں۔ اور ہزاروں لاکھوں میں ایک ہوں۔ لیکن یہ ہوش نہیں کہ جس جسم کی نفاست پر یہ تمام مغروری ہے اسکی اصلیت کیا ہے؟ اصلیت یہ ہے والدین کے پیشاب کا قطرہ جو بالکل ناپاک ہے۔ یہ جسم بھی ہڈیوں کا ڈھانچہ ہے۔ جسکے اندر خون۔ راد ماس۔ چربی۔ پاخانہ۔ پیشاب وغیرہ غلاظت بھری پڑی ہے۔ جسقدر موریاں یا نالیاں جسم کے مکان میں بنی ہوئی ہیں ان سب میں سے (آنکھ۔ ناک۔ کان منہ وغیرہ) ہر وقت غلاظت ٹپکتی رہتی ہے جسکی صفائی کے لئے پانی۔ مٹی صابون۔ تیل وغیرہ کی ضرورت پڑتی ہے۔ اور ویسے بھی دیکھا جاوے تو یہ جسم بدون لباس کے اچھا نہیں لگتا۔ برہنہ جسم سے رشتی بنیوں کے علاوہ غیروں کو ہی نہیں بلکہ از خود کو نفرت اور شرم محسوس ہوتی ہے۔ وہ تو ایک بات اچھی ہوئی کہ اس جسمانی ڈہانچہ پر چام کا غلاف چڑھا ہوا ہے۔ ورنہ اسکی خیر کہاں تھی۔ اسپر تو ہزار ہا مکھیاں آکر چمٹ جاتیں اور کاگ کتے نوچ نوچکر

کہا جائے"۔ لیکن یہ سب ہوتے ہوئے بھی حیوانوں کی نسبت یہ کہنا پڑتا ہے کہ انسانی جسم پھر بھی غنیمت ہے اور سب سے افضل ہے۔

لیکن مشکل یہ ہے کہ جو نیک و بد اعمال روح سے سرزد ہوتے ہیں وہ سب اس جسم کے تعلق سے ہی ہوتے ہیں جن اعمالوں کا اچھا یا برا ثمرہ روح کو اٹھانا پڑیگا وہ سب اسطرح سے بھاگے آ رہے ہیں کہ جیسے کشتی کے سوراخ سے پانی یا کھلے دروازے سے مکان کے اندر چور۔ کشتی میں پانی کا بھرنا یا مکان میں چوروں کا گھسنا، دونوں ہی باتیں خطرناک اور نقصان دہ ہیں۔ لیکن ہوشیار اور زیرک آدمی پانی کی آمد سے کشتی کو اور چوروں سے زر و زیور کو بچانے کی تدابیر سوچتا ہے یعنی کشتی کے سوراخ میں ڈاٹ لگاتا ہے اور مکان کا کھلا ہوا دروازہ بند کرتا ہے یعنی نیک خصلت انسان اعمال کی آمد کو بذریعہ ریاضت روکتا ہے۔ اب صرف اتنا کام باقی رہجاتا ہے کہ جو پہلے اعمال روح کے ساتھ ملحقہ ہیں انکو دور کردیا جائے یعنی کشتی میں سے موجودہ پانی۔ اور گھر میں سے موجودہ چور نکال دیئے جائیں۔ پھر خطرہ مٹ جائیگا یعنی کشتی ہلکی ہو جائیگی اور دریا پار ہو جائیگی اور چوروں کے نکل جانے سے زر زیور محفوظ ہو جاویگا۔

اسیطرح پر گذشتہ اعمالوں کے دور ہو جانے پر روح مقابیں بالکل پاکیزہ ہو جاویگی۔ اب نہ تو اعمالوں کے آنے کا خطرہ رہیگا اور نہ انکے جمع ہونے کا۔ بلکہ جو موجود تھے وہ بھی دور ہو گئے۔ اب اس پاکیزہ روح کو اس دنیا سے جسمیں کہ زمانہ لامحدود سے بھٹکتی پھر رہی ہے۔ یعنی کبھی دوزخ میں کبھی جنت میں

کبھی حیوانی جسم میں اور کبھی انسانی جسم میں قید ہوکر ہزاروں تکلیف اٹھا رہی ہے نجات پانیکا موقعہ نصیب ہوگیا۔ اور خوش بختی سے توانا اور تندرست جسم۔ اعلیٰ خاندان پاکیزہ خیالات۔ روحانی علم۔ از خود کی معلومات۔ اور منزل مقصود پر پہنچانے والا پاک مذہب یعنی بہتر الی کے سب سامان دستیاب ہوگئے۔ اب صرف اپنے ذاتی اوصاف (جو روح پاک کے اندر قدرتی طور پر موجود ہیں) پر عمل کرنے کی ضرورت ہے جہاں صفات ذاتی کے عامل ہونے اور بیڑا پار۔ خودی دور ہوئی اور خاہش۔ آتما سے پرماتما بننے کا یہی تو ذریعہ ہے اور یہی تو روحانی ترقی کا راز ہے۔ جبتک اپنے ذاتی اوصاف پر عمل نہیں تب تک روحانی نجات کیلئے کوسوں دور اور جہاں ان پر عمل کیا جھٹ سے بیڑا پار۔

مندرجہ بالا (روحانی ترقی کے) سلسلہ کو بانیان جین مذہب نے بارہ بھاونا کے نام سے منسوب کیا ہے جنکو ہم سلسلہ وار نظم کی شکل میں ناظرین کے روبروپیش کرتے ہیں اس خلاصہ کیوجہ سے بخوبی طور پر سمجھ میں آجائیگا۔ امید ہے کہ ناظرین اسکو پڑھ سنکر خود فائدہ اٹھائینگے اور دوسروں کو فائدہ پہنچائینگے۔ اور سب سے اخیر میں خاکسار کو دعا خیر سے یاد فرمائیں گے ؃

خاکسار
"پریم بھون" دیوبند۔ یو۔ پی
جیوتی پرشاد جین
20/2/36

نوٹ۔ یہ اردو نظم شریمان سورگیہ پنڈت بھودرداس صاحب کے ہندی دوہوں کا سہارا لیکر تحریر کی ہے۔ لہذا ان کی سورگیہ آتما کا شکریہ۔ جیوتی۔

شری ویتراگ آئینہ

انتر بھاونا یعنے بے ثباتی

ہو کوئی راجہ یا رانا بادشاہِ نامور ۔۔۔ یا ہو کوئی چھتر دھاری یا کسی کے تاج سر
ہو کوئی ہاتھی نشیں یا پا پیادہ ہو بشر ۔۔۔ جھونپڑے میں رہ کے کوئی کر رہا ہو یا گذر

پر ہے مرنا سب کو اک دن اپنے اپنے وار پر
سر کو رکھنا ہی پڑیگا موت کی تلوار پر

اشرن بھاونا یعنے بے پناہی

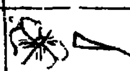
توپ ہوں تلوار ہوں اور پاس سب ہتیار ہوں ۔۔۔ فوج میں سارے سپاہی تیز ہوں طیار ہوں
دیوتا ہوں دیویاں ہوں ماں پتا ہوں یار ہوں ۔۔۔ منتر وادی جنتر وادی وید یا واقف کار ہوں

پر کوئی بھی زندگی اک پل بڑھا سکتے نہیں
موت کے چنگل سے وہ ہرگز بچا سکتے نہیں

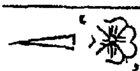
سنسار بھاونا یعنے حالتِ دنیا

ہائے پیسا ہی نہ پلے کیا کروں کیا کر رہوں ۔۔۔ ہائے دھن بڑھتا نہیں اس فکر سے لاغر ہوں
گھر میں بیٹا ہی نہیں کیوں نہیں چشم تر رہوں ۔۔۔ ہائے بیٹا نوجواں میرا مرا اب میں مر رہوں

ہے دکھی سنسار سارا اسکھ نہیں ہے نام کو
بھول ہے انساں کی جو یاں چاہتا آرام کو



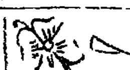
ایکتو بھاونا۔ یعنے۔ یگانگی



جب ہوئے پیدا یہاں پر تھے اکیلے آپ خود
حب ہوئے بیمار تب بھی تھے اکیلے آپ خود

چار گت میں پھر کے ہم نے دکھ بھی جھیلے آپ خود
جب مرا کلے مرے سب کھیل کھیلے آپ خود

ہے نہ کوئی جگ میں اپنا کون کو اپنا کہیں
تھے اکیلے ہیں اکیلے اور اکیلے ہی رہیں



انیتو بھاونا۔ یعنے بیگانگی



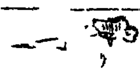
باپ ماں و بہن بھائی یا کٹمب کے جو رشتہ
ہیں جدا اپنے سے سارے زن زمین و مال و زر

محل و مندر اسپ و ہاتھی داس داسی مال و زر
اور تو کیا جسم بھی اپنے سے نیارا سر بسر

کون اپنا سب بیگانے دیکھ آنکھیں کھول کر
گیان کے کانٹے میں اپنا اور پرایا تول کر



اشچی بھاونا یعنی جسمانی غلاظت



ہاڑ کا پنجر بنا خون اور رگ رگ میں بھرا
ہے نہیں جسم بلکہ ہے غلاظت کا گھڑا

میل بدبو دار آٹھوں پہر جاری برملا
صاف اوپر سے کیا چندن لگایا کیا ہوا

جو نہ ہوتی اسکے اوپر چام کی چادر چڑھی
تب تو اسکو کاگ کتے نوچتے ہر ہر گھڑی

آشرو بھاونا۔ یعنے آمد اعمال

ناؤ میں روزن ہوا آ کے جل بھرنے لگا
یا کھلا گھر دیکھ کر چوروں کا آنا ہو گیا

بل سے بوجھل ہو چلی ڈر ڈوبنے کا ہو چلا
یہ نہ چھوڑیں ایک پائی تا سبھی لینگے چرا

نیک و بد اعمال کی آمد کا تانتا لگ رہا
آتما کے دھن دھرم لٹنے کا خطرہ ہو گیا

سمبر بھاونا۔ یعنے انسداد اعمال

ڈاٹ روزن میں لگائی جل کا آنا رک گیا
کر لیا در بند گھر کا چور کا اب خوف گیا

ناؤ ڈوبیگی نہیں اب دل سے خدشہ مٹا
مال کی اپنے حفاظت ہو چلی اچھا ہوا

نیک و بد اعمال کی آمد کی اب تھم ہوا
کچھ امن روح کو ملا جب بوجھ سر سے کم ہوا

نرجرا بھاونا یعنی ازالہ اعمال

جل نکالا ناؤ کا سب ورد یا دیا میں ڈال
لے چراغ علم گھر کی خوب ہی کی دیکھ بھال

ہو گئی اب خوب ہلکی پار ہو گی لامحال
چور جو موجود تھے انکو دیا فوراً نکال

نیک و بد اعمال کا جب ہو گیا سب خاتمہ
روح پاکیزہ ہوئی اور شاہد نرمل آتما

لوک بھاؤنا یعنی دور تناسخ

روح دنیا میں ہمیشہ سے بھٹکتی پھر رہی
یا کبھی جنت میں جا کر مانتی از حد خوشی

گاہ انسان گاہ حیوان گاہ بنتی دوزخی
پھنس رہی گرداب میں پھرتی ہے چکر کاٹتی

جنم لیکر اور مر کر ہو رہی ہے بیقرار
گرستھ آواگمن تب روح کا بیڑا ہو پار

بودھ درلبھ بھاونا یعنی علم حقیقی

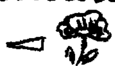
بعد مدت پیش آئی روح کی خوش قسمتی
نیک عادت نیک خصلت نیک طینت و اغنی

جسم جو انسان کا پایا خوبصورت اور قوی
ذات اعلیٰ پاک مذہب علم حق کی روشنی

مل گئے اسباب سارے ہو گئی پوری کمی
اب فرض اپنا ادا کر جو ملے دائم خوشی



دہرم بھاؤنا یعنی روحانی اوصاف



انکساری، بے ریائی، دینداری، راستی
نیک خصلت پُر رحم دل قلب کی پاکیزگی

ہو گئے جب دل میں پیدا وصف اعلیٰ یہ ہی
اور حقیقی راز روح کا پالیا پھر کیا کمی

ترک دنیا کرکے پھر تو تارک الدنیا بنے
چھوٹ کر سب جھنجھٹوں سے محو خود میں خود ہوئے

از جانب مصنف

جین رشیوں نے یہ بارہ بھاؤنا ہے کی بیاں
جنکے پڑھنے سے حقیقی راز ہوتا ہے عیاں

بندھ ہی اعمال کے بندھن میں یہ روح بیگماں
ہے نجات ان ہی کی اسکے بس کی خوبیاں

دیر کیا اب دیر میں نقصان اپنا سراسر
چند روزہ زندگی دم بھر میں جاوے گی گذر

خواب غفلت ترک کرکے ان رشیوں کے بچن
خود میں خود کو دیکھ کر تو خود میں خود ہو جا مگن

ترک دنیا کی ہوس کر [illegible]
بند اعمالوں کے توڑیں اور مٹے آواگمن

تب یہ دنیا چھوٹ جاوے ہو دکھوں کا خاتمہ
جیوتی جلکے آتما کی جو امر پد پا سکا

تمام ہوئی

دراصل جین مت ہی بیر رس ہے

معزز دوستوں آج ہمیں اس مضمون کو ہی مدلل و بادلیل پبلک کے سامنے پیش کرنا ہے کہ جس کے وہ خلاف ہے یعنی عام طور سے جینی صاحبان کو لوگ انکے اہنسا دھرم کے دقیق و باریک اصول ہونے سے بزدل اور کمزور کہا کرتے ہیں کیونکہ انکا خیال ہے کہ اس درجہ کی دیا دھرم کرنے سے ضرور دل و دماغ کمزور ہو جاتا ہے لیکن جینیوں کی دیا رحم کی حقیقت معلوم کرنے سے خود بخود ہی ظاہر ہوتا ہے کہ ان سے زیادہ وسیع خیالات اور مستقل مزاج جیسے جین پرچارک تیرتھنکر ہوئے ہیں ایسا اور کوئی ریفارمر نہیں ہوئی اور نہ ہیں۔ ہمارے منصف مزاج بھائی جب اس پر صدق دل سے غور کرینگے تو انکو خود ہی معلوم ہو جائیگا کہ جینی تیرتھنکر یعنی شری بیر بھگوان (آخری جین پرچارک) کیسے مستقل مزاج اور وسیع خیالات کے ہوتے ہیں چنانچہ انکا مشرح حال ان کی لائف سے جو اسی کتاب میں تحریر ہے معلوم ہو جائیگا۔ دیکھو بھائیو بیر رس اس ہی بھاؤ کو کہتے ہیں جس سے کمزوری بالکل دور ہو کر علو ہمتی و بہادری ظہور میں آئے یعنی کوشش و سعی باقاعدہ کرنے سے جو نتیجہ پیدا ہو۔ وہ ہی بیر رس ہے۔ اور پاپ و گناہ کے دفع کرنے کے خیالات جو انسان کو مستقل مزاج بنانے ہوئے روحانی جلوہ دکھلاتے ہیں وہ ہی بیر رس ہے۔

جن بلوان آتماؤں نے جین دھرم کا پرچار کیا۔ وہ سب بیر شرومنی دعائی ہم چھتری تھے اب غور طلب بات یہ ہے کہ شری مہابیر بھگوان نے اگر بیر رس کا مکمل طور سے مروپ نہ بتلایا ہو اور اسکا اُپدیش نہ دیا ہو تو یہ کیسے ممکن ہے کیونکہ جیسے جن کے خیالات اور ارادے ہوا کرتے ہیں ویسے ہی وہ دوسروں کو بتلایا کرتے ہیں یہ قدرتی بات ہے۔ نہ اس کے خلاف کسی نے کیا اور نہ کوئی کر ہی سکتا ہے

اس وجہ سے اس میں بیرتا وگورتا ہونی ضروری ہے جس کا مدلل ثبوت بھی دیتے ہیں
دوستوں چونکہ جن بھگوان کا بتلایا ہوا دھرم جین دھرم ہے اور جن جیتنے والے
یعنی بیر کو کہتے ہیں یعنی جس نے محبت والفت اور نفرت وحقارت وغیرہ جملہ دشمنوں
کو قبضہ میں کر لیا جیت لیا وہی جن ہے سنسکرت جن (جیتنا) دھاتو (مصدر) سے
جین لفظ پیدا ہوا ہے اس وجہ سے جیتنے والے کا دھرم جین دھرم اور بجی
ہونا ہی تو بیر رس کا خاص مقصد ہے۔ اس سے جین دھرم بیر رس روپ ظاہر ہوا
علاوہ ازیں اور ملاحظہ کیجئے کہ زمانہ میں دویت کی طوطی بول رہی ہے جیو اور پرکرتی
کا یدھ لڑائی ہو رہا ہے۔ پاپ اور پن کے درمیان بھی بڑی لڑائی ہے اور لذت خواہش
غصہ اور خود غرضی سنجم (ریاضت ونفس مغلوبی) اور تیاگ (اندرونی وبیرونی
خواہشات کو درجہ بدرجہ کم کرنا) سے بڑھ کر بازی لے رہے ہیں۔ ایسے میدان جنگ
میں بھلا کوئی کیسے بزدل اور خوف زدہ رہ سکتا ہے۔ اگر وہ آرام وآزادی چاہتا ہے
تو اُسے بیر وبہادر ہونا ہی پڑے گا۔ چاہے روحانی ترقی کرے یا دنیاوی بزدلی اور
کمزوری کو تو لازمی چھوڑنا ہوگا۔ اس وجہ سے جین تیرتھنکروں نے خاص طور سے
فرمایا ہے کہ تم بیر بنو اور خواہشات نفسانی کو مغلوب کر کے آزاد ہو جاؤ۔ کیونکہ جو خواہشات
کو مغلوب کر سکتا ہے وہی دل پر فتح پا سکتا ہے اور بغیر اس پر فتح پائے اور دشمنوں
غصہ۔ مان۔ مایا۔ لوبھ کو کیسے جیت سکتا ہے۔ دیکھو بھائی زانی وبد چلن شخص میں
یہ باتیں لازمی پائی جاتی ہیں۔ پس جینیوں کو بھگوان بیر کی ایسی ایسی نصیحتوں پر ایک
قسم کا فخر واعزاز ہے اور سمیک درشٹی شراوک (گرہستی) اور سادھوؤں کا روحانی
ترقی کرنا فرض خاص ہوا جس کا ثبوت محض جین سوتروں وشاستروں میں ہی نہیں ملتا ہے

نوٹ: جو بشے بھوگوں کو جو سپرش اندری کا وشے ہے بس میں کر لیتا ہے اُس نے سب اندریوں کو
جیت لیا۔ جس سے اور اور دشمن بھی قبضہ میں آجاتے ہیں۔ چنانچہ برہمچاری کا کوئی دشمن نہیں

بلکہ آج کل بھی ایسے ایسے ملوان آتمائیں ہیں کہ جو بڑی بڑی جنگ جدل اور خونریزیوں میں بوجہ جیند ربھگوان کے سچے بھگت ہونے کے اطمینان سے کامیابی و فتح یابی حاصل کرتے ہیں۔

کیونکہ اُن کا دل بوجہ علم ولقین صادق حاصل ہونے کے بڑا مضبوط اور دلیر ہوجاتا ہے۔ ہزار ڈیڑھ ہزار برس سے پہلے تو اکثر جینی لوگ دنیاوی کاروبار میں کامیابی حاصل کر آخر میں دھارمک و روحانی ترقی میں ضرور دل وجان سے مصروف ہوجایا کرتے تھے۔ ان کی تو عورتیں تک بھی اس میں بازی لے جایا کرتیں۔

اگرچہ جین دھرم میں اہنسا مکیہ (رحم و دیا کا خاص طور سے عملی ثبوت ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ جینی لوگ بزدل اور ڈرپوک بن جاویں اور اپنے وابستہ متعلقین او تعلق داران (رشتہ داران وغیرہ) کی حفاظت نہ کرسکیں۔ آج کل جینوں میں رسوم بد کی پابندی اور نیز اور اور وجوہات سے کچھ ایسی کمزوری آگئی ہے کہ وہ شاستری باتوں کی بھی ماننے میں ٹالم ٹول سی کرنے لگے جس سے دنیا میں ہنسی مذاق ہوتا ہے اور اسی وجہ سے اکثر لوگ جین دھرم کے عالمگیر اُصول اہنسا کو بغیر سوچے سمجھے بزدلی اور کمزوری کا سبب بتلانے لگے ہیں اور اُن کی بےبنیاد اور غیر مدلل باتوں سے عام لوگوں کو بھی خیال ہوجاتا ہے کہ جین دھرم باعث کائریت اور اس کا بیر رس سے کچھ بھی تعلق نہیں لیکن غور وخوض کے ساتھ ملاحظہ کرنے سے خود بخود معلوم ہوجائے گا کہ یہ خیال بالکل غلط ہے اور جینوں کی اہنسا کسی کو بھی بزدل نہیں بناتی۔ دیکھیے جس کا ثبوت کیسا مدلل اور بامعنی ہے کہ جو شخص دنیاوی کاموں میں کامیابی حاصل کرتے ہوئے روحانی ترقی کر رہے ہیں۔ وہی تو اہنسا کا پوری طور سے پالن کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ جینی گرہستی بھی اہنسا کا اس حد تک پالن کرتے ہیں کہ جس سے ان کا جیون نرباہ ہوسکے یعنی ان کے دھرم کرم کی رکشا ہو

اس پر بھی کسی جیو کو جان کر نہیں مارتے یعنی سنکلپی ہنسا (عمداً قصداً) گناہ نہیں کرتے
یعنی سادھوؤں کا پوری طور سے اہنسا دھرم پالن کرنا اور گرہستیوں کا خیال اور
قاعدہ میں اپنی ضروریات کو پورا کرتے ہوئے کام کرنا ہی دھرم ہے۔ پس ایسی
اہنسا دھرم میں کمزوری کہاں سے آگئی۔

دیکھو جینی تیرتھنکروں نے پاپ کرم (ہنسا) کو ناش کرنے کی وجہ سے چار
قسم کی سینا اور فوج ولشکر رکھ کر دنیا میں اہنسا دھرم پھیلایا تھا۔ سنگدیوں کو
دیاوان رحم دل بنا ہزاروں لاکھوں بے گناہ جانوروں و انسانوں کی جانیں بچائیں
تھیں ان کے علاوہ اور اور راجاؤں نے بھی ایسا کیا۔ دیکھو چندر گپت موریہ
جین پرسدھ راجا نے یون راج سلیوکس کو اپنا لوہا منوایا اور بھارت کو اس کی
خونریزی سے محفوظ رکھا

اس کے سوائے کلنگ دیش کو راجہ مہامیگھ واہن ایل کھارویل کا نام تو
ہمیں یورپ کے نامور ہیرو نپولین کی یاد دلاتا ہے کہ ایک سال میں ہی وہ کلنگ
سے اپنی چترنگ سینا (چار قسم کی فوج پیدل و سوار وغیرہ) بھارت کے بیچ اور متھرا
کے آس پاس کے حصوں پر حکومت قائم کرتے ہوئے ہمالیہ کی ترائی سے چل مگدھ
کے اتر بھارت ورتی (بھارت ورش) مشہور راجہ پشپ کا مقابلہ کیا اور آخر میں
بڑی کامیابی کے ساتھ فتح پاکر اپنے ملک (کلنگ دیش) واپس گئے اور پھر
اسی طرح سے تمام چھ کھنڈ میں اپنی آن منا (چکرورتی پد پا) دنیا سے قطع
تعلق کر روحانی صفائی کے لئے ریاضت عبادت میں ہمہ تن مصروف ہوئے۔ اس
سے موہتی بہادری پائی جاتی ہے۔ اس کے سوائے سرس کا اور کیا موجودہ زمانہ میں
ثبوت ملسکتا ہے۔

جینی یہ کہیں کہ ایسی بہادری و علو ہمتی تو انہیں چھتریوں میں تھی۔ ہم ہرگز نہیں کر سکتے

دوستو! سچ بات یہ ہے کہ ایسی حالت میں تو جینی بھی کہلانے کے مستحق نہیں کیونکہ جس میں جو وصف نہ ہو وہ اُس سے موصوف کیسے کہلا سکتا ہے شعر

آدمی را آدمیت لازم است عود را گر بُو نہ باشد ہیزم است

کیونکہ جین دھرم تو مہابیر بھگوان کا پرچار کیا ہوا دھرم ہے۔ اگرچہ بنیوں (بیوپاریوں) کا کام دھن دولت کمانا ہے لیکن آتم رکھشا یعنی ہم میلف کیلئے ایک حد تک چھتری دھرم کا پالن کرنا بھی ضروری و لازمی ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ جین دھرم کے پرمارتھ مارگ (روحانی ترقی کے راستہ) پر چلنے میں تو ہر ایک کو خواہ وہ کوئی بھی ہو لازمی چھتری بہادر بننا پڑتا ہے۔ کیونکہ بغیر بہادری، کس طرح ان باریک سے باریک (مٹی و درخت وغیرہ) کے جیئوں کی حفاظت و نگہبانی کرتے ہوئے اپنا آتم کلیان کر سکتے ہیں۔ اور کسطرح خاندان و دولت حشمت و حکومت و ثروت کو چھوڑ فقیری کی سختیوں کو برداشت کر سکتے ہیں اور کیسے جذبات نفسانی قبضہ میں آ سکتے ہیں اور کیسے ہزاروں کوس محض پیدل سفر کر تمام جیئوں کا اُپکار و کلیان۔ اس زمانہ میں بھی کئی زندہ مثالیں موجود ہیں پس جو کوئی بھی جین دھرم پر چلے گا اسمیں بر تا ضرور ہوگی۔ دیکھو بھائی اُن کے اصول

نوٹ ۱؎ جینی سادھوؤں کی نفس کشی اور ہر طرح سے سختیاں برداشت کرنیکی متحمل مزاجی دنیا میں مشہور ہے۔ مہاتما تلک نے فرمایا ہے کہ فی زمانہ بھی جینی بھکشوؤں پر بہارت کو گورو ہے۔ دیکھئے اسّی اسّی دن کا فاقہ محض گرم پانی پیکر کرنا۔ ہر قسم کی لذت چھوڑ اپنی زندگی بسر کرنا۔ زندگی کے زیادہ حصہ میں عبادت ریاضت کے سوائے تمام جیوؤں کا اُپکار و کلیان کرنا۔

سُن سُن بڑے بڑے ودّوان حیرت میں جاتے ہیں۔ شراوگ گھرستی کی روزانہ ذمہ داری کو دیکھ کر لوگ حیران ہیں۔ دوستو ہم کو شاستروں میں بھی نیک پتروں کی ویرتا کی بہت سی تمثیلیں ملتی ہیں کہ جنہوں نے وقت پر بڑے بڑے شوربیروں کے دانت کھٹے کرے۔

دیکھو بھوپیش دت نیک اور امیر چند سیٹھ ٹی چیتا (वच) وغیرہ وغیرہ کے عبرت انگیز حکایتیں۔ کہ انہوں نے کیسی کیسی بہادری کری۔

(۱) بھوپیش دت ہاتھی پر سوار ہو کر دشمن سے بے خوفی کے ساتھ لڑتے جاتے ہیں۔ ان میں نہ مان ہے اور نہ کسی قسم کی مایا جاری ہے اور نہ ہی بلا وجہ کسی کو تکلیف دینے کا ان کا خیال ہے لیکن دشمن راجہ کے ظلم کرنے کی وجہ سے ان کو اُس سے لڑنا پڑا۔ اب بہادری کے ساتھ دشمن کے سامنے گھور سنگرام کرنے لگے۔ جس سے دشمن کا ہاتھ زخمی ہونے سے اس نے اُس کو قید کر لیا۔ دوستو یہ ایک نیک پتر کی ہی تو ساہس وہمت تھی۔ اب ہم بخیال مضمون کی طوالت اور ناظرین کی اختصار پسندی امرچند وغیرہ کے مشرح حالات نہ بتلاتے ہوئے ناظرین کے اطمینان کے لئے یہی کافی سمجھتے ہیں۔

دوستو! در اصل بات تو یہ ہے کہ اس دھرم میں کمزوری و بزدلی کیسے ہو سکتی ہے ذرا غور تو کیجئے اچشم انصاف سے ملاحظہ فرمایئے کہ محض انسانوں یا خاص حیوان گائے وغیرہ کے حفاظت کرنے والے تو بہادر و دلاور اور تمام جو ماترا نسان حیوان کے علاوہ درخت و پانی و مٹی وغیرہ کے جیوؤں کے حفاظت کرنے والے بزدل و کائر خوب صاحب خوب۔ مصرعہ۔ بریں عقل و دانش بباید گریست۔

کیا جزو کُل سے بڑا ہو سکتا ہے۔ آپ کی مفروضہ تمثیل (یعنی جینی کائر اور بزدل اور دیگر سخت دل لوگ بہادر) سے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ دہلی ہندوستان سے

بڑی ہمارا سر تمام جسم سے بڑا۔ کیا یہ ممکن ہو سکتا ہے؟ اگر نہیں تو دوست تمام مخلوق کے دوست جینی بھی کسی طرح اور کسی حالت میں کائیر و بز دل نہیں ہو سکتے۔ انکے مذہبی اُصول سُن سُن عام لوگ حیران ہیں اور اس موجودہ زمانہ میں بھی جینی لوگ بمقابلہ اور قوموں کے۔ دیا رحم۔ بُردباری وانکساری اور ریاضت و عبادت۔ خیرات او نفس کشی وخود داری وغیرہ وغیرہ باتوں میں آگے بڑھے ہوئے ہیں۔ کم کسی حالت میں بھی نہیں۔ محض اتنا فرق ہے کہ پہلے زمانہ میں ایسے ایسے گُن دان شخص بہت زیادہ ہوتے تھے۔ فی زمانہ کم اور ان کی دولت تجارت۔ باہمی الفت و عالمگیر جیو دیا دیکھ دیکھ تو اس وقت بھی عام لوگ حیران ہیں۔ روحانی فلسفہ اور میٹر (پُدگل) کی پوری پوری حقیقت جو جین شاستروں میں ہے وہ اور کہیں بھی نہیں۔ بلکہ جینی و دوانوں کے روحانی حالت کو سُن سُن دیگر ودوان حیران ہیں قدردان دوست تو جینی شاستروں کے پڑھنے کو اپنا خاص فرض سمجھتے ہیں جس کا ثبوت ان کے عام جلسوں ومہاتاؤں کے عام اُپدیشوں میں ان کے بے لوث تحریروں سے صاف طور سے مل رہا ہے۔

دیکھئے ایک روز اس داس نے بھی برائے نجات اپنی روح سے اس طرح خطاب کیا:-

نوٹ نمبر۱ اس موجودہ زمانہ میں بھی ہندوستان کی سب سے زیادہ تجارت جینی بیوپاریوں کے ہاتھ میں ہے اور یہ جینی لوگ عموماً صرافی یا بزازی وغیرہ وغیرہ صاف اور نردوش پیشہ کیا کرتے ہیں۔ عام لوگ اس وقت بھی کہتے ہیں کہ جینی ہو کر جھوٹ بولتے ہیں نا کم کھاتے ہیں۔ بازاری چیزیں کھاتے ہیں۔ یہ ان کے لئے کیسا فخر ہے۔

نوٹ نمبر۲ کہ ایک چٹھی پر ہزاروں بھائی مختلف جگہ سے آکر پوجاؤں وغیرہ میں جمع ہو جاتے ہیں جس سے سرکار عالیہ بھی ان کے اتفاق کی تائید کرتی ہے۔

خطاب برائے نجات

ہ پراولوالعزمیں ہماری نہیں آئینگی کیا — کفر بر کے دام میں ہی پھنسکے مرجائینگے کیا

بذب دل کے جو تم ہیں ہمیشہ نازل ہر گھڑی — کچھ توجہ علم ویقین اس پہ نہ فرمائینگے کیا

منزلوں میں ٹھوکریں کھاتے رہے ہیں آجتک — محو ہو کے خود سے خود میں ہم نہ کھلائینگے کیا

پنی ہستی کا بھلانا کرتے ہیں جو رات دن — شان خود کو کام میں کچھ بھی نہیں لائینگے کیا

لیوں بھلا پھر کھوتے ہیں اپنا ہاں عزووقار — گوہر نایاب ایسے پھر کہیں پائیں گے کیا

اہ کب تک رہے گی غافل تو بتا اے میری روح[۴] — تیری ذلت تیرے دشمن کرتے ہی جائینگے کیا

آرزوئیں خود تمہاری جبکہ سب بے سود ہیں — مان مایا اور جذبے اس سے منجائینگے کیا

رنگ لائینگے بے شبہ یہ جان لے تو میری روح — دلولے سب وصل جاناں سے اثر جائینگے کیا

کہتے ہیں یہ پیر و مرشد جاگنا ہی فرض ہے — دامن ورنہ رد والنور دیکھ اسے پائینگے کیا

غرض یہ ہے کہ جین دھرم کی قدامت وعظمت ، اولوالعزمیت اس کے شاستروں یا ان کے اپدیشکوں سے معلوم ہو سکتی ہے۔ مصرعہ

میں کیا کہوں اور کیا البساط میری

نوٹ ۱۔ بلند ارادے۔ حوصلگی ۔ ۲۔ چار دگتی ہیں۔ ۳۔ مراد ہے منش جنم سے یعنی یہ سامان ملنے پر ہم جو کچھ نہیں کریں تو سخت افسوس ہو گا۔ کیونکہ پھر یہ سامان بڑی دقت سے ملے گا۔

۴۔ اے روح تیرے دشمن کرودھ مان وغیرہ تجھ کو کب تک ذلیل کرتے رہیں گے کچھ تو سمجھ۔

۵۔ جبکہ تمہاری خواہش خراب ہیں تو تم دشمنوں کو کیسے بس میں کروگے۔

۶۔ ایشوری جلوہ

اوم

طلائی کرشمہ

ہائے غفلت نے ہمیں اب تو بُھلایا کیسا — سیم و زر لعل کو کوڑی ہی بنایا کیسا
حسرتا اپنی ہی ہستی کو بھلایا کیسا — زر پرستی نے تماشہ یہ دکھایا کیسا

دل کا میلا سیاہ باطن ہے بنایا ہم کو
آتما آنند بھی پتھر میں جتایا ہم کو

آج یہ دل سے صدا نازبھری نکلی ہے — لکشمی بن کے زمانہ میں پری نکلی ہے
کرکے سنگار یہ گوہر سے کھری نکلی ہے — شاخ یہ باغ تمنا کی ہری نکلی ہے

دل کے ہر پہلو میں ہی رنگ دکھایا اُسنے
پھر نئے انداز سے یہ ڈھنگ دکھایا اُسنے

اُس کا سِکہ ہے رواں ملک کے بازاروں میں — فاضل اشخاص بھی ہیں اس کے پرستاروں میں
قدر اُس کی ہوئی دھرم کے بھنڈاروں میں — خوب عزت بھی ہوئی دھرم کے اوتاروں میں

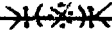
بول بالا ہوا سب سے ہی نرالا اُس کا!
ہوا سنسار کے دل میں ہے اُجالا اُسکا

ایک وہ دن تھا کہ آتم یہ فدا ہوتے تھے — گیان دھن کیلئے سب سے ہی جدا ہوتے تھے
فانی چیزوں پہ نہ ہرگز بھی فنا ہوتے تھے — سیدھے رستہ کو دکھا خود بھی بقا ہوتے تھے

ہوئی افسوس صد افسوس یہ حالت کیسی
ہوگئی سر پہ سوار آ کے یہ جہالت کیسی

کاش ہم موہ ستمگار کی عادت سمجھیں
نیک و بد راہ میں آرام و مصیبت سمجھیں
گیان و درشن میں فقط اپنی فلاحت سمجھیں
روح کی چاشنی میں اعلیٰ ہی حلاوت سمجھیں

دیکھئے داس کو ہوتا یہ مبارک کب ہے
خود ہیں ہو جائے فنا اصل یہی مطلب ہے



رُوحانی کیفیت

غضب کا لُطف ہے بج آتما کے راز پنہاں میں
گہر آتے ہیں یہ کُل عارفِ کامل کے داماں میں
وہی ہے عالم و کامل ۔ وہی ہر رمز کا ماہر
نسیم نام کے جھونکے ہیں جس دل کے گلستاں میں
وہیں رہتے ہیں روشن کثرت و وحدت کے کُل جلوے
جہاں بھگوان رہتے ہیں ہمیشہ دل کے ایواں میں
نہ شہرت سے غرض جس کو نہیں کچھ جان کا خطرہ
ثمر نیکی کا ملتا ہے اُسی کے خرمن جاں میں
شری بھگوت کے درشن کا وہی تو لُطف پاتا ہے
بھرا رہتا ہے دل کا خون جس کی چشم گریاں میں
مجھے ایسا مبارک وقت ہوتا کب میسّر ہے
کہ جس سے گل فشانی ہو مرے دل کے گلستاں میں

رنگوں کا رنگ میں اپنے۔ میں اپنے دلکو کب ایسا
رہے کچھ بھی نہ باقی فرق گلخن اور گلستاں میں

برس ابرِ کرم اس طرح دل کی خشک کھیتی پر
رہے کچھ بھی نہ باقی فرق اس میں اور گلستاں میں

نسیم فیض کے جھونکے۔ ترے ایسے چلیں بھگوّن
نظر آنے لگے سب کو گلستاں ہر بیاباں میں

داس ہو نام بھگوّن کا ترے دل پر اثر ایسا
کہ گل ہو جائیں کانٹے بھی ترے دل کے گلستاں میں

اثر بد و نیک صحبت کا

نفسِ امارہ کا جب دل پر اجارہ ہو گیا
مہرِ قسمت کا مری مدّھم تو ستارہ ہو گیا

کاہلی نے کر دیا مطلوب طالب میں فراق
زخمہائے دل سے سینہ گل ہزارہ ہو گیا

اور باقی دشمنوں نے خوب تانی تان کو
زندگی کا جو مزا تھا وہ بھی کھارا ہو گیا

کرم بندھن میں بھلا آرام کا تو ذکر کیا
رنج و غم اور فکر سے دل پارہ پارہ ہو گیا

دردِ دل کا ہو سکے مجھ سے بھلا کیسے بیاں
صورتِ آبِ رواں اپنا نظارہ ہو گیا

نیک صحبت سے ہوئی کچھ یاد اپنی شانتی
مرتے مرتے بس تو زندہ ہاں دوبارہ ہو گیا

۱؎ اتم درشن (یعنی روحانی نظارہ)

شکر ہے اب گیان و درشن نے اٹھایا کچھ مجھے | دشمنان روح کا سر پارہ پارہ ہوگیا
کر سکوں میں کس طرح سے شکر اپنے دیو کا | جس کی زیارت سے مرا روشن ستارہ ہوگیا
کاش مجھ پر اس طرح سے ہی کرم ہوتا رہا | میں کہوں گا مرض دل کا کافی چارہ ہوگیا
آ پڑا ہوں در پہ تیرے یوں کہ ہے مجھکو یقیں | پار کشتی ہوگئی جس دم اشارہ ہوگیا
داس ابتو شکر ہے تجھ پر کرم ایسا ہوا | سدھ بھگون کا تجھے دلکش نظارہ ہوگیا



مخمس پُر جوش دربارہ پروالکار روحانی ترقی

جو ناتھوں پہ سدا دل کو فدا کرتے ہیں | ملت و ملک کی خاطر جو مٹا کرتے ہیں
دل سے ہمدرد جو سب کے ہی ہوا کرتے ہیں | اور محسن کا جو صد شکر کیا کرتے ہیں
وہ پس مرگ بھی دنیا میں جیا کرتے ہیں

اوم اور رشح پہ دل کو جو فدا کرتے ہیں | علم صادق کے علم کو جو کھڑا کرتے ہیں
اپنے بھگوت کو نہ دل سے جدا کرتے ہیں | اسی کی کھوج میں دل سے جو مٹا کرتے ہیں
دُرِ مقصود کو حاصل وہ کیا کرتے ہیں

واقعی دل تجھے یہ بات تو اچھی سوجھی | ہم میں اور تم میں جو اسطرح رہی الجھتی
جذبے نفسانی بھی ہو جائینگے سب دور ابھی | ان کی شکل اسکے نہیں دیکھانے کبھی
کام دنیا میں مل جل کر جو کیا کرتے ہیں

نوٹ لہ مراد ہے کرودھ۔مان۔مایا۔لوبھ بیر۔ناد دیکھا ہلی وغیرہ سے۔
سلہ ارہی ہنت سدھ بھگون جس میں کسی بھی قسم کا دوش وعیب نام ماتر بھی نہیں۔

باندھ کر اپنی کمر جلد مٹا دو اُن کو — اپنی شوکت کا بھی جلوہ تو دکھا دو اُنکو
راہ جنت کے لٹیرے ہیں بتا دو اُن کو — ان کے حملوں کا نتیجہ بھی سنا دو اُن کو
جو بُرے ہوتے ہیں وہ خود ہی مٹا کرتے ہیں

گیان درشن کی بھلا کتنی ہے طاقت دیکھو — اپنے بیروں کی ذرا اب تو لیاقت دیکھو
کام بن جائیگا بڑھ جائیگی ہمت دیکھو — ہوئیگی دا اس کو جنوں کی زیارت دیکھو
حوصلہ والے ہی کرموں کو فنا کرتے ہیں

رہنمائے منزل مقصود

مری غفلت نے نشہ مجھکو پلایا کیسا — فرض انسانی سے غافل ہے بنایا کیسا
موہ[1] ظالم کے تظلم سے تہ دبا لاہوں — نیم بسمل ہوں مجھے ہائے رُلایا کیسا
اس ظالم کو ذرا رحم نہ آیا مجھ پر — جنم[2] کی ہانی کا مہا نند چھڑایا کیسا
اک انسان[3] کی باتوں نے کیا ایسا غضب — بچتے بچتے بھی محبت میں پھنسایا کیسا
میٹھی باتوں نے کیا اس کی ستم کچھ ایسا — اپنا محکوم مجھے اُس نے بنایا کیسا
صورت لیلی[4] رفتار دکھا کر اس نے — مثل مجنوں مجھے دیوانہ ہی بنایا کیسا
دام تزویر[5] سے کچھ کام نہیں اُسکی بالا — مرغ دل کو مرے قیدی ہے بنایا کیسا
کرگئی دل پہ اثر پیر کی ظاہر داری — سینہ سوزاں دل بریاں ہے بنایا کیسا
عقل حیراں ہے مری دیکھکر جادو اُس کا — مجھ کو بے دام غلام اپنا بنایا کیسا
اس کے درشن کو نہایت ہی غنیمت سمجھا — طرز دلکش نے مجھے اپنا بنایا کیسا
ایک دن بھی مجھے درشن جو نہیں ہوتا تھا — تو میں کہتا تھا کہ مجھ کو یہ ستایا کیسا

---

[1] موہنی کرم سے مراد ہے۔ [2] اری ہنت کا فرمان۔ بچن۔ [3] ایک ضعیف العمر ملنے والے کی باتوں نے میرے دل میں بڑا اثر کیا۔ [4] مثل لیلی کے۔ [5] اس ملنے والے کی مالا پھیرنے کے اثر نے یہ ہوئی جیسے میں اس کا غلام ہوگیا۔

اُس کی شفقت کا بیاں مجھ سے ذرا سُن لیجئے
عہد شکنی کی فضیلت کو دِکھایا کیسا

مری حالت پہ ذرا رحم نہ آیا اُس کو
زخم دل کو مرے تازہ ہے بنایا کیسا

کیا کہوں کس سے کہوں یہ قصہ پر غم
سنگِ دل کو بھی تو ریزہ ہے بنایا کیسا

مری قسمت نے کئی بار پھنسایا ایسا
جوشِ الفت نے تماشہ یہ دکھایا کیسا

زن و فرزند نے دولت نے کبھی جن نے
دل ہی دل میں مجھے افسوس دلایا کیسا

جسم بیمار رہا فرض سے رکھا معذور
بد نصیبی نے مجھے ہائے ستایا کیسا

زر کی بربادی نے مجبور دکھایا پردیس
سینکڑوں جاہ کا بانی تھا ملایا کیسا

نیم بسمل تھا پڑا آہ و بکا کرتا تھا
فلک پیر مجھے تو نے ستایا کیسا

رنج اس طرح کئی بار مجھے سہنا پڑا
مری قسمت نے تماشہ یہ دکھایا کیسا

کچھ عبرت نہ ہوئی حالتِ دنیا سے مجھے
اس کے جادو نے کرشمہ یہ دکھایا کیسا

میں بے ہوش مدہوش پڑا سوتا تھا
مرے محسن[1] نے مجھے آکے جگایا کیسا

غیر صورت ہے تری ہائے افسوس مجھے
اپنی ہستی کو بھلا تو نے بھلایا کیسا

میں نے سب اپنا بیاں اُسکو سُنا کر یہ کہا
دوستی کا جو حق وہ تو نے ہے نبھایا کیسا

پھر کہا اُس نے کہ اب رسے جھمیلوں سے نکل
مُکتی پانے کا یہ موقعہ ہاتھ آیا کیسا

بحرِ دنیا سے نکلنا ہے یہی فرض اوّل
ہادی پاک نے مجھ کو یہ بتایا کیسا

جسم فانی ہے امر آتما جان تو اپنی ذ
اپنی ہستی کو بھلا تو نے بھلایا کیسا

جذبۂ نفس میں اب دل کا لگانا ہی غضب
کلب[2] کو پھوک کے یہ آگ[3] اگایا کیسا

آتم سادھن[4] کے لئے ہے نہیں آسن درکار
لوک پوجا میں بھلا دل کو لبھایا کیسا

نوٹ ۱؎ شری دھرم گورو۔ سادھرمی ۳؎ بھگتی شرادک نے۔ ۲؎ کلب برکس کو پھونک کر ۳؎ دستورے کا بیج بونا ہے جو سراسر نادانی و بیوقوفی ہے پس جذبات نفسانی سے نکل اور آتم وچار کر یہ مرے محسن نے مجھے سمجھایا۔ ۴؎ مراد ہے آتما سے۔

سنگ[1] میلن کی نہیں کچھ بھی ضرورت اسکو — قلب کو تو نے پھر ہر سو ہے لگایا کیسا

جسم کا ترک بھی تھا فرض مقدم تیرا — آپ کو آپ میں تو نے نہ لگایا کیسا

مقصد دل کے برآنے کا طریقہ ہے یہی — سدھ بھگون کی زیارت کو نہ پایا کیسا

ایسی باتوں کا مرے دل پہ اثر ایسا ہوا — شکر محسن کا نہ دل سے میں گایا کیسا

مجھ کو اشنت گورو کی شرن میں عجب آنند ہوا — جو تمنا تھی مری اس کو میں نے پایا کیسا

شکر گورو دیو کا جو کچھ بھی کروں وہ کم ہے — مجھ کو نیرنگیٔ دنیا سے بچایا کیسا

ہیچ دنیا کی حقیقت کو سمجھتا ہوں میں — میرے ہادی نے مجھے اب تو جگایا کیسا

دار فانی سے نہیں کچھ بھی ہے الفت مجھکو — روح کا لطف مجھے آج یہ آیا کیسا

اب تمنا ہے مری دل میں ہو جلوہ اسکا — جسکے پرکاش سے پرکاش ہے پایا کیسا

جسنے دربیوں کی حقیقت کو مشرح جانا — جسم اور روح کی حالت کو بتایا کیسا

جس کے درشن میں یہ خوبی ہے کہ دیکھا جس نے — صدق دل سے سر شوریدہ جھکایا کیسا

جس کا دیوانہ رہا دنیا کے قصوں سے دور — ہے فرشتوں نے بھی سر اسکو جھکایا کیسا

جس کی بانی[2] نے دکھایا ہے نرالا جلوہ — نقش اغیار مرے دل سے مٹایا کیسا

روح کا لطف جو پاتا ہے تو عاشق اسکا — جلوۂ یار نے جلوہ یہ دکھایا کیسا

جس کے درشن کیلئے سینکڑوں منہ دیکھے — خانۂ دل میں اسے لوگی نے پایا کیسا

درحقیقت اسے نورانی و گیانی دیکھا — جملہ نقصوں سے مبرا اسے پایا کیسا

نوٹ ۱؎ آتما کی صفائی کے لئے نہ لوگوں سے میل میل کرنیکی ضرورت ہے اور نہ اُس لوک میں شہرت و عزت حاصل کرنے میں۔

۲؎ پربھو کی بانی یعنی جو اُس نے سوتروں میں فرمایا ہے جس سے اپنے بیگانے میں تمیز پیدا ہوئی۔ یعنی سوائے آتما کے اور کوئی مرا نہیں ہے۔

جس کے وصفوں سے منی اور رشی نے ایڈ لیا — ہے کدورت کو کثافت کو مٹایا کیسا
اس کو ارہن کہو، جنوّر کہو، یا ہبیر کہو — ہم نے گُن با واسی کا ہے یہ گایا کیسا
اس کے شبہ نام کی شیدا ہے یہ ساری دنیا — دل وجان سے اُسے ہر قوم نے دھایا کیسا
اس کے وصف کا بھلا داس سے ہو کیسے بیاں — جس کو دیوؤں نے بھی سر اپنا جھکایا کیسا

روحانی کیفیت

(مضمون بالا سے خاص تعلق ہے اسلئے دوبارہ لکھا گیا)

غضب کا لطف ہے بج آتما کے راز پنہاں میں — نظر آتے ہیں یہ گُل عارف کامل کے داماں میں
وہی ہے عالم و کامل وہی ہر رمز کا ماہر — نسیم نام کے جھونکے ہیں جس دل کے گلستاں میں
وہیں رہتے ہیں روشن کثرت وحدت کے گُل جلوے — جہاں بھگوان رہتے ہیں ہمیشہ دل کے ایواں میں
نہ شہرت سے غرض جس کو نہیں کچھ جان کی پرواہ — گُل نیکی کے ملتے ہیں اسی کے گلشن جاں میں
شری بھگوت کے درشن کا وہی تو لطف پاتا ہے — بھرا رہتا ہے دل کا خون جس کی چشم گریاں میں
مجھے ایسا مبارک وقت ہوتا کب میسر ہے — کہ جس سے گُل فشانی ہو مرے دل کے گلستاں میں
رنگوں کا رنگ ہیں اپنے میں اپنے دل کو کب ایسا — رہے کچھ بھی نہ باقی فرق گلخن اور بستاں میں
برس ابر کرم ایسا تو دل کی خشک کھیتی پر — رہے کچھ بھی نہ باقی فرق اجین اور گلستاں میں
داس ہو نام بھگون کا ترے دل پر اثر ایسا — کہ گُل ہو جائیں کانٹے بھی ترے دل کے گلستاں میں

سلہ۔ ایشوری نام کی نسیم جس دل میں چلے وہی سب کا نکتہ داں ہے

اوم

روحانی دبدبہ

آئے تو سامنے اب یار کی ایسی تیسی — ایسے مکار کی عیار کی ایسی تیسی

دام اُلفت میں مجھے پھنسکے پھنسالے وہ جو — ایسے جذبات چڑیمار کی ایسی تیسی

اُس کے جادو نے بنایا تھا دیوانہ ہم کو — اب تو دمباز ریاکار کی ایسی تیسی

ان کی ہستی ہے بھلا کیا مرے آگے اب تو — موہ سردار جفاکار کی ایسی تیسی

چاہئے یہ حسن و کرامات میں ہو نہیں یکتا — اُن کے اب سبحہ و زنار کی ایسی تیسی

لاکھ دنیا میں تونگر ہو دلے ہو بے فیض — ایسے زردار بلاکار کی ایسی تیسی

علم صادق کی فضیلت نے جتایا ہم کو — ایسے ہمدرد ریاکار کی ایسی تیسی

جو نمک کھا کے نہ مالک کا ذرا پاس کرے — اُس دغاباز نمک خوار کی ایسی تیسی

ہم نہ آئینگے تری چال میں جائے ظالم — موہ اور لوبھ کے سردار کی ایسی تیسی

اُلفت جسم نے ابتک ہے ستایا ہمکو — اسکے اب جبہ و دستار کی ایسی تیسی

ہوگئی غیر و یگانہ کی حقیقت معلوم — ظاہری مونس و غمخوار کی ایسی تیسی

ستری جن دیو کا جلوہ عیاں ایسا ہوئے — کہ ہوئے اغیار ریاکار کی ایسی تیسی

دیکھئے گو ہر مقصود یہ ملتا کب ہے — جب کہیں یار ریاکار کی ایسی تیسی

چھوڑ دنیا کی محبت کو تو جلدی دل سے — جس سے ہو ساحر مکار کی ایسی تیسی

عافیت کا کوئی فکر کر داب تو داس — کہہ دو دنیا کو ترے ناز کی ایسی تیسی

نوٹ لہ روح کہتی ہے کہ یقین و علم صادق حاصل ہونیکے دنیاوی جذبے مرا کچھ نہیں کرسکتے۔ ٹہ شاعر کہتا ہے کہ اب دنیاوی راحت چھوڑکر اسکو کہہ دو کہ تیرا ناز برداشت

شری گوتم بھگوان (آخری گندھر شری بیر بھگوان) سے التجا

اے گوتم[1] ایش میری تم سے یہ دعا ہے   صدمہ سے بچا لے مرے مت پہ جو بپا ہے
نوکر ہیں ترے اور تو ہے مالک و مختار   فریاد کریں کس سے ترے کون سوا ہے
جب بیر کا نربان ہوا ہم نے یہہ جانا   گوتم کا وسیلہ ہے نہیں خوف ذرا ہے
تیرے ہی وسیلہ سے ہوا ہم کو یہ حاصل   جن بچنوں کی حقیقت اب بھی وا ہے
اب تیری فضیلت تو ہے سب نے ہی جانی   جن مت کے اصولوں کا ہوا شور بپا ہے
اب اپنے عمل کچھ بھی نہیں ہم کو سہا ہے   ہیہات نہ اب شرم کا کچھ پاس رہا ہے
دنیا میں ذلالت ہوئی دوزخ میں بھی جانا   اور زمزمہ سازی کی جگہ آہ و بکا ہے
بادی تری شفقت میں ہوا کچھ بھی وقفہ   ظاہر یہی ہوگا کہ نہیں مت کو بقا ہے
جس کے لئے تو نے تھے اٹھائے صدمے   ہیہات کہ اب جہل اسے میٹ رہا ہے
جو حال ہمارا ہے وہ سب تجھ پہ ہے روشن   نہیں علم، نہیں مال، نہیں فہم و ذکا ہے
بھگوں تری جب کہ رہی شفقت سب پر   پھر ہم کو تو امید بھلائی کی سوا ہے
فرقہ بندی کی جہالت سے نکالو ہم کو   ہو جائے دلوں میں وہ اجالا جو مٹا ہے

نوٹ [1] یہ بیر بھگوان آخری جین تیرتھنکر کے آخری اور سب سے اتم گندھر ہوئے ہیں جنکو لبدھی پراپت ہونے سے انگوٹھے میں امرت کا نواس ہو گیا تھا یعنی جس چیز کو وہ چھو دیتے اس میں خیال سے زیادہ برکت ہوتی تھی

[2] بیر بھگوان کا کلام (جن بانی) تیری ہی وجہ سے ہم آج پڑھ رہے ہیں اور تو نے ہمارے لئے وہ خزانہ تیار کیا جس سے ہم روحانی ترقی کرتے ہوئے اپنا اور اوروں کا اپکا کلیان و نربان کر سکتے ہیں۔ اس تیری بخشش کا شکریہ بیان سے باہر ہے۔

[3] شہرت ہونا۔ [4] یعنی اگر تیری مہربانی میں کچھ بھی تامل ہوا تو یہ جین مت برباد ہو جائے گا

[5] اے بھگوان جبکہ تیری مہربانی عام ہے تو ہم جو جینی ہیں رحم دل ہونے کے زیادہ تر تیری بخشش کے

بھگون تو دکھا دے مجھے ایسا جلوہ — جس سے ہو جائے یہ سرتاج جو تاراج ہوا ہے
ہم طالب دنیا ہیں ذرا رحم تو یہہ کر — ہم ناز سے بولیں کہ دل تجھ پہ فدا ہے
وہ دیکھیں نعمت عظمیٰ ہمیں ملتی کب ہے — بیمار کو تیرے جو ملا نسخہ طلا[۲] ہے
بس نام سے تیرے یہ ملے داس کو اب تو — روحانی لطافت کا ہوئے رمز بھی وا ہے

کرم بلوان ہیں سب سے

مسدس

اگر اے داس تو چشم بصیرت کھول کر دیکھے — بلاشک کرم ہی کا ہر اک شے پر اثر دیکھے
حقیقت اور کیا ہے تو انساں پر قہر دیکھے — فرشتوں پر بھی تو اس کا تماشہ طرفہ تر دیکھے
انھوں کی تاب نے سب کو مصیبت یہ دکھائی ہے
چوراسی لاکھ میداں میں کہ سب کی جھکائی ہے

یہ نادر شاہ ظالم ہیں نہیں اس سا بھی بڑھ کر ہیں — انھوں کے رنگ ریشے میں ہی ڈھو کے سب سے بڑھ کر ہیں
تینوں لوک میں انکے نہ کوئی بھی تو ہمسر ہیں — ہر یہ ذات ہیں جو ان پر بھی اثر ان کے برابر ہیں
پریشاں ہیں سب ہی انسے دیکھ اُن کے کرشموں کو
سمجھ کا قافیہ ہے تنگ دیکھ اُن کے طلسموں کو

نوٹ [۱] اے بھگون جو علم یقین کا خزانہ ہمارا لٹ گیا ہے وہ پھر ہم کو ملے جس سے ہم پھر روحانی بادشاہ ہو جائیں۔

[۲] مراد ہے روحانی شفا کرنیوالے سے یعنی تیرے عاشق صادق کو جو نسخہ روحانی ملی وہ مجھے کب ملیگی۔

[۳] سروگ و عالم کل۔

بھلا تو جان لے اے دل یہ آئے ہیں کہاں سے بس ——— سمجھ لے انکی ہستی کو ہوئے پیدا جہاں سے بس
نہیں لگتا پتہ اس کا لگے ہمراہ وہاں سے بس[1] ——— بلاشک یہ تو ممکن ہے مٹے شکی یہاں سے بس

بلا جانے ہی ہستی کے ہوئے مغلوب انسے تو
ہو اب گیان کے جل سے مصفا[2] جلد انسے تو

اسی میں بہتری سب کی کہ ہٹجا روگ سے زردی ——— حقیقت جان کے انکی تم ابتو یہ کرو مردی
یقیں و گیان کی پینی چھری لو ہاتھ میں جلدی[3] ——— پھر اپنے سے تو غیروں کی جدا ہاں کرو و سر دردی

ان کے ہی تو باعث سے ابتک نیم بسمل ہو
ورنہ خود میں خود سے ہی ہوتے تم تو شامل ہو

گئی ہے عمر تو ساری نہ کچھ بھی تو کیا تمنے ——— بھلا اب تو سنبھل جاؤ کیا جو بھی کیا تمنے
سب سے اپنی ہستی کو جدا اب جو کیا تم نے ——— تو اپنے میں فنا ہونا ہے مشکل سو کیا تم نے

بھروسہ داس کو اپنے پہ رکھنا ہی مناسب ہے
اسی ہی طرز اعلیٰ پہ تو چلنا ہی مناسب ہے



دُنیاوی مستاحالت

شعر

نہ چھیڑ اے رہبر ذرا بھی ہم کو کہ ہم تو سوتے اُمنگ میں ہیں
نہ اثر کرتی ہیں تیری باتیں کہ مست طبل و چنگ میں ہیں

نوٹ [1]۔ یعنی یہ انادی سے آتما کے ساتھ رہتے ہیں۔
[2]۔ یہ بات ہو سکتی ہے کہ عبادت ریاضت کے بل سے بالکل دور ہو جاتے ہیں جیسے کپڑے سے میل۔ [3] اب گیان کے جل سے کرم میل کو دور کر کے صاف ہو جاؤ
[4]۔ فوراً ہی۔

تجھے مبارک ہو لطف روحی ہمیں مبارک ہو بت پرستی[۵۱]
پیا ہے غفلت کی مے کا ساغر کہ اسی نشہ کی ترنگ میں ہیں

تمہیں مبارک ہو گیان آتم ہمیں مبارک ہو زر کا جوبن
ہمیں ملا ہے یہ لطف ایسا کہ مست اسی کے ترنگ میں ہیں

زمانہ ہم کو بتا رہا ہے اور تم بھی ہم کو جتا رہے ہو
وائے غفلت کہ ہم تو اب تک محو یاراں نیرنگ میں ہیں

نشے نے یاں تک ہمیں گرایا کہ اپنا آپا بھی ہے بھلایا
جب اپنی ہستی کو جان لینگے کرینگے ہاہا کس ڈھنگ میں ہیں[۵۲]

نہ ہے گی غیروں میں کچھ بھی الفت جو دیکھ لیں گے روح کا جلوہ
مگر یہ ہوگا تب ہی تو جانا اصل نہا سینگے آتم کے گنگ میں ہیں

پس ہمارے قصوں کو اب تو چھوڑ دیکر دو جلدی عصائے خود کو
ڈوبے ہوں گے وہ ناگ کالے جو ہمکو چمٹے کو سنگ میں ہیں

ہاں اب تو میرے سنتے ہے جگایا نکالو سے جلد سے مو ظالم
کہ تیرے فیض و کرم سے ہم تو دل سے حال تنگ میں ہیں

جہل و غفلت نے داس کو تو نیم بسمل بنا دیا ہے
کیسے اترے گا پار یہ تو کہ ناؤ ملاح ڈھنگ میں ہیں۔

نوٹ[۵۱] ۔ دنیاوی محبت ۔ [۵۲] یعنی ہم اب تک باوجود زمانہ اور اپنی پیر کی نصیحت کے یار بازی میں لگے ہوئے ہیں کچھ ہوش نہیں ہے کہ یہ عارضی تعلق ہے ۔
[۵۳] جب اپنا کچھ علم ہوگا تو سخت افسوس ہوگا۔
[۵۴] مراد ہے اپنی طاقت سے ۔

متلاشی کی پشیمانی

جس کو دیکھو وہ بتاتا ہے نرالی سب سے راہ ۔ اور کہتا ہے کہ راہ مکتی ہے یہی تو بے شبہ
ایک کہتا ہے کہ جا تو بت کدہ میں شوق سے ۔ ایک کہتا ہے تباہ تم ہو گئے یاں بے اشتباہ
کہہ رہا ہے کوئی یہ تو گرجا و مسجد میں جا ۔ کوئی ان سے بھی علیحدہ ہے بتاتا مکتی راہ
شیخ کی فتویٰ زنی کی ہو رہی ہے گر ثنا ۔ تو ویدبا[۱] کھی پنڈتوں کی ہو رہی ہے واہ واہ
کذب گوئی جعل سازی حیلہ بازی سے دلا ۔ گیان و درشن پہ پڑی ہے موہ[۲] کی ترچھی نگاہ
ہادیاں[۳] دیں جب کہ ہو گئے ہیں ایسے مست ۔ تو رہی واں دین بھی[۴] اب ہو گئے بالکل تباہ
ہم بتاتے ہیں نتیجہ دشمنان دین کا ۔ چھٹے ہونگے گردنوں میں مار کا بے شبہ
ہر طرح کی ذلتوں میں ہونگے وہ سب مبتلا ۔ روسیاہی شرمساری ہوگی انکی توشہ راہ
گو کہ کرنا ہر مذہب کی روسے ہے گا ناروا ۔ دھوکہ دینا سیکڑوں کو بڑھ کے سب سے ہے گناہ
داس تو تو گیان و درشن پہ فدا ہو جلد تر ۔ خود میں خود ہونا فنا یہ ہی تو ہے مکتی کی راہ

روحانی رنج و غم کی کہانی وہ بھی اک ہجر کی زبانی

جذبۂ دل کے نشہ کا اب کیوں مستانہ کہو ۔ شیخ[illegible]
اپنی ہستی دیکھنے کا جو نہیں ہے اس کو ہوش ۔ بس عوض دہر کا اب کیوں [illegible] کہو

نوٹ [۱] ویدوں کے جاننے والے پنڈتوں کی تعریف ۔
[۲] یعنی اب موہ (عشق دنیا) نے یقین و علم صادق کو دبا لیا ہے
[۳] فقیروں، درویشوں [۴] نیک سیرت ستیوں سے مراد ہے ۔
[۵] ۔ دنیاوی دولہن ۔ دنیا کے آرائش و زیبائش کے سامان ۔

کیا کہوں ہیں دوستو ماری کرم نے ٹھوکریں — غفلتا کہتی ہے یوں الطاف شاہانہ کہو

اسکے دل میں جو محبت ہے بت بے پیر کی[۱] — اسکے دل کے کعبہ کو اب کیوں نہ بتخانہ کہو

ہے شراب جذبۂ نفسی جو پلادی کرم نے[۲] — اس کو تم دھوکہ کہو یا مکر رندانہ کہو

دیکھتے ہی اس کو مشفق یوں لگے کہنے کہ تم — بزدلی کو خواہ دل میں شان مردانہ کہو

پھر دل فاسد کا قصہ سن کے یہ کہنے لگے — سارے قصے چھوڑ کے تم اپنا افسانہ کہو

روز سمجھاتے ہیں مشفق ہو کے آپسہ مہرباں — کیا سبب ہے غفلتوں کو طرز فرزانہ کہو

یہ کہدو اپنے دشمنوں سے بس ہمارے کعل سے[۳] — میرا مسکن ہے سرا یہ کیوں نہ میخانہ کہو

جاؤ نکلو جلدی سے سرا ایک لمحہ ٹھہرنا — یہ جملہ اپنے دشمنوں سے حکم سلطانہ کہو

علم صادق اور عمل سے کرکے پھر تم یہ خطاب — کیوں ستایا تم نے مجھ کو از رہ بیگانہ کہو

سچ بتاؤ کیوں رلایا تم نے مجھ کو ہجر میں — چکوہ چکوے کی طرح باتیں محبانہ کہو

دیکھ کرکے خود کو خود میں جان لوں میں آپکو — باتیں مجھ سے اب تو ایسی مرفقیانہ [illegible]

ملکے سب نے ہی ادب کیسا تھ کی یہ التجا[۴] — لطف باقی کیا رہا ہے [illegible]

سن کے اپنے دوستوں کی داستاں بات کو — روح اُنسے ہے یہ کہتی عاشقانہ کہو

کچھ نہیں ہے [illegible] جو کرمیں تم سے [illegible] — نور النور میں ملوں وہ بات [illegible] کہو

اب تو تابع ہو چکا ہے [illegible] — کیوں نہ اسکو خاص [illegible]

نوٹ ۱ [illegible] مراد [illegible] ان سے یعنی روح جو جذبات [illegible]
اندھی ہو رہی ہے [illegible] دل [illegible] ہو کر خراب ہو گیا۔

۲ اعمال سے [illegible] یعنی اعمال [illegible] کی وجہ سے جو جذبوں میں دل [illegible]

۳ یقین و علم صادق [illegible] سے کہتے ہیں کہ تم غصہ تکبر وغیرہ دشمنوں سے [illegible]
وجہ سے [illegible] سخت پریشان رہا ہوں

۴ یقین و علم صادق وغیرہ [illegible] نے کہا کہ ہمارے ملنے سے اب کونسی بات باقی رہی ہے

حالِ بد سے رہائی اور وصلِ خود کی تمنّائی

دیکھنا بیتاب ہے اب تو زباں فریاد کی ۔ اور جگر میں سوز بھی ہے کفر کے بیداد کی

ہوش بھی رخصت ہوا اور فہم بھی بیمار ہے ہر رگِ دل اِک مجسم دیدۂ خونبار ہے

سوز رنج و غم سے گریاں چشم شفیق یار ہے لُطف باقی کیا رہا جب یار ہی بیمار ہے

شادماں ہو کس طرح دل رو چکی تمہید پر برق جذبہ آ پڑی جب خرمن امید پر [۱]

آہ و زاری کر رہا ہوں درد سے مجبور ہوں گیان و درشن کے بنا مغموم ہوں مخمور ہوں

وصل کے گلشن پہ خزاں کا رنگ ہے یہ چھا گیا فرطِ غم سے ہے وفا کا چہرہ بھی کمھلا گیا

قدر رعنا ہے مجھ کا اور دل میں ہے رنج و ملال مونس جاناں کی فرقت میں ہوئی [۳] صورت نڈھال

زن و فرزند گو میسر عیش کے ساماں ہیں ہمدم و دمساز لیکن حسرت و ارماں ہیں

کس میسری کا ہے عالم دل سراپا تاراج ہے ہمدمی کا لطف کیا جب سب ہوا تاراج ہے

[۲] جیوٹرا بس آ گئی نوک زباں پہ [illegible] ٹوٹ جائے کاش دنیا کا طلسم رنگ و بو

گیان و درشن کے نظارے سے ہیں محروم [illegible] اجڑا گلشن جو پڑا ہے اس کی ہو آبادگی

میرے سوامی پھر چلے وہ تیری بخشش [illegible] ہر رگِ دل میرا ہو جائے رشک جنت کی فضا

گوہر مقصود ہو جائیں میسر اب ہاتھ میں خود کو کھو دے خود میں پاؤں عالم ہیہات میں

صبح روشن کر دے اب تو داس [۵] کی یہ زندگی جو یاد آئیں سب کو اسکے ہاں ایام زندگی

نوٹ [۱] جب میری امید کے خرمن پر جذبہ کی بجلی گر گئی یعنی جذبے اسقدر بڑھ گئے کہ سب امیدیں ختم ہو گئیں تو روحانی ذکر اذکار کیسے ہو۔ اس کا تو خواب میں بھی خیال نہیں۔ [۲] مخفف چہرہ کا۔ [۳] جیوڑا۔ اے جیوڑ یعنی اے دشمنوں کو جیتنے والے تمام کرموں کو فتح پا کر موکش پد پانیوالے مرادی ایشور۔ پرمیشور۔ خدا۔ رب العالمین وغیرہ سے یعنی میری اب یہی خواہش ہے مگر تمام دنیا کی خواہشیں دور ہو جاویں۔ [۴] یقین، علم و صادق [illegible] زیارت سے وہ لطف و شادمانی حاصل ہو یا تو میرا اجڑا ہوا گلشن پھر سرسبز و شاداب و بار آور ہو گیا کیونکہ یہ روح کی صفت خاص ہیں انکو ہم ہر روح میں کہتے ہیں [۵] داس تخلص شاعر یعنی شاعر یہ بتلاتا ہے کہ یہ خراب زندگی ایسی درست اچھی ہو جائے کہ جس سے مجھے زندگی کا آخری مقصد یعنی موکش یاد آوے اور میں اس کے پانے کے لئے کوشاں ہوا ہوں۔

ادم

باب دوئم

روحانی جلوہ

اے بلبل سن نادان نہ بن کر عشق نہ فانی چیزوں سے
یہ صورت یہ رعنائی ہے کب رہنے والی پھولوں کی

اے بلبل تو جو گلشن میں بہار پُر فضا پر دل وجان سے شیدا ہو کر نغمہ سنجی کر رہی ہے۔ تو ذرا غور وفکر تو کر کہ یہ تیرا دل دادہ پُرضیا رنگ گلوں کا کب تک رہنے والا ہے کیا تو نے صبح افتتام اور مابین شام حالت جداگانہ کا موازنہ ومقابلہ کیا ہے کہ صبح جو نزاکت ولطافت عیاں ہوتی ہے وہ بعد دوپہر نہیں رہتی۔ ہائے یہ ہی نہیں۔ بلکہ شام کو تو اس سے بھی بڑھ کر شفقت خزاں ظاہر وعیاں ہوتی ہے۔ جیسا کہ کسی بزرگ نے فرمایا ہے ؎

وہ رنگ اڑا وہ گرد اٹھی وہ سارا گلشن خاک ہوا
صرصر خزاں سے کانپ اٹھی وہ ڈالی پھولونکی

اے بلبل ناداں اگر تیرا مدعا ومفہوم محض موجودہ حالت سے ہی محظوظ وملحوظ اور خوش وخورم ہونے کا ہے اور آئندہ کا کچھ بھی خیال وفکر نہیں ہے تو نہ سہی لیکن کیا تجھے اس موجودہ لطف وکیفیت میں ہر گھڑی ہر لمحہ صیاد ظالم کے ظالمانہ برتاؤ اور گلچیں بے رحم کے ستمگارانہ طریقہ کا خوف وخطر بھی نہیں ہے اور کیا تیرے دل کو ریاض پرفضا کی حسن دلربائی (بہار پھولوں) میں لمحہ لمحہ کی تبدیلی بے چین وبے قرار نہیں کرتی۔ پھر نہ معلوم تو کیوں خندہ زنی ورعنائی کرتی ہوتی ایسی

بدمست ہو رہی ہے کہ نہ تو فکر موجودہ ہے اور نہ انجام بینی ہی ہے اور نہ ہی گذشتہ حالت
کا صحیح اندازہ کر اس سے عبرت حاصل کی ہے۔ مبادا تجھے اپنی اس کوتاہ بینی پر
سرگردانی نہ اٹھانی پڑے۔ کاش اگر تجھے ان سب باتوں کا کماحقہٗ علم و یقین ہوتا
تو تو ہرگز بھی نغمہ سنجی نہ کرتی بلکہ اس مقولۂ دور اندیشی پر عمل کرتی۔ مصرعہ۔

ع نہ لگانا دل کو بہار سے کہ خزاں کے دن بھی ز پیش ہیں

اے بلبل دل زار میں حیران ہوں کہ کیا اس نسیم صبح میں ہی کچھ ایسی بدمستی
و بیخودی ہے کہ جو تجھے پھولوں پر فریفتہ و شیدا کر مدہوش و غافل کر دیتی ہے
یا فی الواقع تیرا ہی فہم و خیال کسی وجہ خاص سے ایسا باطل ہو گیا ہے کہ جس سے
تو عارضی حالت پر خوشی سے پھولی نہیں سماتی۔ حالت مذکورہ ہی اگر تیری بیہوشی و
بیخودی کا باعث ہوتے تو ہر اک مرغ چمن مثل تیرے مدہوش نظر آیا کرتا یہی نہیں
بلکہ بیداوی گلچیں سے نالہ کناں و دل گریاں بھی ہوا کرتا لیکن اے عاشق ناداں
ہم ایسا نہیں دیکھتے بلکہ افسوس سے تجھے ہی یہ کہنے کو مجبور و لاچار ہوتے ہیں۔ شعر

کبھو بلبل سے لیجائے چمن سے آشیاں اپنا پڑے گر صد ہزار افسوس نہ ہو گا باغباں اپنا

کیونکہ دور اندیش مرغان چمن (کبوتر و غیرہ) بھول کر بھی اس نونہال چمن و خوشبوئے
گل چمن پر خیال تک نہیں کرتے جس سے وہ اسی گلزار میں رہتے ہوئے بجائے
پریشانی و حیرانی کے خوش و خرم ہی رہتے ہیں اور دام [illegible] گل ہائے تر
میں نہ پھنسکر ہمیشہ [illegible] خندہ پیشانی اور طالب نجات [illegible] کیونکہ وہ اپنی
آنکھوں سے دلکش نظاروں پر فضا بہاروں کو دیکھتے ہوئے بھی یقین رکھتے ہیں کہ
یہ سب قدرتی خاصہ (بدگل امیز۔ قدرتی تاثیر) ہے۔ اسمیں یہ رونق و تازگی اور
خزاں و بے رونقی ہوا ہی کرتی ہے نہ یہ ہمارے لئے باعث خوشی و دلبستگی ہے
اور نہ یہ قابل حسرت و نفرت ہے۔ ہمارا ان سے نہ کچھ واسطہ و مطلب ہے اور نہ

محبت ونفرت ۔ جبکہ یہ سب اپنی اپنی قدرتی ونیچری خصلتوں کو نہیں چھوڑتے تو ہم بھی کیوں اپنے اصلی خیالات کو کاذب وباطل بنائیں اور کیوں مفت کا دردسر و سودائے جاں کاہ خریدیں۔

یہ ہماری دانائی وعقلمندی سے بعید بلکہ بالکل بعید اور سراسر دور ہے۔ بلکہ ہمیں افسوس ہوتا ہے کہ کیوں ہم نشینوں وہمسایوں نے اس میں دلبستگی ودلدہی کی ہے جیسا کہ کسی درویش کا قول ہے۔ شعر

مرا جلتا ہے جی اُس بلبل بیکس کی غربت پر
کہ گل کے آسرے پر ہے لٹایا خانماں اپنا

دوراندیش دوستو میں نہ محض بلبلوں کو ہی مخاطب کرتا ہوں بلکہ پھولوں سے بھی اس طرح خطاب کرتا ہوں کہ تم کو بھی چندے قیام نہیں۔ گو تم سے اس وقت رونق گلزار ایسی دوبالا ہے کہ ہر چہار طرف دلکش نظارہ ہی نظر آتا ہے لیکن آخر کو تو پژمردگی وپائمالی کا بھی زوال سر پر آنے والا ہے جس کو کوئی بھی نہیں روک سکتا ہے۔ شعر

آتا نہیں ہے گلشن کیلئے کو شکل نرالی پھولوں کی
انجام کو اپنے بھول گئے یہ خام تمنائیں [illegible] کی

عزیز دوستو! اس حکایت [illegible] امید ہے روایت حیرت انگیز سے یہی سبق تو ملتا عاشق ومعشوق اور بہار [illegible] عطر ونظارہ اور کیا صیاد وگلچیں اور کیا باغبان [illegible] یہ سب فانی [illegible] برق طپیدہ وپراگندہ خاطر کرنے والے ہیں۔
[illegible] افسوس صد افسوس [illegible] ہم اب عالم فاضل مہربانوں اور اہل ہمت نوجوانوں [illegible] ناگفتہ بہ حالت میں دیکھتے ہیں کہ جس سے وہ کسی نہ کسی شکار کے [illegible] ہمیشہ کو عمر عزیز بے سود ضائع کرتے ہیں اور بلبل تو ایک ناخواندہ بے سمجھ

جانور ہے اور یہ شاستروں وئیدوں سے واقف وعقل وفہم میں لاثانی ہو کر بھی ایسی ایسی غفلت ولاپروائی کرتے ہیں کہ جس سے حیوانوں سے بھی گر جاتے ہیں زیادہ افسوس اس امر کا ہے کہ اس بات کا بھی کچھ خیال نہیں کرتے کہ ہمارے دیکھتے دیکھتے کیا سے کیا ہوگیا۔ جیسا کہ شعر ؎

کمر باندھے ہوئے چلنے کو یاں سب یار بیٹھے ہیں
بہت آگے گئے باقی جو ہیں تیار بیٹھے ہیں

یعنی یہ دنیا وی سفر سب کو ہی درپیش ہے۔ نہ کوئی یاں ہمیشہ رہا ہے اور نہ ہی رہ سکتا ہے جیسا کہ کسی تجربہ کار بزرگوار نے فرمایا ہے۔ اشعار

ہستی بے بود میں بے سود ہے ناز وجود | نقش باطل کیطرح یہ بے نشاں ہو جائیگا
مٹتے مٹتے دیکھنا مٹ جائیگا اسکا وجود | خواب ہستی ایکدن وہم وگماں ہو جائیگا

شری مہاراج یدھشٹر جی نے بھی سوال ارجن کے جواب میں اسطرح فرمایا ہے کہ دنیا میں سب سے زیادہ تعجب اس بات کا ہے کہ لوگ رات دن عزیز واقارب اور دوست احباب کو دنیا سے سفر کرتے ہوئے مرتے ہوئے دیکھ کر بھی اپنے مرنے کا کچھ فکر وغم نہیں کرتے ہیں بلکہ ایسے بدمست ہیں کہ گویا ان کو یاں ہمیشہ ہی رہنا ہے۔

دوستو! جب ہم سنسکرت وانگریزی کے ایم اے اور فارسی عربی پراکرت، جرمنی وفرانسیسی وگورمکھی وغیرہ وغیرہ ہر ایک زبان کے عالم فاضل اور ہر ایک ہنر کے کامل ماہروں حتیٰ کہ درویشوں فقیروں اور رشی منیوں کی یہ حالت دیکھتے ہیں تو ہم چار ونا چار اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ ضرور کوئی اور ایسی طاقت ہے کہ جسکے بغیر یہ سب بالکل بیکار اور سراسر بےسود ہیں۔ بس دوستو ہم تو اس اپنی غفلت وجہالت کی وجہ خاص یہ ہی سمجھتے ہیں کہ ہم نے اب تک

یقین وعلم صادق کی کچھ قدر نہیں کی بلکہ اعتقاد باطل کی ہی غلامی میں عمر ضائع کی جس سے جان عزیز بھی وبال جان ہے۔ سرمایہ بے بہا بھی عارضی عیش کے قربان ہے۔ کیوں نہ ہو جبکہ اس رہبر صادق وہادی نیک (آواز ضمیر یعنی گیان و درشن کی سپرٹ) کی ہدایت کا ذرا بھی خیال نہ ہو۔ عمل کرنا تو درکنار۔ اس کی بے شمار ہدایتوں میں سے اگر یہ آٹھ ہدایتیں بھی عمل میں لائیں اور تعمیل حکم دلسے بجالائیں تو ضرور ہے کہ ہم جملہ مصائب سے آزاد ہوکر موکش پد (نجات ابدی) کو پائیں۔ کیونکہ یہ ہی نصیحتیں تو روح کو صاف شفاف کر پرماتم پد دینے والی ہیں۔ جتنے بھی داصل جاناں ہوئے ہیں اور آئندہ ہوں گے وہ محض ان ہی ہدایتوں پر چلنے سے۔ ذرا دیکھئے تو سہی کہ ہمارے مرض کی یہ کیسی لاجواب دوا ہے کہ جس سے جملہ امراض جسمانی وروحانی نیست ونابود ہوکر ہمیشہ کے لئے سرور وآنند مل جاتا ہے کسیطرح کا بھی کوئی قصہ وجھگڑا باقی نہیں رہتا ہے۔

وہ ہدایات آٹھ یہ ہیں :۔

(۱) ایشور پرماتما سروگ دیو (ہمہ داں) کے فرمان میں کسی طرح کا بھی شک وشبہ نہ کرنا۔ جس طرح اور جس طور سے بھی تتوں و پدارتھوں کا سروپ شاستروں میں بتلایا ہے۔ اس کو ویسا ہی ماننا۔

(۲) دنیاوی عزت وحکومت اور عیش وعشرت کو بالکل بے بنیاد اور فانی جان اور نیز ان کا انجام بھی خراب وابتر سمجھ۔ ان میں دل نہ پھنسانا بلکہ ان سے آزاد ہونے کی خواہش وکوشش کرنا۔

(۳) سادھو، منی راج ونیز سمیک درشٹی (یقین وعلم صادق والے) گرہستی کے جسم کو میلا وغلیظ دیکھ کر بھی ان سے نفرت نہ کرنا بلکہ خیال کرنا کہ یہ سب جسم کی خاصیت ہے۔ ان کے دل میں گیان درشن چارتر کا لاثانی خزانہ بھرا ہوا ہے

جس سے یہ قابل تسلیم ولائق تعظیم ہیں۔

(۴) جو کوئی بھی تکلیف دینے والے کھوٹے راستے اور نیز اس پر چلنے والے اعتقاد باطل ہیں انکی نہ تو من بچن کایا سے خود تعریف کرنا اور نہ دوسروں سے کرانا اور نہ کرنے والوں کو بھی اچھا جاننا۔ کیونکہ ایسا کرنے سے اپنے میں بھی اعتقاد باطل وجھوٹا بشواس پیدا ہو جاتا ہے۔

(۵) اگر کسی ضعیف و مریض۔ کمزور دکم ہمت وغیرہ نا قابل شخص سے ست مارگ (موکش مارگ) میں خرابی واقع ہوتی ہو تو اس کو دور کرنا۔ یعنی ان کو تن من دھن سے مدد دے کر و سمجھا کر ہوشیار و مستعد کر دینا چاہئے۔

(۶) اپنے اوصاف اور دوسرے کے عیبوں کو ظاہر نہ کرنا اور روحانی لطف میں سرور آنندجان دنیاوی شہرت کا خیال تک نکرنا اور کسی سے بھی دویش (دشمنی) نہ کر۔ اسکے عیبوں کو بہت خاموشی کے ساتھ سمجھا کر دور کرنا اور کسی قسم کی شہرت نہ دینا۔

(۷) اپنے ساودھرمی و نیز ہر ایک شخص سے بے غرضی و نیک نیتی و صفائی دلی سے مثل گائے بچہ کے محبت والفت کرنا۔ یعنی اس کی تکلیفوں و مصیبتوں کو دور کر دھرم کرم میں ساودھان کرنا چاہئے۔

(۸) جہالت و خود غرضی سے جو کچھ بھی ظلم وستم و بے قاعدگی دنیا میں ہو رہی ہو اس کو دور کر سب کو ست مارگ (ہمہ داں کا بتلایا ہوا راستہ) پر چلانے کی صدق دل سے کوشش کرنا۔ اس میں جو جو مصیبتیں و دقتیں درپیش آئیں انکو بخوشی برداشت کرتے ہوئے ہر ذی روح کے اپکار و کلیان کا اپائے و تدبیر کرنا۔

دوراندیش بزرگوں آپنے مذکور الصدر ہدایتوں سے ہی اپنے سچے رہبر کی لیاقت وہمت اور محبت والفت کو بخوبی جان لیا ہوگا کہ اس سے بڑھ کر نہ کوئی اور محب صادق ہی ہے اور نہ ناصح نیک۔

او ناظرین! ہم صدق دل سے اپنے رہبر کامل کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اس کی ہدایتوں پر چلنے کی دل و جان سے کوشش کریں۔ کیونکہ یہ ہی ایک ایسا محبوب باوفا ہے جو سب رنج و محن کو دور کر دائمی لطف و سرور دیتا ہے۔ اس کے درشن جس کو نصیب ہو گئے وہ ہی سب سے زیادہ خوش نصیب و صاحب اقبال ہے۔ مصرعہ۔

جس کے پہلو میں ہو یہ اُس کا نصیب اچھا ہے

کیونکہ اسکے عاشق کو خود بخود ہی یہ تاب و طاقت اور ہمت و عظمت ہو جاتی ہے کہ جس سے وہ اپنے محبوب کی ملاقات کے ساتھ بیراگ سے اس طرح التجا کرتا ہے۔

ہے گیان و درشن کے دھنی و سوامی سروگ دیو بیراگ بھگون' ہمکو اب اسکا دان دو۔ ہم اسکے بغیر انادی کال سے جو جو کشٹ و سنکٹ اور رنج و غم برداشت کر رہے ہیں۔ ان سے آپ تو خود ہی واقف ہیں۔ اب کسی طرح کا بھی تامل کا موقعہ نہیں۔ مصرعہ۔

دعا ہے داس کی دل سے کرو اب پار تم کھیوا

یقین و علم صادق کی مفارقتیں روح کا الاپ

جدائی میں رفیقوں کی نہ مردہ دل تڑپتے ہیں
نہیں انپر تو صدمہ دل سے یہ کامل تڑپتے ہیں

یہ کیسی سخت مشکل ہے کہ دم سینہ میں گھٹتا ہے
نہ مرتے ہیں نہ جیتے ہیں بنے جاہل تڑپتے ہیں

نہ اس پر بھی حیا آئی تجھے اسے کرم کچھ بھی تو
انھوں پہ غور کرنا تھا کہ جنکے دل تڑپتے ہیں

یہ دست کفر جذبے سے ستایا ہے ہمیں تونے
کہ برسوں کے پیاسے ہم لب ساحل تڑپتے ہیں

عبادت کے ریاضت کے کبھی ہو دل سے شیدا تھے
مگر اب قہر دشمن سے بنے کاہل تڑپتے ہیں

عبادت کی سخاوت کی کبھی دل میں تمازت تھی
مگر اب عیش و عشرت کے ہوئے مائل تڑپتے ہیں

کبھی آتم اور جڑ سے بخوبی ہم تو واقف تھے ۔۔۔ مگر اب بت پرستی سے بنے جاہل تڑپتے ہیں
کبھی ہم فلسفہ رِوجی بھی ملکوں کو سکھاتے تھے ۔۔۔ مگر اب انکے قبضہ میں ہوئے کاہل تڑپتے ہیں
کبھی ہم دیش بھگتی پر نچھاور خود کو کرتے تھے ۔۔۔ مگر اب کم نصیبی سے بنے سائل تڑپتے ہیں
نہیں تجھ کو یہ لازم ہے کہ بسمل تو کئے جائے ۔۔۔ ذرا تو دیکھ لینا تھا کہ یہ بسمل تڑپتے ہیں
چلے جاؤ یہاں سے بس میرا[1] او دشمن جانی ۔۔۔ کہ تیری نظر شفقت سے سر محفل تڑپتے ہیں
کہاں ہیں دوست وہ میرے ذرا تو اسطرف دیکھیں ۔۔۔ ازل سے واسطے جنکے ہوئے مائل تڑپتے ہیں
یقین و علم صادق بس تمھیں تو دوست ہیں ایسے ۔۔۔ کہ ہجرت میں تمھاری ہاں بنے جاہل تڑپتے ہیں
میرے اے دوستو جلدی خبر لو تم خبر لو تم ۔۔۔ کہ دشمن کے تشدد سے بنے کاہل تڑپتے ہیں
نگاہ رحم سے اپنی ذرا دیکھو تو عاصی کو ۔۔۔ بلا امداد کے ہم تو ہوئے بسمل تڑپتے ہیں

نوٹ [1] عاشق جانباز۔ یعنی عشق خدا میں وہی جانباز کامیاب ہوتے ہیں کہ چاہے کیسی مصیبت آپڑے چاہے جان تک فنا ہو جائے لیکن اُف نہیں کرتے پس اس سخت منزل کو مُردہ دل کیا طے کر سکتے ہیں۔ [2] اے میرے اعمال بد تو مجھے وقت جاناں میں کب تک رلائے گا۔ اب رحم کر اور مجھے اس سے ملنے دے۔ [3] اے بدبخت میرے فعل بد تو نے اب تک کفر وجذبوں میں ایسا مبتلا رکھا کہ میں ایسا بیچین و پریشان ہوں کہ جیسے کوئی برسوں کا پیاسا دریا کے کنارے پہنچکر بھی پیاس سے بیقرار ہی رہے یعنی اس انسانی وجود کو بھی بھی میں کچھ نہیں کر سکا۔ [4] مراد ہے موہنی کرم سے۔ کیونکہ یہ سب میں بلوان ہیں۔ [5] مراد ہے جو راستی لا الہ سیداں سے۔ [6] وہ یقین و علم صادق میرے دوست کہاں ہیں جنکے لئے میں ازل سے بیقرار ہوں یعنی اگر وہ مل جاتے تو میری مکتی ہو جاتی۔ [7] یہ قاعدہ ہے کہ عمل کرنیوالے نہیں تڑپا کرتے ہیں بلکہ مراد دلی حاصل کیا کرتے ہیں پس مجھے اب اس طرز سنہری سے کامل امید ہے کہ میں دنیا سے پار ہو جاؤنگا۔ [8] جو ایشور میں مائل یعنی مل جاتے ہیں وہ نہیں مرتے ہیں پس میں اب جو جنور بھگوان کے درشن سے خود میں محو ہوا ہوں تو میری مکتی ہی ہو جائیگی

بہار آئی چمن میں ہے نسیم فیض بھگوں سے
نہیں تو کیا یہ ممکن ہے کہ نہیں سائل تڑپتے ہیں

اُترنا بحر دنیا سے ہمارا بے شبہ ہوگا
یہی قانون ازلی ہے نہیں عامل تڑپتے ہیں

بڑی کوشش و ہمت سے ہوا درشن جنور کا
نہیں ہرگز فنا ہونگے نہیں تائل تڑپتے ہیں

کہاں یہ تاب و طاقت ہے کرد جو شکر بھگونکا
نہیں اب کفر حائل ہے نہیں سائل تڑپتے ہیں

نہیں ہے دا سکا کوئی بجز اب ذات تیری کے
ذرا تو دیکھ لے انکو کہ جن کے دل تڑپتے ہیں

روحانی بیداری

ذرا بتا تو تیری وہ طاقت کدھر گئی
رُخ زیبا پہ ترے تھی جو تمازت کدھر گئی

ہر بشر سے تھی جو تجھکو وہ الفت کدھر گئی
تھی خود میں جو محو ہونیکی ہمت کدھر گئی

یہ کیا ہوا کہ تم تو سب کو گنوا چکے ہو
دریا میں غفلتوں کے سب کو بہا چکے ہو

کچھ ہے خبر کہ تم تو وہ شان والے تھے
خود میں ایش ہونیکی آن والے تھے

نیمی جبند سے تم تو ہاں دان والے تھے
بیرا ادر رام جیسے تم گیان والے تھے

نوٹ ۱ قاعدہ ہے کہ عمل کرنیوالے نہیں تڑپا کرتے ہیں بلکہ مراد دلی حاصل کیا کرتے ہیں بس مجھے اب اسی طرز سے ہی سے کام۔ امید ہے کہ میں دنیا سے پار ہو جاؤں گا۔ ۵ جو ایشور میں شامل یعنی لین ہو جاتے ہیں وہ نہیں مرتے ہیں۔ بس میں اب جو بھگوان کے درشن سے خود میں محو ہوا ہوں تو میری مکتی ہی ہو جائے گی۔ مطلب یہ ہے کہ جنور بھگوان کا درشن (نظارہ) نجات دینے والا ہے۔ ۹ یقین باطل کے دور ہونے میں پربھو کا شکر ادا نہیں کر سکتا۔ ۱۰ شاعر کہتا ہے کہ میرا سوا تیرے اور کوئی نہیں ہے پس اے ایشور میرے طرف دیکھ کیونکہ جو بیقرار دل ہوتے ہیں ان پر غور کرنا اور دیکھنا ضروری ہے میری بھی یہی حالت ہے۔ یعنی مجھے اب دنیاوی قصوں سے آزاد کر کے کوشش بڑھا دے۔

چیز ہے۔ یا سانس کو روح کہتے ہیں۔ یہ ہی رائے حکیم زینو کی ہے۔

(۱) ارسطوزینس (مشہور یونانی حکیم) روح کو جسم کے مختلف حصص میں شریک مانتے ہیں۔

(۲) زینوکریٹس (یونانی حکیم) نے روح کے کئی حصّے کرکے اُسے مختلف اعضاء میں تقسیم کیا ہے۔

(۳) فیثاغورث (یونانی حکیم) کی رائے ہے کہ روح ایسا مادہ ہے جسکی تفریق نہیں ہو سکتی۔

(۴) افلاطون (یونانی حکیم) کہتا ہے کہ روح میں تین ممتاز جوہر ہیں۔ ایک جوہر فراست ہے جو دماغ میں رہتا ہے اور باقیماندہ دو جوہر خواہش و طیش ہیں۔ جو سینہ اور دل میں رہتے ہیں۔ یعنی خواہش سینہ میں اور طیش دل میں۔

(۵) ارسطو کا بیان ہے کہ چار چیزیں یا اُصول جس سے تمام اشیاء کی ساخت ہوئی ہے۔ مثلاً فکر، علم، محبت اور نفرت۔ ان میں سے ایک بھی روح کا ماخذ نہیں ہے۔ پانچواں جوہر اور بھی ہے جس کا نام میں بتا نہیں سکتا۔ ہاں اوس جوہر کا نام اگر روح رکھا جائے تو کوئی اعتراض نہیں۔

(۶) سسرو (یونانی حکیم) لکھتا ہے کہ ایک پُر قوت غیر ممکن التبدیل اور علی التواتر جاری رہنے والی حرکت کا نام روح ہے۔ جس باریکی تک انسان نہیں پہنچ سکتا اور نہ اس کا خیال کر سکتا ہے۔ یہی فصیح حکیم لکھتا ہے۔

(۷) ورنوکریٹس۔ کی رائے ہے کہ روح ایک جزو لایتجزی ہے جس کی حقیقت ہم نہیں پہچان سکتے۔ سسرو نے زیادہ وسعت سے اس مسئلہ پر بحث کی ہے۔ اس کی بحث کسی قدر معقول اور زیادہ دلچسپ ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ کذب عام طور پر صدق کے ساتھ ایسا مل گیا ہے کہ دودھ کا دودھ اور پانی کا

بانی علیحدہ ہونا ناممکن سا ہو گیا ہے۔ ہمارے پاس کوئی ایسا امتیاز یہ نشان نہیں ہے جس سے ہم صدق و کذب میں فرق معلوم کر سکیں۔ یہ روح کے غیر فانی ہونے کو ایسا مشتبہ بیان کرتا ہے جس سے اس کا صحیح پتہ نہیں لگتا۔

(۸) عیسیٰ مسیح و محمدؐ صاحب کی رائے روح کے بارے میں یہ ہے کہ نورِ خدا کا ذرہ ہے۔ محض ایک دفعہ پیدا ہوتی ہے۔ روزِ قیامت سب کا حساب انصاف ہوگا۔

(۹) شری کرشن چندر جی مشہور یوگی راج نے شری گیتا جی میں یہ لکھا ہے کہ روح ایسی اجر، امر، انباشی، اکھنڈت و اچھیدت ہے کہ جو نہ شستر سے چھیدی جا سکتی ہے اور نہ آگ میں جلتی ہے اور نہ پانی میں ڈوبتی ہے۔ غرض سب آفات سے مبرا ہے۔ یہ ہی رائے تمام اہلِ ہنود کے ریفارمروں و اوتاروں و تیرتھنکروں کی ہے۔

(۱۰) شری بیر بھگوان آخری جین تیرتھنکر کی یہ رائے ہے کہ جیو (روح) اُسے کہتے ہیں کہ جو تینوں زمانہ گذشتہ۔ موجودہ و آئندہ میں جیتی ہے یعنی گیان جو گن ہے وہ جیو کا ہی ہے اور کسی کا نہیں۔ جس چیز میں جیو نہیں ہوتا اُسے جڑ کہتے ہیں۔ جڑ میں سمجھنے اور پہچاننے کی طاقت نہیں۔ یہ طاقت محض جیو آتما میں ہی ہے۔ بھائیو! اب ہم تم کو دلیلوں سے ثابت کرتے ہیں۔

دلیل نمبر ۱۔ آدمی جب کبھی باریک بات کو سوچتے سوچتے اسمیں مصروف ہو جاتا ہے تو باوجود آنکھوں کے کھلے رہنے اور کان وا ہونے کے نہ دیکھتا ہے اور نہ سنتا ہے۔

علی ہذا القیاس اس کے اور حواس بھی باوجود موجودگی کے کچھ احساس نہیں کرتے۔ دنیا میں ہر ایک آدمی اس کی کچھ نہ کچھ شہادت دے سکتا ہے خصوصاً زیادہ سوچنے والے آدمی مہاتما گوتم آچاریہ جی اپنے منطقی مسائل میں یہانتک

معروف رہتے تھے کہ دسیوں واقعات بیرونی ہوجانے پر بھی خبردار نہ ہوتے تھے۔
چنانچہ ایک مرتبہ فلسفی مسائل کو سوچتے راستہ طے کرتے ہوئے کنوئیں میں گر پڑے اور
اہل محلہ نے گرنے کی آواز سن کر نکالا۔ اسی طرح سے سیکڑوں واقعات گزشتہ د
موجود ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ حواس ظاہری صرف آلات کے طور
پہ ہیں بذات خود یہ دیکھنے سننے والے نہیں جیسا کہ مذکورہ بالا حالات سے
ظاہر ہوتا ہے۔

پس اس بحث سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس جسم میں کوئی ایسی چیز موجود ہے
جس کو ان حواسوں کے علاوہ بالذات یہ قوا حاصل ہیں۔ یہ گن حواس کے
نہیں۔ بلکہ اس کے اپنے ہیں۔ بچارنے سے واضح ہوتا ہے کہ ان کے اندر کوئی ایسی
چیز موجود ہے جو دیکھنے کی خواہش کرتی ہے اور باوجود نہ موجود ہونے حواس کے
اس میں دیکھنے کی خواہش موجود ہے۔ جنم کے بہروں پر جب اس بات کا امتحان
کیا گیا ہے کہ سننا صرف کان کا گن ہے یا اور کسی چیتن چیز کا تب باوجود نہ ہونے
کان کے ان کے منہ میں گھنٹی [illegible] ہی گئی فی الفور ہنس پڑے اور آواز سن لی۔ تو
صاف ظاہر ہے کہ سننے والا دیکھنے والا سونگھنے والا روح ہے نہ کہ جسم ہے۔

دلیل نمبر ۲۔ اگر اس جسم کے اندر کوئی چیتن روح کام کرنے والا نہ ہوتا [illegible]
ہی مادے کو کام کراتا تو بحالت ہونے اعتدال کے اندریاں ہمیشہ کام کرتیں معطل نہ ہوتیں۔
جس طرح ایک گھڑی چلتے چلتے اس وقت تک نہیں رکتی جب تک اسی [illegible]
وغیرہ کی طاقت گھٹ نہ جاوے یا کوئی آدمی آ کر روکنے والا نہ ہو یا نہ بگڑے
اسی طرح انسان کے جسم کی اندریاں ہمیشہ کام کرتی رہتیں۔ کبھی نہ رکتیں اور
اگر رک جاتیں تو پھر چل نہ سکتیں۔ کیونکہ مادہ میں ترتیب و انتظام نہیں۔ پھر ظاہر ہے
کہ آدمی کا حال ایسا نہ ہوتا۔ اس کی مثال ریلوے کا انجن ہے۔ اگر انجن کو کسی طرح

کوئی رکاوٹ نہ ہو تو کبھی رک نہیں سکتا۔ بشرطیکہ اس کے مذہب کی طاقت اور سٹرک موجود ہو اور جب رکے گا۔ تو پھر چلے گا نہیں۔ لیکن وہ ڈرائیور کے ماتحت ہے۔ جو اُسے جب چاہتا ہے چلا سکتا ہے، روک سکتا ہے۔ جہاں چاہتا ہے کھڑا کر دیتا ہے۔ انجن اس سے انکار نہیں کر سکتا ہے اور نہ کرنے کی اُسے طاقت ہے کیونکہ وہ چیتن نہیں۔ یہی حال جسم اور روح کا ہے کہ جب منزل مقصود پر پہنچنے کا خیال ہوتا ہے۔ جسم شکستہ ہو، کمزور ہو، بیمار ہو۔ اس کی شکست کی پرواہ نہ کر کے روح اُسے کشاں کشاں لے جاتا ہے اور اپنی آزاد دلی اور حسب منشاء کام کراتا ہے۔ جسم سے کرانے والا مادہ نہیں ہے۔ بلکہ روح ہے۔ اسی طرح کی اور بہت سی دلیلیں ہیں۔



اوم

کرشمہ جوہر روحانی

معرفت روح جب روح کو اپنی ہستی کا علم ہونے لگتا ہے یعنی جب یہ بشواش ہو جاتا ہے کہ میں تین کال اور تین لوک کے جملہ جاندار و غیر جاندار پدارتوں سے علیحدہ ایک اجر امر ابناشی اکھنڈت وغیرہ گن والا چدانند سروپ ہوں تب وہ اشدہ دریارتھک (अशुद्ध द्रव्यार्थिक) اور پریائے ارتھک (पर्यायिक नय) کو بالکل موخر (گون روپ) کر دیتا ہے اور شدھ دریارتھک (शुद्ध द्रव्यार्थिक नय)

[illegible]

یعنی حقیقت روحانی کو مدنظر رکھتے ہوئے اس طرح غور وخوض کرتا ہے کہ جتنے اننت
گن (اوصاف غیر محدود ولاتعداد) کا یہ مرا آتما اکھنڈ پنڈ روپ (نہیں فنا ہونے
والے پردیسوں کا مجموعہ) درب ہے۔ انہیں سے ایک بھی وصف چھوڑتا نہیں اور
ان اپنے گنوں کے سوائے کسی دوسرے درب یا اس کے کسی انش وحصہ کو کبھی
گرہن نہیں کرنا چاہیے کیونکہ [illegible] کہ ان سب کی وجہ سے مرتبہ جوہر
خاص میں ایک قسم کا نقص پیدا ہوتا ہے اس تمثیل سے خاص نصیحت وسبق
حاصل کرتا ہے۔

تمثیل۔ جیسے کوئی شخص غلطی یا بدحواسی سے کسی ستون کو انسان سمجھ کر
یا کسی رسی کو اندھیرے میں سرپ جان اس سے خوف کرتا ہے یا اس فرضی شخص
کو اپنا دوست احباب اور رشتہ دار وخاندانی شخص جتا کر اس کے واسطے قسم قسم
کے سامان موجود ومہیا کرنے میں مشغول ہوجاتا ہے۔ یہاں تک کہ اُس کے لئے
تن من دھن سے فدا وقربان ہونے لگ جاتا ہے لیکن جب اس کو کسی خاص طور
سے غور وخوض کرنے یا کسی رہبر وغیرہ کی نصیحت کے ذریعہ سے اصلی حال معلوم
ہوجاتا ہے کہ یہ انسان نہیں ہے محض میرا فرضی وعارضی خیال ہے تب وہ
اپنی غلط فہمی کو افسوس کے ساتھ تسلیم کرلیتا ہے۔ یہ ہی نہیں بلکہ اس کو نشچے
ودرڑھ بشواش کے ساتھ ستون جان۔ اس کے متعلق سب ایسا ہی برتاؤ
کرتا ہے جیسا کہ ہونا چاہیے۔ اب سمیک ورشٹی وگیانی (اہلِ یقین وعلم صادق)
شخص مذکورہ بالا کہانی سے یہ سبق لیتا ہے کہ میں نے یقین وعلم باطل کی وجہ
سے ہی اب تک جو دولت وحشمت ومکان ودکان اور دیگر سب سامان
دنیاوی اور نیز زن وفرزند وغیرہ وغیرہ حتی کہ جسم کو اپنا مان کر ان کے لئے
ہر وقت پریشان وحیران رہا ہوں یعنی ان میں آتم بدھی کر جسم کو فربہ وتوانا

کرنے اور زن و فرزند کے خوش ہونے کی جتنی بھی اشیاء و سامان ضروری ہیں
ان کو حاصل کرنے اور خواہش نفسانی کی کامیابی میں تفریح و اطمینان جان
ان کے پیچھے متوالا و شیدا رہا ہوں جس سے اپنی حقیقت و کیفیت کو ذرا بھی نہیں
جانا کہ میں ان سب سے علیحدہ ایک چیتن سروپ ہوں۔ افسوس یہ میری سب
غلط فہمی و باطل یقینی ہے کیونکہ اگر یہ میرے ہوتے تو میرے ساتھ رہتے۔ لیکن
ایسا نہیں ہے اور ایسا ماننا گویا آفتاب پر خاک ڈالنا اور آسمان میں پھولوں
کا ہرا بھرا چمن دیکھنا ہے اور اسی اپنے خیال باطل و امید موہوم کی وجہ سے
مجھے روز ازل سے آج تک لاکھ چوراسی کے چکر میں گھومنا پڑا۔ یعنی ان سب
کو اپنا دوست و مددگار جان ان کی جدائی میں سخت پریشان رہا اور اُنکے
ملنے میں خوشی سے پھولا نہ سمایا اور ان کے واسطے ہنسا کرنا۔ جھوٹ بولنا۔
چوری کرنا وغیرہ وغیرہ معیوب اور عذاب و گناہ کے وہ کام کئے کہ جن کے
یاد آنے سے لرزہ پیدا ہوتا ہے۔ خوف سے دل کانپتا اور جگر پانی پانی ہوتا ہے
کبھی یہ بھی خیال ہوتا ہے کہ انسانی وجود جو معہ جملہ ضروری سامان کے مجھے
آج تک ملتا رہا۔ یہ سنسار چکر سے نکلنے اور بحر دنیا سے پار ہونے کا میرے لئے
بڑا کافی ذریعہ تھا لیکن اس کی میں نے کچھ بھی قدر و منزلت اور وقعت و عزت
نہ کری بلکہ کوڑیوں کے مول رتنوں کو پھینک دیئے۔ میں نے اس پر نصیحت
قول پر کچھ بھی خیال نہیں کیا۔ شعر

مکن عمر ضائع بہ تحصیل مال — کہ ہم نرخ گوہر نہ باشد سفال

یعنی اگر میں عمر عزیز کی قدر کرتا ہوا فرائض خاص (عبادت و عیادت و ریاضت

نوٹ سفال۔ ٹھیکرے۔ یعنی اپنی بے بہا زندگی کو دولت حاصل کرنے میں خرچ کرنا
گویا موتیوں و جواہرات کو ٹھیکروں کے مول بیچنا ہے۔

وطریقت کا کرنا) ادا کرتا اور سب جانداروں سے دلی ہمدردی کرتا تو کیوں میں دوزخ میں جاتا اور کیوں ان مصائب و تکالیف میں جو کہ میں رات دن بچشم خود دیکھ رہا ہوں۔ ماہی بے آب کی طرح نیم بسمل رہتا ہوا شب اختر شماری و دن اشکباری میں گذارتا اور کیوں قندمول آلو کچالو اور بھیں پھول وغیرہ ہوکر پیسے کے سیر سیر بکتا۔ پانوں تلے روندا جاتا اور کیوں سانپ بچھو شیر بھیڑیا اور چوہا و بلی وغیرہ ہوکر قسم قسم کے عذابوں کو برداشت اور سخت سے سخت مصیبتوں کا متحمل ہوتا۔ غرض اس ناگفتہ بہ حالت میں کیوں مبتلا ہوتا۔

غرض ان مذکورہ بالا باتوں کو اُنتر آتم سمکتی جیو یاد کر۔ اپنی گذشتہ زندگی پر سخت افسوس کرتا ہے جس سے وہ بھول کر بھی پھر پریائے بدھی (ظاہری باتوں) میں نہ پھنستا ہوا یہ وچار کرتا ہے کہ اس وقت اس آتمیک گیان (روحانی علم) کی وجہ سے ہی میری رفتار گفتار اور حرکت وطریقت بدل گئی ہے۔ یعنی پہلے میں حواس خمسہ کے جذبات کی تکمیل میں ہی خوشی سمجھتا تھا جس سے رات دن اس قصہ میں سرگرداں وحیران تھا۔ یہاں تک کہ جو کچھ نیکی و ہمدردی اور خیرات و ذکات اور عبادت و ریاضت میں کرتا تھا وہ سب دنیاوی عزت و حشمت اور عیش و عشرت کے لئے ہی تھی لیکن اب میرا مقصد زندگی بدلنے سے میں نے روحانی خوشی کو محسوس کیا اور آتما میں پرماتما ہونے کی شکتی جان حقیقت خود کو جانا۔ اس سے اب ریاضت و عبادت سے کرم میل کو دور کر خود کو صاف و مصفا کرنے کی کوشش کرنا ہی لازمی سمجھا ہے اور میں تو اتم انبھو (روحانی محویت) کی طاقت سے مہا تیک سمیک درشٹی گرست (رموز روحانی کے ماہر دنیادار) ایسا ہو سکتا ہوں۔ جیسے کہ شانت ناتھ و کنتھ ناتھ دنیا جہ جنگ و بھرت چکرورتی راجہ مہاراجے دنیاوی کاموں کو کرتے ہوئے

پاک وصاف تھے اور اُن میں سے بعض بعض تو عبادت و ریاضت کر اور کوئی
بات کی بات میں ہی موکش میں چلے گئے۔ دیکھو برت جی مہاراجہ کو تو اتم (انہو
(روحانی نعمت عظمیٰ) کی بدولت کپڑے اُتارتے اُتارتے ہی کیول گیان
(ہمہ دانی) حاصل ہوا۔ اس وقت چاہے موہنی کرم کی وجہ سے میں منی وساد ھو
(فقیر و درویش) نہیں ہو سکتا ہوں لیکن خانہ داری میں رہتے ہوئے بھی میں
اس جسم کو اپنے رہنے کی اک جھونپڑی جانتا ہوں اور اس کی حفاظت کے
خیال سے مناسب خوراک و پوشاک کا سامان بہم پہنچاتا ہوں۔ جس سے
اس میں کسی قسم کی خرابی (بیماری وغیرہ) ہونے سے میرے روزانہ فرائض
پورے ہوتے رہیں۔ پہلے جو میں اپنی استری (منکوحہ بیوی) کو جذبات نفسانی
کی مشین سمجھتا تھا۔ اب میں اُس کو بھی اپنی اردھ انگنی جان دھارمک کاموں
کی مددگار سمجھتا ہوں اور اس کی جسمانی نمائش و آرائش کا میرے دل میں قطعی خیال
نہیں ہے بلکہ اس کی صحت و تندرستی کا خیال کرتے ہوئے اس کا آتم کلیان
کرنا میں اپنا خاص فرض سمجھتا ہوں۔ اسی طرح اولاد و دیگر اہل خاندان
کی طرف بھی میرا خیال بدلا ہوا ہے۔ ان کو اس لوک پرلوک کے ضروری
علم و ہنر سے ماہر کرتا ہوا ان کی صحت و تندرستی دیر و اپکار کا بھی قدردان
بناتا ہوں اور ان کے متعلق اور اور ضروری کام بھی (بیاہ شادی وغیرہ وغیرہ)
قاعدہ سے کرتا ہوں۔ والدین وغیرہ اور بزرگوں کی بھی خدمت تہ دل سے
کرنا اپنا خاص فرض سمجھتا ہوں۔ اب جہاں تک ہو سکے گا میں اپنی شُبھ کمائی
ہوئی دولت دھن ان پسینے سے پیدا کی ہوئی حسبِ ہمت زیادہ تر دھارمک کاموں
وعلمی ترقی اور پر اپکار میں ہی لگاتا رہوں گا۔

خلاصہ یہ ہے کہ گیان پوربک (باقاعدہ طریقہ) عمل واعمال کرنا ہی میرا

خاص مقصد زندگی ہے۔ اس قسم کے اُتم اُتم وچاروں سے دونوں درجہ والا سمیک درشٹی درجہ بدرجہ روحانی ترقی کرتا ہے جس سے یہ دنیا میں مثل کنول[ف] کے رہتے ہوئے بھی اس کی کثافت سے بے لوث و پاک وصاف ہی رہتا ہے یعنی دنیاوی سب کام کرتے ہوئے بھی اس کے سب قصوں وجھگڑوں سے علیحدہ رہتا ہے۔

وچاروان متروں و دور اندیش دوستوں! اگر ایسا نہ ہوتا تو بھرت جی کو بہت معمولی وقت میں کیوں کیول گیان (ہمہ دانی) ہو جاتا۔ جس کا ثبوت شاستروں کے پرمان کے علاوہ لوک روایت سے بھی ملتا ہے کہ راجہ جنک جیون مکت تھے۔

اب میں ان کی صداقت میں ایک اور ثبوت یہ پیش کرتا ہوں کہ جب اس نازک زمانہ میں ہم سیکڑوں سیٹھ ساہوکاروں بلکہ راجہ مہاراجہ تک کو لذات دنیاوی سے متنفر دیکھتے ہیں تو اُس زمانے میں جب کہ دھرم کرم کا دور دورہ تھا ایسا ہونا کون بڑی بات ہے۔

ف انتراتم کے تین بھید۔ سمیکتی اَبرتی یعنی جسکے کوئی اکھڑی وعہد وپیمان تو نہیں لیکن اسکا علم ویقین درست وصحیح ہے۔ دوئم دیس برتی یعنی جسکے سراوک کے بارہ برت ہیں اور خیال مثل سابق۔ سوئم۔ منی وسادھو جسکے پانچ مہا برت ہوں یہ وہ سب قصوں سے پاک میں محض بھوجن وغیرہ ضروری سامان گھر ستیوں سے لیکر اپنا کلیان کرتے ہیں انکے بھی خیالات ایسے ہی پاک ہوتے ہیں اگر خیالات باطل ہوں تو بھی سنسار میں رہینگے کیونکہ ایک ودوان کوئی نے کہا ہے کہ یا ن سمجھے درب لنگی منی اگر تین کر بہار بہرو۔ نوگر یوگ پر بہنت جاوے جر پر بھوارنی ماہی رلو یعنی چاہے سادھو وفقیرا کا سب ظاہری کام کر رہا لیکن ڈلیں یقین وعلم صادق نہیں تو وہ چاہے سب سے اونچے درجے یعنی موکش کے قریب ہی کیوں نہ چلا جائے لیکن پھر اس کو دنیا میں رلنا پڑے گا۔ خلاصہ یہ ہے کہ یہ چارتر سے مقدم ہے۔

خلاصہ غرض یہ ہے کہ سیکتی گھرستی بوجہ اپنے پاکیزہ وصحیح خیال ہونے کے گھرستی ہوتے ہوئے بھی سادھو مہاتما ہی ہیں۔ چنانچہ دیکھو خیالات۔

اشعار

ہمیشہ موہ کی کرتے رہے ہم ناز برداری[1] | مگر یہ ہے چھپا قاتل کہ مل ملکر چھری ماری
ہماری جہل وغفلت نے ہمیں ایسا گرایا تھا | کہ اکثر دوست کہتے تھے نہیں انمیں وفاداری[2]
نہ ہم اخلاق کے خوگر نہ کچھ پابندِ مذہب تھے | نہ سمجھے تھے حقیقت کو کہ تھی ہر طور سے خواری
غرض ایسی ندامت وپشیمانی کی حالت میں | یقین وعلم صادق سے ملی امداد شکہ کاری
بیا[3] سر پہ ہمارے تھے جو جذبہ دلکے سب جھگڑے | مصیبت سے بچانے کی ہمیت کی بڑی بھاری
حقیقت خود شناسی کا یہ لطف ہمکو بتا کرکے | مطالعہ وید کی خوبی جتائی ہے بڑی بھاری
کہ جس سے ہمنے جانا ہے جدا اپنے کو اب تب | ہوئی کافور سینوں سے ہماری اب سیہ کاری
یقینی میں یہ کہتا ہوں رہے جو یہ گھر باری | زمانہ جین ہو جائے مٹے ساری ریاکاری[4]
شریکِ دیوکے شید اپنیں انسانِ دنیا کے | اگر نا بحر دنیا سے نہیں ہو کچھ بھی دشواری
عنایت ایسے مشفق کی بیاں کچھ ہو نہیں سکتی | دعا ہے داس کی دل سے کہ انپر ہو گھر باری

[1] یعنی ہم آجتک دنیاوی موہ میں ہی پھنسے رہے۔ جس نے ہمکو سخت تکلیف دی۔

[2] ہم جہالت سے ایسے گرے کہ ہماری میں محبت ووفاداری کا نام بھی نہیں رہا۔

[3] ہمارے دل میں جذبات سے جو جو جھگڑے پیدا ہوتے ہیں وہ سب دور ہوئے۔

[4] مجھے بشواش ہے کہ اگر میری طرح اور دل کو بھی یقین وعلم صادق ہو جائے تو زمانہ جین ہو جائے۔



حالات شری مہابیر

ریفارمر دنیں نامی گرامی شری مہابیر بھگوان کے حالات میں کیا لکھ سکتا ہوں لیکن بخیال آخری پرچارک ہونے کے کچھ حوالۂ قلم کرتا ہوں۔

شری بیر بھگوان کا جنم اب سے دو ہزار چار سو پچپن[۲۴۵۵] برس پہلے یعنی عیسوی سن سے ۵۲۶ برس پیشتر مقام کنڈر پور عرف کندن پور (بہار) احاطہ بنگال میں چھتری کل بھوشن گیات بنسی کا شیپ گوتری، شری پرسدھ راجہ سدھارتھ کے یہاں چیت سدی تیرہ دسی کو ہوا تھا۔ ان کی ماتا شریمتی ترشلا دیوی تھی۔ ۱ سیہ ہمارے گیان وان وچار وان پوجیہ پتا نے گربھ (رحم) میں آتے ہی ثروت وحشمت اور شوکت وحکومت میں خاص ترقی ہونے سے بمشورہ چند نجومیوں کے ان کا جنم کا نام بردھمان رکھا لیکن بعد میں یہ اپنی بے نظیر ہمت ولیاقت سے تمام دنیا میں مہابیر کے نام سے مشہور ہوئے اور ہیں۔ یہ ہی نہیں بلکہ آپ تیرتھنکر[۲] ہونے سے اسوقت کے سب راجاؤں میں جودت وعزت وحکومت وصولت (دبدبہ) میں مقبول عام ہوئے۔

دوستو بخیال مضمون کی طوالت اب ہم اپنے پوجیہ بیر کے محض خیالات کا ہی کچھ فوٹو کھینچنا مناسب سمجھتے ہیں۔ یعنی اگرچہ ہمارے سچے بیر ظاہرا دنیاوی حلقے میں گھرے ہوئے تھے لیکن دل سب جذبوں وکاموں سے مثل کنول کے پھول کے بالکل علیحدہ اور صاف بیباک تھا۔ ہر وقت تتوں کا وچار آتم سروپ کا دھیان رکھنے کے علاوہ تمام سنساری جیووں کے دکھ دور کرنے اور لوگوں میں گھومنے کے بند کرانے

نوٹ ۱ خیال سے زیادہ روحانی کرشمے ظاہر کئے اور نیز معمولی سے معمولی شخصوں کی لاپروائیوں کو خود تکلیف برداشت کرکے اور باپ ودیگر وقت میں یکتا ہونے کی سختیوں کو برداشت کرتے ہوئے ان کی بہتری ہی ظاہری جس کا ثبوت مدلل آگے دیا جائیگا۔

۲ یہ ضروری ہے کہ ہر قسم کی طاقت ولیاقت وغیرہ صفتوں میں تیرتھنکر بھگوان لاثانی و بے نظیر ہوا کرتے ہیں۔ دیکھو - شاستر

اور سکھ چین و شانتی و آنند پھیلانے کا ہی کام تھا۔ غریبوں و محتاجوں اور ہر قسم کے دکھیاؤں کو خوش و خرم کرنے اور پرجا کا ہر طرح سے انصاف کرنے میں آپکا دل پریم تھا۔

چنانچہ اس طرح سے حکومت کرتے ہوئے ہر طرح سے امن چین و نیائے انصاف قائم رکھا۔ تیس برس کی عمر یعنی عین عالم شباب میں تمام جیوں کی عالمگیر بہبودی اور اپنی روحانی صفائی کی غرض سے سنجم لیا اور کیول گیان حاصل کرنے کے خیال سے ریاضت و طریقت میں ہمہ تن کوشاں ہوئے۔

بھائیوں! کیا یہ تعجب خیز بات نہیں اور کیا اس سے ان کی شور بیرتا عیاں نہیں ہوتی اور کیا یہ سنہری طریقہ اُن کی ہمت و جرأت اور کوشش و لیاقت کا کافی ثبوت نہیں کہ ہمارے بیر راج محل میں عیش و آرام سے زندگی بسر کرنے کے بجائے شیر وغیرہ موذی جانوروں کے لق و دق جنگل اور آسمان سے باتیں کرنے والے پہاڑوں کے پرخطر دامنوں میں ہزار ہا طرح کی سختیوں کو برداشت کرتے ہوئے آتمیک دھیان اور روحانی محویت میں مشغول ہیں۔ یعنی تمام سامان ضروری و کپڑے وغیرہ کو چھوڑتے ہوئے خاکی و فانی جسم کی محبت کو بھی اس طرح ترک کیا کہ جاڑے کے موسم پوہ و ماہ کی سردی میں بغیر کسی سہارے کپڑے و آگنی کے شمالی ہند کے برفستانی خطوں میں تمام تمام رات ایسے آتم دھیان میں گذاری کہ بعض بعض اوقات گوالیہ لوگوں نے سختی و بے رحمی سے نامناسب (زدوکوب) برتاؤ تک کیا لیکن اس سچے بیر نے کہ وہ دنیا تو درکنار آنکھ اٹھا کر بھی انہی طرف نہ دیکھا۔

علاوہ ازیں چنڈ کوشک ناگ شول پانی یکش سنگم دیوتا پر بھی ان پر نہایت نامہ بیت کی طرف سے ہیبت ناک ظلم و ستم بپا ہوئے۔ یہ ہی نہیں بلکہ اناسج دیش (جہاں اُس وقت کثرت سے سخت دل اور فرائض انسانی سے بالکل ناواقف لوگ رہتے تھے جیسے افغانستان اور بلوچستان وغیرہ وغیرہ) میں بہار و سفر کرتے وقت سخت دل لوگوں نے

دل کو ہلانے والی سختیاں کی لیکن مستقل مزاجی کے دریا شری پوجیہ سوامی نے ان سب دکھوں کو کرم ناش ہونے کا کارن جان ۔ کسی طرح کا بھی خیال اپنے دل میں نہیں کیا کیونکہ آپ کا بشواش تھا کہ اوّل تو اس اجر امر انباشی آتما کو کسی قسم کی تکلیف ہوتی ہی نہیں ۔ دوئم یہ سب کچھ اس کے کئے ہوئے کرموں کا پھل[1] مل رہا ہے۔ ان کا تو اپکار ہے کہ قرضے سے سبکدوش کر مجھے نج سروپ حاصل کرنے (موکش میں جانے) کے لئے ہلکا کر رہے ہیں۔

پس ایسے پاک و پوتر اور الطف خیالات[2] کی وجہ سے بجائے کسی قسم کا بدلہ لینے کے اون کا اُپکار و کلیان ہی کیا۔ یعنی اسی طرح سمجھاتے ہوئے ان کو نیک راستہ پر لگایا کہ جس سے وہ اپنا و دوسروں کا بھلا کر سکے۔ اشعار

نہیں ہے وقت راحت[3] جاگ اور جلدی کھڑا ہو جا	ہمہ تن محو از بہر حصول مدعا ہو جا
تمنّا ہے اگر کچھ گوہرِ مقصود حاصل ہو	فلاحِ ملک پر قربان ہو جا اور فنا ہو جا
پکڑ صبر اور استقلال سے شمع ہدایت کو	اندھیری رات کا کچھ غم نہ کھا تو رہنما ہو جا
تجھے یہ تو خبر ہے ایک دن آخر کو مرنا ہے	کسی کے سر پہ چڑھ کے مر کسی پر تو فدا ہو جا

دوستوں! اس قسم کے پُر اثر نصیحتوں سے بہت کچھ اُپکار رہوا۔ اب آپ کو ہماری اس قسم کی بالکل صحیح و قابل تسلیم تحریر کو پڑھ کر شاید کسی قسم کے مبالغہ کا جیسا کہ اکثر لوگ بزرگوں کی حمد و ثنا میں کیا کرتے ہیں خیال ہوا ہوگا لیکن یہ بالکل بے بنیاد اور محض آپ کا فرضی خیال ہے۔

---

[1] ۔ یعنی جو کچھ نیک و بد فعل یہ آتما کرتی ہے اس کو ویسا ہی نتیجہ ملتا ہے۔

[2] ۔ مہابیر بھگوان کے ایسے پاک خیالات تھے کہ دشمنوں سے بھی باوجود ہر طرح سے صاحب ہمت و طاقت ہونیکے بدلا نہیں لیا۔

[3] ۔ بیر بھگوان فرماتے ہیں کہ تم ہوشیار ہو جاؤ۔

جس کا ثبوت آپ کو تمام مذاہب کے پیغامبروں کی لائف پڑھنے سے خود بخود ہی مل جائیگا۔

چنانچہ دیکھو حضرت عیسیٰ مسیح و محمدؐ صاحب نے کیسی کیسی سختیوں کو برداشت کیا اور اسی طرح سے دیش دبرہمن وسکھ وچھتری وغیرہ قوموں کے بزرگوں و رہبروں شری رامچندرجی و شری کرشن چندرجی و گورو نانک جی و سوامی دیانند جی وغیرہ وغیرہ نے کس تیر دلی سے مصیبتوں کو برداشت کرتے ہوئے دنیا کا اُپکار کیا۔ بیرھگوان کا سدھانت و اُصول ہی ان سب سے بڑھ کر یہ تھا کہ جیو کو اپنے گیان و تپ کی طاقت سے تمام کرموں کو نیست و نابود کرنے سے ہی موکش ہو سکتی ہے اور یہ شانتی کے ساتھ وکھ سہن کئے بغیر ناممکن ہے۔ نہ اور کوئی اس کا دینے والا ہے اور نہ دلانے والا ہے۔ جیو آتما اپنے باندھے ہوئے کرموں کو تپ سنجم سے نج سروپ کا انبھو (محویت) کر ہی برابر کر سکتا ہے۔

پس ایسے بے مثال خیال والے پوجیہ تپانے اگر کسی قسم کا غصہ نہیں کیا ہو تو تعجب ہی کیا ہے۔ کیونکہ جذبات کو محض خیالی رفتار کا نتیجہ تمام ہی مذاہب نے مانا ہے۔ غرض اس طرح سے تپ، گیان کی طاقت سے تمام گھاتیا کرموں کو ناش کر کیول گیان حاصل کیا۔

مہابیر ہونے کی مدلل دلیل۔ دوستو اگرچہ ہمارے روحانی قلمرو کے فرمانروا نے دنیاوی حکومت بھی بہت کچھ بہادری و دلیری اور ہمت و نہمت سے کی لیکن اس وقت کی اولوالعزمی کا تو کہنا ہی کیا یعنی ان بلوان جودھاؤں (کرم شتروں) کو کہ جن کے آگے کیا باسدیو، بلدیو، کامدیو اور کیا چکری و اندر وہرندر سب

---

[1] گیانا برنی، ورشنا برنی، موہنی، انترا یہ گھاتیا کرم ہیں۔ [2] وہ روحانی روشنی کہ جس سے تمام چیزوں، روحوں کا گذشتہ و موجودہ و آئندہ حالات ہوبہو معلوم ہو سکے۔

ہی سر جھکایا اور جن کے سامنے بڑے بڑے گیان وان پرسدھ مہاتماؤں نے سینکڑوں برس سر رگڑا۔

غرض تین لوک میں جن کا لوہا سب نے ہی مانا۔ جیسا کہ ؎

دکھلا رہے ہیں کرم کیا ساماں نئے نئے — رنج والم ہیں جان کے خواہاں نئے نئے
مٹتا ہے ایک رنج تو ہوتا ہے دوسرا — کرموں کے پھل ہوں دیکھتا ہوں نئے نئے

اپنے معمولی وقت میں (محض بارہ برس سے کچھ زائد) بالکل نیست و نابود کرا دی ہنت پد حاصل کیا۔ مالو تمام تیرتھنکروں میں سب سے کم زمانہ میں آپ کو موکش پد حاصل ہوا۔

اس خاص الخاص صفت کی وجہ سے آپکا نام مہاویر کیا بلکہ اس سے بھی بڑھ کر کوئی لفظ اور ہماری نظروں میں ہے اور اس کو آپ کے نام کے ساتھ منسوب کیا جائے تو وہ بھی کم ہے۔ غرض ان صفتوں کی وجہ سے ہم آپ کے بل اور پراکرم کی جس قدر بھی تعریف کریں۔ وہ فی الواقع دریا کو کوزہ میں بھرنے کی مانند ہے۔

سکہ انکا بیٹھا ہے ہر دشت ہر انبوہ میں — زلزلہ ہے نام سے اُن کے زمین و کوہ میں
سر جھکاتے ہیں اندر بھی روبرو آتے ہوئے — چکری تو ٹھوکریں پھر رہے کھاتے ہوئے

اپدیش۔ دنیاوی ساز و سامان سے محبت چھڑانے والا جذبات نفسانی سے محفوظ رکھنے والا۔ اپنے (آتما) اور غیر (جسم) کی تمیز کرانے والا حتی کہ روحانی کمال یعنی نج آنند و سچدانند وغیرہ ادبہت شکتی کا ظاہر کرنے والا یہ ہی ایک سچا رہبر (سمیک گیان) ہے۔ یعنی اس نے ہی چاروں گتی کا سروپ دکھلا چوراسی لاکھ یونی کی گھور بیدنا سے بچا پرم پد دینے کو موکش مارگ دکھلایا۔

ایسے باکمال رہنما کی رہنمائی سے جو کچھ معلوم ہوا اس پر یقین کرنا اور صحیح ماننا (سمیک درشن) کہلاتا ہے۔ بہت سے آدمی شاستروں کے پڑھنے اور ست گورو کے

اُتم اُتم اُپدیشوں سے دھرم کا مرم تو جان جاتے ہیں لیکن بغیر درڑھ بشواش کے کچھ نتیجہ نہیں۔ پس سمیک درشن یعنی یقین صادق کی سب سے اول اور خاص ضرورت ہے۔ اسی وجہ سے سنسار سمند سے پار کرنے والا یہی ملاح مانا گیا ہے، اس کے بعد چارتر کا نمبر ہے یعنی گیان سے راستہ معلوم ہوا اور یقین صادق سے اس کو سچا و درست سمجھا۔ اب باقی ہے نمبر عمل کا۔ جس کے بغیر نہ کسی نے موکش پایا اور نہ پا ہی سکتا ہے۔ یعنی سمیک چارتر سے ہی کاریہ کی سدھی ہو سکتی ہے جیساکہ सम्यक्दर्शनज्ञानचारित्राणि मोक्षमार्गः جیساکہ ہر ایک جیو واجیو وغیرہ پدارتھوں کا سروپ ہے* اور اس طرح ہے جیساکہ بتلایا گیا۔ سمیک درشن اور اس پر تہارت ریتی (با قاعدہ) سے چلنا سمیک چارتر ہے۔ جس کے دو بھید نشچے و بیوہار ہیں اور بیوہار نشچے کا سادھن ہے۔

دوستو! اب ہم اپنے ہمہ داں کے اُپدیش کو بخیال تنگی اختصار پسندی کے مختصر بیان کرتے ہوئے یہ عرض کرتے ہیں کہ کیول گیانی (ہمہ داں) ہونے کے بعد بہت کچھ جیووں کا اُپکار و کلیان کیا۔

یگوں کی گھور ہنسا کو یکدم بند کرا دیا۔ ویا دھرم کا سکّہ تمام ملکوں میں جما دیا۔ لوگوں کو رحم دل اور اُپکاری بنایا۔ بلا خیال ملت و مذہب ہر ایک کو انسانی فرض سمجھایا۔ جسمانی و سماجک ترقی کے ساتھ آتمیک گیان بھی بتلایا۔ چنانچہ اس قسم کی شہرت و نیکنامی سے اس وقت کے خاص وِدوان اور ویدپارتی گوتم آدی برہمن بھی سیوا میں بغرض بحث و مباحثہ آئے لیکن قبل از دریافت آپ نے تمام شکوک خود بخود ہی دل میں طے ہو جانے سے سب نے سر جھکائے۔ ہمارے بیتراگ پربھو نے ان سب کو چارتر کے ملکٹ پہنا اپنے گندھر بنائے۔ یہ ہی نہیں بلکہ ان کے چار ہزار چار سو ششوں کو بھی سنیمی منی و سمیکتی شراوک بنائے۔ غرض اس طرح سے مہاپن دان و چارتر داں جین اچین

* خاص بد دھاری چار گیان والے جو ہمہ داں کی بانی کا خلاصہ تمام سموسرن میں سناتے ہیں۔

چودہ ہزار کو منی پدوی دے سنسار ساگر سے پار کئے اور شااول وسا اوکا و سادھو و سادھوی ان چار ترتھوں کو قاعدہ میں کر دیش دیش میں دھرم پرچار کے لئے گئے۔ ہزاراں جیوں کو وچار وان گیان وان بھید بگیانی بنائے۔ یہ ہی نہیں بلکہ اس وقت کے پرسدھ مہاراجہ شرینک اور ان کے پتر راج کنور کونک اور راجہ چیٹک و راجہ چندر پردیوت و راجہ اودائن و راجہ نند بردہن و راجہ وشارن بھدر و راجہ جیت شترو و ستویت راجہ وجے راجہ و پاوا پوری کا ہستی پال نامک راجہ وغیرہ وغیرہ بہت راجہ مہاراجگان کو بھی جین دھرم انوراگی بنائے۔ غرض اسی طرح ۳۰ برس تک بیشمار جیوتوں کا اُپکار و کلیان کرتے ہوئے آخری چوماسہ پاوا پوری نگری میں کرنے گئے۔ وہاں ہستی پال راجہ کی پراچین راج سبھا میں دودن ان شن برت (تمام چیزوں کا قطعی تیاگ) کر شری آتم وچار (श्री आत्मा विचार) سناتے سناتے کاتک بدی اماوس کی آخری راتری کو ۷۲ برس کی عمر میں آیو پورن کر موکش پدھارے۔ اُس وقت اٹھارہ دیش کے راجہ مہاراجہ بھی پوشدھ برت کر مہاراج کے آخری اُپدیش سے اپنا اپنا جنم سپھل کر رہے تھے۔ چنانچہ اُس دن دیپ مالکا سب قوموں میں ہونے سے اس کے لوک مانیہ و قابل تعظیم ہونے کا کافی ثبوت ہے۔

روحانی کمال

شعر۔ جب سے وچار آتم بھارت سے اُٹھ گیا ۔۔۔ تو ملکی کمال تب سے دنیا سے نکلگیا

معزز دوستوں آپ کے اس بھارت میں روحانی خیال اور آتم وچار کسی وقت ایسے بےنظیر تھے کہ جس سے اسکو قابل قابل وودان رشی مہاتماؤں اور عالم باعمل درویشوں و صوفیوں کی

نوٹ ۱؎ تمام ہندو قومیں کاتک بدی اماوس کو اپنے گھروں و دکان میں روشنی کرتے ہوئے مٹھائی وغیرہ تقسیم کرتے میں لکشمی پوجن کرغربا کو دان بھی دیتے ہیں۔ یہ سب خوشی اس پربھو کی یاد میں منائی جاتی ہے۔

سبق پر قابل تسلیم فخر و اعزاز حاصل تھا اور اس کے ساتھ ساتھ اخلاقی و سماجی کمال بھی
ہر چہار طرف پھیلا ہوا تھا لیکن انقلاب زمانہ سے جب روحانی کمال کا ناگفتہ بہ حال ہو گیا
تو تب اخلاقی و ملکی عزت و عظمت اور عبادت و عبادت کی تاب و طاقت بھی جاتی رہی۔
جس کا خاص ثبوت علاوہ روزانہ مشاہدہ و تجربہ کے یہ ہے کہ جرمن و انگلینڈ اس وقت
چاہے ترقی کی بام پر کیوں نہ نظر آئیں اور ملکی حکومت کا جھنڈا چاہے دور دراز تک کیوں
نہ لہرائے لیکن روحانی رموز سے ناآشنا ہونے سے اطمینان قلبی انکو خواب میں بھی نصیب
نہیں۔ ابھی گذشتہ زمانہ میں ان کا باہمی جنگ و جدل کا خطرناک حالت میں ہونا اس
امر کا کافی ثبوت ہے کہ اگر یہ حقیقت روحانی کو جانتے تو ہرگز ہرگز لاکھوں بے گناہ شخصوں
کو سمندروں میں سخت بیرحمی سے غرق نہ کرتے اور دم کے دم میں بے شمار جانوں کو موت
کے منھ میں پہنچاتے۔ کیونکہ وہ اس خونریزی کی سزا ضرور دوزخی نار میں ہزاروں برس
نہیں بلکہ لاتعداد زمانہ تک جلنا لازمی سمجھتے۔ اگرچہ مہابھارت کے زمانہ میں بھی اسی
بھارت میں بڑا بھاری سنگرام کوروں اور پانڈوں کا ہوا لیکن اس بیقاعدگی بے بنیادگی
سے نہیں۔ وہ جنگ آتم شناس یدھسٹر وغیرہ پانچوں پانڈوں کو ظالم کوروں دریودھن
وغیرہ سے مجبوراً کرنا پڑا لیکن درمیان جنگ ہر وقت پانڈوں کی طرف سے صلح کا پیغام
ہوتا رہا شری کرشن جی نے بھی دریودھن کو سمجھایا لیکن یقین باطل ناآشنا حقیقت روح
نے ایک نہ مانی۔ بجائے نصف حصہ سلطنت کے پانچ شہر بھی دینے منظور نہ کرے۔
بلکہ سخت کلامی سے پیش آیا۔ اس پر بھی بوجہ آتم گیانی ہونے کے یدھسٹر مہاراج دھرم
مورت کا دل ہر وقت اس سے سخت پریشان ہی تھا۔ اس نے تو یدھ سے انکار
کر مع اپنے کنبہ جنگل میں رہنا تک پسند کیا تھا لیکن یہ بھی دشمنوں کو گوارا نہ ہوا جسکا
ثبوت ظاہری یہ ہے کہ بعد فتح جنگ انھوں نے بجائے حکومت کرنے کے آتم کلیان
ہی کیا۔ چنانچہ باقاعدہ عبادت و ریاضت کر کے وہ سب ہی موکش میں گئے اور حکمران

بادشاہ نے اپنی تمام رعایا کی برابر حقوق ادا کئے لیکن موجودہ جنگ میں یہ باتیں نام کو بھی نہیں تھیں۔ کیا مفتوحہ ملک نے اس کی تائید کی ؟ عزیز دوستوں اگر واقعی اسکی تقلید ہوتی تو آج ہندوستانی رعایا ضرور مثل دوسری رعایا کے خوش حال اور ہر طرح سے مالا مال نظر آتی۔ کیا ایسا دکھلائی دیتا ہے نہیں ہرگز نہیں۔ ہندوستانی رعایا تو فاقہ نوشی و دیگر چند وجوہات سے سخت پریشان ہے لیکن دوسری رعایا تو ہر طرح سے خوش و خورم تونگر اور مال دار نظر آتی ہے۔ کیا ایام جنگ میں ہندوستانی رعایا۔ نے تن من دھن سے قربانی کر فرمانبرداری کا ثبوت نہیں دیا ہے۔ پس سب کو برابر نہ دیکھنا ہی روحانی ماہیت سے ناواقف ہونے کا کافی ثبوت ہے۔ کاش موجودہ حکومتیں مثل زمانہ سلف کے روحانی حالات سے ماہر ہو جائیں تو کیا ہی کہنا ہے۔ اگر آپ یہ سوال کریں کہ ملکی کمال تو فی زمانہ بہت کچھ ہو رہا ہے۔ یعنی ہوائی جہاز اور دم کی دم میں ہزاروں میلوں کے فاصلہ پر تار سے خبر پہنچ جانا۔ قسم قسم کی آرائش و آسائش کے سب سامان ترقی موجود ہیں۔ سو یہ بات غلط ہے۔ کیونکہ کمال کے معنی یہ ہیں کہ رعایا اور بادشاہ اطمینان سے زندگی گذارے چاہے آرائش و آسائش کے سامان کم ہوں یا زیادہ لیکن اطمینان قلبی ضرور ہو۔ بغیر اس کے ظاہری ساز و سامان ہونا نہ ہونا برابر ہے۔ جیسے کہ اگر کسی مکان کا بیرونی حصہ تو ہر طرح سے مکلف بنایا جاوے لیکن اس کے اندر بدبودار چیزیں رکھی ہوئی ہوں تو کیا کوئی دور اندیش اس کے پاس کھڑا رہ سکتا ہے۔ اس میں رہنا تو دور رہا۔ اسی طرح خوشحالی۔ مالی ترقی و کسب و کمال کی عروج کا یہی واقعی ثبوت ہے کہ اطمینان دلی ہو۔ اگر یہ نہیں تو کچھ بھی نہیں۔ موجودہ بھارت کے غارت ہونے کا یہ بھی سلسلہ ہے کہ سامان ظاہری تو حد سے زیادہ ہو گیا لیکن دل کو تسلی خواب میں بھی نہیں ہے۔ جس کی وجہ یہ بھی ہے کہ ہندوستانی رعایا بھی اپنے فرائض سے گر رہی جاتی ہے۔ یعنی حقوق شاہانہ کی ادائیگی

میں بھی فراموشی ہے۔ باہمی محبت والفت بھی خودغرضی کے قربان ہے جس سے
امن چین رخصت ہوا۔ پشیمانی وپریشانی کا بازار گرم ہوا۔ کیوں نہ ہو جبکہ لیڈروں
ورہبروں کی یہ ناگفتہ بہ حالت ہو گئی جس سے ملک روز بروز اس طرح زوال پذیر ہوتا
جاتا ہے کہ جس طرح اسکولوں میں ماسٹروں کی خرابی ونالایقی سے لڑکے تعلیم سے محروم
رہنے کے علاوہ بدچلن وبدتمیز ہوتے ہوئے والدین کی امیدوں کا خون کرتے ہیں۔
یعنی کسی ایک ماسٹر کے بھی ایسا ہونے سے اسکول بدنام ہو کر ترقی کے بجائے تنزلی
کو پہنچتا جاتا ہے۔ اسی طرح سب ہی مذاہب کیا جین کیا اجین کے اکثر سادھو سنیاسی
وراہبر وقومی لیڈروں کی دروغگوئی آرام طلبی ومورکتہائی ولاپروائی سے یہ بھارت
واسی ہر طرح سے اپنے دھرم کرم سے تپت اور علم وہنر سے محروم رہتے ہوئے اپنے
بزرگوں کے کام اور مہ رشیوں کے نام کو داغی وکمزور بنا رہے ہیں۔ جس سے یہہ
بھارت غارت ہو گیا اور ہوتا جاتا ہے۔ ہائے ہائے بھارت میں بوجہ مفید بیوپار
اور کارخانہ بند ہونے کے فقیروں کی تعداد بڑھ جانے سے سماجک ودھارمک
کتنا نقصان پہنچا اور پہنچ رہا ہے۔ چونکہ سادھوؤں ومُنیوں، براہمنوں، انہی
لوگوں کے کام ست ودیا (گیان) کا پرچار اور دیش سدھار تھا۔ اس لئے یہہ
لوگ دان کے سوپاتر (لایق ومستحق ومناسب ظرف) مانے گئے ہیں۔ جب تک اس
ملک میں روحانی علم وہنر کی ترقی رہی تب تک یہ مہاتما لوگ عالم وفاضل وصاحب
کمال ہو کر اپنے فرائض منصبی کو بخوبی انجام دیتے رہے لیکن علم کے آفتاب کے چھپنے
سے یہ لوگ بھی تا جاہل ہو گئے اور اپنے فرائض اصلی کو بھول گئے اور بعض نام کے سادھو و
برہمن رہ گئے۔ کسی نے دریاؤں میں نہانے کو دھرم مانا۔ کسی نے جگہ بجگہ پھرنے کو تیرتھ یاترا
کے نام سے پرسدھ کر کے اسمیں دھرم سمجھا۔ کسی نے کریا کو یعنی اشنان دھیان پان میں ہی دھرم
مانا۔ کسی نے کچھ اور کسی نے کچھ۔ غرض اس طرح سے کسی نے سونڈھ کو ہاتھی جانا۔ کسی نے

پاؤں کو کسی سے اس کے باقی حصہ جسم کو۔ اس طرح سے سنے سنے مذاہب کی اتپتی ہوئی۔ جس طرح سے پاؤں سونڈھ و دیگر تمام جسم کی مجموعی شکل کا نام جس سے کسی کو بھی انکار نہیں ہو سکتا ہے۔ اسی طرح اتما انا تم کے بھید جانتے ہوئے تت سنجم وغیرہ دیم جو اندریوں و من کے مول کارن ہیں کرتے ہوئے جیو آتما کی من بچن کایا سے سہائتا دیا کرنا ہی دھرم کا اصلی سروپ ہے۔ پس ایسی نازک حالت میں کہ ہمارے اپدیشک و لیڈر بھی بے خبر اندریوں کے غلام ہوں ہم کو منزل زندگانی بڑی ہوشیاری سے طے کرنی چاہیئے اور ہر طرح سے دیکھ بھال کر گرو بنانا چاہیئے۔ ان کی مصنوعی میٹھی باتوں میں جو وہ اپنی خود غرضی سے بناتے ہیں نہیں آنا چاہیئے بلکہ بے خوفی سے صاف صاف کہہ دینا چاہیئے کہ یہ ہمکو کبھی بھی پار نہیں کر سکتی۔ اگر وہ کسی قسم کا خوف دلائیں تو دھرم کے مقابلہ میں کسی قسم کی پرواہ نہ کریں۔ مصرع

چھوڑو نہ تم دھرم کو چاہے جان تن سے نکلے

کیونکہ بھوا تم گیانی دو چار دوات مہاتما ہیں انہوں نے تو ان قصوں سے مطلب کیا اور جو محض بھیس دھاری سوادھو میں ان کی بدعملت خونے کیا۔ ہمارا آتما سچائی کا خود ساکشی ہے۔ اگر ہم بلا وچارے ان کے دام تزویر میں آجائیں گے تو ضرور موجودہ و آئندہ زندگی خراب کرتے ہوئے کف افسوس ملیں گے۔ میں یہ بات بڑے زور سے کہہ سکتا ہوں کہ اگر سادھوؤں کی اکثر خراب حالت نہ ہوتی تو یہ گزرہ ہوئی ہمارے بھارت ماتا کو اس طرح سے نالہ و شور و رنج و غم کرنا پڑتا۔

سیکڑوں لال مرے کھوتے ہیں ایماں دنرات — کس طرح میں نہ ہوں شوک سے گریاں دنرات
جیو ہتیا سے میرا خون ہوا جاتا ہے — بے قضا مرتے ہیں پیارے میرے حیواں دنرات
میرے بیٹے متبنی ہیں کسی غیر کے آہ — شکل سیرت سے ہے صاف نمایاں دنرات
سر پہ چوٹا ہے نہ زنار بدن پر ان کے — دیکھوں کیونکر یہ تبدیلی دوراں دنرات
اہل یورپ کو عطا پھر ہو فن روحانی — دیں سبق پھر مرے استاد ہمہ داں دنرات
پھر

پھر میری عظمت کے ہوں گرویدہ مثال سابق — پھر قدمبوس ہوں تاتاری و افغاں دنرات

شانتی مارگ

من کے ہارے ہار ہے من کے جیتے جیت

پیارے دوستو سنسار میں ہر ایک پرانی سکھ شانتی کا خواہاں ہے۔ اب غور طلب بات یہ ہے کہ آیا یہ ہمکو محض زمانہ سابقہ کی نیک اعمال سے ہی ملتی ہے یا موجودہ کوشش بھی۔ اس میں شک نہیں کہ اس کے حاصل ہونے کے دونوں سبب ہیں لیکن گذشتہ اعمال تو ہمارے اختیار سے باہر ہو چکے ہیں رہی موجودہ کوشش اسپر البتہ ہمکو کچھ اختیار ہے یعنی جیسے جیسے غور و خوض سے باقاعدہ کام کرینگے ویسے ویسے ہی آرام و چین ملنا ممکن ہے۔ دھارمک کیلئے سب سے زیادہ من کو بس میں کرنیکی ضرورت ہے اسکے لئے ہی ہر ایک مذہب علمارنے فرمایا ہے کہ اسکو ہمیشہ شاستر سوادھیا وغیرہ نیک کاموں میں لگائے رہو ورنہ ممکن ہے یہ کہیں تمکو ایسی خرابی میں نہ لیجائے جہاں جان کے لالے پڑجائیں۔

دیکھیئے کبھی یہ حلوائی کی دوکان کی طرف جاکر ہمکو سوہن حلوا و قلاقند وغیرہ کھانے کو بیچین کرتا ہے اور کبھی زردوزی اور رنگ برنگ کے لباس کی طرف مرغوب کر زندگی کو وبال جان بنا دیتا ہے۔ اس طرح کبھی کہیں کبھی کہیں غرض مختلف مختلف مقامات پر قسم قسم کے سیر و تماشے دکھلاتا ہوا ہر دم حیران و پریشان رکھتا ہے۔

یعنی یہ کبھی تو کسی حسین مہ جبین عورت کی ناز و انداز میں پھنسا کر ماں باپ وغیرہ بزرگوں کے حقوق کی فراموشی تک کراتا ہوا طرح طرح کے گناہوں چوری و جاری کا مرتکب ہوتا ہے اور کبھی کسی پرش کے انداز و طرز کلام و حصہ جسم پر شیدا کرتا ہوا یہ کیا کچھ غضب نہیں ڈھاتا۔ میں کیا کہوں مجھے بھی اس چنچل من نے ایک ضعیف العمر شخص کی سندری بالو پر ایسا فریفتہ کیا تھا کہ جس سے کرم کا ہی حساب رہا اور نہ دھرم کا ہی۔ صبح ہونے سے پہلے ہی میں اُس کے گھر پہنچتا اور اس کو اپنے ہمراہ ہوا خوری کو لیجاتا اور ہمکلام ہوتا ہوا اپنا لطف

ف ۱ اسی وجہ سے ہم دیگر ولایتی خوشنما کپڑے و برتن وغیرہ کے شیدا ہونے سے ہر طرح سے تباہ و پائمال ہو گئے یہانتک کہ روٹی سے بھی تنگ ہیں

زندگی سمجھتا اس کی خدمتگذاری اپنی باعث راحت سمجھتا اس کو خوش دیکھ کر خوش ہوتا
اور رنجیدہ ملول دیکھ کر مغموم ہوتا ہر دم اس کی بہتری و بہبودی کے فکر میں رہتا اس کی
بیوقوفی اور نالائقی کو بردباری اور بزرگی سمجھتا - آخر اس طرح سے تنگ آکر میں نے اپنا
یہ سب نقشہ و حال روان - بھعان - حال تردان - مہاتماؤں کو سنایا جس سے دیالو
مہاتماؤں نے مجھے اس طرح سمجھایا کہ تم خود ہی اپنے من کو مخاطب کر اس طرح پوچھنا۔
کہ اے من یہ تمہارا محبوب تمہارے ساتھ کب تک رہیگا اور کب تک اس کے پیچھے فریفتہ
رہنے سے تمہارا سرمایہ زندگی برباد ہوتا رہیگا - اس طرح کی چند بار کی ڈانٹ سے کچھ کچھ ہوش
و اطمینان نصیب ہوا - لیکن کیا یہ رہنے والا تھا - اب پھر سودا سر پر سوار رہا یعنی وہ
نحیف خشک اندام سیاہ فام کیا ملگیا گویا میں ہفت اقلیم کا بادشاہ ہوگیا اس کا خوش
ہوکر بولنا اور ہاتھ سے ہاتھ ملانا تو گویا دولت دارین کا ملجانا اور مردے کو آب حیات تھا
پھر میں نے حسب ہدایت سادھو منی راج محبوب کی لاپروائی - بیوفائی و ہستی و تربیت
جہتی وغیرہ کا نقشہ کھینچکر من کو سمجھایا اور جنیشور بھگوان کو آدرش بنا اتم کلیان کی
طرف رجوع کیا - یعنی اس سے کہا کہ اے میری جان - میں تجھے کیا کہوں تو میرا باعث راحت
و آرام ہے - پیپر تو فدا ہے جس کے جسم سے تجھے خوشبو آتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔
اور جس سے ملکر تو پھولا نہیں سماتا وہ جسم خون - مانس - ہڈی چام وغیرہ کا ناپاک مجموعہ ہے۔
جس سے ہمیشہ گندگی نکلتی ہے جیسا کہ کسی بزرگ کا قول ہے۔

دیہہ اپاون اتھر گھناون یا میں سار ہے نہ کوئی
ساگر کے جل سے سو شوچی کیجے تو بھی شدھ نہ ہوئی

ذرا خیال تو کر کہ جس نعلان و دہن پر تو فدا ہے وہ ہڈیوں کے چند ننھے ننھے ریزے اور
تھوک وغیرہ کا ایک برتن ہے اب ہوش میں آ - اور نظر بصیرت سے دیکھ ظاہر انگاہ سے سوجھ
یہ سب فانی ہے اور جاودانی روح سے نہ کسی کو پریم ہوا اور نہ ہو ہی سکتا ہے اے میری سرمایہ

زندگی تو اپنی نضیلت کو کام میں لا اور اپنی طاقت ولیاقت وحقیقت واصلیت پر توخیال
کر کہ تیرے پربھاؤ سے شری رامچندر جی مہاراج پتا کی آگیا مان راج چھوڑ جنگلوں و بنوں
کی سخت مصیبتوں کو برداشت کر ہمیشہ کے لئے پوجیہ آدرش بے نظیر ہوئے اور تیری ہی
پربل شکتی سے ارجن۔ بھیم جیسے بلوان جودھا مشہور ہوئے اور رانا پرتاپ وغیرہ جیسے
شیر ببر سب ملکوں میں تیری ہی وجہ سے تعجب خیز کارناموں میں لاثانی ہوئے ہیں اور
تیری ہی برکت سے شری ہرشچند جیسی ست بادی اور شری جمبو سوامی جیسے تیاگی بیراگی
پرسدھ ہوئے ہیں اور شری مہاویر بھگوان (جین دہرم کے اخیری پرچارک) تیری طاقت
سے دنیا میں بڑی بڑی سختیوں کا مقابلہ کرتے ہوئے آتم انبھو (आत्म अनुभव)
کر چودہ گن ستھان یعنی چودہ درجہ والی سیڑھی سے موکش محل میں پہونچے ہیں۔ اور
تیری خصلت واصلیت کو جان سری ستی انجنی جی (شری ہنومان جی کی ماتا) دسری
ستی دروپدی جی (ارجن کی استری) و شری ستی سیتا جی (شری رامچندر جی کی استری)
وغیرہ وغیرہ ستیاں بھی دہرم کی سخت سے سخت مصیبتوں کا مقابلہ کرنے سے استری
سماج کی بھی آدرش ورہبر ہوئیں اور تیری ہی مہربانی سے نپولین جیسے معمولی سے
معمولی شخص نے ملک فرانس میں شان وشوکت سے حکومت کی اور تیری ہی برکت
سے یورپ کی مہا یدھ سنگرام میں یعنی سب طاقتوں کے مقابلہ میں ہمارے بادشاہ وقت
نے فتح پائی واقع بات یہ ہے کہ تیری لیاقت وہمت ومروت ومحبت بیان سے باہر ہے
اے میرے ایسے لائق فائق مہربان ساتی پرما میرے سب سے پیاری چیز جان سے زیادہ عزیز
کون حضرت دل رو پڑے اپنی نادانی پر افسوس کرنے لگے۔

۱؎ یعنی جینی لوگ موکش جانے کے لئے چودہ گن ستھان مانتے ہیں یعنی عبادت یا منت سے من کو پاک کر
یہ سب مدارج طے ہوتا ہے۔ ۲؎ زینہ سیڑھی۔

اپنی خصلت و کرتب کوسن شرمندہ ہوئے۔ بھائیو، مجھے اپنا کھویا ہوا دل پاکر اسقدر خوشی ہوئی کہ جو بیان سے باہر ہے اب مجھے کچھ چین و آرام بھی ہے اشٹ بیوگ انشٹ سنجوگ میں زیادہ دُکھ و کلیش بھی نہیں ہوتا شم دم نیم (آتم کلیامنیں) امیں بھی دل لگتا ہے اسی طرح سے من کے بخوبی بس میں ہونے سے ممکن ہے کہ میری عرصہ کی دلی خواہش (سنسار سندر سے پار ہونا) پوری ہوتی کے سامان یعنی آزادی سے شاستر سوادھیا (مطالعہ) اور بنیوسنجم (اندری کا روکنا) اور ایشور بھگتی اور زیرلوبھی گیانی آتم دھیانی مہاتماؤں کا ست سنگ وغیرہ وغیرہ حاصل ہوجاویں پھر جس سے سمیک درشن و گیان چارتر کی پراپتی ہونے سے کرموں کی نرجرا ہوکر جنم جنم کی روگوں و کلیشوں سے آزادی یعنی سوکش آنند کی پراپتی ہوجاوے۔

قفس میں عندلیب زار جیسے روتی تھی ۔۔۔ وہ آزادی کی گلشن میں چہکتی ہے رہا ہوکر
ازل سے جو فراقِ یار میں پھرتی ہراساں تھی ۔۔۔ ملی محبوب کو پشتہ مٹی سے جدا ہوکر
تھا جلوہ آتما کا رام گوتم بیر اور پارس ۔۔۔ بنے آتم سے پرماتم جو جیسے رہنما ہوکر

نہیں زیبا محبت داس اس مٹی کے پتلے سے
کر و حاصل بقا تم بھی خود اپنے آشنا ہوکر

مجھے امید ہے کہ میرے دوست نتیجہ پر غور کرتے ہوئے چنچل من کو قابو میں لا اس لوک پرلوک کا لابھ حاصل کریں گے اگر وہ متواتر من کی رفتار گفتار پر قابو پاکر آتم دھیا کریں گے تو لاکلام دُنیاوی سُکھ کیا بلکہ سوکش آنند تک حاصل کرلیں گے۔ مصرع

کرو کلیان تم اپنا سمجھکر داس جن بانی۔

اوم شانتی شانتی شانتی

پرکاشک کے مختصر حالات

معزز دوستو! آپ کے اس بھارت (ہندوستان) میں روحانی خیالات اور آتم وچار کسی وقت ایسے بینظیر تھے۔ کہ جس سے اس کو پاک خیال کے رشی مہاتماؤں اور عالم باعمل خانہ داروں کی ہستی پر قابل تسلیم فخر و اعزاز حاصل تھا۔ ساتھ ہی اس کے اخلاقی و تہذیبی کمال بھی ہر چہار طرف پھیلا ہوا تھا۔ لیکن انقلاب زمانہ سے اس کی دگرگوں ہی حالت ہو گئی۔ یہاں تک کہ موجودہ طرز زندگی نے تو تہذیب و تادیب اور عزت و عظمت کا قطعی ہی خون کر دیا جس کی تشریح کرنے میں دل لرزتا ہے۔ خیر ایسے نازک زمانہ میں ہم اپنے لالہ صاحب (پرکاشک مہاشہ) کا وجود اس وجہ سے غنیمت سمجھتے ہیں کہ آپ باوجود دُنیادی اعزاز سے ممتاز ہونے کے خلیق و لئیق ہوتے ہوئے قومی ہمدردی میں بھی خاص طور سے حصّہ لیتے ہیں۔ آپ کو اہل ریاضت و عبادت جین فقراؤں کے درشن کرنے کا خاص شوق ہے۔ چنانچہ آپ حال ہی میں لاہور و ریاست فرید کوٹ شری تپسوی گنپت رائے جی و شری تپسوی ہنس چند جی (شری جواہر لال جی مشہور جین سادھوؤں کے ششں) مہاراج کے درشن کر کے آئے ہیں۔

نوٹ آپ نے حال میں ہی ۴۴ دن کا برت کرتے ہوئے دوپہر کو روزانہ ۱½ گھنٹہ دھوپ میں تپا بھی ہے۔ اسی طرح آپ پہلے بھی کرتے رہے ہیں۔

علاوہ ازیں آپ روزانہ فرائض کے بھی دل سے پابند ہیں۔ حسن اخلاق تو یہاں تک ہے کہ مقام تحصیل سرسہ ضلع حصار میں مجھ سے آپ کی اکثر آدمیوں نے تعریف کری۔ کیونکہ یہ جب کہ آپ ایک کروڑ پتی سیٹھ (رامدتامل صاحب) کے مختار عام ہوتے ہوئے بھی کسی ہی شخص کو شکایت کا موقعہ نہیں دیتے بلکہ ہر شخص کو حتی الامکان خوش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ آپ کے ایماندار ہونے سے اکثر اشخاص اپنا روپیہ بھی آپ کے پاس جمع کرا دیتے ہیں۔ اب میں اپنے دوستوں کو ایسے مصدر لطف وکرم و مخزن خلق و محترم شخص کے مختصر حالات بتلاتا ہوا اُمید کرتا ہوں کہ آپ خود بھی اس کی تقلید کرتے ہوئے لطفِ دارین حاصل کریں گے۔

دوستو! سچ بات تو یہ ہے کہ شریان لالہ کپور چند ولد لالہ کیسری چند جین اگروال سادہ ملگی ساکن قدیم نُوشام (حصار) حال سرسہ (حصار) کے حالات گوش دل سے سننے کے لائق ہیں۔ آپ کی پیدائش مقام نُوشام ماہ بھادوں سمت ۱۹۳۶ بکرم میں شری متی ماتا۔ پُن وان۔ وچاروان چارترواں شریمتی کیسری بائی کی کوکھ (بطن) سے ہوئی۔

آپ کے ماتا پتا نے اسم بامسمیٰ ہونے سے شروع سے ہی اپنے فرزند ارجمند کو خوش مزاج۔ فرمانبردار اور خلیق۔ ہر دل رفیق بنایا اور درویشوں مہاتماؤں

لہ سماتیک۔ یعنی کرمن روزمرہ کرنے کے سوائے دان پن اور سنجم بھی دن دن کرتے رہتے ہیں۔

کی بنے بھگتی (تہذیب تادیب وخدمات) سکھلاتے ہوئے نیک اعمال بھی بنایا
جس کا آج یہ نتیجہ ہے کہ آپ ہوشیاری وایمانداری سے اپنے آقائے نامدار
کے ہر کام کو انجام دیتے ہوئے اپنی نیک کمائی کا ایک حصہ مذہبی فقراؤں کی زیارت
کرنے اور ان کے حالات زندگی عام لوگوں کو بتلانے میں خرچ کرتے ہیں اسکے
علاوہ غرباؤں و محتاجوں کی مدد کرنا تو آپ ذاتی اخراجات سے بھی بہتر سمجھتے
ہیں۔ چنانچہ آپ کی کافی امداد سے شری جیون رام جی مہاراج سودگی (مرحوم)
جین پرسدھ تپشوی کی لالف ناگری زبان میں چھپنے والی ہے۔ اور جین اناتھ آشرم
آگرہ و دہلی۔ اور جین مہابیر و دیالیہ دہلی و نیز جین گوروکل پنچ کولہ (پنجاب) و جین
گوروکل بیاور (راجپوتانہ) کی تو آپ سالانہ امداد کرتے رہتے ہیں۔ اسی طرح سے آپ
دھارمک واخلاقی کتابوں کے پرچار میں بھی مدد دیتے رہتے ہیں۔ چنانچہ ابھی آپ نے
مکتی سوپان ۲۲۵ صفحہ کی پستک ناگری کی پچاس جلدیں اور گلزار روحانی اردو کی
پچاس جلدیں تقسیم کری اور کر رہے ہیں۔

اب میں شری جیندر بھگوان سے استدعا کرتا ہوں کہ آپ کے دل میں قومی و
ملکی ہمدردی کے علاوہ روحانی صفائی کے خیالات بھی روز بروز ترقی پذیر ہوں۔
یعنی آپ خود اپنی آخری زندگی میں جذبات دل کی مکمل سرکوبی کرتے ہوئے۔
باکمال بنتے ہوئے قابل نمونہ زندگی بنائیں جس سے دنیا دی چکر سے رہائی ہو کر
نجات ابدی حاصل ہو۔

اشعار دعائیہ

جنورا تو جلد اس کو محبت یہ عطا کر دے　　اور اپنے فیض سے جھگڑوں سے الیا تو رہا کر دے

کہ جس سے دردمندی اور عبادت ایسی ہو پیدا
غریبوں اور یتیموں پر یہ جان تک بھی فدا کر دے
ہر ذی روح سے محبت صفائی دلسے کرینگی
دل حامی علو ہمت بس اسکو تو عطا کر دے
لیاقت اور ہمت بھی بڑھے دن چوگنی ایسی
کہ فلاح روح کی خاطر یہ سرتن سے جدا کر دے
دنیاوی کثافت کا سبب اعتقاد باطل ہے
دعا ہے داس کی اسکو دلسے اب صفا کر دے

بحر دیگر

مبارک ہے بشر وہ گیہان سے رغبت جو رکھتا ہے۔
صفائی قلب میں ہردم دلی الفت جو رکھتا ہے
پس مردن بھی زندہ ہے وہی تو سُور ما یارو
عروس زیب و زینت سے دلی نفرت جو رکھتا ہے
ولا سنسار ساگر سے وہی تو پار ہوتا ہے۔
عروج روح میں ہردم دلی رغبت جو رکھتا ہے
حقیقت میں وہی بس پار ہو جائے گا دُنیا سے
سری چرنوں میں ہردم داس ہو الفت جو رکھتا ہے

پتہ
دہلی دریبہ کلاں۔ ماسٹر شمبر داس جین



